اُردُو شرح

مِشکوٰۃ المصابیح

باب صفت الجنة واهلها الى اخر الكتاب

متن وترجمہ، تشریح وتوضیح کے ساتھ

تالیف

مولانا فضل محمد یوسف زئی

استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر:

0092-21-35470973
0321-3788955

کتاب کا نام : توضیحات شرح مشکوٰۃ (جلد ہشتم)

مصنف : استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی مدظلہ

سن اشاعت : 2010ء

تعداد صفحات : (664)

ناشر : المکتبۃ العربیۃ (021-35470973) (0321-3788955)

مکتبہ انعامیہ، اردو بازار کراچی

کتب خانہ اشرفیہ اردو بازار کراچی

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن کراچی

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

بیت الاشاعت، بہار کالونی، کراچی

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

دارالکتاب اردو بازار لاہور

مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور

مکتبۃ الحرمین اردو بازار لاہور

وحیدی کتب خانہ پشاور

مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی

فہرست مضامین

باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

باب اسماء النبی ﷺ وصفاتہ

باب فی اخلاقہ وشمائلہ

باب المبعث وبدء الوحی

باب علامات النبوۃ

باب المعراج

باب فی المعجزات

باب الکرامات

باب وفاۃ النبی ﷺ

باب ترکة النبی ﷺ

باب مناقب قریش وذکر القبائل

باب مناقب الصحابة رضی اللہ عنہم

باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ

باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما

باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ

باب مناقب ازواج النبی ﷺ

باب جامع المناقب

باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی

باب ثواب هذه الاُمّة

"ترجمۂ اکمال
فی اسماء الرجال"

باب صفة الجنة واهلها

جنت اور اہل جنت کی صفات کا بیان

قال الله تعالیٰ! ﴿فاما ان کان من المقربین فروح و ریحان وجنة نعیم﴾.

جنت باغ کے معنی میں ہے، جیم اور نون مشدد ہیں اس میں ستر اور پوشیدگی کا معنی ہے اسی سے جن اور جنات ہیں اسی سے جنین اور جنون ہے اسی سے جنان بمعنی دل ہے، جنت کو دو وجہ سے جنت کہتے ہیں ایک وجہ یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے باغات اور درختوں کے بیچ میں چھپا رکھا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہے تا کہ پردۂ غیب میں رہے اور اس پر ایمان بالغیب قائم و دائم رہے، جنت اور دوزخ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے، حشر نشر اور حساب و کتاب کے بعد کامیاب انسان جنت میں جائیں گے اور ناکام دوزخ میں جائیں گے گویا جنت راحتوں کے مجموعے کا نام ہے، اور جہنم زحمتوں کے مجموعے کا نام ہے، جنت محبوبین الٰہی کے لئے مہمان خانہ ہے اور دوزخ مغضوبین کے لئے قید خانہ ہے، انسان چونکہ طبعی طور پر اس چیز میں رغبت رکھتا ہے جو محسوس و مادی اور طبعی ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترغیب کے لئے اپنی رضاء اور خوشنودی کے ساتھ جنت کی مادی نعمتوں کو پیش کیا ہے جس کو انسانی طبیعت جلدی سمجھ جاتی ہے مثلاً اس سے کہا جائے کہ تجھے حوریں ملیں گی غلام ملیں گے، انار اور سیب و انگور کے باغ ملیں گے، دودھ، شہد، شراب اور صاف پانی کی نہریں ملیں گی تو اس کو انسان جلدی سمجھ لیتا ہے اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی کو اس طرح جذباتی انداز سے نہیں سمجھ سکتا الا ماشاء اللہ۔

اس کی مثال ایک بچے اور اس کے والد کی ہے کہ اگر والد بچے سے یہ کہہ دے کہ بیٹے اسکول پڑھو! جب تم نے اسکول، کالج پڑھ لیا اور کامیاب ہو گئے تو تم انجینئر بنو گے، ڈاکٹر اور پروفیسر بنو گے فلاں فلاں سرکاری عہدہ ملے گا، اس چیز کو یہ چھوٹا بچہ نہیں سمجھ سکتا، لیکن اسی بچہ کو اگر باپ کہدے کہ بیٹے پڑھو، تعلیم حاصل کرو، جب تم کامیاب ہو گئے تو میں تم کو کوٹ پتلون اور بوٹ خرید کر دوں گا، جوڑے، سوٹ لاؤں گا اور گاڑی دوں گا، اس کو سن کر بچہ مکمل طور پر متوجہ ہو جاتا ہے اور اس ترغیب کو خوب سمجھ لیتا ہے اور شوق سے محنت کرتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں بچے کی طبیعت کی چاہت کے مطابق ہیں، بالکل جنت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے ساتھ اسی طرح ہے، یہ ظاہری ترغیبات ہیں ورنہ اصل حقیقت اور اصل جنت تو حصول رضاء الٰہی ہے۔ ورضوان من الله اکبر، الله اکبر کبیرا والحمدلله کثیرا وسبحان الله بکرة واصیلا.

الفصل الاول

جنت کی فضیلت

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَاعَیْنٌ رَاَتْ وَلَااُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّااُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کر رکھی ہے کہ نہ کسی آنکھ نے اس کو دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا تصور تک آیا ہے، اگر تم اس بات کی تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھو ﴿فلا تعلم نفس مااخفی لهم من قرة اعین﴾ (بخاری ومسلم) یعنی کوئی بھی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔

توضیح: "مالاعین رأت" یعنی کسی آنکھ نے اس نعمت کی ذات کو محسوس طور پر نہیں دیکھا بلکہ اس کی حسین صورت پوشیدہ ہے۔
"ولا اذن سمعت" یعنی نہ کسی کان نے اس کی حقیقی صفت سنی ہے اور نہ وہاں کی اچھی آوازیں کانوں میں پڑی ہیں۔
"ولا خطر" یعنی نہ اس کی اصلی ماہیت اور عیش وعشرت کا تصور کسی کے دل پر گذرا ہے، مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جنت کی اصل نعمتوں تک نہ کسی کی پہنچ اور رسائی ہے نہ اس پر کسی کو احاطہ ہے ہاں پہنچنے کے بعد سب کچھ کامیاب انسانوں پر عیاں ہو جائے گا۔
"قرة اعین" یعنی آنکھوں کی جو ٹھنڈک اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے لئے تیار کی ہے یہ صرف آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے بلکہ یہ ٹھنڈک جنت میں ہر قسم کے عیش وعشرت اور فرح وسرور سے کنایہ ہے گویا جنت پہنچنے والوں کو دل وجان سے قرار حاصل ہو جائے گا جیسا کوئی تھکا ماندہ مسافر گھر پہنچ کر آرام کرتا ہے کسی نے خوب کہا:

فالقت عصاها واستقربها النویٰ　　كما قرَّ عینًا بالإیاب المسافرُ

جنت کی عظمت وقیمت

﴿۲﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا.
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے کے برابر بھی جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "موضع سوط" یعنی ایک کوڑے کے برابر جگہ ایک چابک دستی کی مقدار جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت کی ہر نعمت دائمی ہے اور دنیا کی ہر نعمت فانی ہے تو فانی نعمت باقی اور دائمی نعمت کا مقابلہ کہاں کر سکتی ہے۔ حضرت لبید رضی اللہ عنہ نے خوب فرمایا:

الا کل شئی ماخلا اللہ باطل وکل نعیم لا محالة زائل

جنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی ہے جنت اللہ تعالیٰ کی رضوان کا مجموعہ ہے جب اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہوجائے تو باقی نعمتوں کا کیا کہنا! جنت کی نعمتوں اور اس کے حصول کو اللہ تعالیٰ نے الفوز الکبیر قرار دیا ہے جیسے "ذلک الفوز الکبیر" یاد رکھنا چاہئے کہ جنت ایک ہے مگر اس کے درجات اور طبقات اور دروازے آٹھ ہیں ہر طبقہ کا الگ نام ہے مثلاً۔ (۱) جنة الماوٰی (۲) دار المقام (۳) دار السلام (۴) دار الخلد (۵) جنة النعیم (۶) جنة الفردوس (۷) جنة عدن (۸) طوبیٰ۔

حوران بہشتی کی صفت

﴿۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْرَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَاءَ تْ مَابَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْ مَابَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: صبح کو اور شام کو ایک بار خدا کی راہ میں نکلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنتیوں میں سے کسی کی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن و منور کردے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فضاء کو خوشبو سے بھر دے، نیز اس کے سر کی ایک اوڑھنی دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

توضیح: "نصیفها" یعنی صرف سر پر جو چھوٹا سا دوپٹہ ہوگا وہ دنیا و مافیہا سے افضل ہوگا پورے بدن پر چھایا ہوا دوپٹہ تو بہت ہی اعلیٰ ہوگا، دنیا کی چیزیں فانی ہیں یہ دوپٹہ باقی ہے اس لئے بہتر ہے، جنتی عورتوں کے حسن دیکھنے کے لئے آنکھیں بھی ایسی عطا ہونگی جو ان شعاعوں کو برداشت کرسکیں گے۔

جنت کا ایک درخت

﴿۴﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَامِائَةَ عَامٍ لَّايَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے اگر کوئی سوار اس درخت کے سائے میں سو برس تک چلتا رہے تب بھی اس کی مسافت ختم نہ ہوگی اور جنت میں تمہارے کمان کی برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر و برتر ہے جن پر آفتاب طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "الـراكـب" یعنی اتنا بڑا درخت ہوگا کہ تیز دوڑنے والا شہسوار اس کے سائے میں سوسال تک سفر کرے گا پھر بھی درخت کا سایہ ختم نہیں ہوگا کہتے ہیں کہ یہ شجر طوبی کا درخت ہوگا جسکی ایک ایک شاخ ہر جنتی کے گھر میں پہنچی ہوگی۔

"قاب قوس" یہ لفظ "قاب" بھی ہے "قیب" بھی ہے، "قاد" بھی ہے "قید" بھی ہے سب کا معنی مقدار ہے۔ ای مقدار قوس کمان برابر جگہ مراد ہے اتنی جگہ دنیا و مافیہا سے اس لئے بہتر ہے کہ یہ دائمی ہے اور دنیا فانی ہے۔

جنت کا خیمہ

﴿۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّۃِ لَخَیْمَۃً مِّنْ لُؤْلُؤَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُجَوَّفَۃٍ عَرْضُھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ طُوْلُھَا سِتُّوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَۃٍ مِّنْھَا اَھْلٌ مَایَرَوْنَ الْاٰخَرِیْنَ یَطُوْفُ عَلَیْھِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّۃٍ اٰنِیَتُھُمَا وَمَافِیْھِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَھَبٍ اٰنِیَتُھُمَا وَمَافِیْھِمَا وَمَابَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْکِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ جَنَّۃِ عَدْنٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا وہ پورا ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کا عرض اور ایک اور روایت میں ہے کہ جس کا طول ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہوگا، اس خیمہ کے ہر گوشہ میں اس کے اہل خانہ ہوں گے اور ایک گوشہ کے آدمی دوسرے گوشہ کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکیں گے، ان سب اہل خانہ کے پاس مؤمن آتا جاتا رہے گا اور (اس کے علاوہ مومن کے لئے) دو جنتیں چاندی کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن، اور جو کچھ ان جنتوں میں ہوگا (مثلاً مکانات، فانوس وغیرہ) سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی کہ ان جنتوں کے برتن اور ان میں ہر چیز جو اس میں ہوگی سونے کی ہوگی، اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے پردہ کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "لؤلؤۃ" یہ موتی کو کہتے ہیں جو گول ہوتا ہے جس کی عمارت نہایت دلکش ہوگی اور خیمہ مزیدار ہوگا۔ "واحدۃ" یعنی کئی موتی ملا کر ایک مکان نہیں بنایا گیا ہوگا جس میں جوڑ آتے ہیں بلکہ ایک بڑا موتی ہوگا، گول ہوگا، اندر سے کھوکھلا ہوگا، نہایت سلیقہ کا ہوگا جس سے دلکش اور بے نظیر مکان تیار کیا گیا ہوگا۔ "طـولـهـا" یعنی اس خیمہ کا طول و عرض اتنا بڑا ہوگا کہ اگر طول ساٹھ میل پر مشتمل ہوگا تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس خیمہ کی چوڑائی کتنی ہوگی اور اگر چوڑائی ساٹھ میل ہوگی تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس خیمہ کی لمبائی کتنی وسیع ہوگی بہرحال روایت کے اس اختلاف میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اصل مقصد

اس خیمہ کی کشادگی اور وسعت بیان کرنا ہے۔

"فی کل زاویة" یعنی اس خیمہ اور اس عظیم الشان عمارت کے ہر کونے میں اس مؤمن کے اہل خانہ ہوں گے۔

"مایرون" مانفی کیلئے ہے یعنی ایک کونہ اور ایک گوشہ کے لوگ دوسرے کونے کے لوگوں کو نہیں دیکھ پائیں گے۔ یرون میں جمع کی ضمیر اھل کی طرف راجع ہے معنوی طور پر اہل بھی جمع ہے۔ "یطوف" یعنی مؤمنین اپنے اہل وعیال کے پاس آتے جاتے رہیں گے، معلوم ہوتا ہے کہ ان اہل وعیال میں مؤمنین کی بیویاں بھی ہوں گی یطوفون میں خاص اشارہ ہے۔ "وجنتان" یہ نیا کلام ہے ای وللمؤمن جنتان.

"ما بین القوم" اس جملہ میں "ما" نافیہ ہے یعنی جہاں اس خیمہ میں مؤمنین کا ٹھکانہ ہوگا وہاں سے اللہ تعالیٰ کے دیدار میں صرف پردۂ کبریائی حجاب ہوگا اس کے علاوہ اور کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور یہ نورانی پردہ بھی حجاب نہیں بنے گا بس دیدار ہی دیدار ہوگا!!

جنت کی نہریں

﴿۶﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً مِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَافِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ)

ترجمہ: اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور فردوس اپنے درجات کے اعتبار سے سب جنتوں سے اعلیٰ و برتر ہے اور اسی فردوس سے بہشت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور فردوس ہی کے اوپر عرش الٰہی ہے، پس جب تم خدا سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور مجھے یہ حدیث نہ تو صحیحین میں ملی ہے اور نہ حمیدی کی کتاب میں۔

توضیح: "انهار الجنة" عرش کا فرش جنت الفردوس کی چھت ہے یہ سب سے افضل جنت ہے، جنت الفردوس کے نیچے سے چار نہریں بہتی ہیں جو تمام جنتوں میں چلتی رہتی ہیں۔ (۱) پانی کی نہر (۲) شہد کی نہر (۳) شراب کی نہر (۴) اور دودھ کی نہر، اس کے علاوہ دیگر تین قسم کی نہریں بھی ہوں گی جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔ (۱) تسنیم: یہ لطیف پانی ہے جو جنت کی ہوا میں جاری رہے گا۔ (۲) زنجبیل اور سلسبیل: یہ گرم مزاج کا پانی ہے جیسے قہوہ اور چائے ہے۔ (۳) کافور: اس چشمہ اور نہر کا مزاج سرد اور ٹھنڈا ہوگا جیسے ٹھنڈے مشروبات ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ان مشہور چار نہروں کے بارے میں اس طرح ارشاد ہے: ﴿فیها انهار من ماء غیر اسن وانهار من لبن لم یتغیر طعمه وانهار من خمر لذة للشاربین و انهار من عسل مصفی﴾.

سبحان الله اللّٰهم ارزقنا جنة الفردوس ونعیمها وانهارها وتسنیمها وزنجبیلها وسلسبیلها!!

جنت کا ایک بازار

﴿۷﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَسُوْقًا یَاْتُوْنَھَا کُلَّ جُمُعَۃٍ فَتَھُبُّ رِیْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ وَثِیَابِھِمْ فَیَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی اَھْلِیْھِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَیَقُوْلُ لَھُمْ اَھْلُوْھُمْ وَاللّٰہِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَیَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰہِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کو لوگ جمع ہوا کریں گے اور وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہرے اور کپڑوں پر بھر جائے گی جس سے وہاں موجود جنتیوں کے حسن وجمال میں اضافہ ہوجائے گا اور پھر جب وہ لوگ بہت زیادہ حسین وجمیل بن کر اپنے گھر والوں کے پاس واپس آئیں گے تو وہ گھر والے ان سے کہیں گے کہ خدا کی قسم ہم سے الگ ہو کر تم نے اپنے حسن وجمال کو کتنا بڑھا لیا ہے؟ اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ قسم بخدا ہمارے جانے کے بعد تم نے بھی تو اپنے حسن وجمال کو بڑھا لیا ہے۔ (مسلم)

توضیح: "لسوقا" بازار سے مراد حسن وجمال کی افزائش اور اس کے بڑھنے کا مرکز ہے جہاں جنتی لوگ ہر جمعہ میں جمع ہوا کریں گے اور ان کے حسن میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

"فتحثو" یعنی یہ شمالی ہوا ان لوگوں کے چہروں پر مشک وعنبر اور خوشبو چھڑک دیگی اس عمل کو آپ خوشبو کا اسپرے کہہ سکتے ہیں۔

"حسنا وجمالا" یہ حسن وجمال اسی مشک وعنبر اور خوشبو کے اسپرے کی وجہ سے بڑھے گا، اس بازار حسن کا اپنا ایک پَرتو بھی ہوگا جس سے سب لوگ حسن میں بڑھ جائیں گے ادھر گھروں میں خواتین کا حسن بھی بڑھ جائے گا تو دونوں ایک دوسرے کو حسین وجمیل ہونے کی داد دیں گے۔

جنت کی نعمتوں کا تفصیلی بیان

﴿۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَۃٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ کَاَشَدِّ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَاءَ ۃً قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَیْنَھُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُرٰی مُخُّ سُوْقِھِنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا لَا یَسْقُمُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَتْفُلُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ اٰنِیَتُھُمُ الذَّھَبُ وَالْفِضَّۃُ وَاَمْشَاطُھُمُ الذَّھَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِھِمُ الْاَلُوَّۃُ وَرَشْحُھُمُ الْمِسْکُ عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰی صُوْرَۃِ اَبِیْھِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِی السَّمَآءِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل

ہوں گے وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ومنور ہونگے اوران کے بعد جولوگ داخل ہوں گے وہ اس ستارے کی مانند روشن وچمکدار ہوں گے جوآسمان پر بہت تیز چمکتا ہے،،تمام جنتیوں کے دل ایک شخص کے دل کی مانند ہوں گے،نہ توان میں کوئی باہمی اختلاف ہوگااورنہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بغض وعداوت رکھیں گے،ان میں سے ہرایک شخص کے لئے حورعین میں سے دودوبیویاں ہوں گی،ان کی پنڈلیوں کی ہڈی کا گوداہڈی اور گوشت کے باہر سے نظرآئے گا،تمام جنتی صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے وہ نہ تو بیمار ہوں گے،نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں گے،نہ تھوکیں گے اورنہ رینٹھ نکالیں گے،ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے،ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی،ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگااورسارے جنتی ایک شخص کی سی عادت وسیرت کے ہوں گے نیز وہ سب شکل وصورت میں باپ آدم کی طرح ہوں گے اور ساٹھ گز اونچا قدرکھتے ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "علی قلب رجل واحد" یعنی باہم اتفاق واتحاد ہوگا اختلاف نہیں ہوگا اورسب نیک ہوں گے۔ "الحور العین" دوحوریں دنیا کی عورتوں سے ہوں گی جو جنت کی حوروں سے اعلیٰ ہوں گی اور باقی ستر حوریں جنت کی ہوں گی۔ "یری مخ" یعنی یہ حوریں اتنی خوبصورت اورصاف وشفاف ہوں گی کہ ستر جوڑوں اور پھر گوشت اور پھر ہڈیوں کے اندران کی پنڈلیوں میں جسم کا گودانظرآئے گا اس میں خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان حوروں کی طرف دیکھنے سے کوئی کدورت اورکوئی نفرت پیدانہیں ہوگی بلکہ رغبت پیداہوگی۔

یہاں یہ بات بھی عرض کروں کہ اللہ تعالیٰ نے حوران بہشتی کی اس کیفیت اورصفت پر دنیا میں ایک مچھلی کی نسل چلائی ہے جس کو شیشہ مچھلی کہتے ہیں اس مچھلی کو باہر سے دیکھنے والا جب دیکھتا ہے تواس کے پیٹ کے اندر آنتیں وغیرہ سب کچھ نظرآجاتا ہے میں نے خود کلفٹن کراچی کے ماہی خانہ میں اس مچھلی کو دیکھا ہے جس سے ذرا شبہ باقی نہیں رہتا کہ گوشت پوست اور ہڈیوں کے اندر گودا کیسے نظرآتا ہے،بہرحال نظرآنا کوئی محال چیز نہیں ہے۔

"یسبحون" جنت میں لوگ جوعبادت یاتسبیح کریں گے یہ امورتکلیفیہ میں سے نہیں بلکہ ایک طبعی عمل ہوگا جس طرح سانس لینے میں تکلیف نہیں ہوتی یہ تسبیحات بھی اسی طرح ہوں گی۔ "لا یتغوطون" تغوط پاخانہ کرنے کو کہتے ہیں۔ "لایتفلون" یہ تفل سے تھوکنے کے معنی میں ہے یعنی منہ کی تمام آلائشیں مثل بلغم وبزاق کچھ نہیں ہوگا۔ "ولا یمتخطون" یہ امتخاط مخاط سے ہے ناک کی آلائش رینٹھ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ "امشاط" یہ مشاط کی جمع ہے کنگھی کو کہتے ہیں۔ "مجامر" یہ مجمر کی جمع ہے انگیٹھی کو کہتے ہیں۔ "وقود" واؤ پرزبر ہے آگ میں جلنے والے ایندھن کو کہتے ہیں۔ "الألوۃ" اُلُوَّۃُ ہمزہ پرپیش ہے لام پر بھی پیش ہے واؤ پرشد ہے آخر میں گول تا ہے "عود" کو کہتے ہیں اس کو "اگر" بھی کہہ سکتے ہیں "اگربتی" کو جولوگ خوشبو کے لئے جلاتے ہیں یہ اُلُوَّۃُ کا ایک مصنوعی نمونہ ہے،اس کا ترجمہ لوبان بھی ہے۔

"رشحھم" پسینہ مراد ہے یہ بدبودار نہیں بلکہ خوشبودار مشک وعنبر کی طرح ہوگا۔ "خلق رجل واحد" خا پر اگرضمہ ہوتو یہ اخلاق کے معنی میں ہوگا جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہوچکا ہے،اس لئے ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں خا پر زبرزیادہ مناسب

ہے جو تخلیق کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہوگا کہ سب اہل جنت ہم عمر ہوں گے یعنی ۳۰ اور ۳۳ سال کی عمر میں ہوں گے اور یہ اہل جنت اپنے دادا جان حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں ہوں گے یعنی ان کے قد و قامت کی طرح ۶۰ گز کا اونچا قد رکھتے ہوں گے اس طرح حدیث کا آخری جملہ حدیث کے پہلے جملے "علی خلق رجل واحد" کی وضاحت اور تفسیر بن جائیگا۔

﴿۹﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَايَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَايَتَغَوَّطُوْنَ وَلَايَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَابَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَّرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَاتُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ جنت میں کھائیں گے، پئیں گے، لیکن نہ تو تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے، اور نہ ناک سنکیں گے، یہ سن کر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ پھر کھانے کے فضلہ کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کھانے کا فضلہ ڈکار اور پسینہ ہو جائے گا جو مشک کی خوشبو کی مانند ہوگا اور جنتیوں کے دل میں تسبیح و تحمید کا ورد اور ذکر الٰہی اس طرح ڈال دیا جائے گا جیسے سانس جاری ہے۔ (مسلم)

﴿۱۰﴾ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَايَبْاَسُ وَلَايَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَايَفْنٰى شَبَابُهٗ. (رواه مسلم)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی شخص جنت میں داخل ہوگا عیش و عشرت میں رہے، گا نہ فکر و غم اس کے پاس پھٹکے گا، نہ اس کے کپڑے میلے پرانے ہوں گے اور نہ اس کا شباب فنا ہوگا۔ (مسلم)

توضیح: "لایباس" یعنی اہل جنت نہ کسی غم میں ہوں گے اور نہ کسی فقر و فاقہ کے شکار ہوں گے۔ "ولا یبلی" یہ بلی یبلی سمع سے ہے کپڑوں کا پھٹا پرانا ہونا مراد ہے کہ ایسا نہیں ہوگا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت کی نعمتوں پر کوئی زوال نہیں آئے گا جبکہ دنیا کی ہر نعمت زوال پذیر ہے۔

الا کل شئی ماخلا اللہ باطل وکل نعیم لا محالة زائل

﴿۱۱﴾ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُنَادِىْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَاتَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيُوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا. (رواه مسلم)

ترجمہ: اور حضرت ابو سعید خدری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک منادی کرنے والا یہ منادی کرے گا (کہ اے جنتیو!) تم صحت و تندرستی کے ساتھ رہو! تمہیں کبھی بھی کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی، تم ہمیشہ ہمیشہ زندہ سلامت رہو! موت کبھی تمہارے پاس نہیں آئے گی، تم سدا جوان رہو! بڑھاپا کبھی تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا اور تم عیش و عشرت کی زندگی گزارو! کسی بھی طرح کے فکر و غم اور رنج والم کا تم تک گزر بھی نہیں ہوگا۔ (مسلم)

﴿۱۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَتَرَاءَ وْنَ اَھْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِھِمْ کَمَا تَرَاءَ وْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَیْنَھُمْ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تِلْکَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَآءِ لَایَبْلُغُھَا غَیْرُھُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

ترجمہ: اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنتی اپنے اوپر کے بالا خانے والے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے مشرقی یا مغربی افق میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق فرق مراتب سے ہوگا جو اہل جنت کے درمیان پایا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بالا خانے اور اوپر کے پرشکوہ محلات کیا انبیاء کے مکان ہوں گے جن تک انبیاء کے سوا کسی کی رسائی نہیں ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان بلند و بالا محلات اور بالا خانوں تک ان لوگوں کی بھی رسائی ہوگی جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "یتراؤن" یعنی اہل جنت اپنے سے اوپر بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔ "الغابر" یعنی وہ ستارہ جو طلوع ہونے کے بعد غروب نہیں ہوتا بلکہ باقی رہ جاتا ہے۔ "قال بلٰی" یعنی آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے جواب میں فرمایا کہ نہیں نہیں! یہ مقام صرف انبیاء کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ ان کے سوا کوئی اور وہاں تک نہیں پہنچے گا بلکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیاء کرام کی تصدیق کی وہ بھی ان مقامات پر پہنچیں گے اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُھُمْ مِثْلُ اَفْئِدَۃِ الطَّیْرِ. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: اور حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے لوگوں کی کتنی ہی جماعتیں داخل ہوں گی جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہیں۔ (مسلم)

توضیح: "افئدۃ الطیر" یعنی جنت میں ایسی کئی مخلوقات جائیں گی جن کے دل خوف خدا میں اور نرمی میں پرندوں کے دلوں کی طرح نرم ہوں گے پرندہ ذرا سا خوف دیکھ کر بھاگ جاتا ہے یا توکل اور بھروسہ میں ان کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح متوکل ہوں گے۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا

﴿۱۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ

یَااَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَاوَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَالَنَا لَا نَرْضٰی یَارَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًامِّنْ خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ یَارَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں کو آواز دے گا کہ اے جنتیو! تمام جنتی جواب دیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں، تیری خدمت میں موجود ہیں، تمام تر بھلائی تیرے ہی قبضہء قدرت اور ارادے میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم مجھ سے راضی وخوش ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! بھلا ہم آپ سے راضی وخوش کیوں نہیں ہوں گے آپ نے تو ہمیں وہ بڑی سے بڑی نعمت اور سرفرازی عطا فرمائی ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں اس سے بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر نعمت تمہیں عطا نہ کروں؟ وہ کہیں کہ پروردگار اس سے بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر نعمت اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں تمہیں اپنی رضا وخوشنودی عطا کروں گا اور پھر تم سے کبھی ناخوش نہیں ہوں گا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''احل علیکم'' یعنی میں اب تم پر اپنی رضا اور اپنی خوشنودی اتارتا ہوں، اب میں ہمیشہ تم سے راضی رہوں گا اور کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ ارشاد عالی ہے ﴿ورضوان من اللہ اکبر﴾.

جنت میں جو چاہو مانگو

﴿۱۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی وَیَتَمَنّٰی فَیَقُوْلُ لَہٗ ھَلْ تَمَنَّیْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ فَیَقُوْلُ لَہٗ فَاِنَّ لَکَ مَاتَمَنَّیْتَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ.

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں جو شخص سب سے ادنیٰ درجہ اور کمتر مقام کا جنتی ہوگا اس کا یہ مرتبہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تم جو آرزو رکھتے ہو بیان کرو اور جو کچھ چاہتے ہو مانگو، وہ اپنی آرزوئیں ظاہر کرے گا اور بار بار ظاہر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم اپنی آرزوئیں بیان کر چکے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جو آرزوئیں بیان کیں اور جو کچھ مانگا نہ صرف وہ بلکہ اسی قدر مزید عطا کیا جائے گا۔ (مسلم)

وہ چار دریا جن کی جڑیں جنت میں ہیں

﴿۱۶﴾ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیْحَانُ وَجَیْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّیْلُ کُلٌّ مِّنْ اَنْھَارِ الْجَنَّۃِ.

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل، ان سب دریاؤں کا تعلق جنت کی نہروں اور چشموں سے ہے۔ (مسلم)

توضیح: "سیحان و جیحان" دریائے نیل مصر میں ہے اور دریائے فرات کوفہ اور بغداد کے پاس ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہاں دریائے جیحون اور دریائے سیحون کے تعین میں اختلاف ہے، زیر بحث حدیث میں سیحان اور جیحان دو دریاؤں کا جو نام آیا ہے یہ دونوں دریا بلاد عواصم میں مصیصہ اور طرطوس کے درمیان واقع ہیں اور جیحون و سیحون کے نام سے مشہور ہیں، دونوں دریا شام کی سرزمین میں واقع ہیں اور بحر روم میں آ کر گرتے ہیں اس کے برعکس علاقہ بلخ اور علاقہ ترک میں بھی دو نہریں ہیں وہ بھی سیحون اور جیحون کے نام سے مشہور ہیں، ایک کا نام نہر الترک ہے اور دوسری کا نام نہر بلخ ہے، اس حدیث میں یہ دو نہریں مراد نہیں ہیں بلکہ شام والی دو بڑی نہریں مراد ہیں "من انھار الجنۃ" یعنی یہ چار نہریں فوائد میں جنت کی چار نہروں سے مشابہ ہیں اسی لئے اسکو انھار الجنۃ کہا گیا، یا مطلب یہ ہے کہ زمین میں بہنے والی ان چار نہروں کا اصل مادہ اور مرکز جنت میں بہنے والی چار نہریں ہیں جو عرش کے نیچے سدرۃ المنتھٰی سے جاری ہوتی ہیں اور جنتوں میں بہتی ہیں پھر انہی کا پانی دنیا کی طرف آگیا اور جیحون و سیحون اور نیل و فرات کے نام سے مشہور ہوا اسی لئے ان کو انھار الجنۃ کہا گیا ہے۔

جنت کی وسعت اور لوگوں کی کثرت

﴿۱۷﴾ وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَلَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى فِىْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَاسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَايُدْرِكُ لَهَاقَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَانَّ وَلَقَدْذُكِرَلَنَا اَنَّ مَابَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهَايَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: اور حضرت عتبہ بن غزوان کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر دوزخ کے کنارے سے کوئی پتھر گرایا جائے تو وہ ستر برس تک نیچے لڑھکتا چلا جائے گا اور دوزخ کی تہ تک نہیں پہنچے گا، خدا کی قسم! دوزخ پوری بھر جائے گی اور ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی ذکر کیا گیا کہ جنت کے کسی بھی ایک دروازے کے دونوں بازوؤں کے درمیان چالیس برس کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ایک دن ایسا ہوگا کہ جنت اتنی وسعت کے باوجود بھری ہوئی ہوگی۔ (مسلم)

توضیح: "کظیظ" کسی چیز کا اتنا بھر جانا کہ سانس لینا دشوار ہو جائے اس کو کظیظ کہتے ہیں۔ مراد زیادہ بھرا ہوا ہونا ہے، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پلے اتنے کھلے ہونے کے باوجود ایک دن ان پر ایسا بھی آئے گا کہ لوگوں کے اژدھام کی وجہ سے یہ دروازہ اتنا بھرا ہوا ہوگا کہ اس میں لوگوں کا سانس لینا دشوار ہو جائے گا اور کظیظ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

الفصل الثانی

تخلیق کائنات کا پس منظر

﴿۱۸﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَآءِ قُلْنَا اَلْجَنَّةُ مَابِنَآءُ هَا قَالَ لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَحَصْبَآؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْیَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ، مَنْ یَّدْخُلُهَا یَنْعَمُ وَلَایَبْأَسُ وَیَخْلُدُ وَلَایَمُوْتُ وَلَاتَبْلٰی ثِیَابُهُمْ وَلَایَفْنٰی شَبَابُهُمْ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا پانی سے۔ پھر ہم نے پوچھا کہ جنت کس چیز سے بنی ہے؟ فرمایا جنت کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی، اس کا گارا تیز خوشبودار خاص مشک کا ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی طرح ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے جو شخص اس میں داخل ہوگا عیش وعشرت میں رہے گا کبھی کوئی رنج وفکر نہیں دیکھے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا، مرے گا نہیں، نہ اس کا لباس پرانا اور بوسیدہ ہوگا اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

توضیح: "من الماء" یعنی ہر چیز کا مادہ اور اصل پانی سے ہے، تخلیق کائنات کی ابتداء کیسی ہوئی؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ "کان اللّٰہ ولیس معہ شئی" یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور کچھ نہ تھا تورات سفر اول میں ایک روایت ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سبز موتی پیدا فرمایا اور اس پر ہیبت کی نگاہ ڈالی تو وہ پگھل گیا اور اس سے پانی وجود میں آ گیا، قرآن میں اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا گیا ہے "وکان عرشہ علی الماء" یعنی اوپر عرش تھا نیچے پانی تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پانی پر ہیبت اور رعب ودبدبہ کی نگاہ ڈالدی جس سے پانی ابلنے لگا اور جل کر اوپر دھواں اُٹھا، اس دھوئیں سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمایا ﴿ثم استویٰ الی السمآء وھی دخان﴾ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، پانی جلنے کے بعد نیچے جھاگ کی شکل میں تلچھٹ رہ گئی جو بیت اللہ کے مقام پر اُبھرا ہوا ٹیلہ تھا اسی تلچھٹ سے اللہ تعالیٰ نے زمینوں کو پیدا فرمایا۔ ﴿والارض بعد ذلک دحاھا﴾ اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے، میں نے کئی جگہ یہ قصہ لکھا ہوا دیکھا ہے اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۳۹ پر بھی یہ قصہ لکھا ہوا ہے اگرچہ وہ مختصر ہے میں نے کچھ تشریح وتوضیح کردی ہے۔

"وملاطھا" دو اینٹوں کے جوڑنے کے لئے جو گارا اور مصالحہ استعمال کیا جاتا ہے اس کو ملاط کہا گیا ہے آج کل اس کو پلستر کہہ سکتے ہیں۔ "الاذفر" شدید خوشبودار مشک وعنبر سے پلستر ہوا ہے۔ "حصباء" سنگریزے یہ خوبصورتی اور زینت کے لئے ہوتے ہیں یہ چمک دمک میں موتیوں کی طرح ہوں گے بہر حال اس حدیث میں تخلیق کائنات کا پس منظر اور جنت کا پورا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔

﴿۱۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَافِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّاوَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں جو بھی درخت ہے اس کا تنا سونے کا ہے۔ (ترمذی)

﴿۲۰﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

﴿۲۱﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ اَنَّ الْعَالَمِيْنَ اِجْتَمَعُوْا فِيْ اِحْدَاهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اگر تمام عالم کے لوگ ان میں سے کسی بھی ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو وہ سب کے لئے کافی ہوگا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

جنت کے فرش

﴿۲۲﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ قَالَ اِرْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿وفرش مرفوعة﴾ ''اور اونچے اونچے فرش اور بچھونے ہوں گے'' کی تفسیر میں فرمایا کہ ان بچھونوں کی بلندی اتنی ہوگی جتنی کہ آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے یعنی پانچ سو برس کا راستہ۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: ''فرش مرفوعة'' فرش سے قالین اور بستر وغیرہ مراد ہیں اس کے اونچے اور بلند ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ نچلے درجہ کے لوگ اوپر درجوں کے بالا خانوں کو جب دیکھیں گے تو وہاں کے فروش اور ان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوگا جو پانچ سو سال کا ہوگا۔

﴿۲۳﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُ وُجُوْهِهِمْ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلٰى مِثْلِ اَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَآءِهَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جنت میں جو لوگ سب سے پہلے داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن چمکدار ہوں گے اور دوسری جماعت کے لوگ ان کے چہرے آسمان کے اس ستارے کی طرح روشن و چمکدار ہوں گے جو سب سے زیادہ چمکتا ہے، نیز ان میں سے ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے جسم پر (لباس کے) ستر جوڑے ہوں گے، ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا ستر جوڑوں میں سے نظر آتا ہوگا۔ (ترمذی)

﴿۲۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں مؤمن کو جنسی اختلاط کی اتنی اتنی قوت عطا کی جائے گی، عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا ایک مرد اتنی عورتوں سے جنسی اختلاط کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا ایک جنتی کو سو مردوں کی قوت عطا کی جائے گی۔ (ترمذی)

جنت کے نظارے

﴿۲۵﴾ وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَوْاَنَّ مَايُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّافِي الْجَنَّةِ بَدَاَ لَتَزَخْرَفَتْ لَهُ مَابَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْاَنَّ رَجُلًامِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءُهُ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَاتَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی چیزوں میں سے اگر ناخن کے برابر بھی کوئی چیز دنیا میں آجائے تو آسمان و زمین کے اطراف و جوانب تک کی دنیا کی ہر چیز رونق پا جائے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر جنتیوں میں سے کوئی شخص دنیا کی طرف جھانکے اور اس کے کڑے نمایاں ہو جائیں تو ان کی چمک دمک سورج کی روشنی کو ماند کر دے جیسا کہ سورج ستاروں کی روشنی کو ماند کر دیتا ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "یقل" یہ اقلال سے ہے اُٹھانے اور بلند کرنے اور ظاہر کرنے کے معنی میں ہے۔ "ظفر" ناخن کو کہتے ہیں یعنی جنت کی نعمتوں میں سے اگر ایک ناخن کے برابر (یعنی ناخن جس کو اُٹھا سکے) کوئی چیز لا کر دنیا میں دکھائی جائے اور ظاہر کی جائے تو دنیا کے چار طبق روشن ہو جائیں گے۔

"تزخرفت" مزین ہونے اور چمکنے کے معنی میں ہے۔ "خوافق" یہ جمع ہے اس کا مفرد خافقۃ ہے، طرف اور کنارہ کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ جنت کی اس معمولی سی نعمت سے زمین و آسمان کے اطراف مزین ہو جائیں گے۔ "اساورہ" یہ جمع

الجمع ہے جو اسورۃ کی جمع ہے اور اسورۃ سوار کی جمع ہے، سوار کنگن اور ہاتھ میں پہننے کے کڑے کو کہتے ہیں، فارس کے بادشاہ اس کو پہنتے تھے جنت کے بادشاہ بھی پہنیں گے آج کل اس کا نمونہ گھڑی کی صورت میں ہے۔ "طمس" کسی چیز کی روشنی اور چمک دمک کو ماند کرنے اور ختم کرنے کو طمس کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جنتی کے کنگن کا جلوہ اگر دنیا میں ظاہر ہو جائے تو دنیا کی تمام روشنیاں ختم ہو جائیں گی باقی نعمتوں کا کیا کہنا!!

جنت کے جوان

﴿۲۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كَحْلٰى لَايَفْنٰى شَبَابُهُمْ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنتی بغیر بالوں کے امرد ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی، ان کا شباب کبھی فنا نہ ہوگا اور ان کے کپڑے کبھی پرانے نہ ہوں گے۔ (ترمذی، دارمی)

توضیح: "جرد" جیم پر پیش ہے را ساکن ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد اجرد ہے مطلب یہ ہے کہ جنت کے جوانوں کے جسم پر زائد بال نہیں ہوں گے مثلاً زیر ناف بال اور ڈاڑھی کے بال اور عام جسم کے بال نہیں ہوں گے البتہ سر اور آبرو کے بال ہوں گے۔ "مرد" میم پر پیش ہے را ساکن ہے، امرد کی جمع ہے یہ اس نو عمر جوان کو کہتے ہیں جس کی تھوڑی پر ابھی بال نہ آئے ہوں مطلق حسین پر بھی بولا جاتا ہے۔ "کحلٰی" کحلٰی کحیل بمعنی مکحول ہے، سرگین آنکھوں والا خوبصورت جوان مراد ہے جس کی آنکھیں خلقۃً سرگیں ہوں۔

﴿۲۷﴾ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ اَبْنَاءَ ثَلٰثِيْنَ اَوْثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ سَنَةً. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان کا بدن بالوں سے صاف ہوگا، بے داڑھی کے جوان ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی اور تیس یا تینتیس سال کی عمر کے لگیں گے۔ (ترمذی)

توضیح: "اوثلاثین" یہ او شک کے لئے ہے، راوی کو اس میں شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیس سال فرمایا تھا یا تینتیس سال فرمایا تھا بہر حال جو بھی ہو یہ عمر نہایت عمدہ جوانی کی عمر ہوتی ہے اور چہرہ کا یہ منظر نہایت دلکش ہوتا ہے۔

﴿۲۸﴾ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ لَهُ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى قَالَ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَامِائَةَ سَنَةٍ اَوْيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ الرَّاوِیُّ فِيْهَافَرَاشُ الذَّهَبِ كَاَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ اس وقت جب کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی سوار اس کی شاخوں کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے یا یہ فرمایا کہ اس کے سائے میں بیک وقت سو سوار آرام کر سکیں گے، اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں ہیں گویا اس کے پھل مٹکوں کے برابر ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "السدرة المنتهى" سدرۃ بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ ساتویں آسمان پر عرش الٰہی کے دائیں جانب یہ عظیم الشان درخت قائم ہے اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جتنے بڑے ہیں اور اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔

"المنتهى" انتہاء کے معنی میں ہے کیونکہ اس درخت پر نیچے کی مخلوق کی انتہاء ہو جاتی ہے اسی طرح اوپر کی مخلوق کی بھی انتہاء ہو جاتی ہے نہ اوپر کی مخلوق نیچے آ سکتی ہے نہ نیچے کی مخلوق اوپر جا سکتی ہے، ہر نظام اور ہر علم و عمل اور ہر کام کے لئے یہ درخت حد فاصل اور انتہاء ہے اس لئے سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ "الفنن" یہ لفظ مفرد ہے شاخ کے معنی میں ہے اس کی جمع افنان ہے۔

کقوله تعالیٰ! ﴿ذواتا افنان﴾.

"فراش الذهب" یہ فراشة کی جمع ہے فا پر زبر ہے پروانہ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس درخت میں سونے کے پروانے ہوں گے جو سونے کی طرح چمکتے ہوں گے یا ہو سکتا ہے کہ فراش الذهب سے مراد فرشتوں کی ایک نوع ہو جن کے پر سونے کی طرح چمکتے ہوں گے اسی کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ ﴿اذیغشی السدرة مایغشی﴾ "قلال" یہ جمع ہے اس کا مفرد قلة ہے مٹکے کو کہتے ہیں، پھلوں کے بڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

شیریں کوثر

﴿۲۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاالْكَوْثَرُ قَالَ ذٰلِكَ نَهْرٌ اَعْطَانِيْهِ اللّٰهُ فِي الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيْهِ طَيْرٌ اَعْنَاقُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے کوثر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے یعنی جنت میں اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹ کی گردنوں کی طرح لمبی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ پرندے تو بہت فربہ اور تنومند ہوں گے! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان پرندوں کو کھانے والے ان پرندوں سے بھی زیادہ توانا اور خوشحال ہوں گے۔ (ترمذی)

توضیح: "الجزر" یہ جمع ہے اس کا مفرد جزور ہے اونٹ کو کہتے ہیں اور اعناق گردنوں کو کہتے ہیں یعنی ان پرندوں کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح بڑی اور لمبی ہوں گی خود بھی اونٹوں کی طرح بڑے ہوں گے۔ "لناعمة" یعنی یہ پرندے تو

موٹے فربہ اور بہت ہی مزیدار ہوں گے۔ "اکلتھا" تینوں حروف کے فتحات کے ساتھ جمع ہے اس کا مفرد آکل ہے مطلب یہ ہے کہ یہ پرندے اگر چہ موٹے فربہ اور مزیدار تنومند ہوں گے مگر ان کے کھانے والے جنتی ان سے بھی زیادہ تنومند اور خوش وخرم ہوں گے، اس جملہ سے ایک خیالی اعتراض بھی دور ہو گیا کہ جب جنت میں اتنے موٹے پرندے ہوں گے اسی طرح بیری کا پھل مٹکے کے برابر ہوگا انگور کے دانے بھی مٹکے کے برابر ہوں گے تو دنیا کا یہ انسان اس کو کیسے کھائے گا اور اس میں کیا لطف آئے گا؟ جواب یہی ہے کہ وہاں کے انسان بھی تنومند اور جسامت والے ہوں گے وہ آسانی سے یہ انگور کھا جائیں گے، اس حدیث سے اس جواب کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

جنت میں ہر تمنا پوری ہوگی

﴿۳۰﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ اِنِ اللّٰهُ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَآءُ اَنْ تُحْمَلَ فِيْهَا عَلٰى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَآءَ يَطِيْرُبِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ اِلَّافَعَلْتَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ اِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَاقَالَ لِصَاحِبِهٖ فَقَالَ اِنْ يُدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيْهَا مَااشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا اور تم نے گھوڑے پر سوار ہونے کی خواہش ظاہر کی تو تمہیں جنت میں سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے گا اور تم جنت میں جہاں جانا چاہو گے وہ گھوڑا برق رفتاری کے ساتھ دوڑے گا اور اڑ کر تمہیں لے جائے گا، آپ سے ایک اور شخص نے سوال کیا اور کہا کہ یارسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو وہ جواب نہیں دیا جو آپ نے اس کے ساتھی کو دیا تھا، بلکہ آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں پہنچا دیا تو وہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تمہارا دل چاہے گا اور تمہاری آنکھیں پسند کریں گی۔ (ترمذی)

﴿۳۱﴾ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ الْخَيْلَ اَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ اُتِيْتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَبِكَ حَيْثُ شِئْتَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَاَبُوْسَوْرَةَ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَبْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ اَبُوْسَوْرَةَ هٰذَامُنْكَرُالْحَدِيْثِ يَرْوِيْ مَنَاكِيْرَ)

ترجمہ: اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں جنت میں داخل

کیا گیا تو تمہیں یاقوت کا ایک گھوڑا دیا جائے گا جس کے دو بازو ہوں گے، پھر تمہیں اس گھوڑے پر سوار کیا جائے گا اور تم جہاں جانا چاہو گے وہ گھوڑا تمہیں اڑا کر لے جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے اور ابوسورہ جو اس حدیث کے راوی ہیں کسی سبب سے فن حدیث میں یا اسناد حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں، نیز میں نے حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوسورہ منکر الحدیث ہیں وہ منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

جنت میں امت محمدیہ کا تناسب

﴿۳۲﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَامِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

ترجمہ: اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں سے اسی (۸۰) صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں دوسری امتوں کے لوگوں کی۔ اس روایت کو ترمذی نے اور دارمی نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "ثمانون صفا" اس حدیث میں اہل محشر کی ۱۲۰ صفوں کا ذکر ہے جن میں اس امت کی ۸۰ صفوں کا بیان ہے جو دوگنا زیادہ ہے دوسری حدیثوں میں نصف اہل جنت کا ذکر ہے یہ واضح تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ سے پہلے ایک تناسب کا ذکر تھا پھر اللہ تعالیٰ کی مزید مہربانی سے اضافہ ہوا تو نصف سے زیادہ ہو گیا اب اعتراض نہیں رہا۔

﴿۳۳﴾ وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ اُمَّتِيَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَيُضْغَطُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى تَكَادُ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَبْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ خَالِدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ يَرْوِي الْمَنَاكِيْرَ)

ترجمہ: اور حضرت سالم تابعی اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے جس دروازے سے میری امت کے لوگ داخل ہوں گے اس کی چوڑائی اس سوار کی تین دن یا تین سال کی مسافت کے بقدر ہوگی جو گھوڑے کو تیز دوڑانا خوب جانتا ہے، پھر بھی وہ لوگ اس دروازے سے داخل ہوتے وقت نہایت تنگی محسوس کریں گے یہاں تک کہ ان کے کاندھے ایک دوسرے سے رگڑ کھائیں گے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، جب میں نے حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے راوی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ خالد بن ابی بکر منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔

﴿۳۴﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَافِيْهَاشِرًى وَلَابَيْعٌ اِلَّاالصُّوَرُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی بلکہ وہاں مردوں اور عورتوں کی صورتیں نظر آئیں گی جو شخص وہاں جس صورت کو پسند کرے گا اس میں سما جائے گا اور اسی صورت کا ہو جائے گا۔ اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۳۵﴾ وَعَنْ سَعِيدِبْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ لَقِيَ اَبَاهُرَيْرَةَ فَقَالَ اَبُوهُرَيْرَةَ اَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فِيْ سُوْقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَفِيْهَا سُوْقٌ قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ اَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ لَهُمْ فِيْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُلَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَيُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوْتٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَّيَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ مَا يَرَوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِاَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ نَرٰى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذٰلِكَ لَاتَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَايَبْقٰى فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ اِلَّاحَاضَرَهُ اللّٰهُ مُحَاضَرَةً وَحَتّٰى يَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَافُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ اَتَذْكُرُيَوْمَ قُلْتَ كَذَاوَكَذَا فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَفَلَمْ تَغْفِرْلِيْ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِيْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهٖ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ فَاَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَّمْ يَجِدُوْامِثْلَ رِيْحِهٖ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُوْلُ رَبُّنَا قُوْمُوْا اِلٰى مَااَعْدَدْتُّ لَكُمْ مِّنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوْامَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَاْتِيْ سُوْقًا قَدْحَفَّتْ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ فِيْهَا مَالَمْ تَنْظُرِالْعُيُوْنُ اِلٰى مِثْلِهٖ وَلَمْ تَسْمَعِ الْاٰذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ فَيُحْمَلُ لَنَامَااشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ وَلَايُشْتَرٰى وَفِيْ ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُوالْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَدُوْنَهٗ وَمَافِيْهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهٗ مَايَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَايَنْقَضِيْ اٰخِرُ حَدِيْثِهٖ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَاهُوَاَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَايَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّحْزَنَ فِيْهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَااَزْوَاجُنَافَيَقُلْنَ مَرْحَبًاوَاَهْلًا لَقَدْجِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ مِمَّافَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُوْلُ اِنَّاجَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّنَا اَنْ نَّنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَاانْقَلَبْنَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ: اور حضرت سعید بن میسّب تابعی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جنت کے بازار میں ہم دونوں کو ملائے، حضرت سعید نے کہا کہ کیا

جنت میں بازار بھی ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! مجھ کو رسول کریم ﷺ نے بتایا تھا کہ جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کی فضیلت و برتری کے لحاظ سے جنت میں فروکش ہوں گے، پھر ان کو دنیاوی دنوں کے اعتبار سے جمعہ کے دن اجازت دی جائے گی اور وہ سب اس دن اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے، پروردگار ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کرے گا اور جنتیوں کو اپنا دیدار کرانے کے لئے جنت کے ایک بڑے باغ میں جلوہ فرما ہوگا، پس جنتیوں کے لئے اس باغ میں نور کے منبر، موتیوں کے منبر، یاقوت کے منبر، سونے کے منبر اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ جنتی بیٹھیں گے، نیز ان جنتیوں میں سے جو جنتی ادنی مرتبہ و درجہ کا ہوگا نہ یہ کہ ان میں کوئی معمولی اور ذلیل ہوگا، وہ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا لیکن ٹیلوں پر بیٹھنے والے لوگوں کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ منبر اور کرسیوں پر بیٹھنے والے لوگ جگہ و نشست گاہ کے اعتبار سے اس سے برتر و افضل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس دن ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یقیناً کیا تم سورج کو اور چودھویں شب کے چاند کو دیکھنے میں کوئی شبہ رکھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ فرمایا: اسی طرح تمہیں اس دن اپنے پروردگار کو دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوگا اور دیدار الٰہی کی اسی مجلس میں ایسا کوئی شخص باقی نہیں رہے گا جس سے پروردگار تمام حجابات اٹھا کر براہ راست ہم کلام نہیں ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حاضرین میں سے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ اے فلاں ابن فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے ایسا ایسا کہا تھا؟ وہ شخص یہ سن کر گویا توقف کرے گا اور اپنے کئے ہوئے گناہوں کے اظہار میں تامل کرے گا، پس پروردگار اس کو کچھ وہ عہد شکنیاں یاد دلائے گا جس کا اس نے دنیا میں ارتکاب کیا ہوگا۔ تب وہ شخص عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! کیا آپ نے میرے وہ گناہ بخش نہیں دیئے ہیں؟ پروردگار فرمائے گا بے شک میں نے تیرے وہ گناہ بخش دیئے ہیں اور تو میری وسعت بخشش کے طفیل اس مرتبہ کو پہنچا ہے، پھر وہ لوگ اسی حالت اور اسی جگہ پر ہوں گے کہ ایک بادل آ کر ان کے اوپر چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ انہوں نے اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہیں پائی ہوگی۔ اس کے بعد ہمارا پروردگار فرمائے گا کہ اٹھو اور اس چیز کی طرف آؤ جو ہم نے از قسم عظمت و بزرگی تمہارے لئے تیار کر رکھی ہے اور تم اپنی پسند و خواہش کے مطابق جو چاہو لے لو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہم جنتی لوگ اس بازار میں پہنچیں گے، جس کو فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے اس بازار میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہوں گی کہ ان جیسی کوئی چیز نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی نہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا ہوگا، پھر اس بازار میں سے اٹھا اٹھا کر ہمیں وہ چیزیں دی جائیں گی جن کی ہم خواہش کریں گے درآنحالیکہ اس بازار میں خرید و فروخت جیسا کوئی معاملہ نہیں ہوگا نیز اس بازار میں تمام جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک بلند مرتبہ شخص ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوگا اور اس سے ملاقات کرے گا جو اس سے کمتر ہوگا لیکن جنتیوں میں یہ نہیں کہ کوئی معمولی اور ذلیل خیال کیا جائے گا، بہرحال اس بلند مرتبہ شخص کو وہ لباس پسند آئے گا جو وہ کمتر درجہ کے اس شخص کو پہنے ہوئے دیکھے گا اور ان دونوں کا سلسلہ گفتگو ختم بھی نہ ہونے پائے گا کہ وہ کمتر مرتبہ والا شخص محسوس کرے گا کہ میرا لباس تو میرے مخاطب کے لباس سے بھی بہتر ہے، اور یہ اس لئے ہوگا کہ جنت میں کسی شخص کو غمگین ہونے کا موقع نہیں دیا جائیگا، اس کے بعد ہم

سب جنتی اپنے اپنے محلات اور مکانوں کی طرف واپس ہوں گے اور وہاں ہماری بیویاں ہم سے ملیں گی تو مرحبا خوش آمدید کہہ کر ہمارا استقبال کریں گی اور ہر ایک عورت اپنے مرد سے کہے گی کہ تم اس حال میں واپس آئے ہو کہ اس وقت تمہارا حسن وجمال اس حسن وجمال سے کہیں زیادہ ہے جو ہمارے پاس سے جاتے وقت تم میں تھا، پس ہم اپنی بیویوں سے کہیں گے کہ آج ہم نے اپنے پروردگار کے ساتھ ہم نشینی کی عزت حاصل کی ہے جو جسم وبدن اور حسن وجمال کی ہر کمی کو پورا کر کے خوب تر بنانے والا ہے، لہٰذا ہم اپنی اس شان کے ساتھ واپس آنے کے لائق ہیں جس شان کے ساتھ کہ ہم آئے ہیں۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "کثبان المسک" کثبان جمع ہے کاف پر پیش ہے ثا پر سکون ہے اس کا مفرد کثیب ہے ٹیلہ کو کہتے ہیں مشک وعنبر کے ٹیلے مراد ہیں۔ "والکافور" یہ المسک پر عطف ہے یعنی مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے اور کافور کے ٹیلوں پر بھی ہوں گے۔

﴿۳۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ الَّذِیْ لَہٗ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ خَادِمٍ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَۃً وَتُنْصَبُ لَہٗ قُبَّۃٌ مِّنْ لُؤْلُوءٍ وَزَبَرْجَدٍوَیَاقُوْتٍ کَمَابَیْنَ الْجَابِیَۃِ اِلٰی صَنْعَآءَ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنْ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ یُرَدُّوْنَ بَنِیْ ثَلٰثِیْنَ فِی الْجَنَّۃِ لَایَزِیْدُوْنَ عَلَیْھَا اَبَدًا وَکَذٰلِکَ اَھْلُ النَّارِ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ اِنَّ عَلَیْھِمُ التِّیْجَانَ اَدْنٰی لُؤْلُوءَ ۃٍ مِنْھَا لَتُضِیْءُ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ الْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَھَی الْوَلَدَ فِی الْجَنَّۃِ کَانَ حَمْلُہٗ وَوَضْعُہٗ وَسِنُّہٗ فِیْ سَاعَۃٍ کَمَایَشْتَھِیْ وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اِذَااشْتَھَی الْمُؤْمِنُ فِی الْجَنَّۃِ الْوَلَدَ کَانَ فِیْ سَاعَۃٍ وَّلٰکِنْ لَّایَشْتَھِیْ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ الرَّابِعَۃَ وَالدَّارِمِیُّ الْاَخِیْرَۃَ)

ترجمہ: اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں میں سب سے کم مرتبہ کا جو شخص ہوگا اس کے اسی (۸۰) ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی، اس کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جائے گا وہ موتی، زمرد اور یاقوت سے ہوگا اور وہ خیمہ اتنا طویل اور بڑا ہوگا جتنا کہ جابیہ اور صفعاء کے درمیان فاصلہ ہے، اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا دنیا میں خواہ چھوٹی عمر میں مریں یا بڑی عمر میں مریں، جنت کے اندر تیس تیس سال کی عمر کے ہو کر جائیں گے اور وہ کبھی بھی اس عمر سے زیادہ کے نہیں ہوں گے، یہی معاملہ دوزخیوں کا بھی ہوگا۔ اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جنتیوں کے سروں پر جو تاج ہوگا اس کا سب سے معمولی موتی بھی ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک کو روشن ومنور کر دے اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو بچہ کا حمل قرار پانا، اس کا پیدا ہونا اور اس کا انتہائی عمر

تک پہنچنا سب کچھ ایک ساعت میں عمل پذیر ہو جائے گا، حضرت ابو اسحاق بن ابراہیم اس آخری روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی مؤمن جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو اس کی خواہش ایک ساعت میں پوری تو ہو جائے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی خواہش کوئی بھی نہیں کرے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ابن ماجہ نے چوتھی روایت نقل کی ہے اور دارمی نے صرف آخر کا حصہ نقل کیا ہے۔

حوران بہشتی کی گیت

﴿۳۷﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمَجْتَمَعًا لِلْحُوْرِ الْعِيْنِ يَرْفَعْنَ بِاَصْوَاتٍ لَمْ تَسْمَعِ الْخَلَائِقُ مِثْلَهَا يَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَانَبِيْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَانَبْأَسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَانَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں حوران عین کے اجتماع کی ایک جگہ ہوگی اور وہ وہاں ایسی بلند آواز سے گیت گائیں گی مخلوقات میں سے کسی نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی ہوگی، وہ حوریں اس طرح کا گیت گائیں گی "ہمیں زندگی میں دوام حاصل ہے ہم کبھی موت کی آغوش میں نہیں جائیں گی، ہم عیش وچین کے ساتھ رہنے والی ہیں ہم سختی و پریشانی کبھی نہیں دیکھیں گی، ہم اپنے پروردگار یا اپنے خاوندوں سے راضی وخوش رہنے والی ہیں، ہم کبھی ناخوش نہیں ہوں گی، ہر اس شخص کے لئے مبارکباد ہے جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔ (ترمذی)

﴿۳۸﴾ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَآءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْاَنْهَارُ بَعْدُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ)

ترجمہ: اور حکیم ابن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں پانی کا دریا ہے اور شہد کا دریا ہے اور دودھ کا دریا ہے اور شراب کا دریا ہے اور پھر ان دریاؤں سے اور نہریں نکلیں گی، (ترمذی) اور دارمی نے اس روایت کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

الفصل الثالث

حوران بہشتی کی لطافت

﴿۳۹﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ فِی الْجَنَّۃِ لَیَتَّکِیُٔ فِی الْجَنَّۃِ سَبْعِیْنَ مَسْنَدًا قَبْلَ اَنْ یَّتَحَوَّلَ ثُمَّ تَاْتِیْہِ اِمْرَاَۃٌ فَتَضْرِبُ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ فَیَنْظُرُ وَجْھَہٗ فِیْ خَدِّھَا اَصْفٰی مِنَ الْمِرْاٰۃِ وَاِنَّ اَدْنٰی لُؤْلُؤَۃٍ عَلَیْھَا تُضِیُٔ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَتُسَلِّمُ عَلَیْہِ فَیَرُدُّ السَّلَامَ وَیَسْاَلُھَا مَنْ اَنْتِ فَتَقُوْلُ اَنَا مِنَ الْمَزِیْدِ وَاِنَّہٗ لَیَکُوْنُ عَلَیْھَا سَبْعُوْنَ ثَوْبًا فَیَنْفُذُھَا بَصَرُہٗ حَتّٰی یَرٰی مُخَّ سَاقِھَا مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِکَ وَاِنَّ عَلَیْھَا مِنَ التِّیْجَانِ اِنَّ اَدْنٰی لُؤْلُؤَۃٍ مِنْھَا لَتُضِیُٔ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنتی شخص جنت میں ستر مسندوں کا تکیہ لگا کر بیٹھے گا قبل اس کے کہ یہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے، پھر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت اس کے پاس آئے گی اور اس کے کاندھے پر ٹھوکا دے گی، وہ مرد اس کی طرف متوجہ ہوگا، تو اس کے رخساروں میں جو آئینہ سے زیادہ صاف وروشن ہوں گے اپنا چہرہ دیکھے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس عورت کے زیور کا ایک معمولی سا موتی بھی اگر وہ دنیا میں آجائے تو مشرق سے مغرب تک کو روشن ومنور کردے، بہرحال وہ عورت اس مرد کو سلام کرے گی اور مرد اس کے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی کہ میں "مزید" میں سے ہوں۔ صورت حال یہ ہوگی کہ اس عورت کے جسم پر ستر کپڑوں کا لباس ہوگا اور اس مرد کی نظر عورت کے اس لباس میں سے بھی پار ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ مرد اس عورت کی پنڈلی کے گودے کو لباس کے پیچھے سے دیکھے گا اور اس عورت کے سر پر تاج رکھے ہوں گے اور ان تاجوں کا معمولی سا موتی بھی ایسا ہوگا کہ وہ تو مشرق سے مغرب تک کو روشن کردے۔ (احمد)

توضیح: "فی خدھا" خد رخسار کو کہتے ہیں یعنی حوران بہشتی کی جسمانی لطافت اتنی زیادہ ہوگی کہ شوہر کا چہرہ اس کے آئینہ جیسے رخسار میں منعکس ہو کر شوہر دیکھ لے گا اس حقیقت کی طرف کسی ظریف شاعر نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

رأیت الخال فی خد فقلت الخال افسانا   فما کانا وما کان لعین کان انسانا

یعنی میں نے اپنی محبوبہ کے رخسار میں ایک سیاہ دھبہ دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ دھبہ کیا افسانہ ہے مگر وہ افسانہ نہیں تھا بلکہ میری آنکھ کی پتلی تھی۔ "علی منکبیہ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حور اپنے تمام زیورات اور تمام رعنائیوں کے ساتھ جنتی کے کندھوں کے پیچھے سر پر کھڑی ہوگی اور جھانک کر دیکھے گی جو نہایت پیار کا نہایت دلکش منظر ہوتا ہے کسی نے پشتو

میں کہا ہے:۔

سترگے راپورتہ کڑہ او گورہ دگلو سانگہ دے پہ سر ولاڑہ یمہ

جنت میں زراعت کی خواہش کی تکمیل

﴿۴۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَدَّثُ وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَاْذَنَ فِی الزَّرْعِ فَقَالَ لَهٗ اَلَسْتَ فِيْمَاشِئْتَ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ فَبَذَرَفَبَادَرَالطَّرْفَ نَبَاتُهٗ وَ اسْتِوَاءُهٗ وَاسْتِحْصَادُهٗ فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَكَ يَاابْنَ آدَمَ فَاِنَّهٗ لَايُشْبِعُكَ شَیْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ وَاللّٰهِ لَاتَجِدُهٗ اِلَّاقُرَشِيًّا اَوْاَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ وَاَمَّانَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی مسلمان بیٹھا ہوا تھا اور آپ یہ حدیث ارشاد فرما رہے تھے کہ جنتیوں میں ایک شخص اپنے پروردگار سے کھیتی کی اجازت طلب کرے گا، خداوند تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ موجود نہیں ہے؟ وہ شخص عرض کرے گا کہ بے شک یہاں سب کچھ موجود ہے لیکن میری خواہش یہی ہے کہ میں کھیتی کروں۔ بہرحال اس شخص کو کھیتی کرنے کی اجازت دے دی جائے گی اور وہ زمین میں بیج ڈالے گا اور پلک جھپکتے ہی سبزہ اگ آئے گا اور جب ہی کھیتی بڑھ پک کر کٹ جائے گی اور پہاڑ کے برابر غلے کے انبار لگ جائیں گے، تب اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا ابن آدم! دیکھ تیری خواہش پوری ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ تیری حرص کا پیٹ تو کوئی چیز نہیں بھرتی۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی کہنے لگا خدا کی قسم! وہ شخص یقیناً یا تو قریشی ہوگا یا انصاری، کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں جہاں تک ہم صحراء نشین دیہاتیوں کا تعلق ہے تو کھیتی باڑی سے ہمارا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، پس رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔ (بخاری)

جنت میں نیند کی ضرورت نہیں ہوگی

﴿۴۱﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ وَلَايَمُوْتُ اَهْلُ الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

ترجمہ: اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا جنتی سوئیں گے؟ آپ نے فرمایا: نیند یعنی سونا موت کا بھائی ہے اور ظاہر ہے کہ جنتی مریں گے نہیں۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

آخر میں جنت کے حصول کے بارے میں بندہ کے دل کی ایک آواز بھی سماعت فرمالیں جو بندہ کے اپنے انداز میں ہے۔

خدایہ جنت زما نصیب کڑے
پہ سپینہ گیرہ ڈیر فریاد درتہ کومہ

زما رحمان غفور رحیم دے
زہ لہ ہغہ دہ مغفرت اُمید کومہ

رسول اللہ ﷺ بہ گٹہ او کڑی
شیطان بہ پڑکڑی مونگ بہ ٹول جنت لہ زونہ

ہفتہ مورخہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب رؤية الله تعالٰی

دیدار الٰہی کا بیان

قال الله تعالٰی: ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾

اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قیامت اور عالم آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور یہ نہ شرعاً محال ہے اور نہ عقلاً محال ہے لہٰذا بلاوجہ دیدار الٰہی کا انکار مکابرہ اور مجادلہ ہے۔ دوسری طرف اہل اہواء خوارج و معتزلہ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور دنیا و آخرت میں اس کا دیدار محال ہے لہٰذا رؤیت باری تعالیٰ نہیں ہوگی۔

سوال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جسمانی آنکھ کے لئے ضروری ہے کہ شئی مرئی جسم ہوتا، کہ اس پر نظر جم سکے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس شئی مرئی کے لئے جہت ہوتا، کہ آنکھیں اس کی طرف متوجہ ہوسکیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شئی مرئی کسی خاص مکان و مقام پر موجود ہو، تاکہ وہ نگاہوں کی گرفت میں آسکے اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اور قدیمی صفت کے منافی ہیں لہٰذا دیدار الٰہی ناممکن ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ذات ہے اس کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ وہ سر کی انہی موجودہ آنکھوں کی بصارت میں ایسی بصیرت پیدا کردے جس طرح بصیرت اس رب نے دل کے اندر پیدا کی ہے پھر آنکھوں کی اسی بصیرت کی بدولت یہ انسان جسمانی جسم کے بغیر نیز مکان اور جہت کے تعین کے بغیر ان آنکھوں سے کسی چیز کا ادراک کرلے تو اس میں استحالہ نہیں ہے۔

دلائل: معتزلہ اور خوارج عدم رؤیت باری تعالیٰ پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ﴿لا تدركه الابصار﴾ ان کے نزدیک اس آیت کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے لہٰذا قیامت میں بھی دیدار نہیں ہوگا، معتزلہ و خوارج عقل کو بھی اپنے استدلال میں استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے جسم کا ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی حوادثات سے پاک ہے اس لئے ان کا دیکھنا محال ہے۔

اہل سنت والجماعت دیدار الٰہی کے اثبات کے لئے قرآن کریم کی آیت ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾ کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں اور مذکورہ باب کی کثیر احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں نیز دیدار الٰہی پر اجماع بھی منعقد ہے، اہل سنت قرآن کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں ﴿للذين احسنوا الحسنىٰ وزيادة﴾ یعنی جن لوگوں نے نیک کام کیے انکے لئے حسنیٰ یعنی جنت بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی ہے، یہ زیادہ دیدار الٰہی تو ہے۔

اہل سنت اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ ﴿كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون﴾ طرز استدلال اس طرح ہے کہ کفار کو دیدار الٰہی سے بطور سزا روکا جائے گا لہٰذا مؤمنین کو یہ سزا نہیں ہوگی بلکہ دیدار ہوگا۔ ایک بزرگ نے ایک معتزلی شخص سے کہا کہ سچ بتاؤ تمہیں دیدار الٰہی کی تمنا ہے یا نہیں ہے اس نے کہا تمنا تو ہے بزرگ فرمانے لگے کہ پھر تو دیدار محال نہیں بلکہ ممکن

ہوا کیونکہ محال کی تمنا نہیں ہوتی ہے بلکہ ممکن کی چاہت ہوتی ہے۔

جواب: معتزلہ خوارج اور مرجئہ اہل باطل نے جس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دیدار کی نفی کا تعلق دنیا سے ہے کہ دنیا میں ایسا نہیں ہوسکتا، دوسرا جواب یہ ہے کہ **لاتدرکہ الابصار** میں احاطہ کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نگاہ کا احاطہ نہیں ہوسکتا، دیکھنا اور چیز ہے اور احاطہ و ادراک اور چیز ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ **لاتدرکہ الابصار** والی نفی کی آیت میں کئی احتمالات کی گنجائش ہے جبکہ دیدار کے اثبات کی آیت ﴿الی ربها ناظرة﴾ صریح ہے اس میں احتمالات نہیں ہیں، چوتھا جواب دراصل معتزلہ اور خوارج کی عقلی دلیل کا جواب ہے اگر چہ ان کی عقلی دلیل کا جواب اس سے پہلے شروع بحث میں دیا گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے رؤیت کے لئے اگر جسامت ضروری ہے تو شاید یہ دنیا کی بصارت کے لئے ہوگی آخرت کی بصارت میں نئی قوت آئے گی نیز رؤیت کے لئے جہت ضروری چیز نہیں ہے، ہر جہت سے بھی رؤیت ہوسکتی ہے جس طرح علم ہر جہت سے آتا ہے اس کے لئے کسی جہت کی ضرورت نہیں ہے ہر طرف سے علم آتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو دیکھتا ہے تو اس کے لئے بھی جہت کا ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا یہ عقلی تصور صحیح نہیں ہے کہ دیدار الٰہی کے لئے جہت اور مکان کا ہونا ضروری ہے۔

دیدار الٰہی کی اقسام اور مقامات

حساب و کتاب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ایک عام دیدار ہوگا جو میدان محشر میں ہوگا اس میں تمام مخلوقات شامل ہوں گی خواہ مسلم ہوں خواہ غیر مسلم ہوں، نفی کا تعلق اس دیدار سے نہیں ہے پھر کبھی دیدار نہیں ہوگا نفی کا تعلق میدان محشر کے بعد کے دیدار سے ہوسکتا ہے۔ دوسرا دیدار جنت میں ہوگا یہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے جو ایک بار نہیں بلکہ بار بار ہوگا، اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے اسی طرح راجح قول یہ ہے کہ جنتی عورتیں بھی دیدار الٰہی میں شریک ہونگی اسی طرح راجح قول کے مطابق فرشتے اور جنات بھی جنت میں دیدار الٰہی سے لطف اندوز ہوں گے۔ دنیا میں دیدار الٰہی اگر چہ ممکن ہے مگر غیر واقع ہے جو شخص دنیا میں دیدار الٰہی کا دعویٰ کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

اب رہی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلیا تھا یا نہیں؟ تو اس میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے یہ ہے کہ دیدار نہیں ہوا تھا لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کی یہ رائے ہے کہ دیدار ہوا تھا اور یہی راجح ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے دیدار کی نفی اور اثبات دونوں منقول ہیں، علامہ طیبی رحمہ اللہ کے نزدیک توقف بہتر ہے۔ معراج سے متعلق احادیث میں اگر چہ دیدار کے اثبات اور نفی دونوں کا احتمال ہے مگر جمہور صحابہ اور جمہور علماء نے دیکھنے کو راجح قرار دیا ہے معراج کی روایات کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات مختلف ہیں بعض تجلیات "قاھرہ للبصر" ہیں اور بعض "غیر قاھرہ للبصر" ہیں تو جو تجلیات قاھرہ للبصر ہیں ان کے ہوتے ہوئے تو آدمی دیدار کر ہی نہیں سکتا اور بعض تجلیات جو قاھرہ للبصر نہیں ہیں ان کی

موجودگی میں ایک طرح دیدار ہوسکتا ہے، معراج کی رات میں آنحضرت ﷺ کے دیدار کے مسئلہ کو بھی انہی تجلیات وانوارات کے تنوع اور اقسام کے اعتبار سے حل کیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج میں دیدار کا جو انکار کیا ہے تو وہ ذات باری تعالیٰ کے دیدار اور انہی خاص تجلیات کا انکار ہے جن کی طرف حدیث میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے "نور انی اراہ" وہ تو ایک تجلی ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں؟ ادھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جس دیدار کا اثبات کیا ہے وہ الگ انوارات وتجلیات ہیں جن کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے "رئیت نورا" میں نے ایک خاص نور کو دیکھا تھا۔

تجلیات وانوارات کی اس تقسیم کی طرف آیندہ حدیث نمبر ۶ میں واضح اشارہ کیا گیا ہے جو کافی شافی ہے آخر میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ آیا خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممکن ہے لیکن یہ ایک تخیل اور تصور اور علمی مشاہدہ ہے جس سے آدمی تسلی حاصل کرسکتا ہے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ کونسا عمل آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن امام صاحب نے پوچھا کہ معانی ومطالب سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر؟ فرمایا: خواہ معانی سمجھنے کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو۔ بہرحال یہ مسئلہ باب الرؤیا میں تفصیل سے لکھا گیا ہے اور آیندہ باب المعراج میں بھی آئے گا۔

الفصل الاول

﴿۱﴾ عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَاتَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَامُّوْنَ فِىْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّاتُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ وقت آنے والا ہے جب تم اپنے پروردگار کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو گے۔ ایک روایت میں حضرت جریر نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس پروردگار کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ اور پریشانی محسوس نہیں کرو گے پس اگر تم سے ہو سکے تو تم اس نماز کو جو سورج نکلنے سے پہلے کی ہے (یعنی فجر) اور اس نماز کو سورج ڈوبنے سے پہلے کی ہے (یعنی عصر) نہ چھوڑو تو یقیناً ایسا کرو! پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها﴾ اور اپنے پروردگار کی حمد و پا کی بیان کرو یعنی نماز پڑھو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔ (بخاری و مسلم)

دیدار الٰہی سب سے بڑی نعمت ہے

﴿۲﴾ وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَادَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَااَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَامِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تمام جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس سے زیادہ کچھ اور تم مجھ سے چاہتے ہو؟ جنتی عرض کریں گے کہ کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن و منور نہیں کیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ کیا آپ نے ہمیں دوزخ کی آگ سے نجات نہیں دی؟! آپ نے فرمایا: تب حجاب اٹھا دیا جائے گا اور اہل جنت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف دیکھیں گے اور اہل جنت کو ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی جو پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ﴿للذین احسنوا الحسنی وزیادة﴾۔

الفصل الثانی

جنت میں صبح وشام دیدار الٰہی ہوگا

﴿۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَنَعِيْمِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ قَرَأَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنتیوں میں قدر ومرتبہ کے اعتبار سے ادنیٰ شخص وہ ہوگا جو اپنے باغات، اپنی عورتوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمت گاروں اور اپنے تخت وکرسی پر نظر رکھے گا جو ایک ہزار برس کی مسافت کے بقدر رقبہ میں پھیلے ہوئے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ وقدر کا شخص وہ ہوگا جو صبح وشام اپنے پروردگار کی ذات اقدس کے دیدار کی سعادت حاصل کرے گا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾ بہت سے چہرے اس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے تروتازہ اور خوش وخرم ہوں گے۔ (احمد، ترمذی)

﴿۴﴾ وَعَنْ اَبِيْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا يَرٰى رَبَّهٗ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ قُلْتُ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ قَالَ يَا اَبَا رَزِيْنٍ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

اور حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص بلا مزاحمت غیر، تنہاء اپنے پروردگار کو دیکھے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ابورزین کہتے ہیں کہ پھر میں نے پوچھا کہ کیا پروردگار کی دنیاوی مخلوق میں اس کی کوئی مثال ہے؟ فرمایا: ابورزین! کیا تم میں سے ہر شخص چودھویں شب میں چاند کو بلا مزاحمت غیر، تنہا نہیں دیکھتا؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک دیکھتا ہے! فرمایا: چاند تو اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ پروردگار کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور پروردگار بہت بزرگ وبرتر ہے۔ (ابوداود)

توضیح: "مخليا" میم پر ضمہ ہے لام مکسور ہے اور یا پر تنوین ہے تخلیہ سے ہے الگ تھلگ اور بلا مزاحمت دیدار مراد ہے۔ "اٰية ذلک" یعنی اس پر دلیل کیا ہے کوئی چیز ایسی ہے جس کو ہم بطور دلیل پیش کرسکیں۔ "خلق" یعنی اس دیدار کی مثال چاند اور سورج کا دیکھنا ہے جب یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے مخلوق ہیں اور تم بلا تکلیف اور بلا مزاحمت آسانی سے ان کو دیکھ سکتے ہو تو اللہ تعالیٰ تو رب العالمین ہیں، بہت بڑے ہیں ان کے دیدار میں کیا تکلیف اور کیا مزاحمت ہوسکتی ہے۔

الفصل الثالث

﴿۵﴾ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہَلْ رَأَیْتَ رَبَّکَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ.
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے (شب معراج میں) اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پروردگار تو ایک نور ہے، میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں؟! (مسلم)

توضیح: "نور انی اراہ" اگر انّٰی اراہ ہوجائے تو یہ دیدار کی ایک قسم کی نفی ہوگی جو ذات وتجلیات کی خاص قسم مراد ہوگی اور اگر "اِنِّـــی اراہ" ہوجائے تو پھر یہ ایک اور قسم کی تجلی کا اثبات ہوگا اور اگر نُـــوْرَانِـــیٌّ اَرَاہُ ہوجائے تو پھر بھی اثبات ہوگا دیدار ثابت ہوجائے گا۔

﴿۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قَالَ رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَیْنِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ قَالَ عِکْرَمَۃُ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَیُدْرِکُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَیْحَکَ ذٰلِکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَنُوْرُہٗ وَقَدْرَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿مـا كـذب الـفـؤاد مـارای، ولقد راه نـزلة اخـری﴾ ترجمہ: اور محمد ﷺ کے دل نے محمد ﷺ سے غلط نہیں کہا اس چیز کی بابت جو انہوں نے آنکھوں سے دیکھی یعنی (ذات اقدس کو اور حقیقت یہی ہے کہ انہوں نے پروردگار کو ایک مرتبہ اور دیکھا) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا۔ (مسلم) اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا کہ ﴿لاتـدرکـه الابـصـار وهويدرک الابصار﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم پر افسوس ہے! یہ اس وقت کے لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائے اور اپنے اس نور کے ساتھ ظاہر ہو جو اس کی ذات خاص کا نور ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا۔

توضیح: "راہ بـفـؤادہ" یعنی دل سے دیدار کیا اور دو مرتبہ کیا، ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری بار عرش عظیم پر دیدار کیا، دل سے دیدار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے دل کے اندر دیکھنے کی وہ طاقت پیدا فرمائی جو آنکھوں میں پیدا فرمائی تھی تو دل کی آنکھوں سے حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، علم وتصور مراد نہیں ہے دیکھنا مراد ہے، سورت نجم کی آیتوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ صحابہ کا خیال ہے کہ اس دیدار سے حضرت جبریل علیہ السلام کا دیکھنا مراد ہے دیدار الٰہی نہیں ہے، تطبیق پہلے بیان ہوچکی ہے۔

دیدار سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے

﴿۷﴾ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّابَنُوْهَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْتَكَلَّمْتَ بِشَيْءٍ قَفَّ لَهُ شَعْرِيْ قُلْتُ رُوَيْدًا ثُمَّ قَرَأْتُ لَقَدْرَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى فَقَالَتْ اَيْنَ تَذْهَبُ بِكَ اِنَّمَاهُوَجِبْرَئِيْلُ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهُ اَوْكَتَمَ شَيْئًا مِّمَّااُمِرَبِهٖ اَوْيَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَقَدْاَعْظَمَ الْفِرْيَةَ وَلٰكِنَّهٗ رَاٰى جِبْرَئِيْلَ لَمْ يَرَهٗ فِيْ صُوْرَتِهٖ اِلَّامَرَّتَيْنِ مَرَّةً عِنْدَسِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَمَرَّةً فِيْ اَجْيَادٍلَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ قَدْسَدَّالْاُفُقَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الشَّيْخَانِ مَعَ زِيَادَةٍ وَّاخْتِلَافٍ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَاَيْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيْهِ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ هِيَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّالْاُفُقَ)

اور حضرت شعبی کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے ایک سوال کیا کہ کیا دنیا میں حق تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ان کے اس زوردار نعرے کی بازگشت سے پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ہاشم کی اولاد ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا! تمہارے سوال کا مقصد اب میری سمجھ میں آیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو محمد اور موسیٰ کے درمیان تقسیم کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ (جو حدیث کے راوی ہیں اور جن سے حضرت شعبی یہ روایت نقل کرتے ہیں) کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ تم نے ایسی بات پوچھی ہے جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں نے عرض کیا کہ ذرا توقف سے کام لیجئے! پھر میں نے دیدار الٰہی کے ثبوت میں یہ آیت پڑھی ﴿لقد رای من ایات ربہ الکبریٰ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ آیتیں تمہیں کہاں لے جارہی ہیں؟ بڑی نشانی سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو شخص تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا ہے یا یہ کہے کہ آنحضرت نے ان چیزوں میں سے کچھ چھپالیا ہے جن کے اظہار کا ان کو حکم دیا گیا تھا یا یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ غیبی باتوں کا علم رکھتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت ﴿ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ الخ﴾ میں ارشاد فرمایا ہے تو بلاشبہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا

بہتان باندھا۔ (جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے جو تم نے پڑھی تو) اس کی مراد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں ایک مرتبہ تو سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک اور ایک مرتبہ اجیاد میں دیکھا اور انکے چھ سو بازو تھے اور انہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا۔ اس روایت کو ترمذی نے (انہی الفاظ میں) اور بخاری و مسلم نے کچھ مزید اور مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، نیز بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مسروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اگر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا) تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا محمول و مصداق کیا ہے ﴿ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ان سب کی ضمیروں کا مرجع حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو عام طور پر آنحضرت ﷺ کے پاس کسی انسان کی شکل و صورت میں آتے تھے اور اس مرتبہ اپنی اس صورت میں آئے جو ان کی اصل صورت ہے اور انہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا۔

حضرت ابن مسعود کی رائے

﴿۸﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْ قَوْلِهٖ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْرَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی قَالَ فِیْهَا کُلِّهَارَاٰی جِبْرَئِیْلَ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِیْلَ فِیْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْمَلَاَ مَابَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ وَلِلْبُخَارِیِّ فِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَسَدَّاُفُقَ السَّمَآءِ وَسُئِلَ مَالِکُ ابْنُ اَنَسٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِلٰی رَبِّهَانَاظِرَةٌ فَقِیْلَ قَوْمٌ یَّقُوْلُوْنَ اِلٰی ثَوَابِهٖ فَقَالَ مَالِکٌ کَذَبُوْافَاَیْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی کَلَّااِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ قَالَ مَالِکٌ اَلنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِاَعْیُنِهِمْ وَقَالَ لَوْلَمْ یَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَمْ یُعَیِّرِاللّٰهُ الْکُفَّارَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ کَلَّااِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ. (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿فکان قاب الخ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿ماکذب الفواد مارای﴾ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿لقد رای من ایات ربه الکبری﴾ ان سب آیتوں کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور درانحالیکہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿ماکذب الفؤاد﴾ کی تفسیر میں کہا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جو سبز کپڑوں کا جوڑا پہنے ہوئے تھے اور زمین کے درمیان فضا ان سے معمور تھی، نیز ترمذی اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿لقد رای من ایات ربه الکبری﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے جامہ سبز پوش کو دیکھا جنہوں نے پورے آسمانی افق کو گھیر رکھا تھا اور حضرت امام مالک بن

انس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿الی ربها ناظرة﴾ کے بارے میں پوچھا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ کچھ لوگ اس آیت میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے سے اس کے ثواب کو دیکھنا مراد ہے! تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں! آخر ان کی سمجھ کہاں چلی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿کلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون﴾ کو کیوں نہیں دیکھتے؟! پھر حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور فرمایا: اگر بات یہی ہوتی کہ اہل ایمان قیامت کے دن اپنے پروردگار کو نہیں دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کفار کو دیدار الٰہی سے محرومی کا عار نہ دلاتا اور یہ نہ فرماتا کہ ﴿کلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون﴾ اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔ ("رفرف" سبز عمدہ لباس مراد ہے۔)

دیدار الٰہی کی ایک کیفیت

﴿۹﴾ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ اِذْسَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْاَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَااَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًامِنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ قَالَ فَيَنْظُرُاِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَايَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) اسی اثنا میں کہ جنتی اپنی حاصل شدہ نعمتوں سے لذت وکیف اٹھانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک عظیم نور پھیل جائے گا وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کے اوپر پروردگار جلوہ گر ہے، اور پروردگار ان سے فرمائے گا کہ اہل جنت السلام علیکم! اور یہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿سلام قولا من رب الرحيم﴾ سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور وہ دیدار الٰہی میں اس قدر محو ہوں گے کہ اس وقت وہ جنت کی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف توجہ والتفات نہیں کریں گے تا آنکہ پروردگار ان کی نظروں سے مخفی ہو جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (ابن ماجہ)

(مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ)

باب صفة النار واهلها

دوزخ اور دوزخیوں کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿خذوه فغلوه ثم الجحیم صلوه ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه﴾.

الفصل الاول

دوزخ کی آگ کی گرمی

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةٌ قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ نَارُكُمُ الَّتِیْ یُوْقِدُابْنُ آدَمَ وَفِیْهَاعَلَیْهَا وَكُلُّهَا بَدَلَ عَلَیْهِنَّ وَكُلُّهُنَّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ دنیا کی آگ ہی تو کافی تھی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دوزخ کی آگ کو یہاں کی آگ پر انہتر (۶۹) حصہ بڑھادیا گیا ہے اور ان انہتر حصوں میں سے ہر ایک حصہ تمہاری آگ کے برابر ہے۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے لیکن الفاظ بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کی روایت یوں ہے کہ تمہاری یہ آگ جس کو ابن آدم جلاتا ہے دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، نیز مسلم کی روایت میں **علیهن** اور **کلهن** کے بجائے **علیها** اور **کلها** کے الفاظ ہیں۔

توضیح: "سبعین جزا" یعنی دنیا کی آگ کی حرارت دوزخ کی آگ کی حرارت کی نسبت ستر واں جزء ہے، دوزخ کی آگ حرارت میں انہتر درجہ زیادہ ہے، ممکن ہے ستر کے عدد کا ذکر تکثیر کے طور پر ہو یعنی دوزخ کی آگ کی حرارت حساب سے باہر اور بہت ہی زیادہ ہے، چونکہ دوزخ کی آگ سے اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو عذاب دیتا ہے اور دنیا کی آگ سے انسان عذاب دیتا ہے تو دونوں میں یہ فرق ہوگیا ورنہ جلانے کے لئے تو دنیا کی آگ بھی کافی شافی ہے، آگے حدیث میں یہی بیان ہے۔

"ان کانت لکافیة" یعنی ایک درجہ میں بھی ہو پھر بھی جلانے کے لئے دنیا ہی کی آگ کافی تھی پھر ستر درجہ بڑھانے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ کی حرارت اس لئے بڑھادی گئی کہ اس سے اللہ تعالیٰ

عذاب دیتا ہے۔ "علیها و کلها" یعنی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں علیهن اور کلهن کی جگہ علیها اور کلها کے الفاظ آئے ہیں۔

﴿۲﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَّجُرُّوْنَهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے متعین ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ (مسلم)

توضیح: "یوتی بجهنم" قیامت کے دن میدان محشر کی طرف دوزخ لائی جائے گی تو یہ کفار پر سخت غضبناک ہوگی اس لئے فرشتے قابو میں رکھنے کے لئے اس کو ستر ہزار باگیں ڈالیں گے اور ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے گویا چار ارب نوے کروڑ فرشتے حفاظت پر مامور ہونگے یہ اس لئے کہ مبادا غضب اور طیش میں آکر دوزخ تمام انسانوں کو چاٹ کر صاف نہ کرلے۔

جس شخص کو دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا

﴿۳﴾ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يُرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهُ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہی ہے کہ دوزخیوں میں سے جو شخص سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کے اوپر آگ کے دو تسمے ہوں گے اور ان دونوں کی تپش وحرارت سے اس کا دماغ اس طرح جوش مارے گا جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے۔ وہ شخص چونکہ دوسرے دوزخیوں کی حالت وکیفیت سے بے خبر ہوگا اس لئے یہ خیال کریگا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب میں کوئی مبتلا نہیں ہے حالانکہ وہ سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

﴿۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٍ وَهُوَ مُتَنَعِّلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔ (بخاری)

توضیح: ابوطالب حضور اکرم ﷺ کے سگے چچا تھے، انھوں نے آنحضرت ﷺ کی بڑی خدمت اور حمایت کی تھی اللہ تعالیٰ کا تکوینی فیصلہ تھا اور یہ حکمت بھی تھی کہ ابوطالب آنحضرت ﷺ اور قریش کے درمیان رابطے کا کام کریں اور بطور ڈھال کردار ادا کریں، چنانچہ قریش آنحضرت ﷺ پر ایک دم ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے کیونکہ ابوطالب ان کے مذہب پر تھے، اسلام کو دل سے جانتے بھی تھے مگر ایمان نہیں لائے آخر وقت میں ایک بار اسلام کا اقرار کیا مگر ابوجہل لعین نے منع کر دیا چونکہ ابو طالب کے جسم کے ظاہری حصہ سے آنحضرت ﷺ کا مبارک جسم لگا تھا اس لئے ان کے ظاہری جسم پر دوزخ کی آگ نہیں ڈالی جائے گی البتہ ان کے تلووں کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے یا آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے ان کا دماغ ابلتا رہے گا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوطالب مسلمان نہیں ہوئے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دوزخ میں عذاب کے اعتبار سے فرق ہوگا کسی کو زیادہ کسی کو کم ہوگا۔

ایک دوزخی ایک جنتی کی کہانی

﴿۵﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَاابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ يَاابْنَ آدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَهَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ مَامَرَّبِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَارَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش و آرام کی زندگی گزارتا تھا پھر اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے دنیا میں کبھی کوئی راحت و بھلائی دیکھی تھی اور کوئی عیش و آرام اٹھایا تھا؟ وہ دوزخی کہے گا کہ نہیں میرے پروردگار! خدا کی قسم! (مجھے کوئی راحت و نعمت نصیب نہیں ہوئی تھی!)۔ اسی طرح جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ غم و الم اور مشقت و کلفت برداشت کرنے والا تھا، پھر اس کو جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے دنیا میں کوئی غم اٹھایا تھا اور کسی مشقت و کلفت سے دوچار ہوا تھا؟ وہ جنتی جواب دے گا کہ نہیں میرے پروردگار! خدا کی قسم! میں نے کبھی کوئی رنج و غم نہیں دیکھا اور کوئی مشقت و کلفت نہیں اٹھائی! (مسلم)

توضیح: "صبغة" صبغ رنگنے کے معنی میں ہے اور صبغۃ غوطہ دینے کے معنی میں ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوشیاں اور یہاں کی پریشانیاں سب عارضی چیزیں ہیں اصل معاملہ آخرت کا ہے جو دائمی ہے۔ "بؤسا" سختی کو بؤس کہتے ہیں۔

شرک بری بلا ہے

﴿۶﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ لَوْاَنَّ لَكَ مَافِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ اَرَدْتُّ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّاتُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّااَنْ تُشْرِكَ بِيْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخیوں میں سے اس شخص سے جوسب سے ہلکے عذاب میں ہوگا فرمائے گا کہ اگر تیرے پاس روئے زمین کی چیزوں میں سے کوئی ایسی چیز ہوتی جس کو تو بدلہ میں دے سکتا تو کیا تو ایسا کرتا؟ وہ دوزخی کہے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اسی وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا اس سے بھی آسان وسہل چیز تیرے لئے طے کردی تھی اور وہ یہ کہ تم میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا مگر تو اس سے مکر گیا یہاں تک کہ (بتوں وغیرہ کی پرستش وتعظیم کے ذریعہ) میرا شریک ٹھہرا کر رہا۔

(بخاری ومسلم)

توضیح: "اردت" حدیث کے ظاہری الفاظ تو ارادہ کے لئے ہیں مگر اس سے حکم دینا مراد ہے کہ میں نے تجھے اس سے آسان حکم دیا تھا جبکہ تو آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا مگر تم نے نہیں مانا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ **"عهد الست"** کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۷﴾ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَّنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں میں سے کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے دونوں ٹخنوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی دونوں زانوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی کمر تک آگ ہوگی اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی گردن تک آگ ہوگی۔ (مسلم)

"حجزته" پتلی کمر کو کہتے ہیں۔ "ترقوته" ہنسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں مراد گردن ہے۔

دوزخیوں کے موٹے جسم

﴿۸﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَفِيْ رِوَايَةٍ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فِيْ بَابِ تَعْجِيْلِ الصَّلٰوةِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے جسم کو اس قدر موٹا اور فربہ بنا دیا جائے گا کہ اس کے دونوں مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دوزخ میں کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور اس کے جسم کی کھال تین دن کی مسافت کے برابر موٹی ہوگی۔ (مسلم) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت "اشتکت النار الی ربها" **باب تعجیل الصلوۃ** میں نقل کی جا چکی ہے۔

توضیح: "ضرس الکافر" داڑھ کو ضرس کہتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں کافروں کے جسم بہت بڑھ جائیں گے، اس سے پہلے جنت سے متعلق احادیث میں یہ مذکور ہوا کہ اہل جنت کے اجسام بھی جنت میں بڑھ جائیں گے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں کمال وعروج کا ظہور ہو جائے گا اس لئے اہل جنت اور اہل جہنم کے جسم کمال پر آجائیں گے گویا اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کمال پر آجائے گی یہ اس کا پرتو ہوگا، یہاں سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں کافروں کے جسم بڑھ جانے کا بیان ہے جبکہ ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن متکبرین کے جسم چیونٹیوں کی مانند صغیر وذلیل ہوں گے یہ تعارض ہے اس کا کیا جواب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کا یہ پھیلاؤ اور موٹاپا دوزخ کے اندر ہوگا تاکہ آگ کو پوری خوراک ملے اور جسم کے چھوٹے ہونے کی ذلت ورسوائی میدان محشر میں ہوگی تو کوئی تعارض نہیں ہے۔

الفصل الثانی

دوزخ کی آگ تین ہزار سال تک گرم کی گئی ہے

﴿۹﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَ عَلَى النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اِحْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اِبْيَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اِسْوَدَّتْ فَهِیَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَةٌ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس جلائی گی یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا جس سے وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا جس سے وہ سیاہ ہوگئی ہے پس اب دوزخ کی آگ بالکل سیاہ وتاریک ہے۔ (ترمذی)

توضیح: ''ابیضت'' آگ جب دیر تک جلتی ہے تو اس میں دھوئیں کی آمیزش ختم ہو جاتی ہے تو وہ سفید ہو جاتی ہے، دھوئیں کی آمیزش کے وقت آگ سرخ رہتی ہے پھر زیادہ دیر تک جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو جاتی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوزخ ابھی سے تیار ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ اب تک تیار نہیں ہے، اہل سنت کہتے ہیں کہ **اعدت للکافرین** کی آیت بتاتی ہے کہ تیار ہے معتزلہ بے کار ہیں بہرحال دوزخ کی آگ تین ہزار سال تک گرم کی گئی ہے، پہلے سرخ ہوگئی، پھر سفید ہوگئی، پھر سیاہ ہوگئی!

﴿۱۰﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَفَخِذُهُ مِثْلُ الْبَيْضَآءِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ مِّثْلُ الرَّبَذَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کافر کے دانت احد پہاڑ کے برابر اور اس کی ران بیضاء پہاڑ کے برابر اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کی مسافت کے بقدر ہوگی جیسا کہ ربذہ ہے۔ (ترمذی)

توضیح: ''البیضاء'' مدینہ منورہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ''مقعدہ'' یعنی بیٹھنے کی جگہ اتنی زیادہ گھیری جائے گی جتنا کہ مدینہ سے ربذہ تک تین دن کی مسافت ہے۔

﴿۱۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَاِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ اُحُدٍ وَاِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ مَابَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر دوزخی کی کھال بیالیس ہاتھ موٹی ہوگی، اس کے دانت احد پہاڑ کے برابر ہوں گے اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

توضیح: "مابین مکة" اس حدیث میں مجلس کی جگہ کا فاصلہ مکہ و مدینہ بتایا جبکہ اس سے پہلی والی حدیث میں مدینہ وربذہ بتایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کافروں کے عذاب کے تفاوت سے جسم میں تفاوت آئے گا اس لئے یہ فرق ہے۔

﴿۱۲﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُهُ النَّاسُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کافر اپنی زبان تین تین اور چھ چھ کوس تک نکالے گا اور لوگ اس کو روندیں گے (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِّنَ النَّارِ يُتَصَعَّدُ فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَيُهْوٰى بِهٖ كَذٰلِكَ فِيْهِ اَبَدًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "صعود" دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر ستر برس تک چڑھایا جائے گا اور وہاں سے اسی طرح گرایا جائے گا اور برابر یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ (ترمذی)
اس حدیث میں قرآن کی آیت "سارهقه صعودا" کی طرف اشارہ ہے۔

اہل نار کی غذا

﴿۱۴﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ كَالْمُهْلِ اَيْ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں لفظ کَالْمُهْلِ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ وہ زیتون کی تلچھٹ کی طرح ایک چیز ہوگی جب اس کو دوزخی کے منہ کے قریب لے جایا جائے گا تو اس کے منہ کی کھال اس میں گر پڑے گی۔ (ترمذی)

توضیح: "فروة" چہرہ کے چمڑے کو فروہ کہتے ہیں، منہ کی کھال مراد ہے، حدیث نمبر ۱۶ میں فروة راسه کا لفظ بھی آیا ہے اس سے سر اور پیشانی کی کھال مراد ہے اس حدیث میں قرآن کی آیت "وان یستغیثو ایغاثو ابمآء کالمهل یشوی الوجوه" کی طرف اشارہ ہے۔

گرم پانی کا عذاب

﴿۱۵﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُؤُسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتَ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو وہ گرم پانی اندر کو اترتا ہوا پیٹ تک پہنچ جائے گا اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو پیٹ کے اندر ہیں یہاں تک کہ وہ گرم پانی (پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کاٹتا اور گلاتا ہوا) پیروں کے راستہ سے باہر نکل جائے گا اور صھر کے یہی معنی ہیں (پھر دوزخی کہ جس کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل ہوگا) ویسا کا ویسا ہو جائے گا۔ (ترمذی)

توضیح: "فیسلت" نصر ینصر سے ہے، کاٹنے کے معنی میں ہے یعنی یہ گرم پانی اندر پہنچ کر پیٹ کی آنتوں وغیرہ کو کاٹ کر اور گلا سڑا کر باہر نکال دے گا۔ "یمرق" نکلنے کے معنی میں ہے۔ "من قدمیه" یا حقیقۃً قدمین سے یہ آلائش نکل آئے گی یا قدمیہ سے دبر مراد ہے یہ زیادہ واضح ہے۔ "وهو الصهر" اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ "یصهر به مافی بطونهم والجلود" یعنی گرم پانی سے سب چیزیں گل سڑ کر رہ جائیں گی آنے والی حدیث نمبر ۱۶ میں اسی کی مزید وضاحت آرہی ہے۔

﴿۱۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ قَالَ یُقَرَّبُ اِلٰی فِیْهِ فَیَکْرَهُهٗ فَاِذَا اُدْنِیَ مِنْهُ شَوٰی وَجْهَهٗ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَاْسِهٖ فَاِذَا شَرِبَهٗ قَطَّعَ اَمْعَآءَهٗ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وَیَقُوْلُ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "یسقی من ماء صدید یتجرعه" کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب وہ پانی اس کے منہ کے قریب لایا جائے گا تو وہ بہت ناک بھوں چڑھائے گا اور پھر جب وہ پانی اس کے منہ میں ڈالا جائے گا تو اس کے منہ کے گوشت کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی اور جب وہ اس پانی کو پیئے گا تو آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، پھر وہ پاخانہ کے راستے سے باہر نکل آئے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وسقوا ماء حمیما فقطع امعاء هم﴾ اسی طرح (قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے) ﴿وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمهل یشوی الوجوه بئس الشراب﴾. (ترمذی)

﴿۱۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَسُرَادِقُ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ کِثْفُ کُلِّ جِدَارٍ مَسِیْرَةُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ کے احاطہ کے لئے چار دیواری ہوں گی جن میں سے ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

توضیح: "سرادق" پردوں اور قناتوں کو کہتے ہیں خیمہ بھی مراد ہو سکتا ہے چہار دیواری مراد ہے۔ "کثف" کثافت سے دیوار کی چوڑائی اور موٹاپا مراد ہے، اس حدیث میں قرآن کریم کی اس آیت "احاط بهم سرادقها" کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۱۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلُ الدُّنْيَا.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کے زخموں سے جو زرد پانی بہے گا اگر اس کا ایک ڈول بھر کر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو یقیناً تمام دنیا والے بدبو میں پڑ جائیں۔ (ترمذی)

توضیح: "غساق" خون اور پیپ کو غسّاق کہتے ہیں، یہ دوزخیوں کے جسم کے اندر کی آلائشیں ہوں گی وہ مراد ہیں۔ "انتن" کسی چیز کے گلنے سڑنے کے بعد جو شدید بدبو اُٹھتی ہے اس کو نتن کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے تمام اہل دنیا شدید بدبو میں پڑ جائیں گے، اس حدیث میں قرآن کی آیت "هذا فليذوقوه حميم وغساق واخرمن شكله ازواج" کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۱۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَآئِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامَهٗ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ آیت ﴿اتقوا اللّٰه حق تقاته الخ﴾ تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: اگر زقوم یعنی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے سامان زندگی کو تہس نہس کر دے پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح: "حق تقاته" اللہ سے ایسے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ڈرنے کا یہ حق اس طرح ادا ہوگا کہ آدمی محرمات سے مکمل اجتناب کرے اور واجبات کو بجالائے یہ حق تقویٰ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں "هو ان يطاع فلا يعصى ويشكر فلا يكفر ويذكر فلا ينسى" اس حدیث میں قرآن کی آیت "ان شجرة الزقوم طعام الاثيم" کی طرف اشارہ ہے۔

دوزخیوں کے بدنما چہرے

﴿۲۰﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهٖ وَيَسْتَرْخِيْ شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے آیت قرآنی کے ان الفاظ ﴿وهم فيها كالحون﴾ کی وضاحت میں فرمایا: کہ دوزخ کی آگ کافر کے منہ کو بھون ڈالے گی جس سے اس کے اوپر کا ہونٹ اوپر کو سمٹ

جائے گا یہاں تک کہ سر کے درمیانی حصہ تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا یہاں تک کہ ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

توضیح: "کالحون" جس شخص کے ہونٹ اوپر چڑھ کر دانت کھل جائیں وہ شخص کالح کہلاتا ہے یہ کالح کا ایک مفہوم ہے دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ان دوزخیوں کی تیوریاں چڑھی ہوئی ہوں گی، تیسرا مفہوم یہ ہے کہ جن کے دانت بدنما انداز سے کھلے ہوئے ہوں گے وہ کالحون ہیں۔

دوزخی دوزخ میں سیلاب کی طرح آنسو بہائیں گے

﴿۲۱﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَآاَيُّهَاالنَّاسُ ابْكُوْافَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوْا فَتَبَاكُوْافَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى تَسِيْلَ دُمُوْعُهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰى يَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِيْلُ الدِّمَآءُ فَتَقْرَحُ الْعُيُوْنُ فَلَوْاَنَّ سُفُنًا اُزْجِيَتْ فِيْهَالَجَرَتْ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لوگو! روؤ، اور اگر تمہیں رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤں حقیقت یہ ہے کہ دوزخی جہنم میں روئیں گے اور ان کے آنسو ان کے رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں اور جب ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہنا شروع ہو جائے گا پس یہ خون آنکھوں کو زخمی کر دیگا (یا اس خون سے آنکھیں زخمی ہو جائیں گی) اور آنکھوں سے بہنے والے خون اور آنسوؤں کی زیادتی اس درجہ کی ہوگی کہ اگر ان آنسوؤں کے بہاؤ میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو یقیناً وہ چلنے لگیں۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "فتباکوا" یعنی تکلف کے ساتھ رونے کی صورت بناؤ "جداول" یہ جدول کی جمع ہے چھوٹی نالیوں کو کہتے ہیں۔ "فتقرح" قرح زخم کو کہتے ہیں یہ صیغہ اگر باب تفعل سے مضارع کا صیغہ ہے تو یہ اصل میں فتتقرح تھا ایک تا محذوف ہے اس صورت میں العیون اس کا فاعل ہوگا یعنی آنکھیں زخمی ہو جائیں گی اور اگر یہ باب فتح سے مضارع کا صیغہ ہے تو العیون اس کا مفعول بہ ہوگا یعنی یہ خون آنکھوں کو زخمی بنا دیگا "سفنا" سفینۃ کی جمع ہے کشتی کو کہتے ہیں "ازجیت" ازجاء باب افعال سے ہے کشتی چھوڑنے اور چلانے کے معنی میں ہے۔

دوزخیوں کی ناگفتہ بہ حالت

﴿۲۲﴾ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلْقٰى عَلٰى اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَيَعْدِلُ مَاهُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِّنْ ضَرِيْعٍ لَّايُسْمِنُ وَلَايُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِيْ غُصَّةٍ فَيَذْكُرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْايُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَابِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ اِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَاِذَادَخَلَتْ

بُطُونَهُمْ قَطَّعَتْ مَافِي بُطُوْنِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا مَالِكًا فَيَقُوْلُوْنَ يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَاِجَابَةِ مَالِكٍ اِيَّاهُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ فَلَا اَحَدَ خَيْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَاْخُذُوْنَ فِي الزَّفِيْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں پر بھوک اس طرح مسلط کردی جائے گی کہ اس کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ دوزخی پہلے سے گرفتار ہوں گے چنانچہ وہ بھوک کی حالت سے بے تاب ہو کر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ سے کی جائے گی جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک کو دفع کرے گا، پھر وہ دوسری مرتبہ فریاد کریں گے اور اس مرتبہ ان کی فریاد رسی گلے میں پھنس جانے والے کھانے کے ذریعہ سے کی جائے گی، اس وقت ان کو یہ یاد آئے گا کہ جب کھاتے وقت ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو اس کو وہ کسی پینے والی چیز سے نیچے اتارتے تھے، چنانچہ وہ کسی پینے والی چیز کی التجا کریں گے، تب ان کو تیز گرم پانی دیا جائے گا جس کو زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھایا جائیگا اور جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے مونہوں تک پہنچیں گے تو ان کے چہروں کو بھون ڈالیں گے اور جب ان برتنوں کے اندر کی چیز ان کے پیٹ میں داخل ہوگی تو پیٹ کے اندر کی چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گی پس اس صورتحال سے بے تاب ہو کر وہ دوزخی آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ جہنم کے داروغوں سے (عذاب میں تخفیف کی) درخواست کرو! (جب وہ ان سے درخواست کریں گے تو) دوزخ کے داروغے جواب دیں گے کہ کیا خدا کے رسول خدائی معجزے اور واضح دلیلیں لے کر تمہارے پاس نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ بے شک! ہمارے پاس آئے تھے اور ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی تھیں، دوزخ کے داروغے کہیں گے کہ پھر تو تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا زبان کاری و بے فائدگی کے علاوہ کچھ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (دوزخی جب جہنم کی داروغوں سے دعا و شفاعت کرنے میں ناکام ہو جائیں گے اور انہیں سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا تو وہ یقین کرلیں گے کہ ہمیں عذاب خداوندی سے نجات ملنے والی نہیں ہے پھر کیوں نہ موت ہی مانگی جائے) چنانچہ وہ آپس میں کہیں گے کہ مالک یعنی داروغہ جہنم سے مدد کی درخواست کرو اور پھر وہ التجا کریں گے کہ اے مالک! اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمیں موت دے دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (دوزخیوں کی التجا سن کر) مالک (خود اپنی طرف سے یا پروردگار کی طرف سے) جواب دے گا کہ تمہیں ہمیشہ یہیں اور اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے۔ حضرت اعمش کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ مالک سے ان دوزخیوں کی التجا اور مالک کی طرف سے ان کو جواب دینے کے درمیان ایک ہزار برس کا وقفہ ہوگا، آنحضرت ﷺ

نے فرمایا: پھر وہ دوزخی کہیں گے کہ اب ہمیں براہ راست اپنے پروردگار ہی سے اپنی نجات کی التجا کرنی چاہئے کیونکہ وہی قادر مطلق ہے، ہمارے حق میں بھلائی و بہتری کرنے والا اس پروردگار سے بہتر اور کوئی نہیں، چنانچہ وہ التجا کریں گے کہ ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھٹک گئے تھے۔ اے پروردگار! ہمیں دوزخ سے رہائی عطا فرمادے اگر ہم اس کے بعد بھی کفر وشرک کی طرف جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیگا دور ہو جاؤ کم بختو! کتوں کی طرح ذلیل وخوار رہو اور اسی دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آخر کار وہ دوزخی ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور تب وہ حسرت و نالہ وفریاد کرنے لگیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیا جاتا لیکن ترمذی نے اس حدیث کو (مرفوع) نقل کیا ہے۔ (ترمذی)

توضیح: "فیعدل ما هم فیه" یعنی بھوک کا یہ عذاب اس عذاب کے برابر ہوگا جو پہلے سے ان کو ہوتا ہوگا۔ "من ضریع" ایک کانٹے دار زہریلا درخت ہے جس کو اگر کوئی حیوان کھالیتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے، یہاں ضریع سے مراد وہ آگ کے کانٹے ہیں جو دوزخ میں ہوتے ہیں اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوتے ہیں۔ "یجیزون" گذارنے کے معنی میں ہے۔ "الغصص" گلے میں کسی چیز کے پھنسنے کو غصص کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں گلے کے اندر کوئی چیز پھنس جاتی تو اس کو گذارنے کے لئے پانی پیتے تھے اس وجہ سے دوزخی پانی مانگنا شروع کر دیں گے۔ "بکلا لیب الحدید" یعنی اس پانی میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے پرزے اور کیل شامل کر دیئے گئے ہوں گے۔ "اخسئوا" کتے کے ڈانٹنے اور بھگانے کے لئے عربی میں اِخسَأ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "یعنی دُرے کتو" اب ہم سے بات نہ کرو۔

﴿۲۳﴾ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَازَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى لَوْكَانَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا سَمِعَهٗ اَهْلُ السُّوْقِ وَحَتّٰى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (لوگو!) میں نے تم کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا، میں نے تم کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا۔ آپ یہ الفاظ بار بار فرما رہے تھے۔ اگر آپ اس جگہ تشریف فرما ہوتے جہاں اس وقت میں بیٹھا ہوں تو یقیناً آپ کی آواز بازار والے سنتے یہاں تک کہ اس وقت آپ کی کالی کملی جو کاندھے پر پڑی تھی پیروں میں گر پڑی تھی۔ (دارمی)

توضیح: "انذرتکم" یعنی دوزخ کی آگ سے میں نے تم کو ڈرایا۔ "فی مقامی هذا" یعنی آنحضرت ﷺ ان الفاظ کو اتنے زور زور سے ادا فرماتے تھے کہ اگر میری اس جگہ پر آپ ہوتے تو آپ کی آواز بازار تک پہنچ جاتی۔ "الخمیصة" اون کی منقش چادر کو خمیصہ کہتے ہیں، شاعر کہتا ہے:

لبست الخمیصة أبغی الخبیصة ‏ ‏ ‏ ‏ وأنشبت شصی فی کل شیصة

شارحین خمیصۃ کا ترجمہ کالی کملی سے کرتے ہیں۔

دوزخیوں کو باندھنے کی لمبی زنجیریں

﴿۲۴﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْاَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْقَعْرَهَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر سیسہ کا ایک گولہ جو اس جیسا ہو اور آپ نے اشارہ کیا کہ کھوپڑی جیسا ہو آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے جس کا درمیانی فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت کے برابر ہے تو یقیناً وہ ایک رات گزرنے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے لیکن اگر وہ گولہ زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو چالیس سال تک مسلسل دن و رات لڑھکنے کے باوجود اس زنجیر کی جڑ یعنی اس کے آخری سرے تک یا یہ فرمایا کہ اس کی تہ تک نہ پہنچے۔ (ترمذی)

توضیح: "رصاصة" یعنی سیسہ کا ایک گولہ جو سر اور کھوپڑی جیسا ہو، اس کو اگر آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے تو قلیل وقت میں وہ زمین پر پہنچ جائے گا حالانکہ زمین و آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے لیکن اگر یہی گولہ دوزخیوں کی زنجیر کے ایک سرے میں باندھا جائے اور پھر نیچے کی طرف چھوڑا جائے تو یہ زنجیر اتنی لمبی ہے اور دوزخ کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ چالیس سال کے بعد یہ گولہ نیچے جا کر پہنچ جائے گا۔

سرکش متکبر کا دوزخ میں ٹھکانہ

﴿۲۵﴾ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ لَوَادِيًا يُقَالُ لَهٗ هَبْهَبُ يَسْكُنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت ابو بردہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں ایک نالہ ہے جس کا نام ھبھب ہے، اس نالہ میں ہر اس شخص کو رکھا جائے گا جو متکبر و سرکش، حق سے دور، مخلوق پر سختی کرنے والا ہے۔ (دارمی)

"ھبھب" دوزخ میں ایک وادی ہے اس میں دنیا کے بدمعاش، لٹیرے، لفنگے اور بدقماش قسم کے لوگ پہنچیں گے اور اسی میں بستے ہوں گے اس کا نام "ھبھب" ہے، اللہ تعالیٰ پرویز مشرف کو اس میں پہنچا کر قید کروادے جس نے معصوم طالبان اور طالبات پر ظلم کیا!!

الفصل الثالث

﴿۲۶﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْظُمُ اَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ حَتّٰى اَنَّ بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِ اَحَدِهِمْ اِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ وَاَنَّ غِلَظَ جِلْدِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَاَنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں دوزخیوں کے بدن بہت بڑے بڑے ہو جائیں گے یہاں تک کہ ایک دوزخی کے کان کی لو سے اس کے کاندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے برابر ہوگا اور اس کی کھال کی موٹائی ستر گز کی ہوگی اور اس کے دانت احد پہاڑ کے برابر ہوں گے۔

دوزخ کے سانپ اور بچھو

﴿۲۷﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي النَّارِ حَيَّاتٍ كَاَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَاَنَّ فِي النَّارِ عَقَارِبَ كَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُؤْكَفَةِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا. (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر سانپ ہیں، ان میں سے جو سانپ ایک دفعہ بھی جس کو ڈس لے گا وہ اس کے زہر کی ٹیس ولہر اور درد کی شدت میں چالیس سال تک مبتلا رہے گا، اسی طرح دوزخ میں جو بچھو ہیں وہ پالان بندھے خچروں کے مانند ہیں اور ان میں سے جو بچھو ایک دفعہ جس کو ڈنگ مارے گا وہ اس کی لہر اور درد کی شدت میں چالیس سال تک رہے گا۔ ان دونوں روایتوں کو احمد نے نقل کیا ہے۔

توضیح: 'حیّات'' یعنی سانپ ہوں گے۔ ''البخت'' خراسانی اونٹ کو البخت کہتے ہیں۔ ''عقارب'' عقرب کی جمع ہے بچھو کو کہتے ہیں۔ ''المؤکفة'' اکاف سے ہے، اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی پالان ڈالے ہوئے خچر۔ ''حموتها'' حموة تیزی اور ڈسنے کی سوزش کو کہتے ہیں یعنی چالیس سال تک اس درد کا اثر باقی رہے گا۔

چاند اور سورج دونوں دوزخ میں جائیں گے

﴿۲۸﴾ وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُكَوَّرَانِ فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ الْحَسَنُ وَمَاذَنْبُهُمَا فَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ الْحَسَنُ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

اور حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو پنیر کے دو ٹکڑوں کی طرح لپیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (میں نے یہ

حدیث سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ) آخر سورج و چاند کیا گناہ کرتے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ رسول کریم ﷺ کی حدیث ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس روایت کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "ثوران مکوران" ثوران تثنیہ ہے اس کا مفرد ثور ہے، پنیر کے ٹکڑے کو کہا گیا ہے **مکوران** بھی مکور کا تثنیہ ہے لپیٹنے کے معنی میں ہے یعنی سورج اور چاند کو پنیر کے ٹکڑوں کی طرح لپیٹ کر دوزخ میں ڈالا جائے گا تا کہ ان کی وجہ سے آگ کی تیزی میں بطور ایندھن اضافہ ہو جائے اور اس لئے بھی کہ ان دونوں کی عبادت ہوتی ہے تو عابد اور معبود دونوں دوزخ میں ہوں گے تا کہ کافر ذلیل ہوں نیز ان دونوں نے دنیا کے سات طبق روشن کئے ہیں، خوب شہرت حاصل کی ہے لہذا اس شہرت کی کچھ سزا بھگتنی چاہیئے۔ ویسے یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔

دوزخ میں بد بخت لوگ ہوں گے

﴿۲۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِیٌّ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الشَّقِیُّ قَالَ مَنْ لَّمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ بِمَعْصِيَةٍ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں وہی شخص ڈالا جائے گا جو شقی یعنی بد بخت ہے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! کون شقی ہے؟ تو آپ نے فرمایا شقی وہ ہے جو نہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر عبادت و طاعات اختیار کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے گناہ و معصیت ترک کرے۔ (ابن ماجہ)

باب خلق الجنة والنار

جنت اور دوزخ کی تخلیق کا بیان

اہل حق اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ ابھی سے تیار ہیں، اہل باطل کہتے ہیں کہ جنت شنت کچھ بھی نہیں باغ شاغ ہے، دوزخ شوزخ کچھ بھی نہیں دھپ کا شپ کا ہے۔ مرزا غالب کہتا ہے:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

بہر حال ایسے ملحدوں کے ان اقوال کا کیا اعتبار ہے جبکہ اہل اسلام کے پاس قرآن وحدیث ہے، اجماع امت ہے اور اصول دین ہے، لہذا بکنے والوں کے بکنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ مذکورہ باب میں اسی موضوع سے متعلق واضح احادیث بیان ہوں گی

الفصل الاول

جنت اور دوزخ کا مناظرہ

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَالِیْ لَايَدْخُلُنِیْ اِلَّاضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ اِنَّمَااَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَااَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَافَاَمَّاالنَّارُ فَلَا تَمْتَلِیُٔ حَتّٰی يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ تَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِکَ تَمْتَلِیُٔ وَيُزْوٰی بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ فَلَايَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰهَ يُنْشِیُٔ لَهَا خَلْقًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت و دوزخ نے آپس میں بحث و تکرار کی چنانچہ دوزخ نے تو یہ کہا کہ مجھے سرکش و متکبر اور ظالموں کے لئے چھانٹا گیا ہے اور جنت نے یہ کہا کہ میں اپنے بارے میں کیا کہوں! میرے اندر تو وہی لوگ داخل ہوں گے جو ضعیف و کمزور ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں اور جو بھولے بھالے اور فریب میں آجانے والے ہیں۔ (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کے اظہار کا ذریعہ اور میرے کرم کی آماجگاہ کے علاوہ کچھ نہیں، میں اپنے بندوں میں سے جس کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہوں اس کے لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں اور دوزخ سے فرمایا: تو میرے عذاب کا محل و مظہر ہونے کے علاوہ کچھ نہیں میں اپنے بندوں میں سے جس کو عذاب دینا چاہتا ہوں اس کے لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں اور میں تم دونوں ہی کو لوگوں سے بھر دوں گا البتہ دوزخ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوگا کہ وہ اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک پر اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں نہ رکھ دے گا (چنانچہ جب اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں رکھ دے گا تو) دوزخ پکار اٹھے گی کہ

بس! بس! بس! اس وقت دوزخ اور اس کے حصوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، رہا جنت کا معاملہ تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کر دے گا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "تحاجت" شد کے ساتھ ہے ای تخاصمت وتجادلت یعنی آپس میں جھگڑا کیا اور مناظرہ وتکرار کیا، حجت بازی کی اور ایک دوسرے پر بڑائی بیان کی مگر زیادہ واضح بات یہ ہے کہ دونوں کی طرف سے یہ ایک قسم شکایت کا اظہار ہے کہ دوزخ نے کہا کہ مجھے صرف لٹیروں، سرکشوں اور بدمعاشوں، کفار، اشرار کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ ہر ملعون میرا پڑوسی کیوں ہے؟ جنت نے کہا کہ تم کیا شکایت کرتی ہو اور تمہاری کیا شکایت ہے مجھے ذرا دیکھو! ہر گمنام، مفلس، غریب میرا پڑوسی ہے! ان دونوں کی یہ گفتگو اور یہ شکایت سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں میرے جمال وجلال کی مظہر ہو، تم دونوں برابر ہو صرف اتنی بات ہے کہ تم میں سے ایک کے ساتھ میرا عدل وانصاف وابستہ ہے جو دوزخ ہے اور دوسری سے میرا انعام واکرام اور فضل واحسان وابستہ ہے جو جنت ہے۔ "ملؤها" یعنی میرے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ میں دونوں کو بھروں گا، جنت کے لئے تو ایک نئی مخلوق پیدا کی جائے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان وانعام ہوگا اور دوزخ کے لئے نئی مخلوق پیدا نہیں ہوگی کیونکہ بلاوجہ کسی کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اس لئے دوزخ کے اوپر اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھ دے گا تو دوزخ اقرار کرے گی کہ میں بھر گئی کافی ہے! کافی ہے!

"قط قط" ای کفی کفی کافی ہے کافی ہے۔ "یزوی" مجہول کا صیغہ ہے ای یضم ویجمع یعنی دوزخ کے حصوں کو قریب لایا جائے گا تو وہ سمٹ جائے گی۔

"فلا یظلم الله" یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ بھرنے کے لئے نئی مخلوق کو پیدا نہیں کرے گا کیونکہ بغیر گناہ کے کسی کو دوزخ میں ڈالنا ظاہری صورت میں ظلم کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے اس لئے دوزخ کے منہ پر اللہ قدم رکھ دے گا تو دوزخ اپنے بھرنے کا اقرار کرے گی اور اس طرح دوزخ کے ساتھ بھرنے کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ پورا ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيْهَا قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِىْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَايَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنُهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ فِىْ كِتَابِ الرِّقَاقِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں برابر (لوگوں) کو ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہتی رہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ آخر کار خداوند بزرگ وبرتر اس پر اپنا پاؤں رکھ دے گا اور دوزخ کے حصے ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے تب وہ کہے گی کہ بس بس، تیری عزت اور تیرے کرم کی قسم میں بھر گئی۔ اسی طرح جنت کے اندر وسعت وزیادتی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لئے نئے لوگ پیدا کر دے گا جنہیں ان میں بسا دے گا۔ (بخاری ومسلم)
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت "حفت الجنه بالمكاره" کتاب الرقاق میں نقل کی جا چکی ہے۔

الفصل الثانی

جنت کو مشکلات اور دوزخ کو خواہشات سے گھیر دیا گیا ہے

﴿۳﴾ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّاخَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَااَعَدَّاللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِیْهَاثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَایَسْمَعُ بِهَااَحَدٌاِلَّادَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَکَارِهِ ثُمَّ قَالَ یَاجِبْرَئِیْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَاقَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَیْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَقَدْخَشِیْتُ اَنْ لَّایَدْخُلَهَا اَحَدٌقَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ یَاجِبْرَئِیْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَیْهَاثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَایَسْمَعُ بِهَااَحَدٌفَیَدْخُلَهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ یَاجِبْرَئِیْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْاِلَیْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَیْهَافَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ لَّایَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّادَخَلَهَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ جاؤ ذرا جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر تو دیکھو! چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس کی ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے بنائی ہیں دیکھا پھر واپس آ کر عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم! جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل ہونے کی یقیناً خواہش کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جنت کے چاروں طرف ان چیزوں کا احاطہ قائم کر دیا جو نفس کو ناگوار ہیں اور فرمایا کہ جبرئیل! جا کر جنت کو دوبارہ دیکھ آؤ! چنانچہ وہ گئے اور جنت کو دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی جنت میں داخل ہونے کی خواہش کرے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو حکم دیا کہ جبرئیل جاؤ دوزخ کو دیکھ آؤ! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پس جبرئیل گئے اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے تو عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم! جو کوئی بھی دوزخ کے بارے میں سنے گا وہ ڈر کے مارے اس سے دور رہے گا اور اس میں جانے کی خواہش نہ کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے چاروں طرف خواہشات اور لذت دنیا کا احاطہ قائم کر دیا اور جبرئیل سے فرمایا کہ جبرئیل! جاؤ دوزخ کو دوبارہ دیکھ آؤ! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چنانچہ حضرت جبرئیل گئے اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی باقی بچے جو دوزخ میں نہ جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

توضیح: "مکارہ" یہ مکرہ کی جمع ہے جس کا معنی ناپسندیدہ اور دشوار چیزیں ہیں، شرعی طور پر مکارہ سے مراد وہ شرعی اُمور مراد ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے جو امور تکلیفیہ میں سے ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، مکارہ میں سے مثلاً یہ بھی ہے کہ سخت سردی میں وضو بنا کر نماز پڑھی جائے اور سخت گرمی میں روزہ رکھا جائے ان مشکلات سے گذر کر آگے راحتوں والی جنت ہے جو ان مشکلات میں پوشیدہ ہے، اسی طرح شریعت سے آزاد ہو کر شراب وکباب سے گذر کر آگے دوزخ ہے جو ان راحتوں میں پوشیدہ ہے حدیث کا یہی مطلب ہے کہ جنت کو مشکلات سے اور دوزخ کو خواہشات سے گھیر دیا گیا ہے۔

الفصل الثالث

﴿۴﴾ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى لَنَايَوْمًا الصَّلٰوةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْاُرِيْتُ الْاٰنَ مُذْصَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَكَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے اور مسجد کے قبلہ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا: کہ ابھی جب میں نے تمہیں نماز پڑھائی تو مجھے اس دیوار کے سامنے کے حصہ میں جنت اور دوزخ کی تمثیلیں دکھائی گئیں، واقعہ یہ ہے کہ میں نے جتنی اچھی چیز اور جتنی بری چیز آج دیکھی ہے اس جیسی اچھی اور بری چیز پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ (بخاری)

توضیح: ''قبل هذا الجدار'' یعنی اس دیوار کی جانب میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

سؤال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جنت اور دوزخ تو بہت وسیع وعریض ہیں ان کو مسجد کی محدود دیوار میں حضور اکرم ﷺ نے کس طرح دیکھا؟

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ کسی چیز کا عکس اس چیز سے بہت چھوٹا ہوتا ہے یہاں عکس کا ذکر ہے اصل کا ذکر نہیں ہے آج کل کے میڈیا اور کمپیوٹر کے دور میں یہ سوال بے معنی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیوار کی طرف سامنے حصہ میں اصلی حالت میں جنت و دوزخ کو دیکھا نماز کی حالت میں آنحضرت ﷺ کو انکشاف تام ہو جاتا تھا حدیث کے الفاظ اس مطلب کے زیادہ قریب ہیں۔

''فی الخیر'' یعنی اس دنیا میں کوئی انسان جس اچھی چیز کو دیکھ سکتا ہے جنت کا منظر اس سے زیادہ اچھا ہوتا تھا اور اس دنیا میں کوئی انسان اگر بد سے بدتر منظر کا نظارہ کر سکتا ہے دوزخ کا منظر اس سے زیادہ برا تھا۔

مؤرخہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب بدء الخلق وذكر الانبياء

تخلیق کائنات اور تذکرۂ انبیاء کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿وجعلنا من المآء كل شيءٍ حيٍّ﴾.

کائنات کی تخلیق اور اس کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ اس سے متعلق باب صفۃ اہل الجنۃ کی حدیث نمبر ۱۸ کی توضیح میں کافی تفصیل کے ساتھ میں نے لکھا ہے، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تھے اور ان کے ساتھ کوئی اور چیز نہیں تھی "**كان الله وليس معه شيئ**". پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک سبز موتی پیدا فرمایا اور اس کو غضب کی نگاہ سے دیکھا وہ پگھل گیا جس سے پانی وجود میں آ گیا "**وكان عرشه على الماء**" میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کو رعب و جلال کی نظر سے دیکھا تو پانی اُبل کر خشک ہو گیا، نیچے تلچھٹ رہ گئی، اوپر دھواں اُٹھا اسی دھوئیں سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنایا ﴿ثم استوىٰ الى السمآء وهي دخان﴾ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے زمین ہموار فرمائی ﴿والارض بعد ذلك دحاها﴾ میں اسی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے، زمینوں کی پیدائش پہلے ہے مگر پھیلاؤ بعد میں ہے اور آسمانوں کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہے مگر تزئین اور سنوارنا زمین کے سنوارنے سے پہلے ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ چھت کی صفائی اور ڈیکوریشن پہلے ہوتا ہے فرش کا بعد میں ہوتا ہے۔ "**بدائع الزهور في وقائع الدهور**" نام کی ایک کتاب میں سب تفصیلات ہیں۔ **اشعة اللمعات** میں بھی شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے مکمل تفصیل لکھدی ہے۔

بنی آدم کی تخلیق کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تمام اہل حق اس پر متفق ہیں کہ یہ عالم حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، لوح وقلم پیدا کیا، زمین وآسمان بنایا، زمین پر پہاڑ نصب کئے، عرش وکرسی پیدا کیا، فرشتے اور جن وانس پیدا کئے، پھر ایک وقت قیامت کا ایسا آئے گا کہ یہ سب فنا ہو جائیں گے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی۔

ألا كل شئى ما خلا الله باطل   وكل نعيم لا محالة زائل

الفصل الاول

ابتداء میں صرف ایک اللہ کی ذات تھی اور کچھ نہ تھا

﴿۱﴾ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اِنِّی كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَهُ قَوْمٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰی يَابَنِیْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰی يَااَهْلَ الْيَمَنِ اِذْلَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْتَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِی الدِّيْنِ وَلِنَسْأَلَكَ عَنْ اَوَّلِ هٰذَا الْاَمْرِ مَاكَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَیْءٌ قَبْلَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَكَتَبَ فِی الذِّكْرِ كُلَّ شَیْءٍ ثُمَّ اَتَانِیْ رَجُلٌ فَقَالَ يَاعِمْرَانُ اَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ اَطْلُبُهَا وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّهَا قَدْذَهَبَتْ وَلَمْ اَقُمْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ بنوتمیم کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان سے فرمایا کہ بنوتمیم کے لوگو! بشارت حاصل کرو! انہوں نے کہا کہ آپ نے بشارت تو ہمیں عطا فرمادی ہے، اب کچھ اور بھی عنایت فرمادیجئے۔ پھر کچھ دیر بعد یمن کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں آئے آپ نے ان سے فرمایا: کہ یمن کے لوگو! بشارت حاصل کرلو! بنوتمیم کے لوگوں نے تو بشارت حاصل نہیں کی، یمن والوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نے بشارت حاصل کی اور ہم اسی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے ہم مذہبی معلومات اور دینی شعور وفہم حاصل کریں، چنانچہ ہم آپ سے ابتدائے آفرینش اور مبدء عالم کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس (کائنات کے وجود میں آنے) سے پہلے کیا چیز موجود تھی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: صرف خدا کی ذات موجود تھی اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھا۔ (حدیث کے راوی حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی یہیں تک سن پایا تھا کہ) ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ عمران! جاؤ اپنی اونٹنی کو تلاش کرو وہ بھاگ گئی ہے، یہ سنتے ہی میں اپنی اونٹنی کو تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا مگر اب میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کاش! میں اس وقت اٹھ کر نہ جاتا بھلے میری اونٹنی جاتی رہتی! (بخاری)

توضیح: "بشرتنا فاعطنا" حضور اکرم ﷺ نے بنوتمیم کے آنے پر ان کو یہ بشارت دی کہ تفقه في الدين اور علمی سمجھ بوجھ حاصل کرو اور پھر اس کے نتیجہ میں جنت کی نعمتوں اور علم وعمل کی بشارت قبول کرو، چونکہ ان کی پوری نظر اور مکمل دھیان دنیا پر تھی اس لئے کہا کہ بشارت تو آپ نے دے دی ہے اب ہم کو مال دے دیجئے۔ شاید انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ظاہری الفاظ "البشریٰ" سے دنیا سمجھ لیا کیونکہ نگاہیں دنیا فانی پر لگی ہوئی تھیں اور دائمی آخرت سے غافل تھے پھر اس بشارت کو اہل یمن نے قبول کیا اور ابتداء تخلیق کائنات کا پوچھا۔ "کان الله" یعنی اللہ تعالیٰ ازل الآزال سے تھا اور ابد الآباد تک رہے گا خالق کائنات

وہی ہے، بہر حال تو اللہ تعالیٰ سے پہلے کچھ نہ تھا۔ "علی الماء" اس کی تشریح وتفصیل اس سے پہلے لکھی گئی ہے، یہ مراد نہیں ہے کہ پانی کی سطح پر عرش رکھا ہوا تھا بلکہ اوپر عرش اور نیچے پانی تھا اور کچھ نہ تھا۔ "وکتب فی الذکر" ذکر سے لوح محفوظ مراد ہے اور کتب بمعنی اثبت ہے یعنی سب کچھ لوح محفوظ میں لکھدیا۔ "ایم اللہ" قسم کے لئے وضع کیا گیا ہے ای اقسم باللہ"۔

﴿۲﴾ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے آپ نے ابتدائے آفرینش سے جنت ودوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام احوال وکوائف کا ذکر فرمایا جس شخص نے ان باتوں کو یاد رکھا اس کو یاد ہیں اور جس شخص نے بھلا دیا وہ بھول گیا ہے۔ (بخاری)

اللہ کی رحمت کی سبقت

﴿۳﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق یعنی زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی، اس میں یہ درج ہے کہ "میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے" اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے اوپر لکھی ہوئی موجود ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "سبقت غضبی" اس جملہ کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ رحمت پہلے سے تھی جس کی برکت سے کائنات بنی اور رحمت ہی رحمت موجود تھی پھر جس نے سرکشی شروع کی اس کے لئے غضب کا ظہور ہوا حدیث کا یہی مطلب ہے کہ غضب پر رحمت کو سبقت حاصل تھی۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ رحمت خداوندی غضب الٰہی سے وسیع تر ہے اور اس پر سبقت لے گئی ہے اسی وسعت کا تقاضا ہے کہ جنت کے طبقات جہنم کے طبقات سے زیادہ ہیں اور کائنات پر رحمت محیط اور ہمہ گیر ہے۔

انسان کس چیز سے بنا ہے؟

﴿۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے جس میں دھواں ملا ہوتا ہے اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بتا دی گئی ہے۔ (مسلم)

توضیح: "من نور" یعنی فرشتے ایک قسم نور سے بنائے گئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا نور نہیں کوئی اور نور ہے۔ "الجان" لفظ جان کے معنی یا تو جن اور جنات کے ہیں یا جنات کے اصل اور اس کے باپ کا نام جان ہے جس سے جنات کی نسل چلی ہے۔ "وصف" یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو جس چیز سے پیدا کیا گیا وہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے، آیت یہ ہے ﴿خلقه من تراب﴾ یعنی مٹی سے پیدا کئے گئے اس حدیث میں بریلویوں پر سخت رد ہے بلکہ ان کی خیالی اور بناوٹی عمارت زمین بوس ہوگئی ہے کیونکہ یہاں فرشتوں کی تخلیق کی نسبت نور کی طرف کی گئی ہے اور انسان کی تخلیق کی نسبت مٹی کی طرف کی گئی ہے لہٰذا نور اور مٹی ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اب بتائیے کہ ان مشرکوں اور **بدعتیوں** کا جھوٹا عقیدہ کہاں گیا؟ یہ لوگ سیاہ دل اور بدبخت ہیں جو قرآن کو بھی نظر انداز کرتے ہیں اور احادیث کو بھی نہیں دیکھتے بلکہ اپنا جھوٹا اجتہاد گڑھتے ہیں اور کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

﴿۵﴾ **وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهٗ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّتْرُكَهٗ فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ.** (رواه مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں آدم علیہ السلام کا پیکر بنایا اور شکل وصورت دی تو اس پیکر کو جب تک چاہا جنت میں رکھے رکھا، اس عرصہ میں ابلیس اس پیکر کے گرد چکر کاٹتا رہا اور غور کرتا رہا کہ یہ کیا ہے؟ اور کیسا ہے؟ اور جب اس نے دیکھا کہ یہ پیکر خالی اندر سے کھوکھلا ہے تو سمجھ گیا کہ یہ ایک ایسی مخلوق پیدا کی گئی ہے جو غیر مضبوط ہوگی۔ (مسلم)

توضیح: "لما صور آدم" حضرت آدم علیہ السلام کی یہ صورت کئی مراحل سے گذر کر بنائی گئی ہے، پہلے مٹی تھی پھر اس کو خمیرہ بنایا گیا پھر خشک کیا پھر سانچہ بنایا گیا، وہ اب [illegible] شکل تھی، ابلیس اسی مرحلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور دیکھتا تھا۔ "لا یتمالک" یعنی اندر سے کھوکھلا ہے، اس میں [illegible] داخل ہوں گے یہ اپنے آپ کو خواہشات سے بچا نہیں سکے گا اور ایک دوسرے کی مدد سے قوی نہیں ہو سکے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کا ذکر

﴿۶﴾ **وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ.** (متفق عليه)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں قدوم سے اپنا ختنہ کیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "القدوم" قدوم تیشہ کو بھی کہتے ہیں اور ایک جگہ کا نام بھی قدوم ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی عمر میں تیشہ لے کر مقام قدوم میں اپنا ختنہ خود کر دیا، بعض شارحین نے کہا ہے کہ قدوم اگر مشدد پڑھا جائے تو اس کا مصداق ایک مقام کا نام اور جگہ ہے اور اگر اس کو غیر مشدد پڑھا گیا تو یہ تیشہ اور بسولہ کو کہتے ہیں بعض نے دونوں

اعراب کے ساتھ پڑھا ہے "واللہ اعلم" ختنہ کی سنت کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے اور اب یہ اہل اسلام کے لئے سنت اور شعار ہے۔

تین چیزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ

﴿۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّاثَلٰثَ كَذِبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَارَجُلًامَعَهٗ اِمْرَاَةٌ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَأَلَهٗ عَنْهَا مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا اِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ اِنْ يَعْلَمْ اَنَّكِ اِمْرَاَتِيْ يَغْلِبْنِيْ عَلَيْكِ فَاِنْ سَأَلَكِ فَاَخْبِرِيْهِ اَنَّكِ اُخْتِيْ فَاِنَّكِ اُخْتِيْ فِي الْاِسْلَامِ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَافَاُتِيَ بِهَاقَامَ اِبْرَاهِيْمُ يُصَلِّيْ فَلَمَّادَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَوَيُرْوٰى فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَااَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَاالثَّانِيَةَ فَاُخِذَمِثْلَهَا اَوْاَشَدَّفَقَالَ اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَااَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكَ لَمْ تَاْتِنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتَنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَاهَاجَرَفَاَتَتْهُ وَهُوَقَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَوْمَأَبِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَالْكَافِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ تِلْكَ اُمُّكُمْ يَابَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا علاوہ تین جھوٹ کے اور ان میں سے بھی دو جھوٹ خدا کے لئے بولے تھے۔ ان میں کا ایک تو ان کا یہ کہنا تھا کہ میں آج کل کچھ علیل سا ہوں۔ دوسرا یہ کہنا تھا کہ "بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "یہ میری بہن ہے" اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ کا گذر ایک بڑے ظالم وجابر حاکم کے شہر سے ہوا، چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک نہایت حسین وجمیل عورت ہے، اس حاکم نے ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے؟ اور تمہاری کیا لگتی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر انہوں نے سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آکر کہا کہ اگر اس ظالم کو یہ معلوم ہوگیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا پس اگر وہ پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو، اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مومن نہیں ہے۔ لہٰذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب کیا، ادھر حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے

کھڑے ہو گئے۔ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا، ایک روایت میں "فـغـط" کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے۔ بہرحال وہ (عتاب خداوندی کی گرفت میں آنے کے بعد) زمین پر پیر مارنے لگا، پھر اس نے کہا کہ میں اپنے ارادۂ بد سے باز آیا تم خدا سے دعا کرو (کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے) میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا کی اور اس ظالم کی گلوخلاصی ہو گئی، لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنا چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت پکڑا گیا، اس نے پھر کہا کہ خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گلوخلاصی ہو گئی اس کے بعد اس ظالم نے اپنے دربانوں میں سے کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے، پھر اس نے سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کے لئے ہاجرہ نام کی ایک لونڈی دی، سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اور تم پر کیا بیتی؟ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینہ میں لوٹا دیا اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! وہی ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔

(بخاری ومسلم)

توضیح: "ثلاث کذبات" انبیاء کرام کذب اور جھوٹ بولنے سے معصوم ہوتے ہیں یہ جھوٹ نہیں تھا بلکہ توریہ تھا البتہ ظاہری صورت اس کی کذب کی تھی اس لئے اس حدیث میں اس پر کذب کا اطلاق کیا گیا ورنہ یہ توریہ تھا۔ توریہ اس کو کہتے ہیں کہ ظاہری الفاظ کا مطلب اور ہو مگر بولنے والے نے اس سے کچھ اور ارادہ کیا ہو گویا معنی قریبہ کو چھوڑ کر معنی بعیدہ کا ارادہ کر لیا گیا ہو جیسے "رجل یھدینی السبیل" کا ظاہری معنی یہ ہے کہ یہ میرا رہبر ہے مگر اس سے آخرت کے راستے کی ہدایت کا ارادہ کیا گیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک شخص کے پوچھنے پر جواب دیا تھا اس شخص نے پوچھا کہ ابوبکر! یہ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "رجل یھدینی السبیل"۔

یہاں کذب کے اطلاق کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ کذب نہ تھا مگر چونکہ انبیاء کرام کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے تو "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے قاعدہ کے مطابق اس پر کذب کا اطلاق کیا گیا گویا اس کی ظاہری صورت کو بھی ان انبیاء کی شان عالی سے دور سمجھا گیا اور اس پر کذب کا اطلاق کیا گیا۔

"انی سقیم" سقیم بیمار کو کہتے ہیں اس کا متبادر معنی جسمانی مرض ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے روحانی اختلاف مراد لیا ہے کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں گویا بیمار ہوں۔ علماء لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس کلام کو اگر بالکل ظاہر پر حمل کیا جائے تو پھر بھی اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے کیونکہ ایسا کون انسان ہوگا جس کے بدن میں بالکل کوئی بھی بیماری نہ ہو۔ اور فرض کر لو اگر اور کوئی بیماری نہ بھی ہو پھر بھی کفار کے کفر کی کوفت واذیت کیا کچھ کم روحانی وجسمانی بیماری ہے؟ یقیناً بڑی بیماری ہے!

"بل فعله كبيرهم" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ بتوں کے توڑنے کے بعد بادشاہ کے سامنے تفتیش کے دوران ارشاد فرمایا تھا جبکہ بادشاہ نے پوچھا "من فعل هذا بالٰهتنا يا ابراهيم" گویا جواب یہ تھا "فعل من فعل كبيرهم هذا" یعنی کام کیا جس نے بھی کیا تم اس بڑے میاں سے پوچھو کہ یہ کس نے کیا ہے؟! دوسرا مطلب اور جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبیرہم سے اللہ تعالیٰ مراد لیا تھا کہ یہ کام درحقیقت بڑے رب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے! تیسرا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا دعویٰ ہے کہ یہ کام اس بڑے نے کیا ہے تم خود ان سے پوچھو وہ کیا کہتا ہے اب دعویٰ کرنا اور چیز ہے اور خبر دینا اور چیز ہے دعویٰ میں خبر نہیں لہٰذا اس میں جھوٹ نہیں۔

"وسارة" سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیوی تھیں ان کو بہن کہنا ظاہری طور پر صحیح نہیں تھا مگر ظاہری معنی مراد نہیں لیا گیا بلکہ دینی، ملی اور روحانی، مذہبی مفہوم کے اعتبار سے بہن کہا گیا اور اس مفہوم میں سارے مسلمان بہن بھائی ہیں۔ یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد بہن تھیں اس اعتبار سے یہ نسبی بہن تھیں۔ "فاخذ" یعنی پکڑے گئے، اس کا گلا گھونٹا گیا۔ "فغط" یعنی خراٹے بھرنے لگا، ہڑبڑانے لگا۔ "ركض برجله" یعنی مرگی کے مریض کی طرح زمین پر پاگلوں کی طرح پاؤں مارتا رہا۔ "يا بني ماءالسماء" آسمان کے پانی کی اولاد سے عرب لوگ مراد ہیں کیونکہ عرب ہی پانی کی تلاش میں گھوم پھر کر چلتے ہیں اور جہاں پانی ملتا ہے، وہاں ڈیرہ ڈال دیتے ہیں۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس جملہ سے عرب کے نسب حسب کی طہارت کی طرف اشارہ ہے یعنی جس طرح آسمان کا پانی ہر قسم آلائش سے پاک ہوتا ہے اسی طرح عرب کا نسب حسب پاک ہے، بعض نے کہا کہ یہ خطاب انصار کو ہے کیونکہ ان کے ایک دادا کا لقب ماء السماء تھا، عرب سارے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد نہیں ہیں مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد دیگر قبائل عرب پر غالب آگئی تو اس وجہ سے سب کو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہا گیا جس طرح یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب کو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین انبیاء کرام علیہم السلام پر تبصرہ فرمایا

﴿۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْقَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَالَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کے لائق ہیں، جب انہوں نے کہا تھا ﴿رب ارنی کیف تحی الموتی﴾ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے جو رکن شدید کا سہارا پکڑنا چاہتے تھے اور اگر میں قید خانے میں اتنی طویل مدت تک رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں یقیناً بلانے والے کی دعوت قبول کر لیتا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "نحن احق بالشک" یعنی رب ارنی کیف تحی الموتیٰ کا جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے شک کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ علم یقین اور عین الیقین حاصل کرنے کے لئے تھا ان کی طرف سے شک کیسے ہوسکتا تھا؟ وہ تو بڑے نبی تھے! جب کہ ہم کو اس میں شک نہیں ہے، اگر اس مسئلہ میں شک کی گنجائش ہوتی تو ہم زیادہ حقدار تھے کہ شک کرتے جب ہم کو شک نہیں تو ان کو بطریق اولیٰ شک نہیں تھا بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراض کرنا مقصود نہیں ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ جب نمرود ظالم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ ہو رہا تھا تو نمرود نے دوران گفتگو کہا: تم کہتے ہو کہ تمہارا رب مردوں کو زندہ کرتا ہے، کیا تم نے خود دیکھا ہے؟ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء اموات کے مشاہدہ کرنے کی درخواست کی۔

"ویرحم اللہ لوطا" اس جملہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت لوط علیہ السلام پر اعتراض کرنا بالکل مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی تنگی اور پریشانی کی ایک کیفیت بیان فرمائی ہے کہ قوم لوط نے ان کو اتنا تنگ کیا کہ وہ اس کہنے پر مجبور ہوگئے کہ کاش! کوئی مضبوط قلعہ ہوتا یا میرے پاس ظاہری طاقت ہوتی کہ میں اس قوم کا مقابلہ کرتا، اس مجبوری میں حضرت لوط کا خیال مادی طاقت کی طرف گیا ورنہ ایک نبی کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے اس کے سوا کیا مضبوط قلعہ ہوسکتا ہے؟۔ "لا جبت الداعی" اس جملہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام پر قطعاً اعتراض نہیں کیا بلکہ ان کی استقامت اور صبر کی تعریف فرمائی ہے کہ اتنی مدت طویلہ کی قید و بند کے بعد جب جیل سے نکلنے کی بات آئی تو آپ نے اسے ٹھکرا کر اپنی ذات کی برأت کو ترجیح دے دی اگر اتنی طویل مدت کے بعد مجھے یہ پیشکش ہوتی تو میں فوراً بلانے والے کی بات مان لیتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے ایذائیں دیں

﴿۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْئٌ اِسْتِحْيَاءً فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْا مَاتَسَتَّرَ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ اَوْ اُدْرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يُبَرِّئَهٗ فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ لِيَغْتَسِلَ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوْسٰى فِيْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى مَلَاءٍ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ وَاَخَذَ ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام ایک نہایت شرمیلے اور سخت پردہ کا اہتمام رکھنے والے آدمی تھے، ان پر شرم و حیا کا اتنا غلبہ تھا کہ ان کے جسم کی کھال کا کوئی بھی حصہ دکھائی نہ دیتا تھا، ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے ان کو ایذاء اور رنج پہنچانا چاہا تو انہوں نے مشہور کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے جسم کو اس قدر احتیاط و اہتمام کے ساتھ اس لئے ڈھانپے رہتے ہیں کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے، یا تو برص ہے یا خصیے پھولے ہوئے ہیں، (جب یہ بات پھیل گئی تو) اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ جو عیب موسیٰ پر لگایا جارہا ہے اس سے ان کو محفوظ و مامون رکھے اور ان کی بے عیبی کو ظاہر و ثابت کرے،

چنانچہ ایک دن جب کہ موسیٰ علیہ السلام ایک پوشیدہ جگہ نہانے کے لئے گئے اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے تو وہ پتھر ان کے کپڑوں کو لے بھاگا، موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے کہ اے پتھر! میرے کپڑے دے، ارے او پتھر! میرے کپڑے دے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوڑتے ہوئے بنی اسرائیل کے لوگوں کے ہجوم تک پہنچ گئے، ہجوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا برہنہ جسم دیکھا تو ان کو خدا کی مخلوق میں ایک بہترین اور بے عیب جسم کا انسان پایا، تب انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! موسیٰ کا بدن کسی بھی عیب ونقصان سے پاک ومبرا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو مارنا شروع کیا، خدا کی قسم موسیٰ کے مارنے کی وجہ سے اس پتھر پر نشان پڑ گئے، تین نشان یا چار نشان یا پانچ نشان۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "حییا" دوسری یا پر شد ہے پہلی یا پر کسرہ ہے **مستحیًا** کے معنی میں مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت ہی حیانا ک تھے۔ "ستیرا" سین پر زبر ہے **فقیرًا** کے وزن پھر ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ سین کے کسرہ اور تا مشددہ کے ساتھ ہے یہ ساتر میں مبالغہ ہے یعنی بہت ہی باپردہ تھے اسی پردہ اور حیا کی وجہ سے ان کی قوم بنی اسرائیل نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ ننگے ہو کر اس لئے نہیں نہاتے کہ اس کے جسم میں کوئی قبیح عیب ہے، ادھر اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ انبیاء کرام کو اس نے کامل رجال پیدا کیا ہے اور ہر قبیح جسمانی عیب سے ان کو پاک رکھا ہے۔

"ادرۃ" ہمزہ پر ضمہ ہے دال ساکن ہے را پر زبر ہے خصیتین میں پھولنے کی ایک بیماری ہوتی ہے جس کو اُدرۃ کہتے ہیں، قوم نے اسی کا الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے پاک کرنا چاہا تو یہ واقعہ پیش آیا جو اس حدیث میں ہے۔

"جمح" فتح یفتح سے تیز دوڑنے کو کہتے ہیں۔ "من بأس" یعنی خصیتین کے پھولنے یا کوئی دوسری بیماری اور عیب نہیں ہے۔ "ندبا" نون اور دال پر زبر ہے تازہ بتازہ زخم کو کہتے ہیں، اس میں معجزہ کا ظہور ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر

﴿۱۰﴾ **وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَّا غِنٰى بِىْ عَنْ بَرَكَتِكَ.** (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ جسم نہا رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان کے اوپر گرنے لگیں، حضرت ایوب علیہ السلام ان ٹڈیوں کو سمیٹ کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے تو ان کے پروردگار نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ایوب! جو چیز تم دیکھ رہے ہو کیا ہم نے اس سے تمہیں بے نیاز نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا بے شک! تیری عزت کی قسم تو نے مجھے اس چیز سے بے پروا کر دیا ہے لیکن میں تیری نعمت کی کثرت اور تیری رحمت کی فراوانی سے ہرگز بے نیاز نہیں ہوں۔ (بخاری)

بطور مقابلہ ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت مت دو

﴿۱۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِىْ اِصْطَفٰى مُحَمَّدًا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ الْيَهُوْدِىُّ وَالَّذِىْ اِصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَاطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِىِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِىُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُخَيِّرُوْنِىْ عَلٰى مُوْسٰى فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِىْ كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِىْ اَوْكَانَ فِيْمَنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ فَلَا اَدْرِىْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَةِ يَوْمِ الطُّوْرِ اَوْبُعِثَ قَبْلِىْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ لَاتُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ لَاتُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَآءِ اللّٰهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان بدکلامی ہوئی، مسلمان نے کہا خدا کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہاں کے لوگوں میں سے بہتر قرار دیا، اس کے جواب میں یہودی نے یہ کہا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو جہاں کے لوگوں میں سب سے بہتر قرار دیا، اس پر مسلمان نے یہودی پر ہاتھ اٹھادیا اور اس کے گال پر طمانچہ مارا، یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کے سامنے اپنا اور اس مسلمان کا پورا واقعہ رکھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو طلب فرمایا اور اس صورت حال کی تحقیق کی، اس نے آپ کو جوں کی توں ساری بات بتادی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو موسیٰ پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ قیامت کے دن جب سب لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے تو ان کے ساتھ میں بھی بے ہوش ہو کر گر جاؤنگا پھر سب سے پہلے ہوش میں آنے والا شخص میں ہوں گا لیکن (جب میں ہوش میں آؤں گا تو) دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں، اور میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس وقت یہ ہوگا کہ موسیٰ بے ہوش ہو جانے والے لوگوں میں شامل ہوں گے اور ان کی بے ہوشی مجھ سے پہلے ختم ہو چکی ہوگی یا یہ ہوگا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دے دیا ہوگا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس وقت یہ ہوگا کہ طور پر موسیٰ کی بے ہوشی کو اس بے ہوشی کے حساب میں شمار کر لیا جائے گا یا یہ ہوگا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے ہوش میں آجائیں گے اور میں تو یہ بھی نہیں کہتا کہ کوئی شخص یونس علیہ السلام بن متی سے افضل ہے۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انبیاء میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دو۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ تم خدا کے نبیوں میں کسی کو کسی پر فضیلت نہ دو۔

توضیح: "لاتخیرونی" انبیاء کرام کے درمیان ایک نبی کو دوسرے کے اوپر اس طرح فضیلت دینا جائز نہیں ہے جس سے کسی ایک نبی کی شان میں تنقیص آسکتی ہو یہ تنقیص حرام اور کفر ہے نیز خصوصی طور پر کسی ایک نبی کا نام لے کر اس

کے مقابلے میں دوسرے کا نام لے کر اس پر فضیلت اور ترجیح دینا مناسب نہیں ہے، ہاں اجمالی طور پر کسی کو افضل قرار دینا جائز ہے مثلاً کوئی یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں زیر بحث حدیث کی تشریح میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ: فرض کرلو کسی جگہ تمام انبیاء کرام موجود ہوں سب سامنے ہوں اس وقت کوئی آدمی آمنے سامنے کسی نبی پر دوسرے نبی کی فضیلت دینے کی جرأت کر کے تو دکھا دے؟ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر غائبانہ طور پر بھی نہیں کرنا چاہئے آنحضرت ﷺ نے جو یہ ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے تو یہ وہی تقابل اور خصومت کی صورت تھی، جھگڑے کی صورت تھی جس سے تحقیر کی صورت نکل سکتی تھی تو آپ نے منع فرما دیا پھر آنحضرت ﷺ نے اپنی فضیلت کسی اور نبی پر بیان کرنے سے جو ممانعت فرمائی ہے یہ اس وقت کی بات تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مطلق فضیلت کی وحی نہیں آئی تھی بعد میں آپ کی مطلق فضیلت کی وحی آگئی لہٰذا اب آپ ﷺ کو کسی بھی نبی کے مقابلے میں افضل واشرف بتانا درست ہے اس کے بعد اگر آپ نے فضیلت دینے کی ممانعت کی ہوگی تو اس کو آپ کی تواضع پر حمل کیا جائے گا اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت ہے کلی نہیں ہے۔

کسی کے لئے اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل بتانا جائز نہیں

﴿۱۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَایَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ یَقُوْلُ اِنِّیْ خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں یونس علیہ السلام بن متی سے بہتر ہوں۔ (بخاری ومسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں تو یقیناً وہ جھوٹا ہے۔

توضیح: "فقد کذب" یعنی اصل نبوت میں تو تمام انبیاء کرام برابر اور مساوی ہیں اس میں تو کوئی تفاضل نہیں ہے، ہاں درجات میں فرق اور تفاوت ہے اب اگر کوئی شخص "انا خیر من یونس" کہتا ہے تو اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ شخص آنحضرت ﷺ کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل بتاتا ہے حالانکہ نفس نبوت میں مساوات ہے لہٰذا اس شخص نے جھوٹ بولا اور اگر انا خیر سے یہ شخص خود اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل بتا رہا ہے اور خود نبی نہیں ہے تو یہ جھوٹا کذّاب ہے اور کذب بمعنی کفر ہے یہ شخص کافر ہوگیا۔ فضیلت کے اس میدان میں حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ آپ پر ایک آزمائش اور امتحان آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص حکم کے آنے کے انتظار سے پہلے شہر اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر نکل گئے جس پر اللہ جل جلالہ ناراض ہوئے جس کی وجہ سے آپ اولوالعزم انبیاء کی فہرست میں نہ رہے تو ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ خیال آجائے کہ حضرت یونس علیہ السلام پر کسی بھی نبی کو فوقیت اور فضیلت دی جاسکتی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے بطور خاص منع فرما دیا۔ "متّی" بعض علماء نے بتایا کہ متی حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام تھا بعض نے کہا کہ ان کی والدہ کا نام تھا۔

غلام خضر کی حقیقت

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغُلَامَ الَّذِیْ قَتَلَہُ الْخَضِرُ طُبِعَ کَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَاَرْھَقَ اَبَوَیْہِ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو مار ڈالا تھا وہ کفر کی طبیعت لے کر پیدا ہوا تھا، اگر وہ لڑکا زندہ رہتا تو یقیناً اپنے ماں باپ کو کفر و سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "طبع کافرًا" یعنی پیدائشی طور پر فطری اور طبعی کافر تھا اگر چہ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر غلامِ خضر، اللہ کی قدرت کاملہ کے مستثنیات میں سے تھا کہ اللہ ایسا بھی کر سکتا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض پر حضرت خضر علیہ السلام نے اس غلام کے کندھے سے کھال چھیل دی تو نیچے لکھا ہوا تھا ھذا کافر مطبوعاً یعنی یہ پیدائشی اور طبعی کافر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی وجہ تسمیہ

﴿۱۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّیَ الْخَضِرُ لِاَنَّہٗ جَلَسَ عَلٰی فَرْوَۃٍ بَیْضَاءَ فَاِذَا ھِیَ تَھْتَزُّ مِنْ خَلْفِہٖ خَضْرَاءَ. (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت خضر کا نام خضر اس لئے مشہور ہوا کہ وہ ایک خشک و بنجر سفید زمین پر بیٹھے تو یکا یک وہ زمین ان کے پیچھے سے لہلہانے لگی اور وہاں سبزہ پیدا ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور موت کا فرشتہ

﴿۱۵﴾ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسَی بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَہٗ اَجِبْ رَبَّکَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ فَفَقَأَھَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَکُ اِلَی اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّکَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَکَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَیْنِیْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ عَیْنَہٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی عَبْدِیْ فَقُلْ اَلْحَیٰوۃَ تُرِیْدُ فَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ فَضَعْ یَدَکَ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ یَدُکَ مِنْ شَعْرَۃٍ فَاِنَّکَ تَعِیْشُ بِھَا سَنَۃً قَالَ ثُمَّ مَہْ؟ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِیْبٍ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ رَمْیَۃً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَوْ اَنِّیْ عِنْدَہٗ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَہٗ اِلٰی جَنْبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اپنے پروردگار کی طرف سے پیغام اجل کو قبول فرمائیے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرشتہ

موت کے طمانچہ رسید کر دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا موت کا فرشتہ دربار الٰہی میں واپس گیا اور عرض کیا کہ (پروردگار!) تو نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت نہیں چاہتا اور یہ کہ اس نے میری آنکھ بھی پھوڑ دی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ درست کر دی اور حکم دیا کہ میرے بندہ کے پاس دوبارہ جاؤ اور ان کو میرا پیغام پہنچاؤ کہ کیا تم طویل زندگی چاہتے ہو؟ اگر تم طویل زندگی چاہتے ہو تو کسی بیل کے کمر پر اپنا ہاتھ رکھ دو، تمہارے اس ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں گے ان میں سے ہر ایک بال کے عوض تمہاری زندگی میں ایک سال کا اضافہ ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ (اس طویل زندگی کا بھی آخری نتیجہ موت ہی ہے تو) پھر وہ آج ہی کیوں نہ آجائے لیکن میری یہ دعا ضرور ہے کہ رب کریم! مجھے ارض مقدس سے قریب کر دے اگر چہ پھینکے ہوئے پتھر کے بقدر ہو، رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھا دیتا جو ایک راستہ کے کنارے پر سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "فلطم" تھپڑ مارنے کو لطم کہتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام نے موت کے فرشتے کو تھپڑ رسید کیا اب یہاں ایک سوال اور جواب ملاحظہ کریں۔

سوال: اس مقام پر کچھ بد باطن اور منکرین حدیث اور عقل پرست یہ اعتراض کرتے ہیں کہ موت کے فرشتے کو تھپڑ مارنا ایک جلیل القدر نبی سے کیسے ممکن ہو سکتا ہے پھر فرشتے کی آنکھ کا نکل آنا کیا معنی رکھتا ہے لہٰذا احادیث کا یہ ذخیرہ ناقابل قبول ہے صرف قرآن کریم کافی شافی ہے۔

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ فرشتہ انسانی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا ایک نقصان تو یہاں یہ ہوا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلوت کدہ میں داخل ہونے کے لئے کوئی اجازت نہیں مانگی یہ فعل بھی موجب غصۂ موسیٰ، بنا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ بلا تعارف ایک انسان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں تیری روح لینے آیا ہوں یہ تو ایک دھمکی تھی کہ میں تجھے قتل کرتا ہوں یہ عمل بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کا سبب بنا، تیسرا نقصان یہ ہوا کہ ایک انسان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں روح قبض کرنے کی قدرت رکھتا ہوں یہ خلاف واقعہ امر تھا اس لئے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور بطور دفاع آپ نے ایک بے ادب انسان کو تادیباً طمانچہ رسید کیا چونکہ اُصول یہ ہے کہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں ہوتا ہے تو انسانی اثرات اس پر مرتب ہو جاتے ہیں لہٰذا اس طمانچہ سے اس شخص کی آنکھ پھوٹ گئی، اس اللہ کے بندے نے اب بھی نہیں بتایا کہ میں فرشتہ ہوں اور سیدھا اللہ تعالیٰ کے پاس شکایت لے کر گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق بجانب قرار دیا اور طویل عمر کی پیشکش فرمائی مگر آخر میں پھر بھی جب موت آنے والی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو لبیک کہا اور موت قبول کر لی۔ اس پورے قصہ میں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس سے احادیث مقدسہ کا انکار کیا جائے لیکن خوئے بد را بہانہ بسیار۔ جب اندھا بن کر اعتراض ہی کرنا ہو تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

"متن ثور" متن کمر کو کہتے ہیں اور ثور بیل کو کہتے ہیں یعنی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ لو۔ "تو ارت" یعنی ہاتھ کے نیچے جتنے

بال آ گئے ہر بال کے برابر ایک سال عمر دوں گا یہ لاکھوں سال بن جائیں گے۔ "الارض المقدسة" بیت المقدس مراد ہے بیت المقدس انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ تھا اور مقدس سرزمین تھی جس طرح عربوں کے لئے مکہ مکرمہ ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی۔

"رمية بحجر" یعنی انسان جب پتھر پھینکتا ہے تو وہ اتنا دور نہیں جاتا ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ جاتا ہے اور جانے میں تیز بھی ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی شوق کا اظہار فرمایا کہ کچھ نہ کچھ ارض مقدسہ کی طرف جلدی جلدی آگے چلا جاؤں۔

"الكثيب" یعنی راستے کے کنارے پر سرخ ٹیلہ کے پاس ان کی قبر ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے حلیے

﴿۱۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَاَيْتُ جِبْرَئِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انبیاء میرے سامنے لائے گئے تو میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام ہلکے بدن کے ہیں جیسے وہ قبیلہ شنوءہ میں کے کوئی آدمی ہوں اور میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں عروہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہ نظر آئے اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو جن لوگوں کو میں دیکھ چکا ہوں ان میں سے تمہارے دوست یعنی مجھ سے وہ بہت مشابہ نظر آئے اور میں نے جبرائیل کو دیکھا تو وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں دحیہ ابن خلیفہ سے بہت مشابہ نظر آئے۔ (مسلم)

"ضَرْبٌ" چھریرے بدن اور ہلکے جسم والے شخص کو عربی میں ضرب کہتے ہیں۔

﴿۱۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْسِ وَرَاَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ آيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَائِهٖ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ گندم گوں اور دراز قد تھے، ان کے بال خمدار تھے اور شنوءہ کے کسی آدمی کی طرح نظر آتے تھے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ خلقی طور پر متوسط قد وقامت کے تھے، ان کا رنگ سرخ سفید تھا اور ان کے سر کے بال سیدھے تھے۔ اور میں نے دوزخ کے داروغہ مالک کو دیکھا اور دجال کو بھی دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب کو دیکھنا قدرت الٰہی کی ان نشانیوں

اور علامتوں کے ضمن میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب معراج میں دکھائیں، اس لئے (اے اس حدیث کو پڑھنے اور سننے والے!) اس امر میں کوئی شک وشبہ نہ کریں کہ کیسے آنحضرت ﷺ نے ان سب کو دیکھا اور ملاقات فرمائی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "ادم" گندم گوں رنگ۔ "طوالا" طویل قامت۔ "جعدا" خمدار اور پیچدار بال۔ "ضرب" چھریرے بدن والا۔ "مربوع" درمیانہ قد والا۔ "سبط الراس" سیدھے بال والا۔ "اراھنَّ اللہ ایاہ" یہ جملہ حضور اکرم ﷺ کا کلام نہیں ہے حضور ﷺ کا کلام اس کے بعد فلا تکن سے شروع ہوتا ہے یعنی یہ جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا یہ ان نشانات وعلامات میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آنحضرت ﷺ کو دکھا دیا تھا۔ "مضطرب" یعنی چھریرے بدن کے آدمی تھے یا خوف خدا سے کانپنے والے تھے۔ "رجل" جیم پر کسرہ ہے یعنی ان کے سر کے بال پیچ لئے ہوئے پیچدار تھے۔ "دیماس" حمام کو کہتے ہیں۔ آنے والی حدیث کے چند جملوں کی وضاحت بھی یہاں لکھ دی ہے۔

﴿۱۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الشَّعْرِ کَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَلَقِیْتُ عِیْسٰی رَبْعَةً اَحْمَرَ کَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ یَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَاَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِیْتُ بِاِنَائَیْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْاٰخَرُ فِیْهِ خَمْرٌ فَقِیْلَ لِیْ خُذْ اَیَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِیْلَ لِیْ هُدِیْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُکَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، اس کے بعد آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ وہ ایک مضطرب شخص نظر آئے، ان کے سر کے بال پیچدار تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ قبیلۂ شنوءہ کے کوئی مرد ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی ان کا قد میانہ اور رنگ سرخ تھا جیسے دیماس یعنی حمام سے ابھی نکلے ہوں۔ اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر میرے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب تھی، اور مجھ سے کہا گیا کہ ان میں سے جس کو پسند کرو لے لو۔ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور پی لیا تب مجھ سے کہا گیا کہ تمہیں راہ فطرت دکھائی گئی، جان لو! اگر تم شراب پی لیتے تو تمہاری امت گمراہ ہو جاتی۔ (بخاری ومسلم)

﴿۱۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَیُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا وَادِی الْاَزْرَقِ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی فَذَکَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَیْئًا وَاضِعًا اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ لَهٗ جُؤَارٌ اِلَی اللّٰهِ بِالتَّلْبِیَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی ثَنِیَّةٍ فَقَالَ اَیُّ ثَنِیَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰی اَوْ لِفْتٌ فَقَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ عَلٰی نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَیْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّیًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا ہم رسول کریم ﷺ کے ہمراہ تھے، جب ہم ایک جنگل سے گذرنے لگے تو آپ نے پوچھا کہ یہ کونسا جنگل ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ وادی ازرق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رنگ اور بالوں کا کچھ ذکر کیا، انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں دے رکھی ہیں اور روتے گڑگڑاتے، باآواز بلند اپنے پروردگار کے حضور لبیک لبیک کہتے اس جنگل سے گذر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہاں سے گذر کر ہم آگے چلے اور ایک گھاٹی میں داخل ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ یہ کونسی گھاٹی اور پہاڑ ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ہرشی پہاڑ ہے یا لفت پہاڑ ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اور موٹے اون کا جبہ پہنے ہوئے ہیں، ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کی رسی کی ہے اور وہ لبیک لبیک کہتے ہوئے اس گھاٹی سے گذر رہے ہیں۔ (مسلم)

توضیح: "جؤار" جیم پر ضمہ ہے اس کے بعد ہمزہ ہے پھر "را" ہے بلند آواز کے ساتھ گڑگڑا کر تلبیہ پڑھنے کے معنی میں ہے۔

"خطام" اونٹنی کی ناک میں ڈالے ہوئے مہار اور نکیل کو خطام کہتے ہیں بوزن زمام لفظاً و معنیً۔ "خلبة" کھجور کی چھال سے بنی ہوئی رسی کو خلبة کہتے ہیں۔ "ملبیا" یعنی تلبیہ پڑھتے ہوئے آگے جارہے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں بھی نیک لوگ عبادت کرتے ہیں۔ اگرچہ اس عبادت سے ثواب نہیں ملے گا کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے لیکن نیک لوگ شوق پورا کرنے کے لئے اور تسلی و سکون حاصل کرنے کے لئے بطور لذت، عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ انبیاء کرام اور شہداء کے اجساد چونکہ قبروں میں محفوظ رہتے ہیں اس لئے ان کے بارے میں تو کوئی اشکال نہیں ہے اسی طرح دیگر اولیاء کرام کے اجسام اگر محفوظ ہوں تو وہ بھی اسی طرح عبادت میں مشغول ہوں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر

﴿۲۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَأْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَأْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی تلاوت آسان کردی گئی تھی وہ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم دیتے اور قبل اس کے کہ زین کسنے کا کام پورا ہو وہ پورے زبور کی تلاوت کر لیتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کی روٹی کھاتے تھے۔ (بخاری)

توضیح: "فیقرأ القرآن" قرآن بمعنی مقروء ہے جو پڑھے ہوئے کے معنی میں ہے، قرآن مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زبور کا پڑھنا ہے، اتنے مختصر وقت میں مکمل زبور کا پڑھنا معجزہ کے طور پر تھا جس طرح طی الارض کا عمل ہوتا ہے اسی طرح خارق عادت طی الوقت بھی ہوتا ہے معراج کی رات آنحضرت ﷺ کے لئے طی الوقت ہوا تھا۔

ایک ظالم عورت کا قصہ

﴿۲۱﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرٰى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلٰى دَاوٗدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى. (متفق علیہ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے قصہ بیان فرمایا: کہ دو عورتیں تھیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک لڑکا تھا ایک دن ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک عورت کے لڑکے کو اٹھا کر لے گیا۔ ایک نے کہا کہ بھیڑیا جس لڑکے کو لے گیا ہے وہ تیرا تھا اور دوسری نے کہا کہ نہیں وہ تیرا لڑکا تھا، آخر کار دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے موجود لڑکا بڑی عمر کی عورت کو دلوا دیا۔ پھر دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئیں اور ان سے بیان کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے واقعہ کی نزاکت اور پیچیدگی کو سمجھ کر کہا کہ ذرا چھری اٹھا لاؤ میں اس لڑکے کو بیچ میں سے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں عورتوں میں بانٹ دوں گا، چھوٹی عمر کی عورت کہنے لگی خدا آپ پر رحم کرے! ایسا نہ کیجئے لڑکا بڑی عمر والی عورت ہی کو دے دیجئے، یہ اسی کا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عمر والی عورت کے حق میں فیصلہ کیا اور اس کو لڑکا دلوا دیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''ابناھما'' یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں ایک ساتھ کہیں جا رہی تھیں ممکن ہے یہ دونوں رفاقت میں سہیلیاں ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں آپس میں سوکنیں ہوں یہ تنازع حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ ایک کی گود سے اس کے بچے کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا اب آپس میں تنازع ہوا کہ کس کا بچہ لے گیا اور کس کا رہ گیا، ایک بڑی عمر کی تھی اور ایک چھوٹی عمر کی تھی، بڑی عمر کی عورت نے کہا جو بچہ لے گیا وہ تیرا ہے جو باقی ہے وہ میرا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا چونکہ دونوں میں سے گواہ کسی کے پاس نہیں تھا اور دونوں دعوے دار تھیں تو حضرت داؤد علیہ السلام نے قبضہ کو دیکھ کر فیصلہ صاحب ید کے حق میں دے دیا یا کسی اور دلیل کی بنیاد پر بڑی کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ مگر یہ بات طے ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ اجتہاد کی بنیاد پر تھا آسمانی وحی نہیں تھی اور اصل حق چھوٹی کا تھا قابض بڑی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکمت اور نفسیاتی طور پر اس تنازع کے پہچاننے کی کوشش کی اور پہچان بھی لیا اور فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔ معلوم ہوا کہ قاضی کو ظاہری دلائل کے ساتھ ساتھ باطنی عوامل کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے تا کہ حق کو پایا جا سکے۔

سوال: حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں عدالتی فیصلہ صادر فرمایا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلہ کو توڑ کر چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا یہ کیسے جائز تھا اگر چہ ایک قاضی کا فیصلہ خالص اجتہاد پر مبنی ہو پھر بھی اُصول قضاء کے تحت نافذ شدہ قضاء کو فسخ نہیں کیا جا سکتا یہاں ایسا کیوں ہوا؟ حالانکہ یہ ایک نبی کا نافذ کردہ فیصلہ تھا؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف سے یہ فتویٰ تھا قضاء نہیں تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی شریعت میں شاید اس کی گنجائش تھی کہ ایک عدالت کا فیصلہ دوسری عدالت میں ازسرنو تحقیق کے بعد کالعدم قرار دیا جاسکتا تھا گویا یہ ان کی شریعت کا اپنا معاملہ تھا ہماری شریعت میں اس طرح نہیں ہوسکتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سو مجاہد پیدا کرنے کی تمنا کر رہے ہیں

﴿۲۲﴾وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُلَيْمٰنُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى تِسْعِيْنَ اِمْرَأَةً وَفِيْ رِوَايَةٍ بِمِائَةِ اِمْرَأَةٍ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا اِمْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَاَيْمُ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کہا کہ آج رات میں اپنی نوے بیویوں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنی سو بیویوں کے ساتھ مباشرت کروں گا، ان میں سے ہر بیوی ایک سوار جنے گی جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا، فرشتہ نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے پھر انہوں نے ان سب بیویوں کے ساتھ مباشرت کی اور ان میں سے صرف ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی حاملہ نہیں ہوئی اور اس نے بھی آدھا مرد یعنی ناقص الخلقت بچہ جنا۔ (اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! سلیمان علیہ السلام اگر انشاء اللہ کہہ لیتے تو یقیناً ہر عورت سے بیٹا پیدا ہوتا اور وہ سب اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے اور سوار ثابت ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "بمائة" یعنی ایک رات میں سو بیویوں سے جماع کروں گا تا کہ ایک سو مجاہد پیدا ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں، فرشتے نے کہا انشاء اللہ کہہ دیجئے مگر وہ نہ کہہ سکے تو ایک ناقص بچہ پیدا ہوا اس کے علاوہ کچھ نہ آیا، اس کو خادمہ نے اُٹھایا اور لاکر تخت سلیمانی پر رکھ دیا، سلیمان علیہ السلام کو تنبیہ ہوگئی۔ یہ حدیث قرآن کی آیت ﴿والقینا علی کرسیه جسدًا﴾ کی بہترین تفسیر ہے جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس حدیث کو نہایت ہی حقارت کے ساتھ عقل کے بل بوتے پر مسترد کر دیا، ہے تفہیم القرآن میں اس آیت کے تحت دیکھ لو تو حیران رہ جاؤ گے! اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ کسی مستند استاذ سے علم نہ پڑھنے کا یہی نقصان ہوتا ہے۔

﴿۲۳﴾وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام نجار (یعنی بڑھئی کا پیشہ رکھتے) تھے۔

(مسلم)

حضور اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب

﴿۲۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب اور متعلق میں ہوں اور تمام انبیاء آپس میں سوتیلے بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں الگ الگ ہیں، ان سب کا اصل دین ایک ہے اور ہمارے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "انا اولیٰ الناس بعیسیٰ" یعنی انسانوں میں قرب کے اعتبار سے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ یہ قرب کئی اعتبار سے ہے ایک تو یہ کہ آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زمانہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب ہیں دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور صرف چھ سو سال کا فاصلہ ہے، دوسرا قرب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر میں حضور اکرم ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔ تیسرا قرب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین حضور اکرم ﷺ کے دین سے متصل ہے، چوتھا قرب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خصوصی بشارت دی ہے، پانچواں قرب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب وفات پائیں گے تو حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوں گے چھٹا قرب یہ ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ جنت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں آئے گی۔ بہرحال یہ قرب دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہوگا۔ "اخوۃ من علات" یعنی تمام انبیاء آپس میں سوتیلے بھائی ہیں مائیں الگ الگ ہیں اور باپ سب کا ایک ہے، یہ کلام تشبیہ پر محمول ہے لہٰذا باپ سے مراد، ان تمام انبیاء کا وہ دین اور توحید ہے جس پر سب متفق ومتحد ہو کر آئے ہیں۔ "ودینھم واحد" میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ اور ماؤں سے مراد ان انبیاء کرام کی الگ الگ شریعتیں ہیں جو ہر زمانہ میں الگ رہی ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والمعنیٰ کما ان اولاد العلات امھاتھم مختلفہ فکذلک الانبیاء دینھم واحد وشرائعھم مختلفة.** الحمد للہ بندۂ عاجز نے اس حدیث کو سمجھ کر سمجھانے کی کوشش کی ہے **والحمدللہ علی ذالک.**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خاص فضیلت

﴿۲۵﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کی دونوں کوکھ میں اپنی انگلیوں سے کونچا مارتا ہے لیکن عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اس سے محفوظ رہے، اس نے ان کی کوکھ میں بھی کونچا مارنا چاہا تھا مگر وہ صرف پردے میں کونچا مار سکا۔ (بخاری ومسلم)

جن عورتوں نے کمال حاصل کیا

﴿۲۶﴾وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَآءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَنَسٍ یَاخَیْرَ الْبَرِیَّۃِ وَحَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ وَحَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ اَلْکَرِیْمُ ابْنُ الْکَرِیْمِ فِیْ بَابِ الْمُفَاخَرَۃِ وَالْعَصَبِیَّۃِ)

اورحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مردوں میں تو بہت سے باکمال پیدا ہوئے لیکن عورتوں میں چند ہی کو باکمال ہونا نصیب ہوا اور وہ مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون ہیں، نیز اور تمام عورتوں پر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ فضیلت حاصل ہے جو دوسرے کھانوں پر ثرید کو۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت "یاخیر البریۃ الخ" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت "ای الناس اکرم الخ" اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت "الکریم ابن الکریم الخ" باب المفاخرۃ والعصبیۃ میں نقل ہو چکی ہے۔

توضیح: "الامریم" یہاں سوال اُٹھتا ہے کہ حصول کمال میں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اول درجہ دیا گیا ہے تو حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت عائشہ وحضرت خدیجہ رضی اللہ عنہن کا وہ عالیشان مقام کہاں چلا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اُمم سابقہ کی عورتوں کی تکمیل کمالات کا ذکر ہے، امت محمدیہ کی عورتوں کی شان کا بیان ابواب مناقب میں آنے والا ہے وہاں انشاء اللہ تفصیل کیساتھ بات ہوگی کچھ انتظار کیجئے!!۔

مؤرخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

الفصل الثانی

تخلیق کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ کا وجود

﴿۲۷﴾عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَاقَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ خَلْقَہٗ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَاتَحْتَہٗ هَوَاءٌ وَمَافَوْقَہٗ هَوَاءٌ وَخَلَقَ عَرْشَہٗ عَلَی الْمَآءِ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ قَالَ یَزِیْدُبْنُ هَارُوْنَ اَلْعَمَآءُ اَیْ لَیْسَ مَعَہٗ شَیْءٌ)

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارا پروردگار اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: عماء میں تھا، نہ اس کے نیچے ہوا تھی نہ اس کے اوپر ہوا تھی اور اس نے عرش پانی پر پیدا کیا۔ اس روایت کو امام ترمذی نے رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے اور کہا: یزید ابن ہارون نے وضاحت کی ہے کہ ''عماء'' سے مراد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔

توضیح: ''عمآء'' عماء کا اصل معنی بادل ہے لیکن یہاں یہ اصل معنی مراد نہیں ہے بلکہ عماء کا مفہوم یہاں عدم اور لیس معہ شیٔ ہے یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور ان کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں تھی مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات محضہ میں تھے ان کی صفات کا ظہور ابھی نہیں ہوا تھا گویا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں: **''فی عمآء بفتح العین ممدوداً ای فی غیب هویة الذات بلا ظهور مظاهر الصفات کما عبر عنه بقوله کنت کنزاً مخفیًا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق''۔**

حضرات صوفیہ نے عمآء کا مفہوم یوں بیان کیا ہے ''العمآء هی الحضرة الاحدیة'' یعنی عماء سے مراد اللہ تعالیٰ کی واحد لاشریک ذات ہے ایک نسخہ اور ایک روایت میں عمیً قصر کے ساتھ ہے جو پوشیدگی کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جہاں تھی وہاں تک نہ بنی آدم میں سے کسی کی عقل کی رسائی تھی اور نہ کسی دانا کی سوچ وہاں تک پہنچ سکتی تھی۔ علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم ان ظاہری الفاظ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت اور تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں گویا یہ الفاظ متشابہات کی قبیل سے ہیں۔

''ماتحته هواء'' اس جملہ میں ما نافیہ ہے یعنی اس عمآء میں نہ نیچے ہوا تھی اور نہ اوپر ہوا تھی، اس جملہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بادل جہاں ہوتا ہے وہاں ہوا ہوتی ہے جب اوپر نیچے ہوا کی نفی کی گئی تو یہ بتا دیا گیا کہ عمآء سے بادل مراد نہیں ہے بلکہ یہ لیس معه شئی کے معنی میں ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ثابت نہ ہو جس سے حدوث لازم آتا ہے۔ ''عرشه علی المآء'' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عرش الٰہی پانی کی سطح پر رکھا ہوا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ نیچے پانی تھا اوپر فضاء میں عرش تھا اور کچھ بھی نہیں تھا اس کی تشریح وضیح اس باب کی ابتداء میں ہو چکی ہے۔

سماوی نظام کے عجائبات

﴿۲۸﴾وَعَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ زَعَمَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًافِي الْبَطْحَاءِ فِيْ عِصَابَةٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْهِمْ فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ فَنَظَرُوْااِلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتُسَمُّوْنَ هٰذِهٖ قَالُوْا اَلسَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوْا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوْا وَالْعَنَانَ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَابُعْدُمَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالُوْا لَانَدْرِيْ قَالَ اِنَّ بُعْدَمَابَيْنَهُمَااِمَّاوَاحِدَةٌ وَاِمَّا اِثْنَتَانِ اَوْثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ سَنَةً وَالسَّمَاءُ الَّتِيْ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌبَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ كَمَابَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْعَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِنَّ وَوَرِكِهِنَّ مِثْلُ مَابَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ اَسْفَلِهٖ وَاَعْلَاهُ مَابَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ بطحائے مکہ میں لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور رسول کریم ﷺ بھی ان میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ابر کا ایک ٹکڑا گذرا لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے، رسول کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم اس کو کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ "سحاب" آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اور اس کو "مزن" بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! مزن بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اور اس کو "عنان" بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! عنان بھی کہتے ہیں، اس کے بعد آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ کتنا طویل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم! آپ نے فرمایا: زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ یا تو اکہتر سال یا بہتر سال یا تہتر سال کی مسافت کے بقدر ہے، اور اس آسمان کے اوپر جو آسمان ہے ان دونوں کے درمیان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اسی طرح آپ نے ساتوں آسمانوں کا ذکر کیا (کہ ہر آسمان اپنے نیچے کے آسمان سے کچھ ستر سال کی مسافت کے بقدر فاصلہ پر ہے) پھر ساتویں آسمان کے اوپر پانی کا بہت بڑا سمندر ہے، اس سمندر کی تہ اور اس کے اوپر کی سطح کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے، اور اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جو پہاڑی بکروں کے مانند ہیں، ان کے کھروں اور کولہوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے اور پھر ان فرشتوں کی پشت پر عرش الٰہی ہے جس کے نیچے کے حصہ اور اوپر کے حصہ کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے اور اس عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔ (ترمذی، ابوداود)

توضیح: "زعم انه كان جالسا" اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے جب آنحضرت ﷺ سماوی نظام کے عجائبات بیان فرمارہے تھے چونکہ یہ مجمع بھی عمومی طور پر کفار پر مشتمل تھا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت کی سنی ہوئی حدیث بعد میں بیان فرمائی۔ "والمزن؟" یعنی کیا سحاب کو تم مزن اور عنان بھی کہتے ہو؟ سب نے کہا ہاں!۔ "اما واحدة

او" یہ شک راوی کو ہے اور ستر سال کا ذکر تکثیر عدد کے لئے ہے کوئی تعین نہیں ہے کیونکہ بہت ساری احادیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا راستہ ہے لہٰذا یہاں یہ عدد تکثیر پر محمول ہے تو کوئی تعارض نہیں ہے۔ "بحر" یعنی ایک سمندر ہے جس کے اوپر اور نیچے کی مسافت بھی اسی طرح پانچ سو سال ہے۔"اوعال" یہ وعل کی جمع ہے پہاڑی بکرے کو وعل کہتے ہیں اس کی مؤنث کو اروية کہتے ہیں جس کا ذکر دیگر روایات میں آیا ہے، اس حیوان کو پشتو میں "غرخه" کہتے ہیں، بہت ہی مضبوط جسم کا ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ اس کے پاؤں میں مقناطیس لگا ہے جو چٹانوں کے ساتھ چپک جاتا ہے، ایسی مشکل جگہوں میں گھومتا ہے جہاں پرندہ ہی جاسکتا ہے، گائے سے کچھ چھوٹا ہے بکری سے بڑا ہوتا ہے، سر پر لمبے لمبے دو سینگ ہوتے ہیں، دوڑنے میں ہوا کی مانند تیز ہے۔ یہاں اس حدیث میں بعینہ یہی حیوان مراد نہیں ہے بلکہ فرشتے مراد ہیں جو اس حیوان کی شکل میں ہوتے ہیں۔ "العرش" یعنی عرش کے نیچے اور اوپر کی مسافت بھی پانچ سو سال کی ہے۔"ثم الله فوق ذلک" نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے واضح اشارے ملتے ہیں بلکہ تصریحات ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے یہاں بھی یہی تفصیل ہے مگر یہ متشابہ الفاظ ہیں جس کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "الاستواء معلوم والکیفیة مجهولة والسؤال عنه بدعة" سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ "ما یلیق بشانه" جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے ہمارا اس پر ایمان ہے بہرحال اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی عظیم شان بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان

﴿۲۹﴾ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ قَالَ اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَازَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَأْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوَاتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا کہ انسانی جانیں قحط کا شکار ہو رہی ہیں، بال بچوں کو بھوک کا سامنا ہے، مال وجائیداد کی بربادی ہو رہی ہے اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش مانگئے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے ہاں شفیع مقرر کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے، آپ بار بار تسبیح کے یہی الفاظ فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کے صحابہ کے چہروں کا رنگ بدل گیا، پھر آپ نے فرمایا: اے شخص! تجھ پر افسوس ہے! درحقیقت خدا کو کسی کے ہاں شفیع مقرر نہیں کیا جاتا، بلاشبہ خدا کی ذات اور اس کی حیثیت اس سے بالاتر ہے کہ اس کو کسی

کا شفیع بنایا جائے۔ تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا کی عظمت وجلالت کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کا عرش اس کے آسمانوں کو اس طرح محیط ہے، یہ کہہ کر آپ نے انگلیوں کو ہتھیلی کے اوپر قبہ کی صورت میں دکھایا اور وہ عرش اس قدر وسیع وعریض ہونے کے باوجود اس طرح چر چر کرتا ہے جس طرح اونٹ کا پالان یا گھوڑے کی زین سوار کے نیچے چر چر کرتی ہے۔ (ابوداؤد)

توضیح: "جهدت الانفس" یعنی انسانی جانیں خشک سالی کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہیں۔ "نهکت الاموال" یعنی مال مویشی تباہ ہو رہے ہیں۔ "نستشفع بالله علیک" یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ کے حضور میں شفیع مقرر کرتے ہیں کہ آپ ایسا کریں۔ اس جملہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان عالی کی بے ادبی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے ناراض ہو کر بار بار سبحان اللہ کا تکرار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا تقدس بیان کیا پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عظمت بیان فرمائی۔

"ما الله" یعنی جانتے بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت کتنی بڑی ہے؟ "ان عرشه" یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش تمام آسمانوں پر اس طرح محیط ہے جس طرح ایک قبہ کسی چیز پر محیط ہوتا ہے۔ "هکذا" آنحضرت ﷺ نے انگلیوں سے اس قبہ اور اس احاطہ کی مشاہداتی صورت اس طرح بیان فرمائی کہ مثلاً ایک ہاتھ کی ہتھیلی نیچے ہو اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں گنبد کی شکل میں اوپر سے اس پر محیط ہوں اور پوری ہتھیلی کو گھیرے میں لے رکھا ہو۔

"لیئط" أط یئط أطاً چر چراہٹ کو کہتے ہیں نیا کجاوہ یا نئی چارپائی اور پلنگ پر بیٹھنے سے اس طرح آواز اس وقت نکلتی ہے جب بیٹھنے والے کا وزن بہت زیادہ ہو، یہاں حضور اکرم ﷺ نے پہلے عرش کی وسعت اور عظمت بیان فرمائی اور اس کے بعد اس کے عجز وتنگی اور کمزوری کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اس سے چر چراہٹ کی آواز نکلتی ہے یہ سب متشابہات ہیں۔ سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ: "ما یلیق بشانه" یعنی جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی جسامت

﴿۳۰﴾ وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُذِنَ لِیْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِّنْ مَلٰٓئِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اِنَّ مَابَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ اِلٰى عَاتِقَيْهِ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ. (رواه ابوداؤد)

اور حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھ کو یہ اجازت مل گئی ہے کہ میں خدا کے ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کا حال بیان کروں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہے، اس فرشتہ کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کا درمیانی فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (ابوداؤد)

دیدار الٰہی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام

﴿۳۱﴾ وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ وَقَالَ يَامُحَمَّدُاِنَّ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ سَبْعِيْنَ حِجَابًا مِنْ نُّوْرٍ لَوْدَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ هٰكَذَا فِی الْمَصَابِيْحِ. (وَرَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ فِی الْحِلْيَةِ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ)

اور حضرت زرارہ ابن اوفیٰ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ حضرت جبرئیل تھرتھر کانپنے لگے اور پھر بولے: محمد! میرے اور خدا کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں اگر ان پردوں میں سے کسی پردے کے قریب ہونے کے لئے (ایک انگشت برابر بھی) آگے بڑھوں تو جل جاؤں! مصابیح میں یہ روایت اسی طرح ہے البتہ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے لیکن ابونعیم کی نقل کردہ روایت میں "فانتفض" کے الفاظ نہیں ہیں۔

توضیح: "سبعین حجابا" یہ عدد تکثیر بتانے کے لئے ہے تحدید وتعیین کے لئے نہیں ہے، عدد کا انتخاب بھی شارع کی صوابدید پر ہے۔ ایک روایت میں ستر ہزار حجابات کا ذکر ہے، یہ بات یاد رہے کہ یہ پردے نور کے ہیں جو دیکھنے والوں کے لئے حجاب اور مانع ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے حجاب اور مانع نہیں ہیں کیونکہ محجوب مغلوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مغلوب نہیں تو محجوب نہیں بلکہ اللہ غالب ہے تو حاجب ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام جب سے پیدا ہوئے ہیں تب سے تیار کھڑے ہیں

﴿۳۲﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اِسْرَافِيْلَ مُنْذُيَوْمِ خَلَقَهٗ صَافًّاقَدَمَيْهِ لَايَرْفَعُ بَصَرَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَبْعُوْنَ نُوْرًامَامِنْهَا مِنْ نُوْرٍ يَدْنُوْامِنْهُ اِلَّا احْتَرَقَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کو جس وقت پیدا کیا وہ اسی وقت سے اپنے دونوں پیروں کو صف بستہ کئے کھڑے ہیں، نظر تک نہیں اٹھاتے، ان کے اور ان کے بزرگ وبرتر پروردگار کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں اگر اسرافیل ان نور کے پردوں میں سے کسی ایک نور کے قریب پہنچ جائیں تو وہ جل کر رہ جائیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

توضیح: "صافا قدمیه" یعنی جب سے حضرت اسرافیل علیہ السلام پیدا ہیں تب سے دونوں قدم صف بستہ کئے تیار کھڑے ہیں، ادھر ادھر نہیں دیکھتے بلکہ صور پر نظریں جمائے ہوئے ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے صور پھونکنے کا حکم ملے اور وہ اس پر عمل کریں، اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ فرشتوں میں کتنی بڑی اطاعت ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قیامت کے قائم ہونے کا لمحہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق سے کس قدر پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کے انوارات وتجلیاتِ قاہرہ کے قریب، مقرب فرشتہ بھی نہیں جا سکتا۔

فرشتوں کے مقابلہ میں انسان کی قدر وقیمت

﴿۳۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّاخَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَذُرِّيَّتَهٗ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَارَبِّ خَلَقْتَهُمْ يَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَيَنْكِحُوْنَ وَيَرْكَبُوْنَ فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَاالْاٰخِرَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَااَجْعَلُ مَنْ

خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ كُنْ فَكَانَ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ پروردگار! آپ نے تو ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا ہے جو کھاتی ہے اور پیتی ہے، شادی بیاہ کرتی ہے اور سوار ہوتی ہے تو ہماری درخواست ہے کہ دنیا اس مخلوق کو دے دیجئے اور آخرت ہمیں مرحمت فرمادیجئے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس مخلوق کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اس کو اس مخلوق کے برابر قرار نہیں دے سکتا جو میں نے کن کہا تو وہ پیدا ہوگئی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "قالت الملائکة" فرشتوں نے کہا کہ دنیا میں بنی آدم نے مزے اُڑائے، اس لئے ان کے لئے دنیا ہی مختص ہوجائے اور ہمارے لئے آخرت مختص ہوجائے تا کہ ہم ایک الگ جہان میں ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں۔ "قال اللّٰہ" اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جواب میں فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا، بنی آدم کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اس کی تخلیق میں کئی مرحلے لگے ہیں گویا کئی محنتیں اُٹھانی پڑی ہیں اور تم کو تو صرف لفظ "کن" سے بنایا لہٰذا تم دونوں برابر نہیں ہوسکتے ہو! اس حدیث سے بنی آدم کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے چونکہ فرشتے ایک معصوم مخلوق ہیں ان کو دوزخ کی سزا کا کوئی خطرہ نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں انسان بیچارے سے دوزخ بھی تو بھرنی ہے، انسان اُمور تکلیفیہ اوامر ونواہی پر عمل کرنے کا کتنا مکلف ہے۔ لہٰذا لغنم بالغرم والخراج بالضمان کے اصول کے تحت انسان کا مقام فرشتوں سے ہر حال میں الگ تھلگ ہے، جمہور کا مسلک یہ ہے کہ عام مسلمان عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مسلمان خاص فرشتوں سے افضل ہیں، عام مسلمانوں سے کامل درجہ کے مسلمان مراد ہیں جیسے خلفاء راشدین، صحابہ کرام، علماء اور اولیاء ہیں، ہر کس و ناکس فرشتوں سے افضل نہیں ہے! اور خاص مسلمانوں سے انبیاء کرام مراد ہیں اور خاص فرشتوں سے جبرئیل و میکائیل واسرافیل وعزرائیل وغیرہ مراد ہیں، ساتھ والی حدیث میں مزید تفصیل آرہی ہے۔

الفصل الثالث

فرشتوں پر انسان کی فضیلت

﴿۳۴﴾عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلآئِكَتِهٖ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بعض فرشتوں سے افضل وبرتر ہے۔ (ابن ماجہ)

توضیح: "المؤمن اکرم" مؤمن سے کامل درجہ کے عام مؤمنین مراد ہیں اور بعض ملائکہ سے عام فرشتے مراد ہیں شیخ محی السنة نے ولقد کرمنا بنی ادم کے تحت لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ عام مؤمنین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مؤمنین خاص فرشتوں سے افضل ہیں، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین سے عام مؤمنین مراد ہیں اور فرشتوں سے بھی عام فرشتے مراد ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام اقوال کے نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ اس طرح سنایا ہے کہ: "ولا یخفیٰ ان المراد بخواص المؤمنین الرسل والانبیاء وبخواص الملائكة نحو جبریل ومیکائیل واسرافیل وبعوام المؤمنین الکمل من الاولیاء کالخلفآء وسائر العلماء وبعوام الملائكة سائرهم وهذا التفصیل اولیٰ من اجمال بعضهم. (مرقات، ج۹ ص۲۵۷)

کون کون سی مخلوق کس کس دن پیدا ہوئی؟

﴿۳۵﴾وَعَنْهُ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِیْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَخَلَقَ آدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ اٰخِرِ الْخَلْقِ وَاٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے: کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا، اس زمین پر پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا، بدی اور خراب چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، روشنی کو بدھ کے دن پیدا کیا، جانوروں کو روئے زمین پر جمعرات کے دن پھیلایا اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا اور یہ آخری پیدائش دن کے بالکل آخری حصہ میں عصر کے بعد سے رات تک کے درمیان عمل میں آئی۔ (مسلم)

توضیح: "یوم السبت" اس حدیث میں صریح عبارت کے ساتھ تخلیق کائنات کی تفصیل بتائی گئی ہے کہ کونسی مخلوق کس

دن پیدا ہوئی؟ یہاں یہ سوال ہے کہ تخلیق کائنات کی ابتداء اتوار کے روز سے ہوئی اور انتہاء جمعہ پر ہوئی حالانکہ اس حدیث میں ہفتہ کے دن کو تخلیق کا پہلا دن قرار دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہفتہ سے اس کا وہ آخری حصہ مراد ہے جو اُصولی طور پر اتوار کی رات پڑتی ہے تو حقیقت میں کائنات کی ابتداء اتوار کے دن ہوئی اور جمعہ پر اختتام پذیر ہوئی۔

عجائب مخلوقات

﴿۳۶﴾وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَانَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَاَصْحَابُهُ اِذْ اَتٰى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاهٰذَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهِ الْعَنَانُ هٰذِهٖ رَوَايَاالْاَرْضِ يَسُوْقُهَااللّٰهُ اِلٰى قَوْمٍ لَايَشْكُرُوْنَهُ وَلَايَدْعُوْنَهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَافَوْقَكُمْ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَاالرَّقِيْعُ سَقْفٌ مَّحْفُوْظٌ وَمَوْجٌ مَّكْفُوْفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَابَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَاقَالُوْااللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَاخَمْسُمِائَةِ عَامٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَافَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوْااللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ سَمَاءَ اِنْ بُعْدُمَابَيْنَهُمَاخَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّسَبْعَ سَمٰوَاتٍ مَّابَيْنَ كُلِّ سَمَائَيْنِ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَافَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوْااللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ بُعْدُمَابَيْنَ السَّمَائَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاالَّذِيْ تَحْتَكُمْ قَالُوْااللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّهَاالْاَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاتَحْتَ ذٰلِكَ قَالُوْااللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰى بَيْنَهُمَامَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ اَرَضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرْضِيْنِ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْاَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُوَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَبِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. (رَوَاهُ اَحْمَدُوَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اْلاٰيَةَ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ اَرَادَ لَهَبَطَ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ وَعِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهُ وَسُلْطَانُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَعَلَى الْعَرْشِ كَمَاوَصَفَ نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِهٖ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ابر کا ایک ٹکڑا گذرا، آپ نے ابر کے اس ٹکڑے کی طرف اشارہ کر کے صحابہ سے پوچھا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عنان ہے اور یہ ابر زمین کے "روایــا" ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف ہانکتا ہے جو نہ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اس کو پکارتے ہیں۔ پھر فرمایا جانتے ہو تمہارے اوپر کیا چیز ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے اوپر کی چیز رقیع ہے جو ایک محفوظ چھت اور نہ گرنے والی موج ہے۔ پھر فرمایا: جانتے ہو تمہارے اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو برس ہے، پھر فرمایا جانتے ہو کہ آسمان کے اوپر کیا ہے؟

صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: اس آسمان کے بعد پھر اوپر نیچے آسمان ہیں اور ان دونوں آسمانوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔اسی طرح آپ نے یکے بعد دیگرے ہر آسمان کا ذکر کیا یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کے بارے میں بتایا کہ ان میں سے ہر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ وہی ہے جو زمین سے آسمان کے درمیان ہے۔اس کے بعد فرمایا: اس ساتویں اور آخری آسمان کے اوپر عرش ہے اور اس عرش اور اس کے نیچے آسمان کے درمیان وہی فاصلہ ہے جو دو آسمانوں کے درمیان ہے! پھر فرمایا: جانتے ہو تمہارے نیچے کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: زمین ہے۔پھر فرمایا جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا اس کے نیچے ایک اور زمین ہے اور ان دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے، اس طرح آپ نے سات زمینیں گنائیں اور بتایا کہ ان میں سے ہر ایک زمین سے دوسری زمین تک کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر ہے اور پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر تم سب سے نیچے والی زمین پر رسی لٹکاؤ تو اللہ تعالیٰ ہی پر اترے گی۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم﴾ یعنی وہی اللہ اول (قدیم) ہے اور آخر (باقی) ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور تمام چیزوں کو جاننے والا ہے۔اس روایت کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا ہے نیز ترمذی نے کہا ہے کہ رسول کریم ﷺ کا اپنے ارشاد کے بعد اس آیت کو پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم، اس کی قدرت اور اس کی حکومت ہر جگہ ہے اور وہ بذات خود عرش پر ہے جیسا کہ خود اسی نے اپنی کتاب میں اپنا وصف بیان کیا ہے۔

توضیح: "العنان" آنحضرت ﷺ نے سحاب کا دوسرا نام بتایا جو العنان ہے پھر آپ نے اس کے کام کو بتایا کہ یہ "روایا الارض" ہے یہ روایة کی جمع ہے یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے زمین کو پانی دیا جاتا ہے اس بادل کو روایا اس لئے کہا گیا کہ یہ بھی راویة اونٹ کی طرح پانی کھینچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔"لا یشکرونه" یعنی یہ بادل ان لوگوں کی طرف بھی پانی منتقل کر کے لے جاتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اس طرح ناشکری کرتے ہیں کہ پانی کی نسبت غیر اللہ کی طرف کر دیتے ہیں، کبھی شرک میں پڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں ان معاصی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان پر دانہ پانی بند کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کا سفرہ عام ہے، وہ رحمان ہے اور ربوبیت عامہ اور تربیت عام اس کے ہاتھ میں ہے وہ رب العالمین ہے اسی وجہ سے سب کو کھلا رہا ہے۔"الرقیع" آسمان دنیا کا نام رقیع ہے اور یہی محفوظ چھت ہے جو گرنے سے محفوظ ہے۔"موج مکفوف" یعنی یہ آسمان ایک زبردست موج ہے مگر گرنے سے محفوظ ہے، پانی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے مگر پانی بہتا نہیں، بند و محفوظ ہے گویا یہ آسمان ایک موج ہے جو ہوا میں معلق ہے۔
"لھبط علی اللہ" یعنی انسان کے بسنے والی زمین کے علاوہ نیچے چھ زمینیں اور ہیں جو اس طرح تہہ بہ تہہ ہیں کہ اگر اوپر سے کوئی شخص نیچے کی طرف رسی گرائے تو وہ سیدھی جا کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گی، مطلب یہ ہے کہ جس طرح اوپر آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اسی طرح نیچے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا علم ہے ایسا نہیں ہے کہ اوپر تو اللہ تعالیٰ کا حکم چل رہا ہو اور نیچے

سفلیات میں کسی اور کا حکم نافذ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو، بعض علماء کہتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کو اوپر آسمانوں میں معراج ہوئی اسی طرح نیچے ساتویں زمین میں سمندر کے نیچے حضرت یونس علیہ السلام کی معراج ہوئی۔ قرآن میں اسی عموم قدرت اور شمول الوہیت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے "وهو الله في السمآء اله وفي الارض اله".

﴿۳۷﴾ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ طُوْلُ آدَمَ سِتِّيْنَ ذِرَاعًافِي سَبْعِ اَذْرُعٍ عَرْضًا.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا اور سات ہاتھ چوڑا تھا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد

﴿۳۸﴾ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَنْبِيَاءِ كَانَ اَوَّلَ قَالَ آدَمُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَنَبِيٌّ كَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِيٌّ مُكَلَّمٌ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ جَمًّاغَفِيْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْاَنْبِيَآءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَّخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّاغَفِيْرًا.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام! میں نے پھر پوچھا یا رسول اللہ! کیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟ فرمایا: ہاں! وہ نبی تھے، انہیں اللہ رب العالمین سے شرف تکلم وتخاطب حاصل ہوا ہے! اس کے بعد میں نے پوچھا یا رسول اللہ! انبیاء میں رسول کتنے ہوئے؟ آپ نے فرمایا: کافی بڑی تعداد میں تین سو دس سے کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام انبیاء کی کل تعداد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، ان میں رسول تین سو پندرہ ہوئے ہیں جو کافی بڑی تعداد ہے۔

توضیح: "مـأة الف" انبیاء کرام کی تعداد میں احتیاط سے کام لینا ضروری ہے، بعض حضرات کے نبی اور ولی ہونے میں اختلاف ہوا ہے تو حتمی عدد کے ذکر کرنے سے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی غیر نبی، انبیاء کی صف میں داخل نہ ہو جائے اور کوئی واقعی نبی خارج نہ ہو جائے اس لئے انبیاء کی تعداد کے ساتھ کم وبیش کا لفظ لگا دینا چاہئے مثلاً کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار کہنا چاہئے حضرت خضر اور ذوالقرنین اور لقمان حکیم کے نبی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے۔

شنیدہ کے بُود مانند دیدہ

﴿۳۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَاصَنَعَ قَوْمُهٗ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَاصَنَعُوْا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ.

(رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ اَحْمَدُ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کسی چیز کے بارے میں سننا اس کو آنکھ سے دیکھنے کے برابر نہیں ہوسکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے اس عمل کے بارے میں خبر دی جو انہوں نے گوسالہ پرستی کی صورت میں کیا تھا تو انہوں نے تورات کی تختیوں کو نہیں پھینکا لیکن جب وہ اپنی قوم میں واپس آئے اور اپنی آنکھوں سے قوم کے اس عمل کو دیکھا تو تختیوں کو پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گئیں۔ ان تینوں حدیثوں کو احمد نے نقل کیا ہے۔

توضیح: ''لیس الخبر کالمعاینۃ'' یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایک طبعی اثر ہوتا ہے ورنہ سچائی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے خبر دینے میں کیا شبہ ہوسکتا تھا مگر بوقت خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہ اثر نہیں ہوا جو اثر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہوا، اسی لئے کہا گیا ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحقیر و تذلیل و توہین کے لئے تختیاں نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی غیرت کی بنیاد پر زور سے زمین پر رکھ دیں جس سے وہ ٹوٹ گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر معراج کے لئے گئے تھے وہاں آپ کو تختیوں پر لکھی ہوئی تورات مل گئی اور وہیں پر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ آپ کی قوم کو سامری نے گوسالہ پرستی میں لگا کر گمراہ کردیا وہاں اتنا غصہ نہیں آیا مگر جب خود مشاہدہ کیا تو غصہ کی شدت میں تورات کو زور سے زمین پر رکھدیا جس سے اس کی تختیاں ٹوٹ گئیں۔

کتاب المناقب

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفتن کے بعد موقع بموقع کتاب کے عنوان سے کئی مباحث ذکر کی ہیں اور یہاں انہوں نے کتاب الفضائل والشمائل کا عنوان رکھا ہے، صاحب مشکوۃ نے یہاں باب فضائل سید المرسلین کا عنوان رکھا ہے میں نے کتاب الفتن کی ابتداء میں اس طرف اشارہ کیا تھا کہ بعض شارحین نے اعتراض کیا ہے کہ صاحب مشکوۃ نے کتاب الفتن کے عنوان کے تحت فضائل اور مناقب کو کیسے درج کیا ہے؟ وہاں یہ جواب دیا گیا تھا کہ جہاں تک فتن کی احادیث ہوں گی وہاں تک کتاب الفتن شامل ہے آگے فتن نہیں ہے بلکہ اس کے بعد فضائل شروع ہیں وہاں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ بعض شارحین کا کہنا ہے کہ یہاں کتاب المناقب کا عنوان تھا مگر کاتبین میں سے کسی نے کتاب الفضائل کے بجائے باب الفضائل لکھ دیا ہے بہر حال میں یہاں کتاب المناقب ہی کا عنوان رکھتا ہوں اس لئے کہ حدیث کی تمام کتابوں میں خواہ وہ سنن ہوں یا جوامع ہوں کتاب المناقب ہی کا عنوان رکھا گیا اور آیندہ تمام ابواب میں مناقب کا لفظ خود صاحب مشکوۃ نے بھی اختیار کیا ہے تو انشاء اللہ کتاب المناقب کا عنوان بے جا نہیں ہوگا بلکہ بجا ہوگا، خاص کر جب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفضائل کا لفظ اختیار کیا ہے تو فضائل کے الفاظ کے بجائے ہمیں صرف المناقب کے لفظ کے اضافہ کی زحمت اُٹھانی پڑے گی اللہ تعالیٰ اس تصرف میں مجھے معاف کرے کہیں بزرگوں کے حق میں سوءِ ادب نہ آئے! ادھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقات میں کتاب الفضائل کا عنوان رکھا ہے اور پھر لکھا ہے کہ اگرچہ اصل نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے لیکن ہم نے احادیث کی کتب صحاح اور سنن کے نقش قدم اور مباحث ابواب کے پیش نظر ایسا کیا ہے۔

''المناقب'' یہ جمع ہے اس کا مفرد منقبة ہے اخلاق حمیدہ اور افعال مرضیہ اور اوصاف عالیہ کمالیہ پر منقبت کا اطلاق ہوتا ہے یہاں سے آخر تک تمام احادیث میں یہی اوصاف بیان ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب سے لے کر خلفاء راشدین اور تمام صحابہ وصحابیات، اہل بیت اور عشرہ مبشرہ اور مختلف قبائل اور اس امت کے مناقب تک تمام مناقب اس کتاب المناقب کے تحت آئیں گے اور پورا معاملہ آسان ہو جائے گا۔

باب فضائل سید المرسلین ﷺ

رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کے فضائل کا بیان

کسی انسان کے بس میں نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فضائل و مناقب اور صفات حمیدہ کو کما حقہ بیان کر سکے! کسی زبان میں یہ طاقت نہیں کہ آپ ﷺ کے تمام فضائل اور اوصاف کا احاطہ کر سکے! تاہم صاحب مشکوۃ نے آپ ﷺ کے فضائل سے متعلق چند احادیث کو اس عنوان کے تحت درج کیا ہے گویا وہ مشتے از نمونہ خروارے کا مصداق ہے۔ کسی اللہ والے شاعر نے صحیح نقشہ پیش کیا ہے فرمایا:۔

خدا در انتظار حمد ما نیست محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس محمد حامد حمد خدا بس
محمد از تو می خواہم خدا را خدا یا از تو عشق مصطفیٰ را

علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ سید البشر اور سید ولد آدم ہیں آپ ﷺ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقام ہے اور پھر حضرت موسیٰ کا مقام ہے پھر علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کا درجہ بتایا ہے، یہ پانچ اولوالعزم انبیاء کرام ہیں ان کے بعد تعین کے لئے کسی نے کچھ کہا نہیں ہے تو ہم بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔

الفصل الاول

آنحضرت ﷺ کا خاندانی فضل وشرف

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ کو یکے بعد دیگرے ہر قرن کے بنی آدم کے بہترین طبقوں میں منتقل کیا جاتا رہا یہاں تک کہ میں اس موجودہ قرن میں پیدا کیا گیا۔ (بخاری)

توضیح: "قرون" قرن کی جمع ہے اس کا اطلاق زمانے پر بھی ہوتا ہے اور انسانوں کے ایک طبقہ پر بھی ہوتا ہے، سو سال، چالیس سال اور اسّی (۸۰) سال پر بھی قرن کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں مختلف زمانوں کے مختلف طبقے مراد ہیں، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں انسانی طبقات میں بہترین طبقوں سے گذرتا ہوا آیا ہوں، جس طبقے میں میرے آباؤ اجداد تھے وہ بہترین طبقے تھے جن کی ذات اور خاندانی شرافت، وطنی عزت وعظمت، تہذیب اور سنجیدگی ومتانت، قوت فیصلہ اور جرأت وشجاعت مشہور ومعروف تھی میں اور وہ لوگ معاشرہ کے بہترین افراد شمار کئے جاتے تھے۔ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے افضل آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے اس کے بعد پھر تفصیل میں کوئی تفصیل نہیں ہے البتہ اولوالعزم انبیاء کرام پانچ ہیں:

① حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ،	② حضرت ابراہیم علیہ السلام،
③ حضرت نوح علیہ السلام،	④ حضرت موسیٰ علیہ السلام،
⑤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔	

﴿۲﴾ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلتِّرْمِذِیِّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ كِنَانَةَ)

اور حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے: سنا حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور اولاد کنانہ سے قریش کو چنا اور اولاد قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چنا (مسلم) اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسماعیل میں بنی کنانہ کو برگزیدہ کیا۔

توضیح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کا نسب نامہ عدنان تک لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ کا بیان کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی اس میں اختلاف ہے) چنانچہ آپ نے فرمایا: "هو ابو القاسم محمد بن عبدالله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف ابن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لوئى بن غالب بن فهر بن مالك بن نضربن كنانه بن خزيمة بن مدركه بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ولا يصح حفظ النسب فوق عدنان". (مرقات)

"من ولد ابراهيم" ابرہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک حضرت اسحاق علیہ السلام تھے انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ انھیں سے چلا ہے دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے حضور اکرم ﷺ انہیں کی اولاد میں آئے ہیں اور صرف آپ ﷺ دُرِّ یتیم نبی تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کہ اولاد میں قریش کو چنا اور قریش کی اولاد میں بنوہاشم کو چنا اور بنوہاشم میں سے محمد ﷺ کو چنا اور آپ سید الاولین والآخرین بنایا۔

﴿۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَاسَیِّدُوُلْدِاٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے قبر سے میں ہی اٹھوں گا، نیز سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔ (مسلم)

توضیح: "سید" سید اس سردار کو کہتے ہیں جو اپنی قوم پر تمام صفات حمیدہ میں سبقت لے گیا ہو۔ "یوم القیامة" اس سرداری کو قیامت کے دن کے ساتھ اس لئے مقید کیا گیا کہ کمال سرداری کا ظہور انسانوں پر تب ہوگا کہ سارے انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں اور وہ قیامت میں جمع ہوں گے لہٰذا سرداری کی تکمیل قیامت میں ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ کی چند خصوصیات کا ذکر

﴿۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَااَكْثَرُالْاَنْبِیَآءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنَااَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن پیغمبروں میں سے جس پیغمبر کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی وہ میں ہوں گا اور جنت کا دروازہ سب سے پہلے جو شخص کھٹکھٹائے گا وہ بھی میں ہی ہوں گا۔ (مسلم)

توضیح: "تبعا" یعنی قیامت میں تبعین اور پیروکار سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کے ہوں گے کیونکہ آپ کا معجزہ قرآن ہے اور قرآن عالم کے لئے ہادی ہے تو جب تک کائنات باقی ہے قرآن باقی ہے، جس سے لوگ اسلام کی طرف آتے رہیں گے۔ اس باب کی ان احادیث میں آنحضرت ﷺ کی مختلف خصوصیات بیان کی گئی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان

تمام خصوصیات کو یہاں یکجا کر کے لکھا جائے تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو، آنے والی حدیث نمبر ۹ کی توضیح بھی یہی ہے۔
(۱) آپ ﷺ سب سے اچھے طبقے میں آئے۔ (۲) تمام انسانوں کے سردار ہوئے۔ (۳) آپ ﷺ کے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔ (۴) آپ ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے اپنی قبر سے اُٹھیں گے۔ (۵) سب سے پہلے شفاعت آپ کریں گے (۶) سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپ کھولیں گے۔ (۷) آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ (۸) آپ ﷺ کو قرآن کی صورت میں دائمی معجزہ دیا گیا۔ (۹) آپ کو ایسا رعب و دبدبہ دیا گیا ہے جس سے ایک ماہ کی مسافت تک دشمن پر رعب پڑتا ہے۔ (۱۰) پوری زمین آپ کے لئے مسجد بنادی گئی۔ (۱۱) مٹی کو آپ کے لئے طہارت تیمم کا ذریعہ بنایا گیا۔ (۱۲) آپ کو پوری دنیا کے پورے انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ (۱۳) آپ کو جوامع الکلم دیئے گئے۔ (۱۴) مال غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ (۱۵) آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ (۱۶) پوری زمین سمیٹ کر آپ کو دکھادی گئی۔ (۱۷) جہاں تک آپ نے دیکھا وہاں تک آپ کی حکومت اور دین پھیلے گا۔ (۱۸) آپ کو سرخ وسفید دو قسم خزانے دیئے گئے یعنی فارس اور روم کی فتح۔ (۱۹) عام قحط اور دشمن کے عمومی غلبہ سے آپ کی امت تباہ نہیں ہوگی۔ (۲۰) آپ کو عرب کے لئے پناہ گاہ بنا کر بھیجا گیا۔ (۲۱) سب سے پہلے آپ کو نبوت کے انوارات سے نوازا گیا۔ (۲۲) آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں نبی بن کر آئے۔ (۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے نتیجہ میں آئے۔ (۲۴) تمام نبی اور ساری مخلوق قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ (۲۵) آنحضرت حبیب اللہ بنے ہیں۔ (۲۶) میدان محشر میں صرف آپ خطیب ہوں گے۔ (۲۷) قیامت میں تمام مخلوق کے لئے آپ مبشر ہوں گے۔ (۲۸) محشر میں چاق و چوبند خوبصورت ایک ہزار خادم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ (۲۹) آپ کو قیامت میں حلۂ کرامت پہنا کر پایۂ عرش کے پاس مقام دیا جائے گا۔ (۳۰) آپ کو جنت میں مقام وسیلہ ملے گا۔ (۳۱) آپ کو خصوصی حوض کوثر ملے گا۔ (۳۲) آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف شدہ ہیں۔ (۳۳) آپ کو چاشت کی نماز عطا ہوئی۔ (۳۴) اگر پوری مخلوق ایک طرف ہو اور آپ ﷺ دوسری طرف ہوں تو آپ کا وزن بھاری ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ:

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم

جنت کا دروازہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کھلوائیں گے

﴿۵﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِىْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا تو جنت کا نگہبان پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ میں کہوں گا کہ میں محمد ہوں۔ تب نگہبان کہے گا مجھ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم)

سب سے پہلے آپ ﷺ شفاعت کریں گے

﴿۶﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ مَاصُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَاصَدَّقَهُ مِنْ اُمَّتِهِ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں سب سے پہلے سفارش کرنے والا میں ہوں گا (یعنی جنت میں داخل کرنے کی یا اہل جنت کے مراتب درجات کی ترقی کی سفارش سب سے پہلے میں کروں گا) انبیاء میں سے جتنی تصدیق میری کی گئی ہے اتنی کسی کی نہیں کی گئی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی ایسے بھی گذرے ہیں جن کی تصدیق صرف ایک مرد نے کی ہے۔ (مسلم)

توضیح: "فی الجنة" یہاں فی کا حرف تعلیل کے لئے ہے ای اول شفیع لا جل الجنة ای لدخولها.
"ماصدقت" یہاں ما مصدریہ ہے ای مقدار تصدیقی یعنی جتنی تصدیق میری کی گئی اتنی کسی نبی کی نہیں کی گئی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ باقی انبیاء کے معجزات وقت تھے جب نبی دنیا سے اٹھ جاتا تو ان کے بعد ہدایت کا سامان نہیں رہتا لیکن آنحضرت ﷺ کو قرآن کا معجزہ دیا گیا ہے جو قیامت تک برقرار رہے گا اس لئے آنحضرت ﷺ کے ماننے والے زیادہ ہوں گے۔

ختم نبوت کا محل

﴿۷﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهُ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ وَخُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور دوسرے تمام انبیاء کی مثال اس محل کی سی ہے جس کے در و دیوار نہایت شاندار اور عمدہ ہوں، لیکن اس دیوار میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی ہو اور جب لوگ اس محل کے گرد پھر کر عمارت کو دیکھیں تو عمارت کی شان وشوکت اور در و دیوار کی خوشنمائی انہیں حیرت میں ڈال دے مگر ایک اینٹ کے بقدر اس خالی جگہ کو دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہو پس میں اس اینٹ کی جگہ کو بھرنے والا ہوں، اس عمارت کی تکمیل میری ذات سے ہے اور انبیاء و رسل کے سلسلہ کا اختتام مجھ پر ہو گیا ہے، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی نبیوں کے سلسلہ کو پایۂ اختتام تک پہنچانے والا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے

﴿۸﴾وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّاقَدْاُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًااَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ فَارْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًايَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے صرف اتنا دیا گیا جس پر انسان ایمان لا سکے اور جو معجزہ مجھ کو ملا وہ خدا کی وحی ہے جو اس نے میری طرف بھیجی، اس کی بناء پر مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میرے ماننے والوں کی تعداد تمام انبیاء کے ماننے والوں سے زیادہ ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "من نبی" یہاں لفظ "من" زائد ہے جس کو علامہ روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ سیف خطیب کے نام سے یاد کرتے ہیں تاکہ ادب برقرار ہو اور بے ادبی نہ ہو کیونکہ خطیب کی تلوار دیکھنے کو تو تلوار ہے مگر کام کی تلوار نہیں اسی طرح یہ حرف ہے۔

"من الایات" آیات سے معجزات مراد ہیں یعنی ہر نبی کو اس کے دعویٰ نبوت کے اثبات کیلئے اللہ تعالیٰ نے **ما فوق العادۃ** معجزات عطا فرمائے ہیں۔ "**ما مثلہ**" ما موصولہ ہے جو **المقدار الذی** کے معنی میں ہے، اس کے بعد **مثلہ** مبتدا ہے اور **امن علیہ البشر** اس کی خبر ہے، مبتدا اور خبر مل کر صلہ ہے موصول کا، موصول اپنے صلہ سے ملکر **اعطی** کے لئے مفعول ثانی ہے تقدیر عبارت یوں ہے یعنی **لیس نبی من الانبیاء الاقد اعطاہ اللہ تعالیٰ من المعجزات الدالۃ علی نبوتہ المقدار الذی من صفتہ انہ اذا شوھد اضطر الشاھد الی الایمان بہ.** (مرقات بتغییر یسیر)

حدیث کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام کو اتنی ہی مقدار میں معجزات دیئے ہیں جتنی پر لوگ صرف ایمان لائے ہیں یعنی وہ معجزات پائیدار اور دائمی نہیں تھے بلکہ جب لوگوں نے دیکھا اور اس پر ایمان لے آئے تو معجزہ ختم ہوگیا یا زیادہ سے زیادہ اس نبی کی زندگی تک وہ معجزہ باقی رہا جیسے ید بیضا، عصائے موسیٰ، دم عیسیٰ، اور ناقۂ صالح وغیرہ یہ معجزات ان انبیاء کرام کی دنیا میں موجودگی تک باقی تھے پھر ختم ہوگئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ پڑھی جانی والی وحی ہے جو قرآن کریم کی صورت میں ہے یہ معجزہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے بلکہ دائمی معجزہ ہے اس پر لوگ ایمان لائیں گے لہٰذا میرے متبعین اور میری امت کے لوگ سب سے زیادہ ہوں گے کیونکہ دعوت بھی عام ہے، معجزہ بھی زندہ و تابندہ کتاب اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزات زمانہ کے مطابق ہر نبی کو عطا فرمائے ہیں، جس نبی کے زمانہ میں معاشرہ اور ماحول پر جو چیز حاوی اور قابض ہوتی تھی اسی کے توڑنے کے لئے نبی کو معجزہ دیا جاتا تھا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا چرچا تھا تو آپ کے معجزات ید بیضا اور عصاء نے اس کو توڑ ڈالا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بڑا زور تھا تو آپ کو احیاء اموات وغیرہ کا معجزہ دیا گیا جس نے طب کو عاجز کردیا، حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں پورا نظام پتھروں کی تراش خراش پر قائم تھا ان کو معجزہ بھی ایک چٹان سے پیدا شدہ اونٹنی کی شکل میں دیا گیا، آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عربیت اور اس کی عالمی فصاحت و بلاغت آسمان عروج پر

پہنچ چکی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن عظیم کی شکل میں وہ فصیح وبلیغ کتاب عطا فرمائی جس نے فصحائے عرب کی فصاحت کے اونچے اونچے برج گرا کر زمین بوس کر دیئے کفار قریش جو فصاحت وبلاغت کے عالمی دعویدار تھے، قرآن پاک کی چھوٹی سی سورت کا مقابلہ نہ کر سکے، قرآن نے ان کو ایک بار نہیں کئی بار مقابلہ کا چیلنج کیا مگر وہ زبانی مقابلہ نہ کر سکے اور میدانوں میں اُتر کر تلواروں کا مقابلہ کیا، گردنیں کٹوا دیں اور عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا مگر زبانی مقابلہ نہ کر سکے! یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے جس کی نظیر لانے سے انسان عاجز ہے، چنانچہ فصحاء عرب کے پاس وہ حروف فصاحت وبلاغت اور مادری زبان کے تمام اسباب موجود تھے مگر پھر بھی اس طرح کلام نہ لا سکے اسی تناظر میں کسی نے کہا:

ماتحدا کم بہ خیر الانام رکب مما ترکبوا الکلام

یعنی محمد ﷺ نے جس کلام سے تمہیں چیلنج کیا ہے وہ کلام انہیں حروف سے بنا ہے جس سے تم کلام بناتے ہو۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورت کوثر کی ایک آیت ﴿انا اعطیناک الکوثر﴾ لکھ کر بیت اللہ کے پردے پر لٹکا دی اور چیلنج کیا کہ اس کے ساتھ ایسا مناسب کلام لا کر لکھ دیا جائے کہ لفظی اور معنوی اعتبار سے مقصود حاصل ہو جائے۔ فصحائے عرب کے ایک بوڑھے نے بہت سوچ وبچار کے بعد اعتراف شکست کرتے ہوئے کہا "واللہ ما ھذا قول البشر". بوڑھے نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لفاظی تو کی مگر معنوی اعتبار سے سورت کوثر کی حقیقت کو سوچ بھی نہ سکا۔

آنحضرت ﷺ کی چند خصوصیات

﴿۹﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی ورسول کو عطا نہیں ہوئیں، ایک تو مجھ کو اس رعب کے ذریعہ نصرت عطا ہوئی ہے جو ایک مہینے کی مسافت کی دوری پر اثر انداز ہوتا ہے، دوسرے ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی قرار دیا گیا، چنانچہ میری امت کا ہر شخص جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے، تیسرے میرے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھا، چوتھے مجھے شفاعت عظمیٰ عامہ کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا گیا اور پانچویں مجھ سے پہلے ہر نبی کو خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جب کہ مجھ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ (بخاری ومسلم)

گذشتہ حدیث نمبر ۴ کی توضیح ضرور پڑھیں۔

﴿۱۰﴾وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ مخصوص چیزوں کے ذریعہ دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جامع کلمات عطا ہوئے۔(۲) دشمنوں کے دل پر میرا رعب ڈالنے کے ذریعہ مجھے فتح ونصرت عطا فرمائی گئی۔(۳) مال غنیمت میرے لئے حلال ہوا۔(۴) ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی قرار دیا گیا،(۵) ساری مخلوق کے لئے مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا۔(۶) اور نبوت ورسالت کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔ (مسلم)

دنیا کے خزائن کی کنجیاں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں

﴿۱۱﴾وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُنِیْ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے جامع کلمات کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، رعب کے ذریعہ مجھ کو نصرت عطا فرمائی گئی ہے اور جب کہ میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دینے کے لئے لائی گئیں اور میرے سامنے پیش کردی گئیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "خزائن الارض" یعنی دنیا کے خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھ دیں، اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ یہ سارے علاقے فتح ہوں گے میرے متبعین صحابہ اور تابعین ان علاقوں کو فتح کر کے خزانے حاصل کریں گے، یا مطلب یہ ہے کہ ان مفتوحہ علاقوں کے معدنیات ان کو ملیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اور مشرق ومغرب کے اکثر علاقے دور عمر رضی اللہ عنہ اور دور عثمان رضی اللہ عنہ میں اور اس کے بعد تابعین کے خلفاء کے ہاتھوں میں آ گئے، آج بھی معدنیات کے اکثر خزانے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں اور اگر مسلمان حکمران جہاد کریں تو سارے خزانے ان کے ہاتھ میں آ جائیں گے اور یہ مشرق ومغرب بلکہ پوری دنیا کے مالک بن جائیں گے۔ آنے والی روایت اور دیگر چند روایات کی تشریح وتوضیح بھی اسی طرح ہے۔

اجتماعی طور پر یہ امت ختم نہیں ہوگی

﴿۱۲﴾وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُهَا مَازُوِیَ لِیْ مِنْهَا وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ وَاِنِّیْ سَأَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ اَنْ لَّا یُهْلِکَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَّا یُسَلِّطَ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰی اَنْفُسِهِمْ فَیَسْتَبِیْحَ بَیْضَتَهُمْ وَاِنَّ رَبِّیْ

قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روئے زمین کو سمیٹا، چنانچہ میں نے روئے زمین کو مشرق سے لے کر مغرب تک دیکھا اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری امت عنقریب روئے زمین کے ان تمام علاقوں کی بادشاہت سے سرفراز ہوگی جو سمیٹ کر مجھ کو دکھائے گئے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مجھ کو سرخ اور سفید دو خزانے عطا کئے گئے ہیں، نیز میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ میری امت کے لوگوں کو عام قحط میں نہ مارے اور یہ کہ میری امت پر مسلمانوں کے علاوہ کسی دشمن کو اس طرح مسلط نہ کرے، جو ان کی اجتماعیت اور ملی نظام کے مرکز پر قبضہ کرلے۔ چنانچہ میرے رب نے فرمایا! اے محمد! جب میں کسی بات کا فیصلہ کرلیتا ہوں تو وہ بدلا نہیں جاسکتا، پس میں تمہاری امت کے حق میں تمہیں اپنا یہ عہد و فیصلہ دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو نہ تو عام قحط میں ہلاک کروں گا اور نہ خود ان کے علاوہ کوئی اور دشمن ان پر مسلط کروں گا، جو ان کی اجتماعیت اور ملی نظام کے ایک مرکز پر قبضہ کرلے، اگرچہ ان پر تمام روئے زمین کے غیر مسلم دشمن جمع ہو کر حملہ آور ہوں، الا یہ کہ تمہاری امت ہی کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں اور ایک دوسرے کو قید و بند کی صعوبت میں ڈالیں۔ (مسلم)

توضیح: "زوی" سکیڑنے اور جمع کرنے کے معنی میں ہے۔ زمین کے اس سکیڑنے اور مشرق و مغرب دکھانے سے مراد وہی فتوحات ہیں، سرخ و سفید خزانوں سے مراد سونا اور چاندی ہے۔ "سنة عامة" عام قحط اور عام خشک سالی مراد ہے جس سے پوری امت کی جڑ اُکھڑ کر تباہ ہوجائے ایسا نہیں ہوگا۔ "فیستبیح" اس سے مباح کرنا، حلال سمجھنا اور کنٹرول کر کے تباہ کرنا مراد ہے۔ "بیضتهم" بیضہ مرکزی مقام کو کہتے ہیں، مرکزیت و اجتماعیت اور انتظامی و ملی نظام مراد ہے کہ اس کو کوئی دشمن پارہ پارہ نہیں کرسکے گا۔ "ولو اجتمع" اس میں لو وصلیہ ہے۔ "باقطارها" یہ جمع ہے اس کا مفرد قطر ہے، اس سے اطراف و جوانب مراد ہیں، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی امت کی حفاظت اور امن و سلامتی کے لئے دو چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک یہ ہے کہ عام فاقہ کشی اور خشک سالی و قحط سے اس امت کو ہلاک نہیں کریں گے۔ دوم یہ کہ دشمنان اسلام کو ان پر اس طرح مسلط نہیں کریں گے جو ان کی مرکزیت اور اساس سلطنت کو جڑ سے اکھیڑ دیں اگرچہ پوری دنیا کے دشمنان اکٹھے ہوجائیں۔ ہاں اگر آپس میں لڑیں اور پھر باہر سے دشمن آکر ان کے مرکز کو ختم کردے وہ الگ بات ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کو آپس کا اختلاف اور نفاق وہ نقصان پہنچاتا ہے جو پوری دنیا کے کفار نہیں پہنچا سکتے۔

اپنی امت کے لئے آنحضرت ﷺ کی دُعا

﴿۱۳﴾ وَعَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِي مُعَاوِيَةَ دَخَلَ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَدَعَا رَبَّهُ طَوِيلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً سَأَلْتُ

رَبِّی اَنْ لَّا یُھْلِکَ اُمَّتِی بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِیْھَا وَسَأَلْتُ اَنْ لَّا یُھْلِکَ اُمَّتِی بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِیْھَا وَسَأَلْتُهُ اَنْ لَّا یَجْعَلَ بَأْسَھُمْ بَیْنَھُمْ فَمَنَعَنِیْھَا. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ بنی معاویہ کی مسجد کے قریب سے گذرے تو اندر تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی، اس نماز میں آپ کے ساتھ ہم بھی شریک ہوئے، آپ نے اپنے پروردگار سے بڑی طویل دعا مانگی، پھر جب نماز و دعا سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے تین چیزیں مانگی تھیں، ان میں سے دو چیزیں تو مجھے عطا فرمادی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا، ایک چیز کی درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو قحط عام میں ہلاک نہ کیا جائے، یہ درخواست قبول فرمالی گئی، دوسری درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو پانی میں غرق کر کے ہلاک نہ کیا جائے اور میری یہ درخواست بھی قبول فرمالی گئی، تیسری درخواست یہ تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں دست و گریبان نہ ہوں لیکن میری یہ درخواست قبول نہیں ہوئی۔ (مسلم)

تورات میں آنحضرت ﷺ کے اوصاف

﴿۱۴﴾ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ لَقِیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی التَّوْرٰةِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرٰةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِی الْقُرْاٰنِ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّیِّیْنَ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَدْفَعُ بِالسَّیِّئَةِ السَّیِّئَةَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْا وَیَغْفِرُ وَلَنْ یَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیَفْتَحَ بِھَا اَعْیُنًا عُمْیًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا.

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَکَذَا الدَّارِمِیُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ نَحْوَہٗ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ فِیْ بَابِ الْجُمُعَةِ)

اور حضرت عطاء ابن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے مشرف ہوا تو ان سے عرض کیا کہ تورات میں رسول کریم ﷺ کی جن صفات و خصوصیات کا ذکر ہے ان کے بارے میں مجھے کچھ بتائیے، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ضرور بتاؤں گا، خدا کی قسم تورات میں آنحضرت ﷺ کی ان بعض صفات و خصوصیات کا ذکر ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں، (جس طرح فرمایا گیا) اے نبی! ہم نے تمہیں اہل ایمان کا شاہد، اجر و انعام کی خوشخبری دینے والا، عذاب و عتاب سے ڈرانے والا اور امیوں کو پناہ دینے والا بنا کر بھیجا ہے، اے محمد! تم میرے بندے ہو، تم میرے خاص رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے، نہ تم بدخو ہو، سخت گو اور نہ سخت دل ہو، اور نہ بازاروں میں شور و غل مچانے والے ہو، تورات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ (محمد) برائی کو برائی کے ساتھ دور نہیں کریں گے بلکہ درگذر کریں گے اور برائی کرنے والے کے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان (محمد ﷺ) کی روح کو اس وقت تک قبض نہ کرے گا جب تک ان کے ذریعہ کج رو اور گمراہ

قوم کو راہ راست پر نہ لے آئے اس طرح کہ قوم کے لوگ اعتراف واقرار کرلیں گے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اس وقت تک ان کی روح قبض نہیں کی جائے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کے ذریعہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بے حس دلوں کو درست نہ کردے۔ اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے نیز یہی حدیث دارمی نے بھی عطا ابن یسار ہی سے نقل کی ہے البتہ دارمی میں عطا ابن یسار کی یہ روایت عبداللہ ابن سلام سے منقول ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس کی ابتداء "نحن الاخرون" کے الفاظ سے ہوتی ہے باب الجمعہ میں نقل کی جاچکی ہے۔

توضیح: "حرزًا" محافظ کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عرب کے لئے پناہ گاہ بنایا، مضبوط بنایا جس میں شیطان کے اغوا یا عجم کے غلبہ سے عرب لوگ محفوظ رہیں گے۔

"لیس بفظ" بداخلاق کے معنی میں ہے ای لیس بشیء الخلق او القول. "ولا غلیظ" سخت دل اور غلیظ القلب کا معنی لینا زیادہ اچھا ہے "ولو کنت فظا غلیظ القلب" کی طرف اشارہ ہے۔ "ولا سخاب" بازاروں میں بداخلاقی کی وجہ سے چیخنے چلانے کے معنی میں ہے، اس میں "فبما رحمة من الله لنت لهم" کی طرف اشارہ ہے۔

"الملة العوجاء" ملت ابراہیمی کی وہ صورت مراد ہے جسکو مشرکین مکہ نے ٹیڑھا بنادیا تھا، آنحضرت ﷺ نے اس کو سیدھا کیا اور دین اسلام کی شکل میں پیش فرمادیا۔ والحمدلله علی ذلک.

مؤرخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

الفصل الثانی

آپس کی جنگیں ہوتی رہیں گی

﴿۱۵﴾ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً فَاَطَالَھَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّیْتَ صَلٰوۃً لَمْ تَکُنْ تُصَلِّیْھَا قَالَ اَجَلْ اِنَّھَا صَلٰوۃُ رَغْبَۃٍ وَّرَھْبَۃٍ وَاِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ فِیْھَا ثَلٰثًا فَاَعْطَانِیْ اِثْنَتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَۃً سَاَلْتُہٗ اَنْ لَّا یُھْلِکَ اُمَّتِیْ بِسَنَۃٍ فَاَعْطَانِیْھَا وَسَاَلْتُہٗ اَنْ لَّا یُسَلِّطَ عَلَیْھِمْ عَدُوًّا مِنْ غَیْرِھِمْ فَاَعْطَانِیْھَا وَسَاَلْتُہٗ اَنْ لَّا یُذِیْقَ بَعْضَھُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِیْھَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس کو خلاف معمول کافی طویل کیا، ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج تو آپ نے ایسی طویل نماز پڑھی کہ کبھی بھی اتنی طویل نماز نہیں پڑھی تھی، فرمایا ہاں! یہ نماز امید وخواہش اور خوف ودہشت کی نماز تھی، حقیقت یہ ہے کہ میں نے نماز میں اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کی التجا کی، ان میں سے دو مجھ کو عطا کردی گئیں اور ایک سے انکار کردیا گیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک التجا تو یہ کی تھی کہ وہ میری امت کو عام قحط میں مبتلا نہ کرے جس سے امت ہلاک وتباہ ہو جائے، میری یہ التجا پوری ہوئی، دوسری التجا یہ تھی کہ مسلمانوں پر کوئی غیر مسلم دشمن مسلط نہ کیا جائے، میری یہ التجا بھی پوری ہوئی، میں نے تیسری التجا یہ کی تھی کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو ہلاکت وعقوبت سے دوچار نہ کریں لیکن میری یہ التجا قبول نہیں ہوئی۔ (ترمذی، نسائی)

اہل باطل اہل حق کو ختم نہیں کرسکتے

﴿۱۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَجَارَکُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ اَنْ لَّا یَدْعُوَ عَلَیْکُمْ نَبِیُّکُمْ فَتَھْلِکُوْا جَمِیْعًا وَاَنْ لَّا یَظْھَرَ اَھْلُ الْبَاطِلِ عَلٰی اَھْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین چیزوں سے محفوظ رکھا ہے۔ ایک تو یہ کہ تمہارا نبی تمہارے لئے بددعا نہ کرے جس سے تم ہلاک ہو جاؤ دوسرے یہ کہ باطل وگمراہ لوگ اہل حق پر غالب نہ ہوں، تیسرے یہ کہ میری ساری امت گمراہی پر جمع نہ ہو۔ (ابوداؤد)

توضیح: "ان لا یظھر" یعنی اہل باطل اہل حق پر اس طرح غالب نہیں آسکتے کہ اہل حق کا استیصال ہو جائے، اہل حق ہمیشہ قائم ودائم رہیں گے اگرچہ مغلوب ہوں مگر شمع اسلام ہمیشہ روشن رہے گی:

نور حق ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھا یا نہ جائے گا
حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

جہاد امت کو متحد رکھتا ہے

﴿۱۷﴾وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيْفَيْنِ سَيْفًا مِنْهَا وَسَيْفًا مِّنْ عَدُوِّهَا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے خلاف دو تلواروں کو اکٹھا نہیں کرے گا، ایک تلوار تو خود مسلمانوں کی اور دوسری تلوار ان کے دشمنوں کی۔ (ابوداود)

توضیح: "سیفین" یعنی بیک وقت اس امت پر دو تلواریں اکٹھی نہیں ہوں گی، اگر دشمن سے جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ ہوگا تو آپس میں جنگ نہیں ہوگی (ہاں اگر منافقین کی ایک جماعت کفار سے مل گئی تو پھر دو تلواریں جمع ہوں گی) اور اگر دشمن سے جنگ اور جہاد نہیں ہوگا تو پھر آپس میں لڑیں گے جیسے ایک جاہلی شاعر نے کہا:

واحیانا علی بکر اخینا اذا مالم نجد الا اخانا

اس حدیث سے مسلمانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ جہاد مقدس کو ہمیشہ زندہ اور جاری رکھنا چاہئے ورنہ آپس میں لڑیں گے۔

آنحضرت ﷺ کی نسبی برتری

﴿۱۸﴾وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کفار کو نبی کریم ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے سنا تو آپ کی خدمت میں آئے۔ آنحضرت ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمد ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق میں پیدا کیا پھر اس بہترین مخلوق کے اللہ تعالیٰ نے دو طبقے کئے اور مجھے ان دونوں طبقوں میں سے بہترین طبقہ میں پیدا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس بہترین طبقہ کو قبائل در قبائل کیا اور مجھے ان قبائل میں سے بہترین قبیلہ میں پیدا کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس بہترین قبیلہ کے مختلف گھرانے بنائے اور مجھے ان گھرانوں میں سے بہترین

گھرانے میں پیدا کیا، پس میں ان میں ذات وحسب کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر واعلیٰ ہوں اور خاندان وگھرانے کے اعتبار سے بھی سب سے اونچا ہوں۔ (ترمذی)

توضیح: "الخلق" خلق سے یہاں انسان اور جنات مراد ہیں۔ "خیرھم" یعنی جنات اور انسان میں سے مجھے بہتر مخلوق میں پیدا کیا جو انسان ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان جنات سے افضل ہیں۔ "فرقتین" دو فرقوں سے انسانوں کے دو فرقے عجم اور عرب مراد ہیں۔ "فی خیرھم" اس بہتر فرقے سے مراد عرب ہیں معلوم ہوا عرب عجم سے افضل ہیں کیونکہ حضور ﷺ کا خاندان ہے کسی نے اپنے ذوق کے مطابق کہا:

دہ عاشقئی بدہ دستور ھمین پہ یوہم ۔۔۔ ناز دہ ٹولو خلقو اوڑمہ

"جعلھم" یعنی عرب کو اللہ تعالیٰ نے قبائل در قبائل تقسیم فرمایا۔ "بیوتا" یعنی مختلف گھرانے بنائے۔ "بیتا" یعنی مجھے سب سے عمدہ اور بہتر گھرانے میں پیدا فرمایا جو بنو ہاشم کا گھرانہ ہے لہٰذا میں نسب حسب میں سب سے اعلیٰ وارفع ہوں تو میرا چچا عباس بھی نسلی اور نسبی اعتبار سے سب سے زیادہ عمدہ ہیں۔ تقسیم قبائل میں یہاں چند الفاظ بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) شعوب یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) پھر قبائل (۳) پھر عمارہ (۴) پھر بطن (۵) پھر فخذ (۶) پھر فصیلہ۔ چنانچہ خزیمہ شعب ہے، کنانہ قبیلہ ہے، قریش عمارہ ہے، قصی بطن ہے، بنو ہاشم فخذ ہے اور بنو عباس فصیلہ ہے۔

"آنحضرت ﷺ سب سے پہلے نبی بنائے گئے" کا مطلب

﴿۱۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! نبوت کے لئے آپ کس وقت نامزد ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے۔ (ترمذی)

توضیح: "متی وجبت" سائل نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کب سے آپ کی نبوت شروع ہوگئی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت نبی بن چکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک جسم اور روح کے درمیان تھے یعنی ابھی انکے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی۔

سوال: یہاں ایک گہرا سوال ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا میں ظہور کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے ہیں اور نبوت کا منصب جب انبیاء کرام کو عطا ہورہا تھا تو اس وقت عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام کو ایک ساتھ نبی بنایا گیا تھا تو یہاں اس حدیث میں اس جملہ کا کیا مطلب ہے کہ میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام روح وجسد کے درمیان تھے یعنی پیدائش کے مراحل میں تھے؟

جواب: اس سوال کا جواب اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عالم ارواح میں نبوت تو سب کو ایک ساتھ ملی لیکن نبوت

کے انوارات اور اس کی برکات وتجلیات کے پڑنے کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عالم ارواح میں اس وقت شروع ہوا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس اعتبار سے حضور اکرم ﷺ افاضۂ برکات نبوت میں سب سے اول نبی ہیں اور نبوت کے ظہور کے اعتبار سے آپ سب سے آخری نبی ہیں، اسی اعتبار سے بعض روایات میں ہے کہ ہر نبی نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کے نور نبوت سے استفادہ کیا ہے، علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں:

وکل آی أتی الرسل الکرام بها فانما اتصلت من نوره بهم

"منجدل" یعنی زمین پر پچھاڑا ہوا پڑا تھا، اس سے زمین پر بے جان پڑا رہنا مراد ہے۔

حضرت امی آمنہ نے کیا دیکھا؟

﴿۲۰﴾وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنِّيْ عِنْدَاللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَااُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَانُوْرٌاَضَآءَ لَهَامِنْهُ قُصُوْرُالشَّامِ.

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ مِنْ قَوْلِهٖ سَاُخْبِرُكُمْ اِلٰى اٰخِرِهٖ)

اور حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں میرا پہلا امر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے اور میری ماں کا خواب ہے جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، حقیقت یہ ہے کہ میری ماں کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا تھا جس نے ان پر شام کے محلات کو روشن کر دیا تھا۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔ نیز امام احمد نے بھی اس روایت کو "ساخبر کم" سے آخر تک ابوامامہ سے نقل کیا ہے۔

توضیح: "رأت" اس سے خواب کی حالت بھی مراد لی جاسکتی ہے، مطلب یہ ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے کچھ پہلے حضرت آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا تھا جو کہہ رہا تھا کہ تم کہہ دو کہ میں اس بچہ کو (جو میرے پیٹ میں ہے) ہر حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اور اس جملہ سے بیداری کی حالت بھی مراد لی جاسکتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت آمنہ نے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں اپنے جسم سے ایک نور جدا ہوتا ہوا دیکھا جس نے شام کے محلات کو روشن کیا، اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ پیدا ہونے والا یہ نونہال آئندہ ان علاقوں کو فتح کرے گا۔

﴿۲۱﴾وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاسَيِّدُوُلْدِاٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَافَخْرَوَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَافَخْرَ وَمَامِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّاتَحْتَ لِوَائِيْ وَاَنَااَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ

عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَافَخْرَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام انبیاء کا سردار بنوں گا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، اس دن کوئی بھی نبی خواہ وہ آدم ہوں یا کوئی اور ایسا نہیں ہوگا جو میرے جھنڈے کے نیچے نہیں آئے گا۔ اور سب سے پہلے میں زمین پھٹ کر اٹھوں گا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (ترمذی)

آنحضرت ﷺ حبیب اللہ ہیں

﴿۲۲﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَادَنَامِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَاِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَالَ اٰخَرُ مُوْسٰى كَلَّمَهٗ تَكْلِيْمًا وَقَالَ اٰخَرُفَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهٗ وَقَالَ اٰخَرُاٰدَمُ اِصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْسَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَعِيْسٰى رُوْحُهٗ وَكَلِمَتُهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَاٰدَمُ اِصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ اَلَاوَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَافَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَافَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَافَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيْ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَافَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَافَخْرَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے کچھ صحابی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ سے نکلے اور جب ان کے قریب پہنچے تو ان کی باتیں کان میں پڑیں، آپ نے ایک صحابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل قرار دیا، دوسرے صحابی نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف تکلم سے نوازا، ایک اور صحابی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، ایک صحابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، بہرحال رسول کریم ﷺ ان کی مجلس تک پہنچ گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں، تمہیں تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے خلیل یعنی دوست ہیں تو بے شک ان کی یہی شان ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے ہمراز وہم سخن ہیں تو بے شک انکی یہی شان ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا کلمہ اور اس کی روح ہیں تو بیشک ان کی بھی یہی شان ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے برگزیدہ کیا، تو بیشک ایسا ہی ہے اور ان کی یہی شان ہے۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں خدا کا حبیب ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، قیامت کے دن حمد کا پرچم میرے ہی ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے آدم اور دوسرے تمام نبی ورسول ہونگے اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں

ہوں گا، سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور میں یہ بات فخر کے طور نہیں کہتا، جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والوں میں سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ جنت کا دروازہ میرے لئے کھول دے گا اور (سب سے پہلے) مجھے جنت میں داخل کرے گا، اس وقت میرے ساتھ مؤمن فقراء ہوں گے اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا اور بلاشبہ میں تمام اگلے پچھلوں سب ہی سے افضل واکرم ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (ترمذی، داری)

توضیح: "انا حبیب اللہ" حبیب اللہ کی یہ صفت تمام صفات سے زیادہ جامع ہے کیونکہ حبیب بمعنی محبوب ہے اور جو محبوب ہوتا ہے وہ خلیل بھی ہوتا ہے، مکلّم بھی ہوتا ہے اور مشرف و معظم بھی ہوتا ہے۔

حبیب اور خلیل میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ خلیل طالب کے درجہ میں ہوتا ہے یعنی سالک و مرید ہوتا ہے اور حبیب مطلوب و مراد کے درجہ میں ہوتا ہے، ایک فرق یہ بھی ہے کہ خلیل کی مغفرت اُمید اور طمع کے درجہ میں ہوتی ہے اور محبوب کی مغفرت یقین کے درجہ میں ہوتی ہے وھذا واضح فی القرآن دیکھو خلیل کے بارے میں یہ ہے ﴿والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین﴾ ادھر حبیب کے بارے میں یہ ہے ﴿لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وماتأخر﴾ دونوں میں بڑا فرق ہے وانا حبیب اللہ میں ان تمام حقائق کی طرف اشارہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی شان عالیشان

﴿۲۳﴾ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ قَيْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَفَخْرٍ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰى صَفِیُّ اللّٰهِ وَاَنَاحَبِيْبُ اللّٰهِ وَمَعِیَ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ وَعَدَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ وَاَجَارَهُمْ مِنْ ثَلٰثٍ لَايَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَّلَايَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ وَّلَايَجْمَعُهُمْ عَلٰى ضَلَالَةٍ. (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

اور حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہم آخر میں ہیں لیکن قیامت کے دن ہم اول ہوں گے، اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اور اس بات کے کہنے سے اظہار فخر مقصود نہیں ہے اور وہ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام تو خدا کے خلیل ہیں، موسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ ہیں اور میں خدا کا حبیب ہوں کہ دنیا و آخرت میں میری حیثیت محب کی بھی ہے اور محبوب کی بھی اور قیامت کے دن حمد کا پرچم میرے پاس ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیر کثیر عطا کرنے کا اور تین چیزوں سے بچانے کا وعدہ کیا ہے، ایک تو یہ کہ وہ مسلمانوں کو عام قحط میں ہلاک نہیں کرے گا، دوسرے یہ کہ کوئی دشمن ان کا استیصال نہ کر سکے گا یعنی دشمنان اسلام سارے مسلمانوں کو نیست و نابود نہ کر سکیں گے اور تیسرے یہ کہ تمام مسلمان کسی گمراہی پر اتفاق نہیں کریں گے یعنی یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ساری اسلامی دنیا کسی ایسی بات پر اتفاق کرلے جو گمراہی کا باعث ہو۔ (داری)

توضیح: "نحن الآخرون" یعنی دنیا میں ظہور اور آمد کے اعتبار سے ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت میں جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے ہم سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ "وعدنی" یعنی خیر کثیر اور بیشمار نعمتوں کا وعدہ کیا

ہے۔ "واجارھم" یعنی تین خصلتوں اور تین آفتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو امن میں رکھا ہے۔ (۱) عام خشک سالی سے تباہ نہیں ہوں گے۔ (۲) دشمن سب کو ہلاک نہیں کریں گے اور (۳) گمراہی پر سب جمع نہیں ہوں گے۔ اس سے امت اجابت مراد ہے، امت دعوت یعنی کفار سے یہ وعدہ نہیں ہے۔

﴿۲۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَافَخْرَ وَاَنَاخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَافَخْرَ وَاَنَااَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَلَافَخْرَ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمام نبیوں اور رسولوں کا قائد ہوں گا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، میں انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، شفاعت کرنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (دارمی)

﴿۲۵﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَااَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَابُعِثُوْا وَاَنَاقَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَااَنْصَتُوْا وَاَنَامُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَاحُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَايَئِسُوْا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَاَنَااَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّيْ يَطُوْفُ عَلَيَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اَوْلُؤْلُؤٌمَّنْثُوْرٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے قبر میں سے میں نکلوں گا، جب لوگ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں گے تو ان کی قیادت میں کروں گا، جب تمام لوگ خاموش ہوں گے تو میری ہی زبان سب کی ترجمانی کرے گی اور جب لوگوں کو موقف میں روک دیا جائے گا تو ان کی شفاعت میں کروں گا اور جب لوگوں پر ناامیدی اور مایوسی چھائی ہوگی تو (اہل ایمان کو) مغفرت ورحمت کی بشارت دینے والا میں ہوں گا، اس دن شرف وکرامت اور جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی، اس دن حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، اس دن پروردگار کے نزدیک آدم کے بیٹوں میں سب سے بزرگ واشرف میری ہی ذات ہوگی، میرے آگے پیچھے ہزاروں خادم پھرتے ہوں گے جیسے وہ چھپے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہوں۔ اس روایت کو ترمذی ودارمی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "انا خطیبھم" اس سے شفاعت کبریٰ کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ وہاں اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف فرمائیں گے اور پھر شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گے، نیز میدان محشر میں تمام انسان بولنے سے خاموش ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی میں بولنے کی ہمت نہیں ہوگی اس وقت آنحضرت ﷺ کلام فرمائیں گے اور شفاعت کے لئے حمد وثنا کریں گے اور مغفرت کی بشارت دیں گے۔

﴿۲۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاُکْسٰی حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذٰلِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَةِ جَامِعِ الْاُصُوْلِ عَنْهُ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُکْسٰی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا اور پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا مخلوق میں سے کوئی اور کھڑا نہیں ہوگا۔ (ترمذی) اور جامع الاصول کی روایت میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے یوں منقول ہے کہ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں باہر آؤں گا پھر مجھے ایک جنتی جوڑا پہنایا جائے گا۔ الخ......

آنحضرت ﷺ کے لئے مقام وسیلہ کی دُعا

﴿۲۷﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَسِیْلَةُ قَالَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ لَا یَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَّاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا هُوَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ وسیلہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جنت کے سب سے بڑے درجہ کا نام ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ شخص میں ہوں۔ (ترمذی)

توضیح: "الوسیلة" مقام محمود اور وسیلہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اذان کے بعد دُعا میں وسیلہ کا ذکر ہے، حضور اکرم ﷺ نے تواضع کے انداز میں کلام فرمایا ہے ورنہ مقام محمود اور وسیلہ آپ کے لئے مختص کر دیا گیا ہے، اس دُعاء میں امت کے لئے ثواب کمانے کا بہترین متوقع ہے ارجو کے لفظ کو بعض شراح نے اتیقن کے معنی میں لیا ہے، یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ مقام مجھے ملے گا۔

﴿۲۸﴾ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَیْرَ فَخْرٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء کا امام و پیشوا بنوں گا اور سب کی شفاعت و سفارش کروں گا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (ترمذی)

﴿۲۹﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ وُلَاةً مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ وَلِیِّیْ اَبِیْ وَخَلِیْلُ رَبِّیْ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر پیغمبر کے پیغمبروں سے ایک ایک رفیق اور ولی ہیں پس پیغمبروں میں سے جو پیغمبر میرے رفیق اور ولی ہیں وہ میرے باپ اور پروردگار کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿ان اولی الناس بابراهيم الخ﴾ (جس کا ترجمہ ہے) بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے (ان کے زمانہ میں) ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (محمد ﷺ) ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ حامی و کارساز ہیں ایمان والوں کے۔ (ترمذی)

توضیح: "ولاۃ" یہ ولی کی جمع ہے دوست کے معنی میں ہے یعنی احباب و محبوبین اور سب سے قریب لوگ۔ "ان ولی ابی" یہ نسخہ صحیح ہے اور ابی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں بعض نسخوں میں ربی کا لفظ ہے وہ نسخہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رب کا معنی یہاں صحیح نہیں ہوگا۔

﴿۳۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں اور اچھے کاموں کو پورا کروں۔ (شرح السنۃ)

تورات میں آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی صفات

﴿۳۱﴾ وَعَنْ كَعْبٍ يَحْكِيْ عَنِ التَّوْرٰةِ قَالَ نَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ لَافَظٌّ وَّلَاغَلِيْظٌ وَّلَاسَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَايَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَّيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِّلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَاجَآءَ وَقْتُهَا يَتَأَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَيَتَوَضَّئُوْنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِيْ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ سَوَاءٌ لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ. (هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ)

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ تورات کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے (تورات میں) یہ لکھا ہوا پایا ہے محمد اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ بندے ہوں گے، وہ نہ درشت خو ہوں گے، اور نہ سخت گو، نہ بازاروں میں شور مچاتے ہوں گے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ معاف کر دینے والے اور بخشش دینے والے ہوں گے ان کی پیدائش کی جگہ مکہ ہوگا ان کی ہجرت کی جگہ طیبہ ہوگا اور ان کی حکومت کی جگہ ملک شام ہوگا ان کی اُمت خدا کی بہت زیادہ حمد و تعریف اور شکر کرنے والی ہوگی جو ہر حالت میں کیا غمی، کیا خوشی اور کیا فراخی کیا تنگی خدا کی حمد و ثنا اور شکر کرے گی۔ وہ لوگ جہاں بھی اتریں گے یا ٹھہریں گے

خدا کا شکر بجالائیں گے اور جہاں بھی چڑھیں گے خدا کی بڑائی بیان کریں گے اور سورج کا لحاظ رکھا کریں گے جب نماز کا وقت ہوگا نماز پڑھیں گے، اپنی کمر پر ازار باندھیں گے، جسم کے اعضاء پر وضو کریں گے ان کا منادی کرنے والا زمین و آسمان کے درمیان ندا کرے گا، جنگ میں اور نماز میں ان کی صف یکساں ہوگی، رات میں ان کی آواز پست ہوگی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ مصابیح نے اس روایت کو انہی الفاظ کے ساتھ اور دارمی نے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

توضیح: ''کعب'' یہ کعب احبار تابعی ہیں تورات کے بہت بڑے عالم تھے، ان کی گواہی ایک مستند حیثیت رکھتی ہے جو حضور اکرم ﷺ کی نبوت اور آپ کی صفات کے لیے ایک تائید ہے۔

''محمد رسول اللّٰہ'' یہ آنحضرت ﷺ کا عام مشہور نام ہے اگرچہ سابق کتابوں اور آسمانوں میں آپ احمد ﷺ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ ''المختار'' یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اختیار سے ہے جو پسندیدہ اور برگزیدہ کے معنے میں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے اور منتخب فرمایا ہے مختار کل کا معنے یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ تمام کائنات کے پسندیدہ ہیں بریلوی لوگ اس کا معنی غلط کرتے ہیں جو ان کے غلط عقیدے کا عکاس ہے۔ ''فظ'' سخت کلام وسخت خو۔ ''غلیظ'' سخت دل۔ ''سخاب'' شور بلند کرنے والا۔ ''مولده بمكة'' عام الفیل ۲۹ اگست ۵۷۰ عیسوی میں آپ پیدا ہوئے، ۴۰ سال قبل نبوت، زمانہ مکہ میں گذارا پھر ۱۳ سالہ دور نبوت بھی مکہ میں گذارا ۵۳ سال کی عمر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، دس سال مدینہ میں جہاد مقدس کرتے رہے ۸ ہجری میں مکہ فتح کیا، ۹ ہجری میں جزیرۂ عرب کے عام لوگ اسلام میں داخل ہوئے، ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع پر آپ ڈیڑھ لاکھ صحابہ کے ساتھ آئے مدینہ واپس جاکر ۱۲ ربیع الاول ۱۰ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کے سر اور داڑھی میں صرف ۲۰ بال سفید تھے، حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تدفین ہوئی اور آج تک اسی حجرہ میں مسجد نبوی کے اندر آرام فرما ہیں پہلو میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما رفاقت میں موجود ہیں۔

''وملكه بالشام'' آپ کا ملکی اور خلافتی استحکام شام میں ہوگا یعنی اصل حکومت تو مدینہ میں ہوگی مگر اس کا استحکام اور مضبوطی شام میں ہوگی، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ سرزمین شام میں بڑا جہاد ہوگا اور اس کے نتیجے میں اسلامی خلافت مضبوط ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی نبوت کے آثار و برکات اور اعلاء کلمۃ اللہ کے زمزمے اور غلغلے شام میں ظاہر ہوں گے۔ ''شرف'' یعنی ہر بلند وبالا مقامات پر نعرۂ تکبیر بلند کریں گے۔ یہ جہاد کے میدان میں خاص طور پر ہوتا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔ ''رعاة للشمس'' یعنی نمازوں کے اوقات کی پابندی کریں گے، سورج کو دیکھ کر نماز کا وقت معلوم کریں گے گویا سورج کو چرانے والے ہوں گے۔ ''یتأزرون'' ازار سے ہے، مراد پاجامے اور ازار بند ہیں یعنی نصف ساق تک ان کے پاجامے ہوں گے۔

''علی اطرافهم'' یعنی جسم کے اطراف وجوانب پر وضو کریں گے، مراد اعضائے وضو ہیں۔ ''ینادی فی جو السماء'' یعنی ان کے مؤذنین بلند وبالا جگہوں پر کھڑے ہوکر اذان دیں گے، چھتوں اور میناروں پر چڑھ کر نماز کے اوقات میں اذان دیں گے، فضاؤں میں ان کی اذان گونجے گی تو گویا فضاؤں میں اذان ہوگی۔ ''فی القتال'' یعنی جس طرح نمازوں میں صفیں باندھ کر نماز پڑھیں گے اسی طرح میدان جہاد میں قتال کے لئے ان کی صف بندی ہوگی۔ ''دوی النحل'' یعنی رات کے وقت تہجد کی نمازوں میں ذکر اللہ اور تلاوت میں اس طرح بھنبھناہٹ ہوگی جس طرح شہد کی مکھی کی آواز میں ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوں گے

﴿۳۲﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرٰةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَّعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ أَبُو مَوْدُودٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ. (رواه الترمذي)

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کے اوصاف کا ذکر ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آپ ﷺ کے حجرۂ اقدس میں جمع کئے جائیں گے۔ حضرت ابومودود جو اس حدیث کے ایک روای ہیں کا بیان ہے کہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے) حجرۂ مبارک میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی)

توضیح: "یدفن معه" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں حضور اکرم ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے، آنحضرت ﷺ کے قدموں میں پیچھے کی طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں پیچھے کی طرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں پیچھے کی طرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہیں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج کریں گے تو مکہ و مدینہ کے درمیان آپ کا انتقال ہوگا وہاں سے آپ کو مدینہ منورہ لے جائیں گے، اور وہاں پر دفن کئے جائیں گے گویا دو نبیوں کے درمیان دو شیخین ہوں گے تصوراتی نقشہ اس طرح ہوسکتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

الفصل الثالث

آنحضرت ﷺ کی عمومی اور کلی فضیلت

﴿۳۳﴾عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اَهْلِ السَّمَآءِ فَقَالُوْا یَاابْنَ عَبَّاسٍ بِمَ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ السَّمَآءِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَالَ لِاَهْلِ السَّمَآءِ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّافَتَحْنَالَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًالِیَغْفِرَلَکَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ قَالُوْا وَمَافَضْلُهٗ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَمَااَرْسَلْنَامِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّابِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ اَلْاٰیَةَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَااَرْسَلْنَاکَ اِلَّاکَافَّةً لِّلنَّاسِ فَاَرْسَلَهٗ اِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام انبیاء اور اہل آسمان (فرشتوں) پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اہل آسمان پر آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کس طور پر فضیلت دی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان سے تو یوں خطاب فرمایا ﴿ومن یقل منهم انی اله من دونه فذلک نجزیه جهنم کذلک نجزی الظلمین﴾ (گویا اس خطاب کے اندر رعب اور دبدبہ کے ساتھ سخت عذاب کی دھمکی بھی ہے) اور محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وماتأخر﴾ (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہارے لئے عظمتوں اور برکتوں کے دروازے پوری طرح کھول دیئے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کہ تمام انبیاء پر آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح فضیلت دی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کی نسبت یوں فرمایا ﴿ومارسلنا من رسول الابلسان قومه الخ﴾ ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ قوم کے سامنے خدا کے احکام وقوانین بیان کرے اور اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے الخ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ﴿ومارسلنک الاکافة للناس﴾ یعنی اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔

آنحضرت ﷺ پوری مخلوق پر بھاری ہیں

﴿۳۴﴾وَعَنْ اَبِیْ ذَرِّ الْغِفَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّکَ نَبِیٌّ حَتّٰی اِسْتَیْقَنْتَ فَقَالَ یَااَبَاذَرٍّ اَتَانِیْ مَلَکَانِ وَاَنَابِبَعْضِ بَطْحَآءِ مَکَّةَ فَوَقَعَ اَحَدُهُمَا اِلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُبَیْنَ السَّمَآءِ

وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهٖ فَوَزَنْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِاَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُوْنَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَوْ وَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا.

(رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے کیسے جانا کہ آپ نبی ہیں اور پھر آپ کو اپنی نبوت کا یقین کیونکر ہوا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوذر! میں بطحائے مکہ میں ایک جگہ تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ تو زمین پر اتر آیا اور دوسرا فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان رہا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی فرشتہ سے پوچھا کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جن کے بارے میں خدا نے ہمیں بتایا ہے کہ میرے ایک پیغمبر ہیں ان کے پاس جاؤ، اس فرشتے نے جواب دیا کہ ہاں یہی وہ شخص ہیں۔ پھر پہلے فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا کہ ایک آدمی کے ساتھ ان کو تول کر دیکھو، چنانچہ مجھے ایک آدمی کے ساتھ تولا گیا اور میں اس آدمی سے بھاری رہا۔ پھر اس فرشتہ نے کہا کہ اب دس آدمیوں کے ساتھ ان کو تولو۔ چنانچہ مجھے دس آدمیوں کے ساتھ تولا گیا اور میں ان دس آدمیوں کے مقابلہ میں بھی بھاری رہا، پھر اس فرشتہ نے کہا کہ اچھا سو آدمیوں کے ساتھ تولو، چنانچہ مجھے سو آدمیوں کے ساتھ تولا گیا اور میں ان سو آدمیوں کے مقابلہ میں بھاری رہا۔ پھر اس فرشتہ نے کہا کہ اچھا اب ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کو تولو، چنانچہ مجھے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ تولا گیا اور میں ان ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں بھی بھاری رہا اور گویا میں ان ہزار آدمیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جس پلڑے میں تھے وہ اتنا ہلکا تھا کہ مجھے لگا جیسے وہ سب کے سب اب میرے اوپر گرے۔ اس کے بعد ان دونوں فرشتوں میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ اگر تم ان کو ان کی ساری امت کے ساتھ بھی تولو یہ یقیناً ساری امت کے مقابلہ میں بھی بھاری رہیں گے۔ ان دونوں روایتوں کو دارمی نے نقل کیا ہے۔

توضیح: "ینتثرون" یعنی مجھے ایسا لگا بوقت وزن ان کے پلڑے سے لوگ مجھ پر گر رہے ہیں کیونکہ ان کا پلڑا ہلکا تھا، اوپر جھول کھا تا رہا، میرا پلڑا بھاری تھا تو وہ اوپر سے گویا مجھ پر گر رہے ہیں کسی نے خوب فرمایا: ؎

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں　　تیرا کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

آنحضرت ﷺ پر قربانی فرض تھی

﴿۳۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتِبَ عَلَيَّ النَّحْرُ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ وَاُمِرْتُ بِصَلٰوةِ الضُّحٰى وَلَمْ تُؤْمَرُوْا بِهَا. (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر قربانی فرض کی گئی ہے جب کہ تمہارے اوپر اس طرح فرض نہیں ہے، نیز مجھ کو چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے جب کہ تمہیں نہیں دیا گیا بلکہ اس نماز کو تمہارے لئے صرف سنت قرار دیا گیا۔ (دارقطنی)

توضیح: "کتب علی" فرض کرنے کے معنی میں ہے یعنی میں مالدار ہوں یا غیر مالدار، ہر حالت میں مجھ پر قربانی فرض ہے اور تم امت والے اگر مالدار نہیں تو تم پر قربانی فرض نہیں ہے اور چاشت کی نماز مجھ پر واجب ہے تم پر واجب نہیں ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چاشت کی نماز کی پابندی نہیں کی ہیں پھر فرض ہونے کا کیا مطلب ہے؟۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایک بار چاشت کی نماز پڑھنا فرض تھا جو آپ نے پڑھ لی ہمیشہ کے لئے فرض نہیں تھی اور امت پر بھی فرض نہیں تھی صرف سنت ہے۔

باب اسمآء النبی ﷺ و صفاته

حضور اکرم ﷺ کے نام اور صفات

اس عنوان کے دو جزء ہیں ایک جزء میں آپ کے ناموں کا بیان ہے، دوسرے جزء میں آپ کی صفات کا بیان ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صفات سے آپ کے اخلاق وشمائل مراد نہیں ہیں بلکہ آپ کی جسمانی ساخت کا بیان مراد ہے جس کو حلیہ کہتے ہیں تو اس باب میں آپ کا حلیہ مبارکہ پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد آپ کے اخلاق کا بیان آئے گا۔

آپ کے نام سو ہیں مگر آپ کا ذاتی نام جو آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کے لئے منتخب کیا تھا وہ محمد ﷺ ہے یہی زیادہ مشہور ہے البتہ سابقہ ادیان اور سابقہ کتب میں اور اسی طرح آسمان کے فرشتوں میں آپ کا زیادہ مشہور نام احمد ہے۔

عرب میں محمد نام رکھنے کا بہت کم رواج تھا بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا آپ کے دادا سے پوچھا بھی گیا کہ آپ نے یہ نام کیوں رکھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ میرے اس بیٹے کی تعریف اور مدح کرے اور یہ سب کا محمود بن جائے یعنی ستودۂ صفات، تعریف کردہ شدہ بن جائے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا:۔

وضم الالٰه اسم النبی باسمه　　اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

فشق له من اسمه لیجله　　فذو العرش محمود وهذا محمد

ایسا لگتا ہے کہ آپ کے ساتھ یہ نام تکوینی طور پر مختص تھا آپ سے پہلے زیادہ سے زیادہ سات اشخاص نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا تھا وہ بھی اس مقصد سے کہ شاید نبی آخر زمان ان کا بیٹا بن جائے کیونکہ سابقہ کتب سے ان کو معلوم ہو چلا تھا کہ نبی آخر زمان کا نام محمد ہوگا علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

محمد سید الکونین والثقلین　　والفریقین من عرب ومن عجم

بہرحال باب فضائل سید المرسلین سے لے کر باب مناقب قریش تک انتہائی بسط وشرح اور انتہائی تفصیل کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے فضائل ہی کا بیان ہے، مظاہر حق کے صفحات کے حساب سے ۲۹۲ صفحات پر مشتمل یہ عظیم ذخیرۂ احادیث صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے فضائل اور مناقب سے متعلق ہے مگر پھر بھی تشنۂ لب ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محامد کے لئے محمد عربی ﷺ کافی ہیں اور محمد عربی کی مدائح کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے، ہم تو صرف ثواب کمانے کے لئے ان محامد اور مدائح کو دہراتے ہیں کسی نے بہت ہی خوب فرمایا:۔

خدا در انتظار حمد ما نیست　　محمد چشم بر راہ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس　　محمد حامد حمدِ خدا بس

محمد از تو میخواہم خدا را　　خدا یا از تو عشق مصطفےٰ را

الفصل الاول

آنحضرت ﷺ کے مختلف نام

﴿۱﴾ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيُ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے متعدد نام ہیں جن میں سے میرا نام محمد ہے احمد ہے میرا نام ''ماحی'' بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹاتا ہے، میرا نام ''حاشر'' بھی ہے کہ لوگوں کو میرے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا۔ اور میرا نام ''عاقب'' بھی ہے کہ یعنی وہ شخص جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''اسماء'' یعنی میرے کئی نام ہیں، آنحضرت ﷺ کے ناموں کا زیادہ ہونا آپ کی عظمت اور اوصاف حمیدہ کی کثرت کی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ایک نام اسم ذاتی ہے جو محمد ﷺ ہے جو آپ کے دادا نے رکھا ہے۔ باقی سب صفاتی نام ہیں جو کل ایک سو نام معروف ومشہور ہیں۔ ''الماحی'' باطل کو مٹانے والا۔ ''الحاشر'' جمع کرنے والا یعنی سب سے پہلے آپ ﷺ قبر سے اُٹھیں گے، آپ کے نقش قدم پر دوسرے لوگ اُٹھیں گے اور میدان محشر میں اکٹھے ہوں گے۔ ''العاقب'' اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے امتی بن کر آئیں گے اس کے علاوہ دعویٰ کرنے والا جھوٹا دجال ہوگا۔

﴿۲﴾ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّيْ لَنَا نَفْسَهُ اَسْمَآءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَّالْمُقَفِّيْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہمارے سامنے اپنی ذات مبارک کے متعدد نام بیان فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے فرمایا: میں ''احمد'' ہوں، میں ''محمد'' ہوں میں ''مقفی'' (تمام پیغمبروں کے پیچھے آنے والا) ہوں، میں ''حاشر'' یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع کرنے والا ہوں، میں توبہ کا نبی ہوں اور میں رحمت کا نبی ہوں۔ (مسلم)

توضیح: ''المقفی'' من القفو بمعنی الاخر یعنی سب سے آخر میں آنے والے نبی، یہ عاقب کے معنی میں ہے، گویا خاتم النبیین کے مفہوم میں ہے۔ ''نبی الرحمة'' آپ کائنات کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ ''نبی التوبة'' مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ پر بہت مخلوق نے توبہ کی یا مطلب یہ ہے کہ آپ دن اور رات میں بہت زیادہ استغفار اور توبہ کرتے تھے۔ مسجد نبوی کی محرابی دیوار پر اس کے ساتھ ''نبی السیف'' بھی لکھا ہے اور نبی الملاحم بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یعنی گھمسان کی جنگوں والے نبی اور تلوار والے نبی۔

حضور اکرم ﷺ کا نام گالیوں سے محفوظ رہا

﴿۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قریش کی گالیوں اور لعنتوں سے کس طرح محفوظ رکھا ہے؟ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں جب کہ میں ''محمد'' ہوں۔ (بخاری)

توضیح: ''مذمم'' قریش چونکہ عربی کو جانتے تھے اور محمد کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جو بہت ہی تعریف کردہ شدہ ہے، جب قریش گالی دیتے تھے تو آپ کا نام لے کر گویا پہلے تعریف ہو جاتی تھی پھر گالی آتی تھی، اس چیز کو کفار قریش نے محسوس کیا اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ محمد کو آیندہ ''مذمم'' کہیں گے اس نام سے گالی دیں گے، چنانچہ وہ مذمم کہہ کر گالیاں دیتے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لفظی طور پر بھی آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ گالی نہ جڑے اس لئے اب وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں، مذمم کون ہے میں تو محمد ہوں!

﴿۴﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ وَكَانَ اِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَاِذَا شَعِثَ رَأْسُهٗ تَبَيَّنَ وَكَانَ كَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَجْهُهٗ مِثْلُ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا وَرَاَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهٖ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهٗ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے سر اور داڑھی کے اگلے حصہ میں کچھ بال سفید ہو گئے تھے جب آپ بالوں میں تیل لگا لیتے تو یہ سفیدی ظاہر نہیں ہوتی تھی، البتہ جب سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے ہوتے تو یہ سفیدی جھلکنے لگتی تھی اور آنحضرت ﷺ کی داڑھی میں بہت زیادہ بال تھے۔ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا یہ حلیہ شریف بیان کیا تو ایک شخص نے کہا آپ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب کی طرح تھا اور گولائی لئے ہوئے تھا۔ نیز میں نے آپ کی مہر نبوت کو دیکھا جو شانہ کے قریب تھی اور کبوتر کے انڈے کی طرح تھی، اس کی رنگت آپ کے جسم مبارک کے رنگ کی سی تھی۔ (مسلم)

توضیح: ''شمط'' یہ بالوں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ ''شعث'' خشک ہو کر بالوں کے پراگندہ ہونے کو شعث کہتے ہیں۔ ''مثل السیف'' چونکہ تلوار میں چمک کے ساتھ لمبائی اور چوڑائی ہوتی ہے تو یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ شاید آنحضرت ﷺ کا چہرہ اسی طرح تھا اس کا جواب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دیا کہ اس طرح نہیں بلکہ آپ کا چہرہ چاند کی طرح سفید اور سورج کی طرح روشن

تھا۔ "یشبه جسده" یعنی مہر نبوت کا گوشت جسم کے گوشت کے مشابہ تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر نبوت کے گوشت کا رنگ اسی طرح تھا جو عام جسم کا رنگ تھا۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نو عمر صحابی ہیں اور آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارکہ چھوٹے صحابہ ہی نے بیان کیا ہے بڑے صحابہ یہ جرأت نہیں کرسکتے تھے جس کا اعتراف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت کیا تھا کہ میں نے کبھی بھی آنکھیں بھر کر آنحضرت ﷺ کا دیدار نہیں کیا ادب اور رعب حائل تھا۔

مہر نبوت کی تفصیل

﴿۵﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلْتُ مَعَهُ خُبْزًا وَّلَحْمًا اَوْقَالَ ثَرِيْدًا ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهُ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرٰى جُمْعًا عَلَيْهِ خِيْلَانٌ كَاَمْثَالِ الثَّاٰلِيْلِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عبداللہ ابن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی زیارت اور آپ کیساتھ کھانا کھانے کا شرف حاصل کیا، کھانا روٹی اور گوشت تھا، یا انہوں نے یہ کہا کہ ثرید تھا، پھر میں آپ کی پشت کی طرف آیا اور مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان بائیں شانہ کی نرم ہڈی کے پاس تھی اور مٹھی کی مانند تھی اور اس پر مسوں کی مانند تل تھے۔ (مسلم)

توضیح: "خاتم النبوة" ختم نبوت کی یہ مہر آنحضرت ﷺ کی پشت پر بائیں کندھے کے نیچے تھی۔ نبوت ملنے کے بعد یہ پیدا ہوگئی تھی یہ گوشت کا ایک گول ٹکڑا تھا جس کے بارے میں سابقہ آسمانی کتابوں میں وقت کے نبیوں نے تفصیل بتائی تھی اور آپ کی نبوت کی علامت قرار دے دی گئی تھی، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ اس کو ہر دیکھنے والے کو دکھاتے تھے اور چھپاتے نہیں تھے اس پر لکھا ہوا تھا۔ "وحده لاشريك له توجه حيث كنت فانك منصور" آپ کی وفات کے ساتھ مہر نبوت جسم کے اندر دب کر چلی گئی۔

"ناغض كتفه" کندھے کی ہڈی کے نرم اور پتلے حصے کو ناغض کہا گیا ہے بائیں کندھے کے نیچے اس مقام میں دل ہوتا ہے گویا دل کے اوپر مہر نبوت تھی۔ "جُمعاً" ہاتھ کی مٹھی کی طرح یہ مہر تھی یہ تشبیہ ہیئت اور کیفیت میں ہے حجم میں نہیں ہے حجم میں یہ مہر چکور یا کبوتر کے انڈے کے برابر تھی یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر دیکھنے والے نے اس مہر کی ساخت کو ایک اندازہ سے بتایا ہے اس لئے مختلف الفاظ آئے ہیں بعض نے چکور کے انڈے بعض نے کبوتر کے انڈے بعض نے سیب کے دانے بعض نے مسہری کی گنڈی کے برابر اس مہر کی ساخت بتائی ہے اور بعض نے ہاتھ کی مٹھی کے برابر بتائی ہے یہ سب اندازے ہیں اس کو تعارض نہیں کہتے ہیں ہر ایک نے اپنا اندازہ کر کے بتایا ہے۔

"خیلان" یہ جمع ہے اس کا مفرد خال ہے۔ یہ خال گوشت میں پیوست تھے اور اس پر مسوں کی مانند موجود تھے۔

"ثآليل" ثـلـول کی جمع ہے تل کو کہتے ہیں، نہایۃ ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اس کو فارسی میں "زخ" کہتے ہیں ہماری پشتو

زبان میں اس کو "زخہ" کہتے ہیں۔ توضیحات جلد اول باب احکام المیاہ حدیث نمبر ۳ کی توضیح میں بھی مہر نبوت کے بارے میں کچھ تفصیل لکھی گئی ہے۔

﴿۶﴾ وَعَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِبْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ سَوْدَآءُ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ اِئْتُوْنِيْ بِاُمِّ خَالِدٍ فَاُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ فَاَخَذَ الْخَمِيْصَةَ بِيَدِهٖ فَاَلْبَسَهَا قَالَ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ وَكَانَ فِيْهَا عَلَمٌ اَخْضَرُ اَوْاَصْفَرُ فَقَالَ يَااُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَاهُ وَهِيَ بِالْحَبَشَةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِيْ اَبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور خالد ابن سعید کی بیٹی ام خالد کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ کپڑے آئے جن میں ایک چھوٹی سی کملی بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ ام خالد کو میرے پاس لاؤ تو اٹھا کر لائی گئی۔ آپ نے وہ کملی اٹھائی اور اپنے ہاتھ سے ام خالد کو اوڑھا دی اور پھر ام خالد کو یہ دعا دی: اس کپڑے کو پرانا کرو اور پھر پرانا کرو۔ اس کملی میں سبز یا زرد نشان بنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ام خالد! یہ کپڑا تو بہت عمدہ ہے اور لفظ سناہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بہت عمدہ اور بہترین کے ہیں۔ ام خالد کہتی ہیں کہ پھر میں گئی اور (بچپن کی نا سمجھی کی بناء پر) مہر نبوت سے کھیلتی رہی، میرے باپ مجھے ڈانٹنے اور منع کرنے لگے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس کو کھیلنے دو منع نہ کرو! (بخاری)

توضیح: "ام خالد" یہ چھوٹی بچی تھی۔ "تحمل" یعنی چھوٹی ہونے کی وجہ سے اُٹھائی جاتی تھی۔ "خمیصة" اون کی بنی ہوئی چھوٹی سی خوبصورت یمنی چادر کو کہتے ہیں جس میں پھول ہوتے ہیں۔

جیسے کہا گیا: ؎

لبست الخميصة ابغی الخبيصة وانشنت شصی فی کل شيصة

"سناہ" یعنی آنحضرت ﷺ نے حبشہ والوں کی لغت کو استعمال فرمایا جو سناہ کا لفظ تھا جس کا ترجمہ حسن تھا یعنی بہت خوبصورت ہے۔ "زبرنی" یعنی بے ادبی کے خوف سے مجھے باپ نے روکا بلکہ ڈانٹ کر روک دیا۔

آنحضرت ﷺ کا قد وقامت

﴿۷﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَيْسَ بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَسِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَسِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ

بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ أَزْهَرَ اللَّوْنِ وَقَالَ كَانَ شَعْرُ رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ كَانَ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ وَفِي أُخْرَى لَهُ قَالَ كَانَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا قد نہ تو بہت لمبا تھا اور نہ ٹھگنا، آپ کا رنگ نہ بالکل سفید تھا اور نہ بالکل گندمی، آپ کے سر کے بال نہ بالکل خمدار تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب کہ آپ کی عمر پورے چالیس سال کی ہوگئی تھی، پھر آپ نے دس سال مکہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ میں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی، اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی میں صرف بیس بال سفید تھے۔ ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ لوگوں میں میانہ قد تھے نہ لمبے تھے نہ ٹھگنے، آپ کا رنگ نہایت صاف اور چمکدار تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ کے سر کے بال آدھے کانوں تک تھے، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کانوں اور شانوں کے درمیان تک لمبے تھے (بخاری ومسلم) ایک اور روایت میں جس کو بخاری نے نقل کیا ہے اس طرح ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا آنحضرت ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا اور پاؤں پر گوشت تھے، میں نے آپ جیسا نہ تو آپ سے پہلے دیکھا تھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا اور آپ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا آنحضرت ﷺ کے دونوں بازو اور ہتھیلیاں گداز اور پر گوشت تھیں۔

توضیح: ''طویل بائن'' حد سے زیادہ لمبے نہیں تھے جسے لمڈین کہتے ہیں۔ ''الامهق'' چونہ کی طرح سفید نہیں تھے۔ ''آدم'' یعنی بالکل سرخ نہیں تھے۔ ''الجعد القطط'' شدید گھنگریالے بال نہیں تھے بلکہ معمولی پیچ دار تھے۔ قطط بطور تاکید ہے تاکہ جعد میں مبالغہ آجائے۔ ''السبط'' یعنی بالکل کھلے بال بھی نہیں تھے مطلب یہ کہ نہ حبش والوں کی طرح گھنگریالے بال تھے اور نہ انگریزوں کی طرح کھلے تھے بلکہ معمولی پیچدار تھے۔

''بمكة عشر سنين'' یعنی چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور نبوت کا زمانہ مکہ میں دس سالہ تھا اور مدینہ میں بھی دس سالہ اور ۶۰ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوگیا، اس روایت میں مکہ مکرمہ میں آنحضرت ﷺ کا قیام نبوت ملنے کے بعد دس سال بتایا گیا ہے جس کے پیش نظر وصال کی عمر ۶۰ سال بنتی ہے مگر دیگر صحیح اور واضح روایات میں مکہ مکرمہ کا قیام نبوت کے بعد تیرہ سال بتایا گیا ہے اس طرح کل عمر ۶۳ سال بنتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء نے، اسی کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔ زیر بحث روایت میں دہائی کا ذکر کیا گیا ہے اور کسور کو چھوڑ دیا گیا ہے عرب اپنے محاروہ میں ایسا کرتے ہیں بعض روایات میں آنحضرت ﷺ کی کل عمر ۶۵ سال بتائی گئی ہے تو اس میں ولادت اور وفات کے دو سالوں کو شمار کیا گیا ہے صحیح وہی روایت ہے جسمیں ۶۳ سال کا ذکر ہے، جس میں مکہ میں ۱۳ سال اور مدینہ میں دس سال کا عرصہ بتایا گیا ہے اس طرح کل عمر ۶۳ سال ہوجاتی ہے۔

"ربعة" یعنی درمیانہ قد والے تھے نہ قد زیادہ لمبا تھا نہ ٹھگنا تھا۔ لیس بالطویل و لا بالقصیر اسی لفظ کی تفسیر ہے۔"ازھر اللون" یعنی واضح اور صاف رنگ کے مالک تھے، سفید رنگ میں جب چمک ہو وہی مراد ہے۔

"ضخم الرأس" یعنی اعتدال کے ساتھ آپ ﷺ کے سر کا حجم بڑا تھا یہ عزت وعظمت اور سرداری کی علامت ہوتی ہے اور عرب کے ہاں بہت ممدوح ہے۔ "ششن القدمین" یعنی آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں دونوں پُر گوشت اور سخت مضبوط تھے یہ بھی عرب میں محمود وممدوح تھے مگر رجال میں نہ کہ عورتوں میں۔ عورتوں کے لئے شاعر کہتا ہے:

وتعطو برخص غير ششن كأنها اساريع ظبي او مساويك اسحل

ہاتھ پاؤں کے اطراف کا سخت ہونا تخلیق کے اعتبار سے تھا، نہ یہ کہ کھر درے تھے، کھر درے کی تو نفی ہے، مضبوط ہاتھ اور مضبوط قدم مراد ہے۔ ای غليظ الاطراف من شَثُنَ بالضم و الكسر اذا غلظ (مرقات) گویا سبط الکفین اور ششن الکفین کا معنی ایک ہی ہے۔

﴿۸﴾ وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ بَلَغَ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ رَاَيْتُهُ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ لَمْ اَرَشَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ مَارَاَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدُ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ)

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ میانہ قد تھے اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کافی کشادگی تھی آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک تھے اور میں نے آپ کو سرخ لباس میں دیکھا، میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کوئی بالوں والا آدمی سرخ لباس میں رسول کریم ﷺ سے زیادہ حسین ووجیہ نہیں دیکھا! آپ کے سر کے بال مونڈھوں تک تھے۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کافی کشادگی تھی اور آپ کا قد نہ بہت لمبا تھا اور نہ ٹھگنا۔

"بعيد ما بين المنكبين" یعنی مونڈھے اور کندھے فاصلے پر تھے جس سے سینہ کی کشادگی کا پتہ چلتا ہے جو ممدوح ہے آنحضرت ﷺ کے بالوں کی مکمل تحقیق اس سے پہلے کتاب اللباس میں ہو چکی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارکہ

﴿۹﴾ وَعَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْشَ الْعَقِبَيْنِ قِيْلَ لِسِمَاكٍ مَاضَلِيْعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيْمُ الْفَمِ قِيْلَ مَااَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قِيْلَ مَامَنْهُوْشُ الْعَقِبَيْنِ قَالَ قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت سماک ابن حرب، حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کشادہ دہن

تھے، آپ کی آنکھوں میں سرخی ملی ہوئی تھی اور ایڑیاں کم گوشت تھیں، حضرت سماک سے پوچھا گیا "ضلیع الفم" سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہاں کہ اس کے معنی ہیں بڑے منہ والا۔ ان سے پوچھا گیا کہ "اشکل العین" کے کیا معنی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے معنی ہیں دائرہ چشم کا بڑا ہونا، پھر ان سے پوچھا گیا کہ "منھوش العقبین" کے کیا معنی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایڑیاں جن پر گوشت کم ہو۔ (مسلم)

توضیح: "ضلیع الفم" ای وسیعه یعنی اعتدال کے ساتھ آپ کا منہ مبارک فراخ تھا عرب لوگ کھلے منہ کو پسند کرتے ہیں کھلا منہ فصاحت و بلاغت کی علامت ہے۔ "اشکل العینین" **هو مافیه حمرة وبیاض مختلطة.** یعنی موٹی آنکھیں ہوں سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی میں سرخ ڈوریاں دوڑ رہی ہوں جو نہایت خوبصورتی کی علامت ہے سماک راوی نے جو اشکل العینین کی تفسیر کی ہے عام شارحین نے اس کو غلط قرار دیا ہے، ہاں آنکھ کی بڑی ہونے کے لئے یہ تفسیر صحیح ہے۔

"منھوش العقبین" عقب ایڑی کو کہتے ہیں اور منھوش نهش سے قلیل گوشت کو کہتے ہیں ایڑیوں کا پتلا ہونا خوبصورتی کی نشانی ہے۔

﴿۱۰﴾ **وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقَصَّدًا.**

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ سفید، ملیح رنگ کے تھے نیز متوسط القامت اور متناسب الاعضاء تھے۔ (مسلم)

توضیح: "مقصّداً" یعنی افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر آپ کا قد مبارک متوسط اور معتدل تھا اس سے پہلے ربعة القوم کا جو لفظ ہے اس کا معنی اور مقصّدا کا معنی ایک ہی ہے۔ "ملیحا" ایک سفید چٹا ہوتا ہے وہ اتنا خوبصورت نہیں ہوتا، بیاض کے ساتھ جو ملاحت والا نمکین رنگ ہوتا ہے وہ بہت عمدہ خوبصورتی ہوتی ہے، یہاں یہی بتانا مقصود ہے ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: **انا ملیح واخی یوسف صبیح.**

﴿۱۱﴾ **وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَبْلُغْ مَایَخْضِبُ لَوْشِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتِهٖ فِیْ لِحْیَتِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَوْشِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ کُنَّ فِیْ رَاْسِهٖ فَعَلْتُ.**

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّمَا کَانَ الْبَیَاضُ فِیْ عَنْفَقَتِهٖ وَفِی الصُّدْغَیْنِ وَفِی الرَّاْسِ نَبْذٌ)

اور حضرت ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول کریم ﷺ کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کی عمر اتنی کہاں ہوئی تھی کہ خضاب استعمال فرماتے! اگر میں آپ کی ڈاڑھی کے سفید بالوں کو گننا چاہتا تو یقیناً گن سکتا تھا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر میں آپ کے سر کے بالوں کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا (بخاری

ومسلم) اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: بالوں کی سفیدی آپ کی ڈاڑھی کے نیچے کے حصہ میں اور کنپٹیوں میں تھی اور کچھ سر مبارک میں۔

توضیح: "شمطات" بڑھاپے کی وجہ سے سر اور داڑھی میں جو چند سفید بال ظاہر ہو جاتے ہیں اس کو شمطات کہتے ہیں۔ "فعلت" اس سے پہلے حدیث میں لو کا لفظ شرط کے لئے ہے اس کی جزاء فعلت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا بڑھاپا اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ سارے بال سفید ہو گئے ہوں اور آپ خضاب کی طرف محتاج ہو گئے ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا ریشمی اور عنبری بدن

﴿۱۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَاَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ وَمَامَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَّلَاحَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاشَمِمْتُ مِسْكًا وَّلَاعَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (مُتفقٌ عَلَيْه)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ دمکتے ہوئے رنگ کے تھے اور آپ کے پسینے کے قطرے موتی کی طرح ہوتے تھے، جب آپ راستہ چلتے تو آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلتے اور میں نے کسی دیباج و حریر کو بھی رسول کریم ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ ملائم اور نرم نہیں پایا اور نہ میں نے کوئی ایسا مشک و عنبر سونگھا جس میں نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبو ہو۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "ازھر اللون" واضح روشن اور چمکدار رنگ کے معنی میں ہے۔ "تکفأ" چلنے میں آگے کی طرف جھک کر چلنے کو تکفأ کہتے ہیں۔ "دیباجۃ" ایک موٹی قسم کا ریشم ہے۔ "عنبرۃ" مشک و عنبر کے معنی میں ہے۔

ام سلیم اور ام حرام رضی اللہ عنہن حضور ﷺ کی محرم تھیں

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِيْهَا فَيَقِيْلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ نِطْعًا فَيَقِيْلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَتَجْعَلُهُ فِي الطِّيْبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَاهٰذَا قَالَتْ عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَمِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُوْ بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ. (مُتفقٌ عَلَيْه)

اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں آ کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں اور آپ اسی پر قیلولہ فرماتے۔ آنحضرت ﷺ کو پسینہ زیادہ آیا کرتا تھا، ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا پسینہ جمع کر کے اپنے عطر میں ملا لیتی تھیں آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ام سلیم یہ تم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے کہا کہ یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو جمع کر کے ہم اپنے عطر میں ملا لیتے ہیں، بات یہ ہے کہ آپ کا پسینۂ مبارک تمام خوشبوؤں سے بہتر خوشبو ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ! اس پسینہ کو ہم اپنے بچوں کے لئے باعث برکت تصور کرتی ہیں آپ نے فرمایا تم نے صحیح کہا اور اچھا کیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "نطعًا" چمڑے کے دستر خوان کو کہتے ہیں یہاں چمڑے کا بستر مراد ہے، ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی رضاعی خالہ یا پھوپھی ہیں ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی طرح رشتہ دار ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں عورتیں آنحضرت ﷺ کے محارم میں سے ہیں۔ "یقیل" قیلولہ سے ہے دوپہر کے وقت آرام اور نیند کو کہتے ہیں۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی رضاعی خالائیں کیسے ہوئیں جبکہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں کسی عورت کا دودھ نہیں پیا اور یہ انصاری عورتیں مدینہ منورہ کی ہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں خواتین نے خواجہ عبداللہ کے ساتھ دودھ پیا ہو تو یہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھیاں ہوئیں یا حضرت آمنہ کے ساتھ دودھ پیا ہو تو آنحضرت ﷺ کی خالائیں ہوئیں، خواجہ عبداللہ اور حضرت آمنہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ میں بنو نجار کی عورتیں ہیں، بنو نجار حضور اکرم ﷺ کے ننہیال ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ توجیہ کر کے فرمایا کہ کسی شارح نے اس اہم نکتہ کی طرف اشارہ نہیں کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس قیمتی موتی سے سرفراز کیا اور اس کا فہم عطا کیا، بندہ عاجز فضل محمد غفرلہ کہتا ہے کہ واقعی علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس علمی جوہر سے نوازا ہے جس سے بڑا سوال حل ہوگیا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت اس طرح ہے **والالی واللہ اعلم اول من وقفت لذلک فواھالھا من درۃ کنت مستخرجھا واثر احمد علی ھذہ الموھبۃ السنیۃ۔**

﴿۱۴﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّىْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّىْ فَوَجَدْتُّ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ سَمُّوْا بِاسْمِىْ فِىْ بَابِ الْاَسَامِىْ وَحَدِيْثُ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ نَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ فِىْ بَابِ اَحْكَامِ الْمِيَاهِ)

اور حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی آنحضرت ﷺ اپنے گھر جانے کے لئے مسجد سے باہر نکلے اور آپ کے ساتھ میں بھی باہر آیا آنحضرت ﷺ کے سامنے کچھ بچے آگئے، آپ نے ان میں سے ہر ایک بچہ کے ایک ایک رخسار پر ہاتھ پھیرا اور پھر میرے دونوں رخساروں پر پھیرا، اس وقت میں نے آپ کے دست مبارک کی ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی جیسے آپ نے ابھی عطروں کے ڈبہ میں سے اپنا ہاتھ نکالا ہو۔ (مسلم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت "سموا باسمی الخ" باب الاسامی میں اور حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت "نظرت الی خاتم النبوۃ" باب احکام المیاہ میں نقل کی جاچکی ہیں۔

توضیح: "واحدًا واحدًا" میں نے اس کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے جو اوپر مذکور ہے اس طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دوسرے بچوں کو ایک ایک رخسار پر ہاتھ پھیرا مگر میرے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرا، ایک اور حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ "بردًا" ٹھنڈک کو کہتے ہیں "او ریحًا" یہاں او کا کلمہ بمعنی واؤ ہے یا بمعنی بل ہے یعنی ٹھنڈک اور خوشبو یا ٹھنڈک بلکہ خوشبو یہ معنی ہوئے۔ "جونة عطار" عطر فروش کی اس ڈبیہ کو جونہ کہتے ہیں کہ جس میں وہ عطر رکھتا ہے، جیم پر ضمہ ہے اس کے بعد ہمزہ ساکن ہے۔ "ای سلتہ وحقتہ" علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خوشبو آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کی تھی اگرچہ آپ عطر بھی کثرت سے استعمال فرماتے تھے مگر یہ خوشبو آپ کی ذاتی خوشبو تھی۔ یعنی آپ جب اپنی آستین سے ہاتھ باہر نکالتے تو اس میں ٹھنڈک بھی ہوتی تھی اور خوشبو بھی ہوتی تھی، دونوں چیزیں ذاتی تھیں۔

مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

الفصل الثانی

﴿۱۵﴾ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِی طَالِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَاللِّحْیَةِ شَثْنَ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمَ الْکَرَادِیْسِ طَوِیْلَ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ تَکَفُّؤًا کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نہ تو دراز قد تھے، نہ پستہ قد بڑے سر اور گھنی ڈاڑھی والے تھے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت تھے، آپ کا رنگ سرخ وسفید تھا، ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے اور سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی جب آپ چلتے تو آگے کی جانب کو جھکے ہوئے چلتے گویا آپ بلندی سے نشیب میں جارہے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ میں نے آپ جیسا کوئی شخص نہ تو آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا آپ پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو! اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح: "مشربا حمرة" یعنی آپ کے قدرے سفید بدن کو سرخی پلائی گئی تھی یعنی سرخ وسفید رنگ کا آمیزہ تھا جو نہایت خوبصورت رنگ ہے، دو مختلف رنگوں کی آمیزش کو تشریب کہتے ہیں گویا ایک رنگ کو دوسرا رنگ پلا دیا گیا ہو۔ "الکرادیس" یہ کردوس کی جمع ہے، ہر اُس ہڈی کو کہتے ہیں جو دوسری ہڈی کے ساتھ کسی جوڑ پر جمع ہو جاتی ہے۔ ای عظیم الاعضاء مطلب یہ ہے کہ آپ کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے۔ "ینحط" یہ اُترنے کے معنی میں ہے۔ "من صبب" یہ بلندی سے نیچے کی طرف آنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ گویا آپ بلندی سے نشیبی کی طرف اتر رہے ہیں یہ تکفا کی تفسیر ہے، کشتی جب جھک کر آگے چلتی ہے اس کو تکفا کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی جامع صفات

﴿۱۶﴾ وَعَنْهُ کَانَ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکُنْ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَکَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ یَکُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُکَلْثَمِ وَکَانَ فِی الْوَجْهِ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِیْلُ الْمُشَاشِ وَالْکَتِدِ اَجْرَدُ ذُوْمَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ اِذَا مَشٰی یَتَقَلَّعُ کَاَنَّمَا یَمْشِیْ فِیْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَیْنَ کَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَلْیَنُهُمْ عَرِیْکَةً وَاَکْرَمُهُمْ عَشِیْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِیْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ یَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ التِرْمِذِيُّ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے تو کہتے کہ آنحضرت ﷺ نہ بہت لمبے تھے اور نہ بہت ٹھگنے بلکہ میانہ قد لوگوں میں سے تھے آپ کے بال تو نہ بہت زیادہ گھونگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ خفیف سا بل کھائے ہوئے تھے، نہ منہ بالکل گول اور بھاری تھا اور نہ گال پھولے ہوئے تھے۔ روئے مبارک کسی قدر گولائی لئے ہوئے تھا، رنگ سرخ وسفید تھا، آنکھیں سیاہ تھیں، پلکیں بڑی بڑی تھیں، جوڑوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی اور مونڈھوں کا درمیانی حصہ مضبوط اور پر گوشت تھا، جسم مبارک پر بال نہیں تھے صرف ایک لکیر بالوں کی تھی جو سینہ سے ناف تک چلی گئی تھی، ہاتھ اور پاؤں بھرے ہوئے یعنی پر گوشت تھے، جب راستہ چلتے تو قوت کیساتھ قدم اٹھاتے جیسے بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں، جب دائیں یا بائیں متوجہ ہونا ہوتا تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہوتے، اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے، آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دل کے سخی اور زبان کے نہایت سچے تھے، طبعیت کے بہت نرم اور سب سے معزز ومکرم انسان تھے، جو شخص آپ کو پہلی مرتبہ دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور جو شخص آپ سے واقفیت رکھتا ہوا میل جول رکھتا وہ آپ سے والہانہ محبت کرتا۔ آنحضرت ﷺ کی ان صفات وخصوصیات کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ جیسا کوئی شخص نہ تو میں نے آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا! اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو آپ پر! (ترمذی)

توضیح: "الممغط" میم اول پر ضمہ ہے دوسرا مفتوح ہے غین پر شد اور کسرہ ہے حد سے زیادہ لمبے کو کہتے ہیں یعنی لمڈین نہیں تھے۔ "المتردد" حد سے زیادہ چھوٹے قد والے کو کہتے ہیں گویا بعض اعضا بعض دوسرے کے اندر گھس گئے ہیں۔

"ربعة من القوم" ماسبق کے لئے تاکید ہے۔ "جعدًا رجلا" یعنی معمولی گھونگھریالے پیچدار بال تھے۔

"بالمطهم" یہ لفظ اضداد میں سے ہے زیادہ گوشت والے موٹے کو بھی کہتے ہیں اور کم گوشت والے لاغر کو بھی کہتے ہیں، پھولے ہوئے منہ کو بھی کہتے ہیں۔

"المكلثم" معمولی گولائی کیساتھ گول چہرہ والے تھے (اسی کی وضاحت اگلی عبارت ہے کہ) بالکل گول چہرہ نہیں تھا کچھ گولائی تھی۔ "ابیض مشرب" یعنی آپ کا رنگ سفید تھا جس کو سرخ رنگ پلایا گیا تھا یا سفید سرخی مائل تھا۔ "ادعج العینین" ای اسود العینین مع سعتھما. یعنی موٹی موٹی آنکھیں تھیں بہت سیاہ تھیں اس کے ساتھ سفیدی مخلوط تھی۔ اشکل العینین کے انداز پر یہ کلام سمجھ لینا چاہئے۔

"اهدب الاشفار" اهدب لمبے اور بڑے کے معنی میں ہے، اشفار پلکوں کے بالوں کو کہتے ہیں یعنی پلکوں کے بال لمبے تھے۔

"جلیل" بڑے کے معنی میں ہے۔ "المشاش" ہڈی کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہڈیوں کے سر اور جوڑ بڑے اور مضبوط اور پر گوشت تھے، جیسے گھٹنوں، کہنیوں اور کلائیوں کی ہڈیوں کے جوڑ ہوتے ہیں۔

"الكتد" دونوں کاندھوں کے درمیان جو حصہ ہے اس کو کتد کہا گیا ہے یعنی شانہ بھی مضبوط اور پر گوشت تھا۔ "اجرد" یعنی عام

جسم پر زیادہ بال نہیں تھے۔ "ذومسربة" گردن کی چنبر سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک خوبصورت لکیر تھی اسی کو مسربة کہا گیا ہے۔ بچپن میں شرح صدر کے بعد فرشتے کے سی لینے کے نشان پر بال کی لکیر بنی ہوئی تھی اسی کا ذکر ہے۔
"یتقلع" یعنی چلنے کے وقت آپ چستی کے ساتھ زمین سے قدم اُٹھا اُٹھا کر چلتے تھے۔ عورتوں اور سست لوگوں کی طرح چپل گھسیٹ گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ اسی کیفیت میں یتکفأ کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے جس کا ذکر پہلے ہوا ہے۔
"التفت معا" یعنی متکبر لوگوں کی طرح آنکھوں کے کناروں سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ جس طرف دیکھتے پوری نگاہ اور منہ موڑ کر دیکھتے تھے۔ "صدرًا" سینہ کو صدر کہتے ہیں یہاں دل پر صدر کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی دل کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ سخی تھے۔ "لهجة" گفتگو اور زبان کے سچے تھے، لہجہ زبان کو کہا گیا ہے۔ "عريكة" طبیعت اور مزاج اور پہلو کو کہتے ہیں۔ "عشيرة" میل جول اور معاشرت مراد ہے۔ "بديهة" اچانک دیکھنے کو "بديهة" کہا گیا ہے۔ "هابةً" یہ ہیبت سے ہے یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو قدرتی رعب دیا تھا اس کی وجہ سے نو وارد ڈر جاتا تھا۔ "خالطه" اختلاط سے ہے۔ "معرفة" یعنی قریب سے دیکھ کر واقف ہونے پر آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔
عقلاء اور حکماء نے کہا ہے کہ جس شخص کی ظاہری اور باطنی زندگی یکساں ہوں اور دونوں کھلی ہوئی کتاب ہو کوئی پہلو پوشیدہ نہ ہو تو ایسے شخص کے متعلقین اس سے الگ نہیں ہوتے بلکہ مزید گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی کے تمام پہلو کھلی کتاب کی طرح واضح تھے اس لئے جس نے آپ کو قریب سے دیکھ کر قبول کرلیا تو پھر وہ شخص آنحضرت ﷺ کا ہو گیا۔ جسم کے ٹکڑے اُڑ جاتے مگر کوئی پیچھے نہیں ہٹتا اس کے برعکس اکثر و بیشتر اس شخص سے لوگوں کو دھوکہ اُٹھانا پڑتا ہے جس کا ایک پہلو خوشنما ظاہر ہو مگر دوسرا بدنما پہلو پوشیدہ ہو آج کل غلط قسم کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں خواہ دنیا کے حوالہ سے بڑے بنے ہوں یا دین کے حوالے سے بڑے بنے ہوں۔ "ناعته" آنحضرت ﷺ کی صفت بیان کرنے والے کو ناعت اور نعت گو کہتے ہیں یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی خوشبو

﴿۱۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيقًا فَيَتْبَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهُ قَدْ سَلَكَهُ مِنْ طِيبِ عَرْفِهِ اَوْقَالَ مِنْ رِيحِ عَرَقِهِ. (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی راستہ سے گذرتے تو آپ کے بعد جو شخص اس راستہ سے گذرتا وہ آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو یا یہ کہا کہ آپ کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے معلوم کرلیتا کہ آنحضرت ﷺ اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ (دارمی)

توضیح: "الاعرف" یعنی آنحضرت ﷺ کی قدرتی خوشبو آپ کا پتہ دیتی تھی یہ آپ کے جسم کی ذاتی خوشبو تھی اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت زیادہ خوشبو بھی استعمال فرماتے تھے بہر حال آپ کا مبارک معطر بدن آپ کے رخ کی اطلاع دیتا تھا شاعر کہتا ہے: ؎

قلق الملیحة وھی مسک ھتکھا ومسیرھا فی اللیل وھی ذکاء

ع ؎

واذا کتمت وشت بک الآلاء

آپ ﷺ کا وجود آفتاب کی طرح تھا

﴿۱۸﴾وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ عَمَّارِبْنِ یَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِبْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَابُنَیَّ لَوْرَاَیْتَهٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً. (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

محمد ابن عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے معوذ ابن عفراء کی صاحبزادی حضرت ربیع سے کہا کہ آپ ہمارے سامنے رسول کریم ﷺ کا وصف بیان کریں تو انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے اگر تم آنحضرت ﷺ کو دیکھ لیتے تو یہی سمجھتے کہ چمکتا ہوا سورج دیکھ لیا ہے۔ (دارمی)

توضیح: "الشمس طالعة" یعنی آنحضرت ﷺ کا چہرہ ایسا چمکتا دمکتا تھا جس طرح آفتاب نصف النہار میں چمکتا ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کا چہرہ چاند کی طرح بتایا ہے ہر ایک نے اپنے اپنے انداز سے بتایا ہے اس کے ساتھ اگر آپ کی سیاہ زلفوں کا تذکرہ ہو جائے تو پھر کیا کہنا ایک شاعر نے کہا: ؎

مثالے را کہ در شرطیہ گفتند بگو با منطقیاں کاں ہست مردود

رخ و زلفین یارم را نظر کن کہ شمس طالع و اللیل موجود

چاند سے زیادہ خوبصورت

﴿۱۹﴾وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ فَاِذَاهُوَاَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

اور حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں چاندنی رات میں نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا تھا اور صورت یہ تھی کہ کبھی رسول کریم ﷺ کے جمال عالمتاب کی طرف نظر کرتا اور کبھی چاند کو دیکھتا اس وقت آپ کے جسم مبارک پر اس کپڑے کا لباس تھا جس میں سرخ اور سفید دھاریاں تھیں، حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک آپ کا حسن و جمال چاند سے کہیں زیادہ تھا۔ (ترمذی، دارمی)

توضیح: "اضحیان" چاندنی رات کو کہتے ہیں۔ "حلة" سوٹ کو کہتے ہیں جس میں قمیص شلوار ایک قسم کپڑے سے ہوں۔

"حمراء" سرخ جوڑا پہننا ممنوع ہے یہاں حمراء سے سرخ جوڑا مراد نہیں بلکہ ایسا کپڑا مراد ہے جس میں سرخ دھاریاں ہوں زمین سرخ نہ ہو۔ "احسن عندی" عندی کا مطلب یہ نہیں کہ میرے نزدیک اس طرح تھے اور دیگر لوگوں کے نزدیک ایسا نہیں تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی جذبات کا اظہار کیا ہے اور عقیدت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسا کہا ہے اس سے کوئی منفی پہلو مقصود نہیں ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا۔

واحسن منک لم ترقط عینی واجمل منک لم تلد النسآء
خلقت مبرأ من کل عیب کانک قد خلقت کما تشآؤ
یا صاحب الجمال ویاسید البشر من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه بعداز خدا بزرگ توئی قصه مختصر

سنا ہے کہ ابو علی سینا نے آنحضرت ﷺ کی سیرت سے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ حسن تناسب اعضاء کا نام ہے اور حضور اکرم ﷺ مکمل طور پر متناسب الاعضاء تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک کوئی شخص متناسب الاعضاء پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔ لہٰذا حسن و جمال میں آنحضرت ﷺ یکتائے روزگار تھے۔

گویا حضور اکرم ﷺ کے چہرہ میں آفتاب دوڑ رہا ہے

﴿۲۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَارَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کوئی چیز نہیں دیکھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آفتاب ہے جو آپ کے چہرۂ مبارک سے جلوہ ریز ہو رہا ہے اور میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ رفتار میں کسی کو نہیں پایا ایسا لگتا ہے کہ آپ کے سامنے زمین لپیٹی جا رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم تو سخت جدوجہد اور کوشش کرتے لیکن آپ اپنی بے نیاز چال چلتے تھے۔ (ترمذی)

توضیح: "الارض تطوی له" یہ آپ کا معجزہ تھا کہ آپ کے لئے زمین لپٹی جا رہی تھی۔ "لنجهد" یعنی ہم بڑی جدوجہد اور مشقت کے ساتھ تیز تیز چلتے تھے اور آپ "غیر مکترث" تھے یعنی اپنی عادت کے مطابق چلتے تھے "اکتراث" کثرت سے ہے زیادہ تیز چلنے کی نفی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی آنکھیں سرمگین تھیں

﴿۲۱﴾وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَّكَانَ لَايَضْحَكُ اِلَّاتَبَسُّمًا وَكُنْتُ اِذَانَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ. (رَوَاهُ التِرْمِذِيُّ)

اورحضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی پنڈلیاں سبک و نازک تھیں۔ اور آپ ہنسا نہیں کرتے تھے بلکہ مسکرایا کرتے تھے اور میں جب آپ کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ آپ سرمہ لگائے نہ ہوتے تھے۔ (ترمذی)

توضیح: "ولیس باکحل" یعنی دیکھنے میں نظر آتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے سرمہ استعمال کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ آپ کی آنکھیں پیدائشی طور پر سرمگین تھیں اسی طرح آنحضرت ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے یہ آپ کی بعض خصوصیتیں تھیں۔ "حموشہ" ٹانگوں کی خوبصورتی اس میں ہے کہ اس میں نازکی ہو اور زیادہ گوشت نہ ہو اسی مقصد کے لئے حموشۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

الفصل الثالث

حضورا کرم ﷺ کے دندان مبارک

﴿۲۲﴾عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَاتَكَلَّمَ رُءِىَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کے اگلے دو دانت کشادہ تھے جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کے ان دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔ (دارمی)

توضیح: "افلج الشنیتین" یعنی ثنایا اور رباعیات کے جو دانت تھے ان کے درمیان کشادگی تھی، کھڑکی دار دانت تھے جو اعلیٰ خوبصورتی کے شاہکار ہوتے ہیں۔

چہرہ یا چاند کا ٹکڑا

﴿۲۳﴾وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاسُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّانَعْرِفُ ذٰلِكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک کھل اٹھتا اور ایسا معلوم ہونے لگتا کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے اور اس چیز سے ہم آپ کی اندرونی کیفیت پہچان لیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

یہود کا حسد

﴿۲۴﴾وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًايَهُوْدِيًّا كَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَوَجَدَاَبَاهُ عِنْدَ رَأْسِهٖ يَقْرَءُ التَّوْرَاةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَايَهُوْدِيُّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى هَلْ تَجِدُ فِى التَّوْرَاةِ نَعْتِىْ وَصِفَتِىْ وَمَخْرَجِىْ قَالَ لَاقَالَ الْفَتٰى بَلٰى وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّانَجِدُلَكَ فِى التَّوْرَاةِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاِنِّىْ اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَقِيْمُوْا هٰذَا مِنْ عِنْدِرَأْسِهٖ وَلُوْااَخَاكُمْ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کو اس کے گھر تشریف لائے، آپ نے دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تورات کا کوئی حصہ پڑھ

رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ یہودی! میں تمہیں اس خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تم اس تورات میں میری تعریف وتوصیف اور میرے (وطن سے) نکلنے کا ذکر پاتے ہو؟ اس یہودی نے جواب دیا کہ نہیں لیکن وہ لڑکا بولا ہاں یا رسول اللہ! خدا کی قسم اس تورات میں ہم آپ کی تعریف وتوصیف اور آپ کے نکلنے کا ذکر پاتے ہیں اور میں یقینی طور پر اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس لڑکے کی اس راست گوئی اور اس کے اظہار ایمان واسلام کو دیکھ کر اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس کے باپ کو اس کے سرہانے سے اٹھادو اور تم اپنے اس (دینی) بھائی کے والی بنو۔ اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔

توضیح: "ولوا اخاکم" ولی ولایۃ سرپرستی اور سنبھالنے کے معنی میں ہے۔ یعنی یہ مسلمان ہو گیا ہے اب اپنے بھائی کو قبضہ میں لے لو، اس کو اب سنبھال لو، تیمارداری کرو اور اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اسلامی طریقہ پر اس کی تجہیز وتکفین کرو اور اس کو دفناؤ! یہودیوں کو اس کے پاس سے ہٹاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ یہود کس قدر جھوٹ بولتے ہیں اور شرماتے نہیں بیٹا بیماری کی حالت میں باپ کو جھٹلاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ رحمت کا تحفہ تھے

﴿۲۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ.

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔ اس روایت کو دارمی نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا ہے۔

توضیح: "رحمة مهداة" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور تحفہ بھیجا ہوا رحمت ہوں لہٰذا جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں آئے گا، اس روایت میں چند الفاظ کا اضافہ بھی ہوا ہے وہ الفاظ یہ ہیں بُعِثْتُ بِرَفْعِ قَوْمٍ وَخَفْضِ اٰخَرِيْنَ یعنی جو مجھے قبول کریں گے وہ آسمان عروج پر پہنچیں گے اور جو مخالفت کریں گے وہ ذلت کی کھائیوں میں جا گریں گے۔

باب فی اخلاقه وشمائله

آنحضرت ﷺ کے اخلاق وعادات کا بیان

قال الله تعالیٰ ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾.

"اخلاق" جمع ہے اس کا مفرد خُلُق ہے جو طبعی خصلت اور باطنی وصف کو کہتے ہیں جس کے تحت آنحضرت ﷺ کے اوصاف حمیدہ داخل ہیں۔ "شمائل" جمع ہے اس کا مفرد شمال ہے، شین پر کسرہ ہے اس کا اطلاق اخلاق پر بھی ہوتا ہے اور سیرت پر بھی ہوتا ہے اگر سیرت کے معنی میں لیا جائے تو ایک جدید معنی اور مفہوم کے لئے عنوان فراہم ہو جائے گا جو بہت اچھا ہوگا بہر حال اس باب سے پہلے ابواب میں آنحضرت ﷺ کے جسمانی اور شکل وشباہت کے ظاہری اوصاف بیان کئے گئے ہیں اس باب کی احادیث میں آنحضرت ﷺ کے باطنی اوصاف اور خصائل بیان ہوں گے چند باطنی اوصاف یہ ہیں۔ مثلاً شجاعت، سخاوت، رحمت وشفقت، مروت ومحبت، تواضع وتحمل اور حیاء وغیرہ اوصاف مراد ہیں۔ ان ابواب میں آنحضرت ﷺ کے اخلاق وشمائل کا ایسا نقشہ بیان ہوگا گویا پڑھنے والا حضور اکرم ﷺ کے دیدار سے لطف اندوز ہو رہا ہے شاعر نے خوب کہا ہے: ؎

اخلای ان شتّ الحبیب وداره ‏ ‏ ‏ وعز تلاقیه ونآءت منازله

فان فاتکم ان تبصروا بعیونکم ‏ ‏ ‏ فما فاتکم منه فهٰذا شمائله

الفصل الاول

بے مثال حسن اخلاق

﴿۱﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی مجھے آپ نے کبھی اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی آپ نے یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا؟۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''اُف'' اس کلمہ کو ہمزہ کے پیش کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے زیر کے ساتھ بھی جائز زبر بھی جائز ہے فا پر شد بھی ہے سکون بھی ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دس لغات کو بیان کیا ہے یہ کلمہ انسان کی زبان سے اس وقت نکلتا ہے جب وہ کسی ناپسندیدہ یا کوئی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہو جاتا ہے، آنحضرت ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا اور فرمایا: ''خویدمک فادع له'' یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کو قبول فرما دیجئے اور اس کے لئے دعا فرمایئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھ یا دس سال کی تھی۔ آپ نے دس سال تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت کی، حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی خدمت اور حضور اکرم ﷺ کی شفقت کا منظر پیش کر رہے ہیں کہ دس سالہ طویل خدمت کے دوران آنحضرت ﷺ نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا نہ کبھی غصہ کیا بلکہ اُف تک نہیں کہا اور نہ اس طرح باز پرس کی کہ یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا؟ اس میں جہاں نبی مکرم ﷺ کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ سامنے آتا ہے وہیں پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حسن کارکردگی اور خدمت کا سلیقہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کبھی اس طرح ڈانٹ ڈپٹ کی نوبت ہی نہیں آئی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس ڈانٹ ڈپٹ اور باز پرس نہ کرنے کا تعلق آنحضرت ﷺ کی ذاتی خدمت اور آداب کے ساتھ ہے ورنہ شرعی اُمور میں اگر کبھی کوئی غلطی ہو جاتی اس پر آنحضرت ﷺ نے کبھی خاموشی اختیار نہیں فرمائی۔

﴿۲﴾ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَاَرْسَلَنِيْ يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَذْهَبُ وَفِيْ نَفْسِيْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَايَ مِنْ وَّرَائِيْ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا اُنَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ اَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْهَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اخلاق و عادات کی خوبی میں تمام لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ نے مجھے کسی کام سے کہیں بھیجنا چاہا میں نے آپ سے یوں کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا لیکن دل میں یہی تھا کہ رسول کریم ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لئے ضرور جاؤں گا، چنانچہ میں چل پڑا، بازار سے گذرا تو ایک جگہ جہاں بچے کھیل رہے تھے ٹھہر گیا، اچانک رسول اللہ ﷺ وہاں آگئے اور پیچھے سے میری گدی پکڑلی، میں نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ پھر آپ فرمانے لگے ارے اُنیس تو وہاں جارہا ہے نا، جہاں میں نے تجھے بھیجا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! میں اب جارہا ہوں۔ (مسلم)

توضیح: "واللہ لا اذھب" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے زبان سے یہ کلمات ادا کئے مگر ان کے دل کا ارادہ جانے کا تھا دوسرا جملہ۔ "وفی نفسی" اس پر دال ہے یعنی میرے دل میں تھا کہ میں جاؤں گا، اب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول وفعل پر کوئی اعتراض نہیں ہے ویسے جس وقت یہ معاملہ پیش آیا تھا شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ چھوٹے بھی تھے نابالغ بھی تھے غیر مکلف بھی تھے اور خدمت میں نئے بھی تھے تجربہ بھی نہیں تھا اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ بطور دل لگی ان کو گردن کی طرف سے پکڑ لیا اور ہنستے ہوئے بطور شفقت ان کو تصغیر کے صیغے اُنیس سے یاد کیا۔

﴿۳﴾ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَآئِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً وَرَجَعَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نَحْرِ الْاَعْرَابِیِّ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْاَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَامُحَمَّدُ مُرْلِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَلَهٗ بِعَطَآءٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اسوقت آپ کے جسم پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی، جس کے کنارے بہت موٹے تھے، ایک دیہاتی آنحضرت ﷺ کو مل گیا اور اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر اتنے زور سے کھینچا کہ نبی کریم ﷺ کھینچ کر اس کے سینے کی قریب آگئے، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس دیہاتی کے اس قدر سختی سے چادر کھینچنے سے رسول کریم ﷺ کے گردن مبارک پر چادر کے کنارے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا، پھر اس دیہاتی نے کہا کہ محمد ﷺ! تمہارے پاس اللہ کا جو مال ہے اس میں سے کچھ مجھ کو دلواؤ۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے تو اس کی طرف دیکھا پھر مسکرائے اور اس کو کچھ دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "جبذة شديدة" شدید کھینچنے اور جھٹکا دینے کو کہتے ہیں۔ "نحر الاعرابی" یعنی آنحضرت ﷺ اس کھینچنے کی وجہ سے دیہاتی کے سینے اور گلے کے قریب آگئے، شاید یہ کوئی ایسا دیہاتی تھا جو مؤلفۃ القلوب میں سے تھا اس لئے

آنحضرت ﷺ نے ان کی اس ایذا رسانی کو برداشت کیا اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کیا آپ نے بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

نفسی الفداء لمن اخلاقه شهدت انه خیر مولود من البشر

حضور اکرم ﷺ کی شجاعت

﴿۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْسَبَقَ النَّاسَ اِلَى الصَّوْتِ وَهُوَيَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْالَمْ تُرَاعُوْاوَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ مَاعَلَيْهِ سَرْجٌ وَفِيْ عُنُقِهٖ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْوَجَدْتُّهٗ بَحْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے، تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ دلیر اور بہادر تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ مدینہ کے لوگ مضطرب وخوف زدہ ہو گئے پھر لوگ خطرہ کی اس آواز کی سمت گئے وہاں انہوں نے اپنے سامنے نبی کریم ﷺ کو موجود پایا، حقیقت یہ ہے آنحضرت ﷺ سب سے پہلے اس آواز کی سمت روانہ ہو گئے تھے آپ نے ان سب لوگوں کو اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا کہ ڈرو نہیں، کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے جو ننگی پیٹھ تھا، اس پر زین نہیں تھی نیز آپ کی گردن میں تلوار پڑی تھی، پھر آپ نے فرمایا میں نے تو اس گھوڑے کو دریا کی طرح تیز رو پایا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اشجع الناس" تمام لوگوں سے آنحضرت ﷺ زیادہ بہادر تھے اسی لئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور دیگر بڑے بڑے مشہور بہادروں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے سے زیادہ بہادر پا کر نبی تسلیم کر لیا اگر حضور اکرم ﷺ ان سے بڑھ کر بہادر نہ ہوتے تو وہ کبھی آپ کو نبی ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے کیونکہ بہادر آدمی بزدل آدمی کی اطاعت نہیں کرتا۔ "فزع" یعنی اہل مدینہ اس افواہ کی وجہ سے سخت گھبرا گئے کہ دشمن نے مدینہ پر اچانک حملہ کر دیا کچھ شور کی آوازیں بھی اٹھی تھیں۔ "لم تراعوا" ایک نسخہ میں لن تراعوا کے الفاظ ہیں لم جازمہ جحد کے لئے ہے اس سے مبالغہ مقصود ہے لن بھی نفی کی تاکید کے لئے ہے، عربی محاورہ میں لم اور لن دونوں "لا" کے معنی میں آتے ہیں مقصود یہ ہے کہ بالکل گھبراؤ نہیں، کوئی خطرہ نہیں "ای لا تراعوا لاتراعوا" "عری" یعنی زین کے بغیر خالی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہوئے۔

"بحرًا" یعنی میں نے اس گھوڑے کو چلنے میں سمندر کی طرح پایا بطور مبالغہ تشبیہ کے ساتھ اس طرح کہنا جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کسی چیز کے کمال پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دشمن کی طرف سے اگر معمولی سی آہٹ بھی محسوس ہو تو مسلمان کو چاہئے کہ تن تنہا لپک کر اس خطرہ کو ختم کرنے کے لئے سبقت کرے نہ یہ کہ اپنا سینہ دکھاتا رہے اور دشمن کو مارنے کے لئے بلاتا رہے! جس طرح آج کل دنیا بھر میں مسلمانوں کے حکمرانوں کا حال ہے۔

آنحضرت ﷺ نے کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا

﴿۵﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول کریم ﷺ سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کو انکار کر دیا ہو۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "فقال" یعنی آنحضرت ﷺ نے کسی سائل کے سوال کے جواب میں کبھی "لا" کا کلمہ انکار کے لئے استعمال نہیں کیا۔

سؤال: یہاں یہ اعتراض متوجہ ہوسکتا ہے کہ بہت سارے مواقع ایسے بھی آئے ہیں جہاں آنحضرت ﷺ نے "لا" کا کلمہ استعمال فرمایا ہے قرآن میں ﴿لا اجد ما احملكم عليه﴾ کے الفاظ موجود ہیں جن کا اس حدیث سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب: ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ سائل کو دینے کے لئے جو کچھ آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو آپ انکار کے بغیر دیتے تھے اور اگر اختیار میں کچھ نہ ہوتا پھر بھی آپ انکار نہ فرماتے بلکہ خوش اسلوبی سے جواب دیتے تھے خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کے اختیار میں کچھ نہ ہوگا اور آپ انکار فرماتے وہ انکار یہاں مراد نہیں ہے بلکہ حالت اختیار کے انکار کی نفی ہے۔ فرزدق نے بہت خوب فرمایا:

ما قال لا قط الا في تشهده   لولا التشهد لكانت لائه نعم

آنحضرت ﷺ کی سخاوت

﴿۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ اَیْ قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَوَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِىْ عَطَاءً مَايَخَافُ الْفَقْرَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اتنی بکریاں مانگیں جو پہاڑوں کے درمیانی نالہ کو بھر دیں چنانچہ آپ نے اس کو اتنی ہی بکریاں دے دیں، اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کرلو! خدا کی قسم! محمد اتنا ہی دیتے ہیں کہ فقر وافلاس سے بھی نہیں ڈرتے۔ (مسلم)

﴿۷﴾ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ بَيْنَمَا هُوَيَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْئَلُوْنَهٗ حَتّٰى اِضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِیْ رِدَائِیْ لَوْكَانَ لِیْ عَدَدَ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَّمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَاتَجِدُوْنِیْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ غزوۂ حنین سے واپس آرہے تھے کہ کچھ دیہاتی آپ کو لپٹ گئے اور مانگنے لگے اور اس حد تک پیچھے پڑ گئے کہ آپ کو ایک کیکر کے درخت تک لے گئے۔ وہاں آپ کی چادر کیکر کے کانٹوں میں الجھ کر رہ گئی، آپ رک گئے اور فرمایا لاؤ میری چادر تو دے دو! اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی چوپائے ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم جان لیتے کہ میں نہ بخیل ہوں نہ جھوٹا وعدہ کرنے والا اور نہ چھوٹے دل والا ہوں۔ (بخاری)

توضیح: "مقفلة" غزوہ سے واپس ہونے اور گھر کی طرف لوٹنے کو قفلة اور قفول کہتے ہیں اسی سے مقفله بمعنی قفلة ہے۔

"حنین" مکہ مکرمہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے یہاں فتح مکہ کے بعد ایک زبردست جنگ ہوئی تھی۔ "العضاه" جھاؤ کے مضبوط درخت کو عضاہ کہا گیا ہے اس کو شجرة الطرفاء بھی کہتے ہیں جنگل کے کسی مضبوط درخت کا نام ہے جس کو اردو میں جھاؤ کا درخت کہتے ہیں، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غز کا درخت ہے شارحین اس کو کیکر کی ایک قسم بتاتے ہیں کوئی تعین نہ ہوسکا۔ "نعم" حیوانات اور جانوروں کو کہتے ہیں۔

نبوی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ

﴿۸﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاصَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَآءُ فَمَا يَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّاغَمَسَ يَدَهُ فِيْهَافَرُبَّمَا جَاءُ وْهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيْهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اہل مدینہ کے خدام اپنے اپنے برتنوں میں پانی لے کر پہنچ جاتے چنانچہ جو شخص بھی پانی کا برتن لے کر آتا آپ اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ لوگ سردی کے موسم میں صبح ہی صبح اپنے برتن لے کر آتے اور آپ اپنا دست مبارک ان برتنوں میں ڈال دیتے۔ (مسلم)

توضیح: "الماء" مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی، گھروں کے خادم جب پانی بھرتے تھے تو پانی میں برکت کی غرض سے وہ اپنے برتنوں کو لائن میں رکھتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز کے بعد ان برتنوں میں برکت کے لئے اپنا ہاتھ ڈالدیں، آنحضرت ﷺ نے ان کو غلام سمجھ کر کبھی نظر انداز نہیں کیا نہ طویل قطار کی وجہ سے بوجھ محسوس کیا اور نہ سخت سردی کی وجہ سے انکار کیا یہ اخلاق نبوی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

مجانین کے ساتھ بھی عظیم حسن اخلاق

﴿۹﴾وَعَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمَةٌ مِنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَاْخُذُ بِيَدِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَآءَتْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ والوں کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا یہ معاملہ تھا کہ جب اس کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں اس کا جی چاہتا آپ کو لے جاتی۔ (بخاری)

توضیح: "تأخذ بید" ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پوری حدیث کو فرضی کلام پر محمول کیا ہے کہ فرض کرلو اگر کوئی لونڈی بھی آنحضرت ﷺ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہیں بھی لے جاتی تو حسن اخلاق کی وجہ سے آپ اس کے ساتھ چلے جاتے تھے، اس حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث اور آنے والی دوسری حدیث دونوں کا تعلق ایک ایسی عورت سے ہے جو عقل کے اعتبار سے معدوم العقل تھی وہ طرح طرح کی باتیں اور لمبی چوڑی داستانیں آنحضرت ﷺ کو سناتی اور آپ حسن اخلاق کے پیش نظر اس کی تمام باتوں کو کھڑے کھڑے سنتے، آنے والی حدیث میں ہے۔ "فی عقلها شئی" اس طرح اس حدیث کو فرضی کلام پر حمل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ یہ حقیقت پر مبنی ہو اور قصہ وہی بے عقل عورت کا ہو۔ جس سے آنحضرت ﷺ کے عظیم اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔

﴿۱۰﴾ وَعَنْهُ اَنَّ اِمْرَاَةً كَانَتْ فِيْ عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ يَااُمَّ فُلَانٍ اُنْظُرِيْ اَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى اَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ فَخَلَا مَعَهَا فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰى فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت تھی جس کے دماغ میں کچھ خلل تھا اس نے ایک دن کہا کہ یا رسول اللہ! آپ سے میرا ایک کام ہے آپ نے فرمایا فلانے کی ماں! تم کسی کوچہ کو دیکھ لو تمہارا جو کام ہوگا میں ضرور کروں گا (یعنی تم جس تنہاء مقام پر مجھ سے بات کرنا چاہو چلو میں وہاں چل کر تمہاری بات سن لوں گا) چنانچہ آپ اس کے ساتھ ایک کوچہ میں تشریف لے گئے اور وہاں تنہائی میں اس عورت کو جو کچھ کہنا سننا تھا اس نے کہا سنا۔ (مسلم)

توضیح: پاگل عورت کی فرمائش پر اس کے ساتھ جانا اور اس کی الٹی سیدھی باتوں کا سننا نبوی اخلاق کا اعلیٰ شاہکار ہے لوگ ایسی عورت کے قریب سے گذرنے اور اس کی طرف التفات کرنے سے عار محسوس کرتے ہیں اور کسر شان سمجھتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ اس کی داستان سن رہے ہیں۔ "خلا بها" اس سے تنہائی اور جدائی میں بات کرنا مراد ہے یہ شرعی خلوت نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے حسن اخلاق کے چند نمونے

﴿۱۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَالَهٗ تَرِبَ جَبِيْنُهٗ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نہ تو فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے اور نہ بدکلام تھے جب کسی پر آپ کو غصہ آتا تو بس یہ فرماتے! کیا ہوا اس کو خاک آلود ہو اس کی پیشانی۔ (بخاری)

﴿۱۲﴾وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کافروں کے حق میں بددعا فرمایئے، تا کہ وہ ہلاک ہوں اوران کی جڑا کھڑ جائے تو فرمایا مجھ کولعنت کرنے والا بنا کرنہیں بھیجا گیا بلکہ مجھ کوتو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔(مسلم)

﴿۱۳﴾وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ پردہ میں رہنے والی لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے، جب کوئی خلاف مزاج بات پیش آجاتی تو ہم آپ کے چہرۂ مبارک سے آپ کی ناگواری کومحسوس کر لیتے۔ (بخاری ومسلم)

آنحضرت ﷺ قہقہہ کے ساتھ نہیں ہنستے تھے

﴿۱۴﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَارَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰی اَرٰی مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ وَاِنَّمَا كَانَ یَتَبَسَّمُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کوکبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کا سارا منہ کھل گیا ہواور مجھے آپ کے حلق کا کوانظر آیا ہو، آپ کی ہنسی بس مسکراہٹ تک محدود رہتی تھی۔ (بخاری)

توضیح: "مستجمعا" یعنی مکمل طور پر پورا منہ کھول کر جس سے حلق اور تالو کا کوّا نظر آجائے اس طرح آپ کبھی نہیں ہنستے تھے! ہنسنے کے چند درجات ہیں۔ (۱) تبسم: آنحضرت ﷺ ہمیشہ تبسم ہی فرماتے تھے یہ آپ کا اکثر معمول آیا ہے۔ (۲) ضحک: آنحضرت کبھی کبھی ضحک بھی فرماتے تھے جس سے آپ کے کناروں کے دانت نواجذ نظر آنے لگتے تھے مگر یہ عام معمول نہیں تھا کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا۔ (۳) قہقہہ: آنحضرت ﷺ نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا زیر بحث حدیث میں جس ہنسنے کی نفی ہے اس سے مراد قہقہہ ہے حدیث میں اس کی تائید بھی ملتی ہے کیونکہ حلق صرف قہقہہ کے وقت ظاہر ہوسکتا ہے، تبسم اور ضحک میں ظاہر نہیں ہوتا۔

آنحضرت ﷺ کی گفتگو کا انداز

﴿۱۵﴾وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یَسْرُدُ الْحَدِیْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ یُحَدِّثُ حَدِیْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ تیز تیز اور مسلسل بات نہیں کرتے تھے جس طرح تم لوگ مسلسل

بولے چلے جاتے ہو، آپ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ (بخاری)

توضیح: "یسرد الحدیث" تیز تیز اور مسلسل گفتگو کو سرد الحدیث کہا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے کلام کا انداز ایسا نہیں تھا بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح واضح کلام فرماتے کہ اگر کوئی گن لینا چاہتا تو گن سکتا تھا گویا مبارک منہ سے موتی جھڑ رہے ہوتے تھے!۔

آنحضرت ﷺ گھر کا کام بھی کرتے تھے

﴿۱۶﴾ وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَاكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَاحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کام کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا: آنحضرت ﷺ اپنے گھر میں خانگی کام کرتے رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے اور گھر والوں سے کوئی مطلب نہیں رکھتے تھے۔ (بخاری)

توضیح: "مهنة اهله" مهنة خدمت اور گھریلو کام کرنے کو کہتے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ گھریلو کام میں لگے رہتے تھے لیکن جب نماز کے لئے اذان ہوجاتی تو آپ فوراً مسجد میں چلے جاتے اور گھر میں نظر نہیں آتے تھے۔

اپنی ذات کے لئے حضور ﷺ نے کسی سے انتقام نہیں لیا

﴿۱۷﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاخُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَاانْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کام کو چن لینے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ہمیشہ اسی کام کو چنتے جو ہلکا اور آسان ہوتا بشرطیکہ وہ گناہ کا موجب نہ ہوتا اگر وہ کام گناہ کا موجب ہوتا تو آپ اس سے سب سے دور رہنے والے شخص ہوتے۔ اور آنحضرت ﷺ اپنی ذات کے لئے کبھی کسی بات کا انتقام نہیں لیتے تھے، ہاں اگر کوئی ایسی بات ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر اس کی سزا دیتے تھے۔

(بخاری ومسلم)

ہاں جہاد میں کفار کو مارا ہے

﴿۱۸﴾وَعَنۡهَا قَالَتۡ مَا ضَرَبَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ شَيۡئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امۡرَأَةً وَّلَا خَادِمًا اِلَّا اَنۡ يُّجَاهِدَ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا نِيۡلَ مِنۡهُ شَيۡءٌ قَطُّ فَيَنۡتَقِمَ مِنۡ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنۡ يُّنۡتَهَكَ شَيۡءٌ مِّنۡ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنۡتَقِمُ لِلّٰهِ. (رواہ مسلم)

اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، عورت اور خادم کو بھی نہیں علاوہ اس صورت کے جب آپ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے، اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو کوئی اذیت وتکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اذیت وتکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو، ہاں اگر خدا کی حرام کی ہوئی کسی چیز کا ارتکاب کیا جاتا تو آپ اللہ کے لئے اس کی سزا دیتے تھے۔ (مسلم)

الفصل الثانی

اپنے خادم کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا برتاؤ

﴿۱۹﴾عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَامَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ اُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَاِنْ لَامَنِيْ لَائِمٌ مِّنْ اَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ.
(هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ. وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھ کو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میری عمر آٹھ سال کی تھی اس وقت سے مسلسل دس سال تک میں آپ کی خدمت کے فرائض انجام دیتا رہا، اس پورے عرصہ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میرے ہاتھ سے کوئی چیز ضائع ہوگئی ہو اور آپ نے مجھ کو ملامت کی ہو، اگر آنحضرت ﷺ کے اہل بیت میں سے کوئی شخص مجھ کو ملامت کرتا تو آپ فرماتے جانے دو، اس کو ملامت نہ کرو حقیقت یہ ہے کہ جو بات ہونے والی ہوتی ہے ضرور ہو کر رہتی ہے۔ روایت کے یہ الفاظ مصابیح کے ہیں اور بیہقی نے بھی اس روایت کو کچھ الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

توضیح: ''ثمان سنین'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا انصاریہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بطور خادم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ''عشر سنین'' یعنی دس سال تک میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت کی ہے اور آنحضرت ﷺ کی اتنی ہی عمر مدینہ منورہ میں گذری ہے۔ ''اُتِیَ فیہ'' یہ مجہول کا صیغہ ہے ضائع ہونے اور ہلاک ہونے کے معنی میں ہے یعنی جو چیز میرے ہاتھوں میں ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ شیء کی صفت واقع ہوئی ہے ''یدی'' تثنیہ ہے دونوں ہاتھ مراد ہیں یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میرے دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز ضائع ہوگئی ہو اور آنحضرت ﷺ نے مجھے ملامت کر کے لعن طعن کیا ہو دیگر افراد جب ملامت کرنے لگتے تو آپ فرماتے کہ اس کو چھوڑو۔ ''لو قضی شئی کان'' یعنی تقدیر الٰہی میں جس چیز کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے وہ ضرور ہو کر رہتا ہے مستقبل کے اعتبار سے جو بات ہونے والی ہوتی ہے وہ ضرور ہو کر رہتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ

﴿۲۰﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا سَخَّابًا فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نہ خلقی وطبعی طور پر فحش گو تھے اور نہ قصداً فحش گوئی کرتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے اور نہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے لیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور اس سے عفو و درگزر کا معاملہ کرتے تھے۔ (ترمذی)

توضیح: ''فاحشا'' یعنی فحش گفتگو کرنے والے نہیں تھے اور طبیعت میں یہ چیز نہیں تھی۔ ''ولا متفحشا''، یعنی فحش کلام کرنے میں تکلف بھی نہیں کرتے تھے کہ قصداً وتکلفاً فحش کلام اختیار کرتے۔ ''ولا سخابا'' چیخ چیخ کر شور مچانے والے کو سخاب کہتے ہیں۔

﴿۲۱﴾وَعَنْ اَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ لَقَدْ رَاَيْتُهُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ خِطَامُهُ لِيْفٌ.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان کیا کہ آپ بیمار کی عیادت کرتے، جنازہ کے ساتھ جاتے، مملوک وغلام کی دعوت قبول فرما لیتے اور گدھے پر سوار ہونے میں بھی کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے، چنانچہ غزوۂ خیبر کے دن میں نے آپ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا جس کی باگ کھجور کے پوست کی تھی۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا ہے۔

توضیح: ''علی حمار'' یعنی غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ دراز گوش پر سوار تھے آنحضرت ﷺ نے بطور تواضع دراز گوش پر سواری کی ہے، اس میں ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انکساری میں مشابہت آ گئی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ گدھے کی سواری اختیار کی تھی دوسری بات یہ تھی کہ یہ جائز ہو جائے کہ گدھے کہ سواری جائز ہے اسی وجہ سے گدھے کا پسینہ پاک قرار دیا گیا ہے، یہ گدھے کا بھی فائدہ ہوا، یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس گدھے سے عربستان کے بڑے سفید گدھے مراد ہیں جو گھوڑے کے قریب ہوتے ہیں افغانستان کے گدھے بھی اسی طرح قد آور ہوتے ہیں اس سے وہ گدھا مراد نہیں ہے جو چھوٹا سا ہوتا ہے جس پر سوار ہونا باعث عار سمجھا جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرا آدمی بھی سوار ہوتا تھا اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ بڑا گدھا ہوتا تھا۔ ''خطامه'' ای لجامه ولگامه۔ ''لیف''، یعنی لگام کی رسی کھجور کی پوست اور چھال کی بنی ہوئی تھی۔

﴿۲۲﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهِ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهِ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهُ وَيَحْلُبُ شَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی جوتیاں خود گانٹھ لیتے تھے، اپنا کپڑا خود ہی سی لیتے تھے اور اپنے گھر کا کام کاج اسی طرح کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں کام کاج کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزید فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ایک ایسے ہی انسان تھے جیسے دوسرے انسان ہوتے ہیں۔ آپ اپنے کپڑے کی جوئیں خود دیکھتے تھے، اپنی بکری کا دودھ خود دوہتے تھے اور اپنی خدمت آپ کر لیتے تھے۔ (ترمذی)

توضیح: ''یخصف'' جوتا سینے اور گانٹھ لگانے کے معنی میں ہے اسی سے خصاف ہے۔ ''بشرا'' بشر انسان کو کہتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہی بتانا چاہتی ہیں کہ آپ انسان تھے فرشتہ اور جنات میں سے نہیں تھے لہٰذا آپ پر بشری عوارض آتے تھے، اس حدیث سے بریلویوں کے چہروں پر ایک زبردست علمی تھپڑ پڑ جاتا ہے۔ کاش اگروہ سمجھیں! کفار کا خیال تھا کہ اگروہ ''محمد'' اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو وہ عام انسانوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کاموں میں مشغول نہ ہوتے بلکہ بادشاہوں کی طرح چھوٹے کاموں سے اجتناب کرتے جیسے ایت میں ہے ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک انسان تھے اور بطور تواضع آپ انسانوں کی طرح کام کیا کرتے تھے تکبر سے پاک تھے آپ ''بشر'' تھے ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾۔ (خلاصہ طیبی)

''یفلی ثوبه'' فلی یفلی تفلیة باب تفعیل سے اور تفلیٰ یتفلیٰ تفلیا باب تفعل سے کپڑوں اور سر وغیرہ میں جوئیں تلاش کرنے اور ٹٹولنے کے معنی میں ہے تا کہ اس کو ہٹایا جائے۔

سوال: مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جسم یا کپڑوں میں کبھی بھی جوئیں نہیں پڑیں پھر یہاں تلاش کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جسم پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ کبھی کسی مچھر نے آپ کے جسم کو ڈنگ مارا ہے یہاں جوؤں کا ذکر کیسے ہے؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے اظہار بشریت کی غرض سے بطور تواضع اپنے کپڑوں میں جوؤں کو تلاش کیا ہے، یہ صرف تلاش کرنے اور ٹٹولنے کی حد تک تھا۔ تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں جوئیں موجود تھیں۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اگر چہ آنحضرت ﷺ کے جسم میں کبھی بھی جوئیں نہیں پڑیں لیکن چونکہ ان موذیات کا بدن کے علاوہ کپڑوں کے ساتھ باہر سے لگنا ممکن تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

انسانوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا عمومی تعلق

﴿۲۳﴾ وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰى زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْالَهُ حَدِّثْنَا اَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ جَارَهُ فَكَانَ اِذَانَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ اِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ فَكَانَ اِذَاذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الْاٰخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَاذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا فَكُلُّ هٰذَااُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں کی جماعت حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کیجئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں آنحضرت ﷺ کے بالکل پڑوس میں رہا کرتا تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلا بھیجتے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے حکم سے وحی لکھتا، آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آنحضرت ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس دنیاوی ذکر میں

شامل ہو جاتے، جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے پینے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے، تمام باتیں میں تم لوگوں کو رسول کریم ﷺ کی بتا رہا ہوں۔ (ترمذی)

توضیح: "عن خارجة" خارجہ بن زید بن ثابت جلیل القدر تابعی ہیں، انصاری ہیں، مدنی ہیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اپنے باپ سے حضور ﷺ کی احادیث سنی ہیں مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں، فقہاء سبعہ کے نام یہ ہیں شاعر نے کہا:

الا کل من لا یقتدی بائمة فقسمته ضیزیٰ من الحق خارجه

فخذهم عبیدالله عروة قاسم سعیدٌ ابوبکر سلیمان خارجه

"فکان" حضور اکرم ﷺ نے ہر مجلس کا خیال رکھا ہے اور انسانوں کے ساتھ عمومی تعلق رکھا ہے اور یہی کمال بشریت تھی، اس طرح خشکی نہ تھی کہ ہر مجلس میں اپنی ہی بات چلادی اور کسی اور کی نہ سنی بلکہ آپ میں جامع کمال اور جمال تھا شاعر نے کہا:

جہاں تک آپ کی تقلید ہے اسی حد تک سلیقۂ بشریت بشر کو ملتا ہے

مصافحہ مواجہہ اور مجلس میں نشست کا طریقہ

﴿۲۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَاصَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهٗ مِنْ يَدِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَالَّذِىْ يَنْزِعُ يَدَهٗ وَلَايَصْرِفُ وَجْهَهٗ عَنْ وَجْهِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَالَّذِىْ يَصْرِفُ وَجْهَهٗ عَنْ وَجْهِهٖ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَىْ جَلِيْسٍ لَهٗ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس وقت تک علیحدہ نہ کرتے جب تک وہی شخص اپنا ہاتھ علیحدہ نہ کر لیتا اور آپ اپنا چہرہ مبارک اس کے چہرہ کے سامنے سے اس وقت تک نہیں ہٹاتے تھے جب تک کہ وہی شخص اپنا چہرہ آپ کے چہرہ مبارک کے سامنے سے نہ ہٹا لیتا، نیز آنحضرت ﷺ کو کبھی کسی نے اس حال میں نہیں دیکھا کہ آپ اپنے گھٹنے اپنے ہم نشین کے آگے کر کے بیٹھے ہوں۔ (ترمذی)

توضیح: "لم ینزع یدہ" یعنی مصافحہ کے وقت آنحضرت ﷺ اپنے مبارک ہاتھ کو مصافحہ کرنے والے کے ہاتھ سے خود کھینچ کر الگ نہیں فرماتے تھے جب تک وہ آدمی اپنا ہاتھ خود نہ ہٹا لیتا، اسی طرح مصافحہ کے وقت یا عام گفتگو کے وقت جب تک دوسرا شخص اپنا منہ نہ پھیر لیتا اس وقت تک آنحضرت ﷺ حسن اخلاق اور مروت کے تحت اپنا چہرہ نہیں موڑ لیتے تھے۔ اخلاق و مروّت اور تواضع و انکساری کا یہ اعلیٰ نمونہ ہے! "ولم یر مقدما" یعنی آنحضرت ﷺ کی عام مجالس میں عام عادت یہی تھی کہ لوگوں کے سامنے پیروں اور ٹانگوں کو نہیں پھیلاتے تھے کیونکہ یہ متکبرین کی عادت و علامت ہے، یہاں گھٹنوں کے پھیلانے کے الفاظ ہیں، بعض شارحین نے رکبتین سے رجلین مراد لیا ہے یہ بہت واضح اور آسان مطلب ہے گھٹنوں کا پھیلانا سمجھ میں نہیں آتا، عرب لوگ اپنی طرف پاؤں دراز کرنے کو بہت بڑا عیب سمجھتے ہیں، بیت اللہ کی طرف تو پاؤں دراز کرتے ہیں

لیکن انسان کی طرف پاؤں پھیلانے پر جھگڑتے ہیں بہرحال آنحضرت ﷺ کی عام مجالس میں عام عادت یہی تھی، اگر خاص مجلس میں کبھی کبھی پاؤں پھیلا دیئے ہوں تو اس سے کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ کوئی فرق پڑتا ہے۔

﴿۲۵﴾ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کبھی کوئی چیز بچا کر اور جمع کر کے نہیں رکھتے کہ کل کام آئے گی۔ (ترمذی)

توضیح: "لا یدخر" یعنی اپنی ذات کے لئے کبھی بھی کل کے لئے ذخیرہ نہیں رکھا، یہ آنحضرت ﷺ کا ذاتی معاملہ تھا اسی کا تذکرہ اس حدیث میں ہے اس کے برعکس آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لئے ذخیرہ رکھا ہے، بعض کے لئے ایک سال تک کا انتظام فرمایا ہے مگر اپنے بارے میں آپ نے توکل پر عمل کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی خاموشی

﴿۲۶﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ.

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ زیادہ تر خاموشی اختیار کئے رہتے تھے۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں نقل کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی گفتگو کا انداز

﴿۲۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيْلٌ وَتَرْسِيْلٌ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے الفاظ کی ادائیگی میں ترتیل اور ترسیل کا لحاظ ہوتا تھا۔ (ابوداؤد)

توضیح: "ترتیل" حروف وحرکات کو ظاہر کرنے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو ترتیل کہتے ہیں جو سرد الکلام کے برعکس ہوتا ہے جس کا تذکرہ ساتھ والی حدیث میں ہے جو ممدوح نہیں ہے ترتیل کا تعلق قرآن کریم کے پڑھنے سے ہے۔ ﴿ورتل القرآن ترتیلا﴾ "ترسیل" یہ ترسل سے ہے ٹھہر ٹھہر کر کلام کرنے کو کہتے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ یہ دونوں الفاظ معنی کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں البتہ ترسیل کا تعلق عام کلام سے ہے اور ترتیل کا تعلق قرآن پڑھنے سے ہے، ساتھ والی حدیث میں "بینه فصل" کا جو لفظ آیا ہے وہ بھی اسی معنی میں ہے کہ علیحدہ علیحدہ واضح کلام ہوتا تھا جس کو ہر ایک سمجھ لیتا تھا۔

﴿۲۸﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کی گفتگو اس طرح مسلسل اور بے تکان نہیں ہوتی تھی جس طرح تم لوگ مسلسل اور بے تکان بولتے ہو، جب آپ گفتگو فرماتے تو ایک ایک حرف اور جملہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ جو شخص

آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہوتا اچھی طرح یاد کرلیتا۔ (ترمذی)

﴿۲۹﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَارَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جزء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

﴿۳۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاجَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُاَنْ يَّرْفَعَ طَرْفَهٗ اِلَى السَّمَآءِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب باتیں کرنے بیٹھتے تو آپ کی نگاہ اکثر آسمان کی طرف اٹھتی رہتی تھی۔ (ابوداؤد)

الفصل الثالث

عظیم شفقت کے ساتھ عظیم اخلاق

﴿۳۱﴾عَنْ عَمْرِوبْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ اِبْنُهٗ مُسْتَرْضِعًا فِيْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَاِنَّهٗ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهٗ قَيْنًا فَيَاْخُذُهٗ فَيُقَبِّلُهٗ ثُمَّ يَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ اِبْنِيْ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رِضَاعَهٗ فِي الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عمرو ابن سعید حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اہل وعیال پر مہربان اور شفیق نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ بالائی مدینہ میں دودھ پینے کے لئے رکھے گئے تھے، آپ اکثر اس محلہ میں جایا کرتے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے، آپ وہاں پہنچ کر گھر میں تشریف لے جاتے تھے جہاں دھواں گھٹا ہوتا تھا کیونکہ دایہ کا شوہر لوہار تھا (اور ان کی بھٹی کا دھواں گھر میں چاروں طرف بھرا رہتا تھا مگر آپ بیٹے کی محبت میں اسی دھوئیں بھرے گھر میں چلے جاتے) پھر ابراہیم کو گود میں لیتے، پیار کرتے اور اپنے گھر واپس آجاتے۔ حضرت عمرو نے بیان کیا کہ جب ابراہیم کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے، وہ چھاتی میں یعنی شیر خوارگی کی حالت میں اللہ کو پیارا ہوا ہے، اس کے لئے دو دایہ متعین کی گئی ہیں جو جنت میں اس کی مدت شیر خوارگی کو پورا کر رہی ہیں۔ (مسلم)

توضیح: "ارحم بالعیال" یعنی آنحضرت ﷺ اپنے اہل وعیال پر سب سے زیادہ مہربان اور شفقت کرنے والے تھے آگے اس کی تفصیل ہے۔ "وکان ابراھیم" آنحضرت ﷺ نے جب دنیا کے بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھے تھے اس میں مصر کے عیسائی بادشاہ مقوقس کے نام بھی ایک خط تھا، مقوقس نے آنحضرت ﷺ کو بطور تحفہ ایک گھوڑا اور ایک لونڈی بھیجی تھی اس لونڈی کا نام ماریہ قبطیہ تھا، اس کے بطن سے مدینہ منورہ میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم علیہ السلام تھا دودھ پلانے کی غرض سے آنحضرت ﷺ نے اپنے اس بیٹے ابراہیم کو عوالی مدینہ میں ایک لوہار کے گھر میں رکھا لوہار کی بیوی دایہ بن کر حضرت ابراہیم کو دودھ پلاتی تھی، آنحضرت ﷺ کبھی کبھی اپنے اس بیٹے کی دیکھ بھال کے لئے وہاں تشریف لے جاتے، مکان تنگ تھا، چولھے میں لکڑی جلتی تھی اس لئے دھواں رہتا تھا آنحضرت ﷺ اس تمام مشقت کو برداشت کرتے تھے اور بیٹے پر شفقت فرماتے اور وہاں چلے جاتے تھے، سترہ اٹھارہ ماہ کے بعد حضرت ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ "عوالی" یہ عالیۃ کی جمع ہے، اطراف مدینہ کو کہتے ہیں بعض عوالی چار میل بعض چھ میل اور بعض عوالی آٹھ میل کے فاصلہ پر ہوتے تھے۔ "لیدخن" یعنی اس مکان میں دھواں ہوتا تھا۔

"ظئر" عربی میں دایہ عورت کو ظئر کہتے ہیں لیکن اس میں مرد وعورت مساوی ہیں، اگر کوئی عورت کسی کے بچے کو دودھ پلاتی ہے

اور وہ ظئر بن جاتی ہے تو اس عورت کا شوہر بھی اس بچے کا رضاعی باپ بن جاتا ہے، عربی میں اس پر بھی ظئر کا اطلاق ہو جاتا ہے یہاں یہی ہوا ہے۔

"قین" اور حداد لوہار کو کہتے ہیں شاید یہ دھوئیں کے زیادہ ہونے کی وجہ بتائی جارہی ہے کیونکہ لوہاروں کے ہاں لوہا گرم کیا جاتا ہے تو آگ جلائی جاتی ہے۔

"فی الثدی" یعنی مدت رضاعت کے اندر مر گیا دودھ پیتا مر گیا، حضرت ابراہیم سترہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال کر گئے تھے اسی لئے جنت میں ان کے لئے دودایہ کا انتظام کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کے عظیم اخلاق کا ظہور

﴿۳۲﴾وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ يَهُوْدِيًّا كَانَ يُقَالُ لَهُ فُلَانٌ حَبْرٌ كَانَ لَهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَنَانِيْرُ فَتَقَاضَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ يَايَهُوْدِيُّ مَاعِنْدِيْ مَااُعْطِيْكَ قَالَ فَاِنِّيْ لَااُفَارِقُكَ يَامُحَمَّدُ حَتّٰى تُعْطِيَنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًااَجْلِسُ مَعَكَ فَجَلَسَ مَعَهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ وَالْغَدَاةَ وَكَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَدَّدُوْنَهٗ وَيَتَوَعَّدُوْنَهٗ فَفَطِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاالَّذِيْ يَصْنَعُوْنَ بِهٖ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَهُوْدِيٌّ يَحْبِسُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَظْلِمَ مُعَاهِدًا وَغَيْرَهٗ فَلَمَّاتَرَجَّلَ النَّهَارُ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَشَطْرُمَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمَاوَاللّٰهِ مَافَعَلْتُ بِكَ الَّذِيْ فَعَلْتُ بِكَ اِلَّا لِاَنْظُرَ اِلٰى نَعْتِكَ فِي التَّوْرٰةِ مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَاغَلِيْظٍ وَّلَاسَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَامُتَزَيٍّ بِالْفُحْشِ وَلَاقَوْلِ الْخَنَا اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهٰذَامَالِيْ فَاحْكُمْ فِيْهِ بِمَااَرَاكَ اللّٰهُ وَكَانَ الْيَهُوْدِيُّ كَثِيْرَالْمَالِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ فلاں نام کا ایک یہودی عالم تھا اس کے کچھ دینار نبی کریم ﷺ پر قرض تھے اس یہودی عالم نے آکر نبی کریم ﷺ سے ان دیناروں کا تقاضا کیا، آپ نے اس سے فرمایا کہ اے یہودی! تمہیں دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، یہودی نے کہا محمد! میں اس وقت تک تمہارے پاس سے نہیں ہٹوں گا جب تک تم میرا قرض ادا نہیں کردو گے۔ رسول کریم ﷺ نے جواب دیا تب تو میں تمہارے پاس بیٹھ جاتا ہوں اور آپ اس کے پاس بیٹھ گئے اور اسی جگہ رسول کریم ﷺ نے ظہر کی، عصر کی، مغرب کی، عشاء کی اور پھر فجر کی نماز پڑھی، صحابہ اس یہودی کو ڈرا دھمکا رہے تھے۔ لیکن

جب رسول کریم ﷺ نے یہ دیکھا کہ صحابہ اس یہودی کو ڈرا دھمکا رہے ہیں تو آپ نے ان کو منع فرمایا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ایک یہودی ہو کر آپکو پابند بنائے ہوئے ہے اور یہاں بیٹھے رہنے پر مجبور کر رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے منع کیا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جس سے عہد کیا گیا ہو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جب دن چڑھ نکلا تو وہ یہودی بول اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں اپنے مال وزر کا آدھا حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں جان لیں کہ خدا کی قسم! میں نے اس وقت آپکے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا اس کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ میں آپ میں ان اوصاف کو آزمانا چاہتا تھا جن کا ذکر تورات میں موجود ہے کہ ان کا اسم گرامی محمد ہوگا، عبداللہ کے بیٹے ہوں گے، ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی وہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، ان کی مملکت کی سرحدیں ملک شام تک پھیلی ہوں گی، وہ نہ بدزبان ہوں گے، نہ سنگدل، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہوں گے، نہ فحش کی وضع اختیار کرنے والے اور نہ بیہودہ بات بکنے والے ہوں گے، اس نے تورات میں مذکورہ یہ باتیں سنانے کے بعد ایک مرتبہ پھر کلمہ شہادت پڑھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ میرا مال حاضر ہے آپ اللہ کے حکم کی روشنی میں اس کے متعلق جو مناسب سمجھیں فیصلہ فرمائیں، وہ یہودی بہت مالدار تھا۔ اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "فلانا" یہودی کے نام سے کنایہ ہے۔ "حبر" اس کی جمع احبار ہے یہودیوں کے عالم کو کہتے ہیں۔ "دنانیر" تصغیر اور تقلیل کے لئے یہ لفظ آیا ہے یعنی چند دینار تھے معمولی سا قرض تھا۔ "ماعندی" اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس یہ رقم نہیں تھی شاید اس کے ادا کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا یہودی نے وقت سے پہلے مطالبہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی صحابی کے پاس بھی کچھ نہیں تھا۔

"اجلس معک" بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس یہودی نے آنحضرت ﷺ کو مسجد نبوی میں بٹھا دیا اور خود بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ "الغداۃ" اس سے مراد فجر کی نماز ہے تو پورے پانچ نمازوں کے اوقات تک آنحضرت ﷺ کو روکے رکھا۔ "یتوعدونہ" دھمکی اور ڈانٹنے کو کہتے ہیں۔ "وغیرہ" یہ تعمیم بعد تخصیص ہے کہ میں نہ کسی معاہد پر ظلم کرتا ہوں اور نہ اس کے علاوہ کسی پر ظلم کرتا ہوں میرے رب نے مجھے ظلم سے منع کیا ہے۔

"ترجل النہار" دن چڑھنے اور سورج بلند ہونے کو کہا گیا۔ "فظ" زبانی طور پر بد اخلاق نہیں ہوں گے۔ "غلیظ" دل کے اعتبار سے سخت دل نہیں ہوں گے۔ "سخاب" بازاروں میں چیخنے والے نہیں ہوں گے۔ "ولا متزی" یعنی عملی طور پر فحش کے ارتکاب کرنے والے نہیں ہوں گے۔ "قول الخنا" یعنی قول اور زبانی طور پر فحش اور قبیح گفتگو کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کے ان اخلاق کا ظہور ہوا جن کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے کسی نے سچ کہا:

نفسی الفداء لمن اخلاقہ شھدت	بانہ خیر مولود من البشر
لم یخلق الرحمان مثل محمد	ابدًا وعلمی انہ لا یخلق
فاق النبیین فی خلق وفی خلق	ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

حضور اکرم ﷺ کا فقراء اور مساکین سے میل جول

﴿۳۳﴾وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُالذِّکْرَ وَیُقِلُّ اللَّغْوَ وَیُطِیْلُ الصَّلٰوۃَ وَیُقْصِرُ الْخُطْبَةَ وَلَایَاْنَفُ اَنْ یَّمْشِیْ مَعَ الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ فَیَقْضِیَ لَهُ الْحَاجَةَ. (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

اور حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ذکر میں زیادہ مشغول رہتے لغو باتیں بہت کم کرتے، نماز کو طویل اور خطبہ کو مختصر کرتے اور بیوہ مسکین کے ساتھ چلنے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے اور ان کا کام کر دیتے تھے۔ (نسائی، دارمی)

توضیح: "الذکر" اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے متعلق ہو آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ ذکر اللہ پر مشتمل تھا۔ "اللغو" اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا فائدہ ہو بلکہ وہ عمل ذکر اللہ کے علاوہ محض دنیا سے متعلق ہو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بے مقصد اور بے مصلحت منطقی اور فلسفی تالیفات کے متعلق فرمایا۔ ضیعت قطعة من العمر العزیز فی تالیف البسیط والوسیط والوجیز. بہرحال ذکر حقیقی کے مقابلے میں دیگر امور کی یہی حیثیت ہے۔ "ویقل" علماء نے لکھا ہے کہ قلت کا اطلاق عدم پر بھی ہوتا ہے یہاں یہی عدم اور معدوم مراد لیا گیا ہے یعنی آنحضرت ﷺ لغو امور کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے تھے۔
"یانف" ناپسند کرنے اور مکروہ سمجھنے کو کہتے ہیں۔ "ارملة" بیوہ عورت کو کہتے ہیں یعنی اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ تواضع کی بنیاد پر آپ ﷺ بیوہ عورت کے ساتھ چلنے اور غریب غرباء کے ساتھ میل جول رکھنے کو ناگوار نہیں سمجھتے تھے۔

﴿۳۴﴾وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ اَبَاجَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّالَانُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ بِمَاجِئْتَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَایُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب ابوجہل نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہا کہ ہم تمہیں نہیں جھٹلاتے ہم تو اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جو تم لے کر آئے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿فانهم لایکذبونک ولکن الظلمین بایات الله یجحدون﴾ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ترمذی)

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

﴿۳۵﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاعَائِشَةُ لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَ نِیْ مَلَکٌ وَاِنَّ حُجْزَتَهٗ لَتُسَاوِیَ الْکَعْبَةَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ نَبِیًّاعَبْدًاوَاِنْ شِئْتَ نَبِیًّامَلِکًا فَنَظَرْتُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَشَارَاِلَیَّ اَنْ ضَعْ نَفْسَکَ وَفِیْ

رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ كَالْمُسْتَشِيْرِ لَهٗ فَاَشَارَ جِبْرَئِيْلُ بِيَدِهٖ اَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ نَبِيًّا عَبْدًا قَالَتْ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَاْكُلُ مُتَّكِئًا يَقُوْلُ اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ. (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ مجھ سے فرمانے لگے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یقیناً میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس کی کمر کعبہ کے برابر تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ چاہے تو بندہ پیغمبر بنو! چاہے بادشاہ پیغمبر بننا منظور کرلو۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا انہوں نے کہا اپنے نفس کو پست کردو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جبرئیل کی طرف متوجہ ہوئے اور مشورہ طلب انداز میں ان کی طرف دیکھا، حضرت جبرئیل نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ پستی وانکساری اختیار کرلیجئے۔ پس میں نے کہا کہ یقیناً میں بندۂ پیغمبر بنوں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس طرح کھانا کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور میں اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خاص فرشتے نے یہ خاص پیغام دیا کہ اگر آنحضرت ﷺ یہ چاہیں کہ نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا اور اگر چاہیں کہ نبوت وعبدیت ہو تو یہ بھی آپ کا اختیار ہے، آنحضرت ﷺ نے بمشورۂ جبریل نبوت وعبدیت کو اختیار فرمایا اور بادشاہت کو منع کردیا، یہ فقیری میں بادشاہی ہے۔

ع

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ہفتہ مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب المبعث وبدء الوحی

بعثت نبوی اور نزول وحی کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿اقرأباسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق﴾. (العلق)

''المبعث'' یہ لفظ بعث سے ہے اُٹھانے زندہ کرنے اور بھیجنے کے معنی میں آتا ہے یہاں یہی آخری بھیجنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے آنحضرت ﷺ کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی نبوت ملنے کے تین سال بعد آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر کھلے الفاظ میں نبوت کا اعلان فرمایا نبوت کے ۱۳ سال آپ نے مکہ میں گذار دیئے اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے اس طرح نبوت کے ۲۳ سال جب پورے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف بلالیا اور ۶۳ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوگیا۔

مسجد نبوی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا اس میں آپ زندگی میں بھی رہے وصال بھی وہیں پر ہوا اور قبر بھی اسی جگہ میں کھودی گئی اور تدفین بھی وہیں پر ہوگئی اب یہ حجرہ مسجد نبوی کے بیچ میں آگیا ہے اور روضۂ رسول بھی بیچ میں آگیا۔

''بدء الوحی'' یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ ابتداء کے معنی میں ہے اور اگر ہمزہ نہ ہو بلکہ واؤ ہو تو یہ بُدُوٌّ ظہور کے معنی میں ہوتا ہے یہاں ہمزہ کے ساتھ ہے۔ ''الوحی'' ھو الاشارة الخفية'' یعنی لغوی اعتبار سے وحی، رمز اور مخفی اشارہ وکنایہ، آہستہ بات کرنا، پیغام بھیجنا اور القاء والہام کو کہا جاتا ہے، مشارق انوار میں لکھا ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اصطلاحی وحی کی تعریف اس طرح کی ہے ''وشرعا ھو الاعلام بالشرع'' یعنی انبیاء کرام کی طرف شرعی پیغامات پہنچانے کا نام وحی ہے۔ انبیاء کرام کی طرف وحی آنے کی کئی صورتیں ہوتی تھیں۔ (۱) کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں آکر وحی لاتا تھا۔ (۲) کبھی فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آتا تھا۔ (۳) کبھی اللہ تعالیٰ براہ راست نبی کے قلب پر القاء فرماتا تھا۔ (۴) کبھی اللہ تعالیٰ حجاب کے پیچھے نبی سے بات کر کے وحی کرتا تھا۔ (۵) کبھی انسلاخ بشریت کی صورت میں وحی آتی تھی۔ انسلاخ بشریت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایک قسم غشی طاری ہوجاتی تھی، آپ ﷺ عالم بشریت سے عالم ملکوتیت کی طرف منتقل ہوجاتے تھے اور اسی حالت میں وحی آجاتی تھی جب آپ ہوش میں آتے اور عالم بشریت کی طرف واپس آجاتے تو وہ وحی آپ کو یاد رہتی تھی، وحی کی یہ شکل آنحضرت ﷺ پر بہت بھاری ہوتی تھی کیونکہ اس میں انسلاخ بشریت تھی۔

الفصل الاول

چالیس سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ کو نبوت ملی

﴿۱﴾عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشَرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں منصب رسالت ونبوت پر فائز کیا گیا، اس کے بعد آپ تیرہ سال مکہ میں رہے اور پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ نے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ میں رہے، جب آپ کی وفات ہوئی تو عمر مبارک تریسٹھ سال کی تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: اس روایت میں آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی ۱۳ سالہ بتائی گئی ہے اور مدنی دس سالہ بتائی گئی ہے اور پوری عمر ۶۳ سال بیان کی گئی ہے، یہ روایت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اسی کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی ہے اس کے علاوہ ۶۰ سال کی روایت بھی ہے اور ۶۵ سال کی روایت بھی ہے وفات کی ان دونوں روایتوں میں تاویل کرنی پڑے گی۔

﴿۲﴾وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً يَّسْمَعُ الصَّوْتَ وَيَرَى الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَلَا يَرٰى شَيْئًا وَثَمَانَ سِنِيْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَاَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پندرہ سال مکہ میں قیام فرمایا اور ابتدائی سات سالوں میں آواز سنتے اور ایک عجیب وغریب روشنی دیکھتے تھے اس کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ پھر آٹھ سال کے عرصہ میں وحی نازل ہوتی رہی، اس کے بعد آپ نے مدینہ میں دس سال کی مدت گزاری اور جب وفات ہوئی تو آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "خمس عشرة سنة" یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی سن ولادت اور سن ہجرت کو پورا پورا سال شمار کیا ہے جس سے مکی دور کی مدت نبوت پندرہ سال بن جاتی ہے اس لئے آپ کی پوری عمر کو ۶۵ سال قرار دیا، اوپر کی روایت میں مکی دور کی نبوی زندگی ۱۳ سالہ بتائی گئی ہے لہٰذا پوری عمر ۶۳ سال شمار کی گئی، وہ روایت راجح ہے باقی وہ روایات جن روایات میں مکی دور کو دس سالہ بتایا گیا اور وہاں ایک دہائی سے زائد ۳ سال کو کسر سمجھ کر شمار نہیں کیا گیا ہے عرب اس طرح کرتے ہیں۔ مدنی دور دس سال پر مشتمل ہے اس میں اختلاف نہیں ہے۔

"یسمع الصوت ویری" اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر ابتداء میں فرشتہ کو دیکھ لیتے تو شاید وحی کا تحمل مشکل ہو جاتا لہٰذا پہلے صرف آواز سنائی دی جاتی اور پھر ایک روشنی نظر آتی تھی تاکہ پہلے وحی کے ساتھ اور فرشتہ کے ساتھ ایک انس اور الفت پیدا ہو جائے اور

پھر فرشتہ وحی لے کر آئے۔

سوال: یہاں یہ اشکال اور سوال ہے کہ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر آواز سننے اور نور دیکھنے کی کیفیت نبوت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں ظاہر ہو جاتی تھی، حالانکہ وحی کے مل جانے کے بعد اس نور کے دیکھنے اور آوازیں سننے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ اس طرح واقعات رونما ہوئے ہیں، پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ سات سال تک آوازیں آتی تھیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ انوارات دیکھنے اور آوازیں سننے کے یہ واقعات نبوت ملنے سے پہلے زمانہ کے ہیں تاریخی واقعات اور احادیث کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ انوارات کا دیکھنا اور آوازوں کا سننا نبوت کے ملنے سے پہلے دور کے واقعات ہیں، زیر بحث حدیث کے مقابلے میں وہ احادیث قابل ترجیح ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث حدیث کا تعلق اس دور سے ہے جس میں وحی منقطع ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ پریشان رہتے تھے۔ انقطاع وحی کے اسی زمانہ میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دینے کے لئے اس طرح غیبی آوازیں آتی تھیں اور روشنیاں چمکنے لگ جاتی تھیں تاکہ آپ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈال دیں، مگر یہ آوازیں اور روشنیاں مسلسل نہیں تھیں بلکہ گاہ گاہ اور کبھی کبھی ہوتی تھیں اور سات سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا پہلا جواب واضح اور آسان ہے۔ "ولا یری شیئا" اس کا مطلب یہ ہے کہ آوازیں اور روشنیاں تو تھیں مگر کوئی فرشتہ وغیرہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

﴿۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ساٹھ سال کی عمر پوری ہونے پر اٹھالیا۔ (بخاری ومسلم)

ساٹھ سال کی یہ روایت مرجوح ہے ۶۳ سال والی روایت راجح ہے۔

آنحضرت ﷺ اور خلفاء کی عمریں

﴿۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِيُّ ثَلٰثٌ وَّسِتِّيْنَ اَكْثَرُ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (مسلم) اور محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ آنحضرت ﷺ کی عمر کے بارے میں زیادہ روایتیں تریسٹھ سال ہی کی ہیں۔

توضیح: "اکثر" یعنی آنحضرت ﷺ کی عمر سے متعلق ۶۳ سال والی روایت زیادہ صاف اور زیادہ مشہور ہے، اور اس قسم کی روایات زیادہ بھی ہیں تفصیل اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ واقعہ فیل سے ۵۰ دن بعد اور حضرت آدم کے جنت سے زمین پر اُترنے کے چھ ہزار ایک سو تیرہ سال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو پیر کے دن ۸ ربیع الاول یا بارہ

ربیع الاول میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، چالیس سال کی عمر میں مکہ میں نبوت ملی، اکثر قرآن مکہ میں نازل ہوا، نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے، پھر مدینہ کی طرف اس وقت ہجرت فرمائی جبکہ آپ کی عمر ۵۳ سال تھی، دس سال مدینہ میں گذار کر ۱۲ ربیع الاول میں ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے اور مسجد نبوی کے پاس حجرۂ عائشہ میں مدفون ہوئے۔ اس حدیث سے پہلے حدیث نمبر ۳ میں آنحضرت ﷺ کی عمر ۶۰ سال بتائی گئی ہے اس روایت میں مکی دور میں کسر کو چھوڑ کر دس سال مانا گیا ہے اور ولادت اور ہجرت کے سال کو بھی چھوڑا گیا تو پانچ سال کم ہو گئے اس لئے ساٹھ سال کا ذکر کیا گیا ہے زیر نظر روایت راجح ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کو بتا رہے ہیں کہ ۶۳ سال کی روایت راجح ہے۔

غار حرا میں آغاز وحی کی تفصیل

﴿۵﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَوَّلُ مَابُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَايَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْا بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيْ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَآءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَآءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ: اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ.

فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَايُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ اِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ ابْنِ عَمِّ خَدِيْجَةَ فَقَالَتْ لَهٗ يَا ابْنَ عَمِّ اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَارَاٰى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ فِيْهَا جَذَعًا يَالَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ

قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَاجِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَامِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُءُوْسِ شَوَاهِقِ الْجَبَلِ فَكُلَّمَا اَوْفٰى بِذُرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهٗ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهٗ جِبْرَائِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَاشُهٗ وَتَقِرُّ نَفْسُهٗ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ جس چیز سے شروع ہوا وہ سوتے میں سچے خوابوں کا نظر آنا تھا، آپ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر اس طرح روشن ہو کر سامنے آجاتی، جیسے صبح کا اجالا، اس کے بعد جب ظہور نبوت کا وقت آنے کو ہوا تو آپ کو تنہائی کا شائق بنا دیا گیا اور آپ غار حرا میں گوشہ نشین رہنے لگے، اس غار میں آپ عبادت کیا کرتے یعنی متعدد راتیں وہیں عبادت میں اس وقت تک مشغول رہتے جب تک کہ آپ گھر واپس لوٹ کر نہ آتے پس آپ کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آتے اور اگلی راتوں کے بقدر کچھ چیزیں لے کر واپس غار میں چلے جاتے یہاں تک کہ حق آگیا۔ اس وقت بھی آپ غار حرا ہی میں تھے، آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھو! آنحضرت ﷺ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے مجھ کو پکڑ لیا اور بھینچا یہاں تک کہ میں پریشان ہو گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو! میں نے وہی جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں فرشتہ نے دوسری مرتبہ مجھ کو پکڑ لیا اور بھینچا یہاں تک کہ میں پریشان ہو گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو! میں نے اب بھی یہی کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتے نے تیسری مرتبہ مجھ کو پکڑا اور (خوب زور سے) بھینچا یہاں تک کہ میں پریشان ہو گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا ﴿اقرأ باسم ربک الذی خلق الخ﴾ یعنی پڑھو، اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا، پڑھو! اور تمہارا پروردگار سب سے بزرگ و برتر ہے، وہ پروردگار جس نے قلم کے ذریعہ بہت سے علم کی تعلیم دی اور انسان کو ہر وہ چیز سکھائی جس کو وہ نہ جانتا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ ان آیتوں کے ساتھ مکہ واپس آئے اس وقت یہ حال تھا کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا آپ نے حضرت خدیجہ کے پاس پہنچ کر کہا مجھے کپڑے اڑھاؤ، مجھے کپڑے اڑھاؤ، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو کپڑا اڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا خوف و ہراس جاتا رہا، تب آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پورا واقعہ بتایا اور ان سے یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ آپ قطعاً خوف نہ کریں خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا اور بے مراد نہیں کرے گا کیونکہ آپ قرابت داروں سے حسن سلوک و تعلق کا معاملہ رکھتے ہیں اگر چہ وہ قرابت دار آپ سے ترک تعلق اور بدسلوکی ہی کا معاملہ کیوں نہ کرتے ہوں، آپ کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولتے۔ بعض روایتوں مین یہاں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "تؤدی الامانۃ" یعنی آپ امانت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے، آپ (دوسروں کا) بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے کے لئے کماتے ہیں، آپ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور آپ لوگوں کے حقیقی حادثات و مصائب میں ان کی مدد کرتے

ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل کے پاس پہنچیں اور ان سے کہا کہ: اے ابن عم! اپنے بھتیجے کی روداد سن لیجئے! ورقہ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میرے بھتیجے! سناؤ تم پر کیا بیتی اور تم کیا دیکھتے محسوس کرتے ہو؟ رسول کریم ﷺ نے ان کے سامنے وہ سارا واقعہ بیان کیا جو آپ کے ساتھ پیش آیا تھا ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ وحی دے کر حضرت موسیٰ کے پاس بھیجتا تھا۔ اے کاش! تمہاری نبوت کے اظہار اور تمہاری دعوت کے اعلان کے وقت میں طاقتور جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ ہی رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے پوچھا! کیا واقعی میری قوم مجھے شہر سے نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ہاں! کیونکہ جب بھی کوئی شخص تمہاری طرح نبوت و شریعت لے کر اس دنیا میں آیا اس کے ساتھ دشمنی رکھی گئی۔ اگر میں ان ایام میں زندہ رہا تو پوری طاقت سے تمہاری مدد و حمایت کروں گا۔ لیکن اس کے بعد ورقہ زیادہ دن زندہ نہ رہے اور جلد ہی اس دنیا سے چلے گئے اور آنحضرت ﷺ پر وحی آنے کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ اس روایت کو یہاں تک بخاری و مسلم دونوں نے نقل کیا ہے لیکن اس کے بعد بخاری نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر غم و حزن طاری ہو گیا جس ثبوت کا ہمیں ان حدیثوں سے بھی ملتا ہے جو ہم تک پہنچی ہیں اور یہ غم و حزن اتنا شدید اور سخت تھا کہ کئی مرتبہ آپ صبح کو اس ارادہ سے پہاڑوں پر گئے کہ اپنے آپ کو ان اونچے پہاڑوں کی چوٹی سے نیچے گرادیں جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تا کہ اپنے آپ کو نیچے گرادیں تو (اچانک) جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے محمد! بلاشبہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ کے دل کا اضطراب دہشت اور قلق جاتا رہتا اور آپ مطمئن ہو جاتے۔

توضیح: ''فلق الصبح'' یعنی آپ کے سچے خواب کی تعبیر اس طرح واضح ہو کر آتی تھی جس طرح چمک کر صبح پھوٹ آتی ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح صبح کا آنا یقینی ہوتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے خوابوں کی تعبیر یقینی ہوتی تھی۔

''الخلا'' یعنی طبعی طور پر آپ کو خلوت نشینی محبوب ہو گئی اور آپ نے تنہائی اختیار فرمائی تا کہ مخلوق سے ہٹ کر خالق سے راز و نیاز کا رشتہ جوڑیں۔ ''بغار حراء'' مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کی چوٹی پر یہ غار واقع ہے اس پہاڑ کو جبل نور کہتے ہیں، اس کے اوپر میدان ہے جہاں آج کل ایک سائبان کے نیچے عارضی ہوٹل بنا ہوا ہے، اس پہاڑ کے منہ میں قبلہ کی جانب دو چٹانوں کے آپس میں ملنے کی وجہ سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے یہی خلا غار حراء ہے، اس میں دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا، سامنے سے یہ غار کھلا ہے جس سے بیت اللہ نظر آتا ہے، مگر آج کل عمارات نے بیت اللہ کو چھپا رکھا ہے، غار حراء جاہلیت کے دور میں بھی مقدس مقامات میں شمار ہوتا تھا، لوگ اس میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے، ابو طالب نے اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں اس کا یوں ذکر کیا ہے۔

وثور ومن ارسیٰ ثبیرًا مکانہ وراق لیرقی فی حراء ونازل

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

"یتحنث" حنث گناہ کو کہتے ہیں اور یہاں باب تفعل، سلب مأخذ کے لئے ہے یعنی ازالۂ گناہ اور ازالۂ گناہ عین عبادت ہے لہٰذا یتحنث کا معنی یتعبد ہے جو عبادت کرنے کو کہتے ہیں ایک روایت میں یتحنف ہے یعنی ملت حنیفیہ کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ "ما انا بقارئٍ" یعنی کسی استاذ سے کچھ پڑھا نہیں، اپنے طور پر کچھ پڑھ نہیں سکتا۔

جبریل امین نے تکلیف مالا یطاق کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اقراء تعلیمی کا حکم تھا جیسے نئے سرے سے استاد چھوٹے بچے سے کہتے ہیں پڑھو بیٹے! تو یہ تعلمی اقرأ ہے، یہ امتحانی اقراء نہیں تھا۔ "فغطنی" یہ بھینچنے اور سینہ سے لگا کر دبانے کو کہتے ہیں یہ اس لئے دبایا تا کہ ملکوتیت کی برکات وصفات بشر میں منتقل ہوجائیں، پہلی دفعہ دبایا تا کہ انس بالملک پیدا ہوجائے دوبارہ دبایا تا کہ انس باللہ پیدا ہو، تیسری بار دبایا تا کہ انس بالوحی پیدا ہو۔ "الجھد" مشقت اور محنت کے معنی میں ہے، یہ لفظ مرفوع ہے جو فاعل واقع ہے ای بلغ منی الجھدُ مبلغة یعنی مجھ میں جتنی طاقت تھی وہ اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔

ایک روایت میں الجھد منصوب ہے جو مفعول واقع ہے ای بلغ جبرئیلُ منی الجھدَ یعنی جبریل نے مقدور بھر زور لگایا اور مجھے بھینچا، یہ اس لئے کیا تا کہ آپ وحی سے مانوس ہوجائیں اور ملکوتی صفات آپ کی طرف منتقل ہوجائیں۔ فرشتہ جب انسان کی شکل میں آتا ہے تو ایک انسان کی طاقت اس میں ہوتی ہے۔ "ماانا بقارئ" یعنی کسی استاذ سے پڑھا نہیں اور اپنے طور پر پڑھ نہیں سکتا۔ "زملونی" آنحضرت ﷺ نے محاورہ کے لحاظ سے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ بطور ادب لوگ گھر والوں کو جمع کے لفظ سے پکارتے ہیں اگرچہ صرف ایک بیوی کیوں نہ ہو، یہاں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جمع کے صیغہ سے اسی قاعدہ کے مطابق خطاب کیا ہے، یا ہوسکتا ہے کہ گھر میں دیگر افراد بھی ہوں اس لئے جمع کا صیغہ اختیار فرمایا۔ "فرجع بھا" یہ ضمیر آیات کی طرف لوٹتی ہے۔ "یرجف فؤادہ" دل کو فؤاد کہتے ہیں اور یرجف کانپنے اور دھڑکنے کے معنی میں ہے، حضرت سید یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے درس بخاری میں فرمایا کہ جب دل کو کوئی خطرہ لاحق ہوجاتا ہے تو پورا جسم اس کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے اور پوری حرارت سمیٹ کر دل کے گرد جمع کرتا ہے، اس سے دل کی حفاظت تو ہوجاتی ہے مگر باقی بدن پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں یرجف بوادرہٗ کے الفاظ آئے ہیں، بوادر، بادرۃ کی جمع ہے، شانے کے گوشت کو کہتے ہیں، شانے کا گوشت جب کانپ جاتا ہے تو باقی جسم اور زیادہ کانپتا ہے۔ "الروع" گھبراہٹ کے معنی میں ہے، ایک غیر جنس چیز کے معائنہ سے طبعی طور پر گھبراہٹ آتی ہے، یہاں فرشتہ ہے پھر وحی کا بوجھ ہے اس لئے گھبراہٹ ہونا بشری اور طبعی تقاضا تھا۔

"لقد خشیت علی نفسی" یعنی میں اپنی جان کے تلف ہونے پر ڈرتا ہوں، یہ خوف اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ کو شک تھا کہ یہ کوئی جن یا شیطان کا حملہ ہے بلکہ اس خوف کا اظہار تھا کہ اگر بار بار وحی کا بوجھ اسی طرح مجھ پر پڑتا رہا تو اس بوجھ سے مجھے اپنی جان کے تلف ہوجانے کا خطرہ ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ آیندہ نبوت کی دعوت اور پورے عرب سے مقابلہ کرنے کی طرف اشارہ ہو۔ "تحمل الکل" کل اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خاندان اور معاشرہ پر بوجھ ہو اور اس سے کسی کو فائدہ نہ پہنچتا ہو بلکہ جس طرف جاتا ہو نقصان اٹھا کر آتا ہو جس طرح قرآن میں ہے۔ ﴿وھو کلٌّ علی مولاہ اینما یوجھہ لایأت

بخیر﴾ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے بے کار اور بے یار و مددگار لوگوں کے بوجھ کو اُٹھاتے ہو اور ان کی مدد کرتے ہو مثلاً یتیموں، مسکینوں، بیوہ عورتوں، کمزوروں اور بے کسوں کی دیکھ بھال کرتے ہو۔ "المعدوم" ایسا آدمی جس کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہ ہو، وہ معاشرہ سے معدوم اور گم ہو، اس کے لئے آپ کما کر دیتے ہو۔ "تقری" یہ قِرٰی سے ہے مہمان نوازی کے معنی میں ہے۔ "نوائب الحق" یعنی حق کے حوادثات میں حق کا ساتھ دیتے ہو، اس کی مشکلات میں اس کی مدد کرتے ہو۔ "هذا الناموس" کسی آدمی کے رازدان کو ناموس کہتے ہیں، اہل لغت کہتے ہیں کہ ناموس بروزن جاسوس ہے ناموس خیر کے کاموں میں مستعمل ہوتا ہے اور جاسوس شر کے کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل کتاب جبریل امین کو ناموس کہتے تھے یہ معنی بہت اچھا ہے۔ "على موسى" ورقہ بن نوفل حنفاء میں سے تھے پھر انہوں نے عیسائیت کو قبول کرلیا، ان کو حضرت موسیٰ کے بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینا چاہئے تھا مگر علماء نے لکھا ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ مشہور تھے اولوالعزم بھی تھے اس لئے ورقہ نے ان کا نام لیا۔ "اِلّا عُودی" یعنی تیرے جیسے جس نے بھی حق کا نعرہ بلند کیا اور حق لے کر آیا اس کے ساتھ دشمنی رکھی گئی ہے۔

"شواهق" یہ شاہقۃ کی جمع ہے پہاڑ کی بلندی اور چوٹی کو کہتے ہیں، اسی کو ذروة الجبل بھی کہتے ہیں یعنی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرادے۔ "غدا منه مرارا" یعنی اس غم کی وجہ سے کئی دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صبح پہاڑ کی چوٹی پر گئے تاکہ اپنے آپ کو گرادیں۔ "مؤزرا" وزیر سے ہے، بھرپور اور مضبوط تعاون کو کہتے ہیں۔ "یتردی" اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کے لئے یہ صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ "جاشه" ای اضطرابه جبرئیل علیہ السلام کی آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہوجاتی تھی اور آپ کا اضطراب، سکون میں بدل جاتا تھا۔

﴿۲﴾وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَاِذَا الْمَلَکُ الَّذِيْ جَاءَ نِيْ بِحِرَآءَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دنوں کے لئے انقطاع وحی اور پھر سلسلہ وحی کے دوبارہ شروع ہونے کا حال اس طرح سنا کہ آپ نے فرمایا میں چلا جارہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں ایک آسمانی آواز آئی میں نے اوپر نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہے، میرے دل میں اتنا سخت رعب اور خوف پیدا ہوگیا کہ میں زمین پر گر پڑا، پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اڑھادو، مجھے کپڑا اڑھادو، چنانچہ گھر والوں نے مجھ کو کپڑا اڑھادیا جب ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿یاایها

المدثر الخ﴾ اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو اور مخلوق کو ڈراؤ اور اپنے رب کو ہی بڑا جانو اور اپنے کپڑوں کو پاک کردو اور پلیدی کو چھوڑ دو، اس کے بعد وحی گرم ہوگئی یعنی مسلسل آنے لگی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "جئثت" باب سمع یسمع سے گھبرانے اور ڈر جانے کے معنی میں ہے، خلاف جنس چیز دیکھنے سے طبعی طور پر اس طرح گھبراہٹ ہوتی ہے۔ "رعباً" ای لاجل الرعب" "هويت" ضرب یضرب سے گرنے کے معنی میں آتا ہے، سمع سے محبت کے معنی میں ہوتا ہے، یہاں ضرب سے ہے۔ "حمی الوحی" یعنی وحی بند ہو جانے کے بعد پھر آنا شروع ہوگئی اور گرم ہوگئی یعنی مسلسل آنے لگی۔

وحی کی ایک قسم

﴿۷﴾وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيَفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس وحی کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے؟ اور یہ وحی مجھ پر سخت ترین وحی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرشتہ وحی کے جو الفاظ مجھ تک پہنچاتا ہے میں اس کو بڑی محنت اور توجہ سے سن کر یاد کرتا ہوں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ انسان کی شکل اختیار کر کے مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے میں اس کو محفوظ اور یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں! میں نے دیکھا ہے کہ جب شدید سردی کے دن ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تھی اور فرشتہ وحی پہنچا کر چلا جاتا تھا تو آپ کی پیشانی پسینہ سے شرابور نظر آتی تھی۔

(بخاری ومسلم)

توضیح: "صلصلة الجرس" مضبوط چٹان پر جب لوہے کی زنجیر کھینچی جاتی ہے تو اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے اسی آواز کو صلصلة کہتے ہیں اور جرس گھنٹی کو کہتے ہیں، یہاں گھنٹی کی آواز کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے۔ اب یہ بات رہ گئی کہ یہ آواز کس وجہ سے تھی؟ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کی آواز تھی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس قسم کی وحی کی آواز تھی جس طرح کلام کی تیاری کے لئے پہلے اعلان ہوتا ہے یا ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ جبرئیل امین کی آمد اور ان کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز ہوتی تھی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حواس کے تعطل کے بعد ایک آواز پیدا ہوتی تھی وہ مراد ہے جیسے کانوں کے بند کرنے سے اندر ایک آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ "اشده علی" چونکہ اس

میں انسلاخ بشریت ہوتی تھی اس لئے یہ قسم بھاری ہوتی تھی۔ "فیفصم" ای ینقطع یعنی جب وحی کی یہ کیفیت ختم ہوجاتی تھی۔ "وعیت" ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔
کیونکہ آپ ﷺ خود ہوش میں نہیں ہوتے تھے، ہوش میں آنے سے پہلے پہلے ساری وحی یاد ہوجاتی تھی تو ماضی کا صیغہ مناسب ہوا۔ "فاعی" یہاں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ فرشتہ کے سنانے کے بعد آپ وحی کو محفوظ کرتے تھے تو مستقبل بن جاتا تھا۔ "فیفصم عنه" یعنی وحی کی یہ کیفیت جب ختم ہوجاتی تھی۔ "لیتفصد" رگ پر نشتر مار کر جو خون چھلکتا ہے اس کو فصد کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وحی کی شدت کی وجہ سے جاڑوں کے موسم میں بھی آنحضرت ﷺ کے جبین مبارک پر موتیوں کی لڑی کی طرح پسینہ بہنے لگتا تھا۔

﴿۸﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذٰلِكَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَكَسَ رَأْسَهُ وَنَكَسَ أَصْحَابُهُ رُءُوْسَهُمْ فَلَمَّا أُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو اس کے سبب آپ کو سخت غم لاحق ہوجاتا تھا اور آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر وحی اترتی تھی تو آپ اپنا سر جھکا لیتے تھے اور اس وقت جو صحابہ موجود ہوتے تھے وہ بھی اپنا سر جھکا لیتے تھے جب وحی اترنا موقوف ہوجاتی تو آپ اپنا سر اُٹھا لیتے تھے۔ (مسلم)

توضیح: "کرب" یعنی سخت کرب وبلا اور مصیبت وغم لاحق ہوتا تھا۔ "تربد" یعنی چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔ "اُتلی" ہمزہ پر پیش ہے، تا ساکن ہے، لام پر کسرہ ہے اور یا پر فتحہ ہے یعنی جب وحی کی یہ کیفیت منقطع ہوجاتی، ای اُقلع و اُکشف واُجلی واُزیل، "نکس رأسه" سر جھکانے کے معنی میں ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم وحی کے آنے اور اُسے سوچنے اور سمجھنے کی وجہ سے سر جھکا لیا اور صحابہ کرام نے آپ کی متابعت اور ادب کی وجہ سے سر جھکا لیا۔

کوہ صفا پر دین اسلام کی پہلی دعوت

﴿۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَّخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُوْ لَهَبٍ وَّقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ أَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نکل پڑے اور کوہ صفا پر چڑھ کر پکارنا شروع کیا۔ اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد! اس طرح آپ نے قریش کی تمام شاخوں کو نام بنام پکارا۔ چنانچہ قریش کے تمام قبائل اور گروہ جمع ہو گئے یہاں تک کہ جو شخص خود اس جگہ نہ پہنچ سکا تو اس نے معلوم کرنے لئے کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔ غرضیکہ جب ابولہب اور سب اہل قریش آگئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ کے کنارے سے نمودار ہوا ہے اور اس کا مقصد قتل و غارت گری کے لئے تم لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا ہے تو بتاؤ کہ کیا تم لوگ میری اس بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں! کیونکہ ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا پایا ہے۔ تب آپ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے پیش (آنے والا) ہے (یہ سنناتھا کہ) ابولہب کہنے لگا، ہلاکت اور نقصان میں پڑو تم، کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿تبت یدا ابی لھب و تب﴾ ہلاک ہو جائے ابولہب اور وہ ہلاک ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: آنحضرت ﷺ کو جب چالیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں نبوت ملی تو تین سال تک آپ نے خفیہ دعوت چلائی گھر کے افراد اور قریبی احباب کے علاوہ کسی کو دعوت نہیں دی، پھر جب ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ آیت نازل ہوئی، تو آپ نے قریبی رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت پر بلایا اور ان کو دین اسلام کی دعوت دیدی، مگر ابولہب کی شرارت پر ماننے کے لیئے کوئی تیار نہیں ہوا سورت "ص" کی ابتدائی آیات اسی قصہ سے متعلق ہیں، پھر تین سال گذر جانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿فاصدع بما تؤمرو اعرض عن المشرکین﴾ (حجر ۹۴) یعنی اللہ کی طرف سے جو حکم آیا ہے اس کو کھول کھول کر بیان کیجئے اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے، اس پر آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ کوہ صفا جو بیت اللہ کے سامنے ہے اس جگہ پر دین کی دعوت دی جائے، عرب کی عادت تھی کہ کسی بڑی مصیبت اور بڑے حادثہ کے وقت بلند جگہ پر چڑھ کر اپنی مدد کے لئے لوگوں کو بلایا کرتے تھے اسی قاعدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کوہ صفا پر آئے اور یہ آواز دی "یا صباحاہ واصباحاہ" اے لوگو! صبح کے وقت ایک مصیبت آنے والی ہے! اس آواز کو سن کر سرداران قریش نے خصوصی توجہ دی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے چالیس سال تک کبھی بھی اپنی مدد کے لئے اس طرح عام اعلان نہیں کیا تھا چنانچہ جس شخص نے یہ آواز سنی دوڑ کر چلا گیا یا اپنا کوئی نمائندہ بھیجا۔ آنحضرت ﷺ چونکہ صفا کی بلندی پر تھے اس لئے فرمایا کہ مجھے دونوں طرف نظر آ رہا ہے اگر میں کہوں کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے تم مانو گے؟ اور پہلے یہ بتاؤ کہ میں نے تمہارے اندر ایک لمبا عرصہ گذارا ہے کیا تم نے مجھے سچا پایا ہے یا جھوٹا؟ قریش نے کہا ہے ہم نے بار بار آپ کو آزمایا ہے ہم نے آپ کو سچا پایا ہے اس پر آپ نے توحید کی دعوت دیدی جس پر وہ لوگ بھاگ گئے اور ابولہب نے گستاخی کی۔ آنحضرت ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ پہاڑ کی اس طرف سے دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے تو اس سے لشکر ابلیس مراد تھا جو انسانوں پر حملہ آور ہے۔ آنحضرت ﷺ کو دنیا اور آخرت کے دونوں جانب نظر آ رہے تھے کفار قریش کو آخرت کا پتہ نہیں تھا تو سب نے انکار کیا۔

دین حق کی دعوت میں آنحضرت ﷺ کو بہت ستایا گیا

﴿۱۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلٰى جَزُوْرِ آلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتّٰى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنَ الضِّحْكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى فَاطِمَةَ فَأَقْبَلَتْ تَسْعٰى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلٰثًا وَكَانَ إِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَإِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلٰثًا اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ ابْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا إِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور وہاں قریش کا ایک گروہ مجلس جمائے بیٹھا تھا اچانک ان میں سے ایک شخص نے کہا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اٹھ کر فلاں محلہ اور قبیلہ میں جائے جہاں فلاں خاندان میں ایک اونٹ ذبح کیا گیا ہے اور اس غلاظت سے بھری ہوئی اوجھڑی اس کا خون اور اس کا پوست اٹھالائے اور ان سب گندی اور غلیظ چیزوں کو رکھ لے پھر جب محمد (ﷺ) سجدہ میں جائیں تو وہ ان سب چیزوں کو ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ڈال دے۔ ایک انتہائی بدبخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور ان چیزوں کو لانے کے لئے چلا گیا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ سجدہ میں گئے تو اس نے ان چیزوں کو آنحضرت ﷺ کے مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا اور آنحضرت ﷺ سجدے میں پڑے رہ گئے، وہ بدبخت یہ دیکھ کر ہنسنے اور ٹھٹھا مارنے لگے اس ہنسی میں اس قدر بدحال ہوئے کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گر گئے، جب ہی کسی شخص نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑی ہوئی آئیں اور نبی کریم ﷺ اس وقت تک سجدہ میں پڑے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان تمام چیزوں کو آپ کی پشت پر سے اٹھا کر پھینکا اور ان بدبختوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کو برا بھلا کہنے لگیں جب رسول کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس طرح بددعا کی، اے اللہ! تو ان قریش کو سخت پکڑ! یعنی مشرکین قریش کو ہلاک و برباد فرما اور آپ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے تو تین بار التجا کرتے۔ پھر عمومی طور پر قریش کے حق میں بددعا فرمانے کے بعد خاص طور سے ان ازلی بدبختوں کا نام لے کر یوں بددعا فرمائی، اے اللہ تو عمرو ابن ہشام کو عتبہ ابن ربیعہ اور شیبہ ابن ربیعہ کو ولید بن عتبہ کو امیہ ابن خلف کو عقبہ ابن معیط اور عمارہ ابن ابی ولید کو سخت پکڑ! حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے جنگ بدر

کے دن مذکورہ کافروں کو ہلاک شدہ زمین پر پڑے دیکھا، پھر ان کو میدان سے کھینچ کر ایک کنوئیں میں جو مقام بدر کا کنواں تھا پھینک دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کو جو کنوئیں میں پھینکے گئے ہیں ملعون قرار دے دیا گیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "قال قائل" یہ ابوجہل ملعون تھا یا کوئی اور بدبخت تھا۔ "جزور" شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جزور میں جیم پر زبر ہے پھر زا پر پیش ہے، یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو ذبح کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہو، مذبح خانہ مراد ہے۔

"ال فلان" سے کسی آدمی کی اولاد مراد ہے، مقصود کوئی خاص محلہ اور خاص قبیلہ ہے شاید یہاں کوئی مذبح خانہ ہو جہاں پر ذبح شدہ اونٹوں کی آلائشیں موجود رہتی ہوں۔ "یعمد" یہ قصد کرنے کے معنی میں ہے۔ "فرثها" فرث گوبر، اوجھ اور لید کو کہتے ہیں ضمیر مؤنث جزور کی طرف راجع ہے جس کی طرف مذکر ومؤنث دونوں ضمیریں لوٹتی ہیں۔ "وسلاها" حیوان کے بچہ دانی میں بچے کے اوپر ایک باریک سے جھلی ہوتی ہے جو ولادت کے ساتھ باہر آتی ہے اسی رقیق پردے کو سلا کہتے ہیں۔ "فانبعث" اُٹھنے کے معنی میں ہے۔ "اشقاهم" اس مجلس کے سارے شرکاء اشقیٰ اور بدبخت تھے مگر یہ اُٹھنے والا زیادہ بدبخت تھا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد عقبہ ابن ابی معیط تھا، یہ پرلے درجے کا بیوقوف اور ابوجہل کا چمچہ کڑچہ تھا جو ابوجہل کہتا تھا وہی یہ کرتا تھا، جنگ بدر میں یہ پکڑا گیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیدیا تو اس نے کہا میرا کیا قصور ہے کہ باقی قیدیوں کی طرح مجھے قیدی نہیں رکھتے ہو اور قتل کا حکم دیتے ہو؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے، پھر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور اس کی گردن اُڑا دی۔ الحمد للہ!

"لقد رئیتهم" یہ باعتبار اکثر ہے کہ سارے کنوئیں میں ڈالے گئے حالانکہ عمارہ کو کنوئیں میں نہیں پھینکا گیا تھا اسی طرح عقبہ بن ابی معیط کا معاملہ تھا۔ "صرعی" یہ صریع کی جمع ہے جو مصروع کے معنی میں ہے زمین پر پچھاڑے ہوئے اور گرے ہوئے شخص کو کہتے ہیں۔ "القلیب" قلیب اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کا منہ اور اوپر کا حصہ ٹھیک نہ کیا گیا ہو یعنی اس کا منڈیر نہ ہو بدر کے مقام میں یہ ایک خراب اور گندہ کنواں تھا جس میں یہ گندے لوگ ڈالے گئے اور ان کی تذلیل کے لئے آنحضرت ﷺ اس کنوئیں پر آئے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے ساتھ میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پالیا، کیا تمہارے ساتھ جو وعدہ تھا تم نے اس کو پالیا یا نہیں؟ شاعر دربارِ رسول حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس نقشہ کو یوں بیان کیا ہے:۔

فغادرنا ابا جهل صريعًا وعتبة قد تركنا بالجبوب

ترجمہ: ہم نے ابوجہل کو پچھاڑا ہوا چھوڑا اور عتبہ کو سنگلاخ زمین پر مرا ہوا چھوڑا۔

يناديهم رسول الله لما قذفناهم كباكب فى القليب

ترجمہ: ان کو رسول خدا اس وقت آواز دے رہے تھے جبکہ ہم نے ان کو گندے کنوئیں میں پھینکا ہوا تھا۔

الم تجدوا كلامى كان حقا وامر الله يأخذ بالقلوب

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے میرے باتوں کو سچا نہیں پایا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم دِلوں میں اتر جاتا ہے۔

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا صدقت وکنت ذارأی مصیب

ترجمہ: ان لوگوں نے جواب نہیں دیا اگر جواب دیتے تو یوں کہتے آپ نے سچ کہا تھا اور آپ کی رائے درست تھی۔

﴿۱۱﴾وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَّوْمِ اُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدَّ مَالَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِيَالِيْلَ بْنِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ قَالَ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبُّكَ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گذرا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہاری قوم کی طرف سے جو صورت حال پیش آئی تھی وہ احد کے دن سے کہیں زیادہ مجھ پر سخت تھی اور یہ عقبہ کے دن کا واقعہ ہے جب میں نے تمہاری اس قوم سے ایسی سخت اذیتیں اٹھائیں جن سے زیادہ سخت اذیتیں ان کی طرف سے عمر بھر مجھے کبھی نہیں پہنچیں، ہوا یہ تھا کہ میں اس دن ابن عبد یالیل ابن کلال کے پاس پہنچا لیکن اس نے میری تلقین پر کوئی توجہ نہیں دی اور میں رنجیدہ و غمگین اپنے منہ کی سیدھ میں چل پڑا یہاں تک کہ قرن ثعالب پہنچ کر میرے حواس قابو میں آئے، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے جو مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور پھر اچانک میری نظر اس ابر کے ٹکڑے میں جبرئیل علیہ السلام پر پڑی۔ جبرئیل نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کی قوم کی بات سن لی اور اس کا وہ جواب بھی سن لیا جو اس نے آپ کو دیا ہے اور اب اس نے آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتہ کو اس لئے بھیجا ہے کہ آپ اپنی قوم کے بارے میں جو چاہیں حکم صادر فرمادیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے مخاطب کیا اور سلام کر کے کہا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں مجھ کو آپؐ کے پروردگار نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ مجھے اپنے فیصلہ کی تعمیل کا حکم دیں، اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی قوم کے لوگوں پر ان دونوں پہاڑوں اخشبین کو الٹ دوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بلکہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں سے ایسے لوگ پیدا فرمادے جو صرف اسی ایک خدا کی عبادت کریں اور کسی بھی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اشد من یوم احد" احد میں آنحضرت ﷺ کے ستر صحابہ شہید ہو چکے تھے آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

کے جسم کے ٹکڑے آپ کے سامنے تھے، خود آپ لہولہان تھے، دندان مبارک شہید ہو چکے تھے، بڑا سخت دن تھا اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احد کے دن کی سختی سے زیادہ کسی اور دن کی سختی اور مصیبت کا پوچھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال تھا کہ اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن آنحضرت ﷺ نے طائف کے دن کو جس کو یوم العقبۃ کہا گیا ہے اس کو احد کے دن سے زیادہ سخت بتایا۔

"یوم العقبۃ" عقبہ درحقیقت پہاڑی گھاٹی کو کہتے ہیں یہاں ایک مسجد دریافت ہوئی ہے، یہیں پر آپ نے مدینہ والوں پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ منیٰ میں مسجد خیف کے پاس "جمرۃ العقبۃ" اسی گھاٹی کی طرف منسوب ہے ۲۰۰۷ء میں سعودی حکومت نے جمرات کی توسیع کی وہاں ایک مسجد دریافت ہوئی جس کا نام مسجد العقبۃ ہے۔ اصل میں موسم حج کے دوران آنحضرت ﷺ قبائل عرب کو دعوت دیا کرتے تھے، جب حالات ناسازگار ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے حج پر آئے ہوئے مختلف لوگوں پر اپنے آپ کو پیش فرمایا کہ مجھے آپ نے یہاں پناہ دیدو اس کو احادیث میں عَرضُ نفسِهِ عَلَى القَبَائِلِ سے یاد کیا گیا ہے، منیٰ میں آپ نے اس کا آغاز کیا۔ پھر اسی مہم میں آپ طائف کی طرف روانہ ہوئے کہ وہ آزاد قبائل ہیں، ہو سکتا ہے اسلام قبول کریں اور پھر مجھے پناہ کی جگہ مل جائے! اس پورے نقشے کو یوم العقبۃ سے یاد کیا گیا ہے۔ "عرضت نفسی" یعنی میں نے اپنے آپ کو پیش کیا ثقیف کے تین سرداروں پر جو آپس میں بھائی تھے، ایک کا نام "عبدیالیل" تھا دوسرے کا نام "مسعود" اور تیسرے کا نام "حبیب" تھا یہ تینوں بھائی عمرو بن عُمیر کے بیٹے تھے طائف میں ان سب کا بڑا سردار مسعود تھا۔ اہل تاریخ نے یہاں بہت خلط ملط نام ذکر کئے ہیں میں نے البدایہ والنہایہ کی بات لکھ دی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ابن عبدیالیل کنیت ہے مگر یہی اس شخص کا نام بھی (یعنی عبدیالیل سے گفتگو کی)۔ "مهموم" میں شدت غم کی وجہ سے مدہوش تھا۔ "استفق" ہوش میں آنے کو کہتے ہیں۔ "قرن الثعالب" پرانے طائف سے نکل کر جبل ہدیٰ کی طرف آتے ہوئے جدید طائف میں ایک جگہ کا نام قرن الثعالب ہے قرن المنازل بھی اسی جگہ میں ہے جہاں سے اہل نجد احرام باندھ کر مکہ آتے ہیں اہل طائف کا میقات بھی یہی ہے۔

سوال: غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ خود بھی زخمی ہوئے تھے آپ کے ستر صحابہ کی لاشیں آپ کے سامنے تھیں آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کٹی ہوئی لاش کے ٹکڑے سامنے پڑے تھے اس شدید صدمہ کو آنحضرت ﷺ نے طائف کے صدمہ اور مصیبت سے کم کیوں قرار دیا اور طائف کے اس غم اور اس مصیبت کو زیادہ کیوں قرار دیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ احد میں آنحضرت ﷺ میدان کارزار اور میدان مقابلہ میں تھے، دشمن سے مقابلہ میں جتنا بھی نقصان ہو جائے اس کی اتنی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ مقابلہ کے میدان میں فتح و شکست دونوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے برعکس طائف میں آنحضرت ﷺ میدان مقابلہ میں نہیں تھے وہاں جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب یک طرفہ ظلم تھا جس کو آپ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں برداشت کر رہے تھے جس کی تکلیف بہت زیادہ تھی اس لئے آپ نے طائف کی تکلیف اور اذیت کو احد سے زیادہ قرار دیا۔

"اطبق" ملانے کو کہتے ہیں۔ "الاخشبين" یہ اخشب کا تثنیہ ہے مضبوط پہاڑ کو اخشب کہتے ہیں۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ کے

پاس آمنے سامنے دو پہاڑ ہیں، ایک کا نام ''جبل ابوقبیس'' ہے اور دوسرے کا نام ''قعیقعان'' ہے جو ''احمر'' نامی پہاڑ سے جا لگتا ہے، یہ دونوں پہاڑ ایک جانب سے تو مکہ میں ہیں مگر دوسری جانب سے منیٰ سے جا لگتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ گستاخی اہل طائف نے کی ظالم وہ تھے پھر اہل مکہ پر پہاڑوں کے ملانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اصل مجرم تو کفار مکہ تھے اُنہیں کی وجہ سے تو سب کچھ ہو رہا تھا طائف کا سفر بھی تو اُنہیں کے مظالم کا شاخسانہ تھا اس لئے اس جڑ کو ختم کرنے کی بات کی گئی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ ان پہاڑوں کا سلسلہ اہل مکہ اور اہل طائف دونوں پر محیط ہے تو دونوں شہروں کی تباہی کی بات تھی یا صرف طائف کی تباہی کی بات تھی کوئی اشکال نہیں، اس سوال وجواب کو میں نے کسی شرح میں نہیں دیکھا مگر شارحین نے اخشبین کا مصداق جبل ابوقبیس اور قعیقعان کو قرار دیا ہے یہ دونوں پہاڑ مکہ میں ہیں اس لئے یہ توجیہات کرنی پڑیں۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کی ایک کیسٹ میرے پاس ہے آپ نے اخشبین کا مصداق جبل ابوقبیس اور جبل قعیقعان قرار دیا ہے۔

غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ کا زخمی ہونا

﴿۱۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَشُجَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا رَاْسَ نَبِيِّهِمْ وَكَسَرُوْا رَبَاعِيَتَهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کی لڑائی کے دن رسول کریم ﷺ کے ان چار دانتوں میں ایک دانت توڑ دیا گیا تھا جن کو رباعیہ کہتے ہیں اور آپ کا سر مبارک زخمی کر دیا گیا آپ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیونکر فلاح یاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کیا اور اس کے رباعی دانت توڑ دیئے۔ (مسلم)

توضیح: ''یسلت'' نصر ینصر سے ہے جسم سے خون صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ ''شجوا'' سر اور چہرہ کے زخم کو شج کہتے ہیں۔ ''رباعیتہ'' انیاب اور ثنایا کے درمیان کو رباعی کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ کے دانت بالکل ٹوٹ کر گرے نہیں تھے بلکہ کچھ کچھ حصہ ٹوٹ گیا تھا، دائیں جانب نچلے دانتوں کے رباعی مراد ہیں۔

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ يُشِيْرُ اِلٰى رَبَاعِيَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَّقْتُلُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا سخت ترین غضب اس قوم پر ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا آپ کا اشارہ اپنے دانتوں کی طرف تھا اور اللہ تعالیٰ کا سخت ترین غضب اس شخص پر ہے جس کو اللہ کا رسول اللہ کے راستہ میں قتل کر دے۔ (بخاری ومسلم)

''یقتلہ رسول اللہ'' احد کے میدان میں آنحضرت ﷺ نے ایک بدبخت کافر ابی بن خلف کو نیزہ مار کر قتل کر دیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے۔ (هذا الباب خال عن الفصل الثانی)

الفصل الثالث

سب سے پہلے کون سی سورت اُتری تھی

﴿۱۴﴾عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِى كَثِيرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَاسَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَوَّلِ مَانَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ اِقْرَأْبِاسْمِ رَبِّكَ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِىْ قُلْتَ لِىْ فَقَالَ لِىْ جَابِرٌ لَااُحَدِّثُكَ اِلَّابِمَاحَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءَ شَهْرًا فَلَمَّاقَضَيْتُ جِوَارِىْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ عَنْ يَّمِيْنِىْ فَلَمْ اَرَشَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِىْ فَلَمْ اَرَشَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ خَلْفِىْ فَلَمْ اَرَشَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِىْ فَرَاَيْتُ شَيْئًافَاَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِىْ فَدَثَّرُوْنِىْ وَصَبُّوْاعَلَىَّ مَاءً بَارِدًافَنَزَلَتْ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَفَاهْجُرْوَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت یحییٰ ابن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ قرآن مجید کا کونسا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ﴿یاایہاالمدثر﴾ میں نے عرض کیا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ﴿اقرأ باسم ربک﴾ نازل ہوئی ہے؟ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تھا پھر میں نے بھی ان سے یہی کہا جو تم نے مجھ سے کہا ہے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ارشاد فرمائی تھی، آپ نے یہ فرمایا کہ میں ایک مہینہ تک غار حرا میں خلوت گزیں، اور معتکف تھا، جب میری خلوت گزینی اور اعتکاف کی مدت پوری ہوئی اور میں پہاڑ سے اترا تو کوئی مجھے مخاطب کر رہا ہے میں نے دائیں طرف دیکھا لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آئی، بائیں طرف دیکھا تو ادھر بھی کوئی چیز نظر نہیں آئی، پیچھے نظر کی تو ادھر بھی کوئی دکھائی نہیں دی، پھر جب میں نے اوپر نظر اٹھائی تو مجھے کچھ نظر آیا یعنی ایک فرشتہ دکھائی دیا میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ کو ایک کپڑا اڑھادیا اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿یاایہاالمدثر الخ﴾ یعنی اے کپڑا اوڑھنے والے! اٹھ کھڑے ہو! اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑے کو پاک رکھو اور ناپاکی سے اجتناب کرو اور نزول وحی کا یہ واقعہ نماز فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: نزول وحی کے اعتبار سے سب سے پہلے سورت علق کی پانچ آیتیں نازل ہوئی ہیں پھر انقطاع وحی کا زمانہ آیا۔ انقطاع وحی کے بعد جو مکمل سورت اُتری ہے وہ سورت مدثر ہے جس کا تذکرہ زیر بحث حدیث میں ہے تو یہ مطلق وحی کی بات نہیں ہے بلکہ کامل سورت کے نزول کی بات ہے گویا یہ ابتداء اضافی ہے جو انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے وحی کے بعد نازل ہوئی تھی۔

باب علامات النبوة

نبوت کی علامتوں کا بیان

علامات جمع ہے اس کا مفرد علامۃ ہے علامات نشانی کو کہتے ہیں یہاں وہ نشانات اور علامات مراد ہیں جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہوں۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات" میں لکھا ہے کہ علامات نبوت اور معجزات ایک ہی چیز ہیں اس لئے شراح حضرات حیران و پریشان ہیں کہ صاحب مشکوٰۃ نے ایک ہی مفہوم کی چیز کو دو الگ الگ بابوں میں کیوں ذکر کیا کوئی اس کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا انتہی کلامہ۔ بندۂ عاجز فضل محمد غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اتنا فرق میں بتا سکتا ہوں کہ معجزات میں زیادہ تر ان چیزوں کا بیان ہوتا ہے جو سامنے والے انسان کو عاجز اور مجبور کر دیتی ہیں کہ معجزہ دیکھ لیا اب ایمان لے آؤ! اور علامات نبوت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس میں زیادہ تر ایسی چیزیں بیان ہوتی ہیں جو فی نفسہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر بطور علامت دلالت کرتی ہیں مگر کسی کو ایمان لانے پر مجبور اور عاجز نہیں کرتیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ علامات نبوت میں کچھ چیزیں وہ بھی ہیں جن کا تعلق نبوت کے اعلان سے پہلے کے واقعات کے ساتھ ہے جس طرح اس باب کی حدیث نمبر ۱، حدیث نمبر ۲ وغیرہ ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کو معجزہ تو نہیں کہا جا سکتا مگر یہ نبوت پر علامت و دلالت ہیں اس وجہ سے شاید صاحب مشکوٰۃ نے اس باب کو معجزات سے علیحدہ رکھا اور اس کے لئے الگ عنوان باندھا۔

الفصل الاول

شق صدر کا واقعہ

﴿۱﴾ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ وَھُوَ یَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَہٗ فَصَرَعَہٗ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِہٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ عَلَقَۃً قَالَ ھٰذَا حَظُّ الشَّیْطَانِ مِنْکَ ثُمَّ غَسَلَہٗ فِیْ طَسْتٍ مِّنْ ذَھَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَہٗ وَاَعَادَہٗ فِیْ مَکَانِہٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ یَسْعَوْنَ اِلٰی اُمِّہٖ یَعْنِیْ ظِئْرَہٗ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْہُ وَھُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَکُنْتُ اَرٰی اَثَرَ الْمَخِیْطِ فِیْ صَدْرِہٖ. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرائیل آئے اور آپ کو پکڑ کر چت لٹا دیا، پھر انہوں نے آپ کے دل کے قریب سے چاک کیا اور آپ کے دل میں سے بستہ خون کا ایک سیاہ ٹکڑا نکال لیا اور کہا کہ یہ تمہارے جسم کے اندر شیطان کا حصہ ہے اس کے بعد انہوں نے آپ کے دل کو ایک سونے کی لگن میں زمزم کے پانی سے دھویا اور پھر دل کو اس کی جگہ رکھ کر سینہ مبارک کو اوپر سے برابر کر دیا۔ (وہ) بچے (جو اس وقت آپ کے ساتھ تھے یہ پورا منظر دیکھ کر گھبرا گئے اور) بھاگے ہوئے آنحضرت ﷺ کی ماں یعنی آپ کی دایہ (حلیمہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد کو مار ڈالا گیا ہے لوگ اس جگہ پہنچے جہاں آنحضرت ﷺ موجود تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ کو صحیح سالم دیکھا لیکن آپ کو اس حال میں پایا کہ خوف ودہشت سے) آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک پر سلائی کا نشان دیکھا کرتا تھا۔ (مسلم)

توضیح: "فشق عن قلبه" یعنی دل کے پاس سے سینہ چاک کیا اور پھر اندر سے دل نکال دیا دل کے اندر سے سیاہ بستہ خون نکال کر باہر پھینک دیا پھر دل کو سی دیا اور پھر سینہ کو سی دیا جس میں سینے کا نشان مدۃ العمر تک باقی رہا، شق صدر اور شرح صدر کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چار مرتبہ پیش آیا ایک بار تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش کے دوران پیش آیا جس کا ذکر زیر بحث حدیث میں ہے اس وقت آنحضرت ﷺ چھوٹی عمر کے تھے جبکہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پرورش کر رہی تھیں دوسری مرتبہ شرح صدر کا واقعہ دس سال کی عمر میں پیش آیا، تیسری مرتبہ ظہور نبوت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی چوتھی مرتبہ آسمانوں پر معراج کے لئے جانے کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر اکیاون سال کے لگ بھگ تھی۔

"حظ الشیطان" یعنی انسان کے جسم اور پھر قلب کے اندر دو قسم مخلوق کام کرتی ہیں اور اپنا اپنا اثر ڈالتی ہیں، ایک مخلوق فرشتے ہیں دوسری مخلوق شیاطین ہیں، دل کے اندر خانے بنے ہوئے ہیں جہاں خون کے لوتھڑے بھی ہوتے ہیں یہ جگہیں فرشتوں کے الہامات کے مقامات بھی ہیں اور شیاطین کے وسوسوں کے مراکز بھی ہیں ان دونوں میں سے جس مخلوق کا کنٹرول ان جگہوں پر

قائم ہوگیا دل ان کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اور دل کی وجہ سے پھر پورا جسم متاثر ہوجاتا ہے۔ اگر فرشتوں کے قابو میں دل آگیا تو پورے جسم کا روحانی نظام درست ہوجاتا ہے اور اگر شیاطین کا کنٹرول آگیا تو پورے جسم کا روحانی نظام بگڑ جاتا ہے۔ زیر بحث حدیث میں حظ الشیطان کا اشارہ اسی پس منظر کی طرف ہے گویا آنحضرت ﷺ کا قلبی روحانی نظام مکمل طور پر فرشتوں کے ہاتھ میں آگیا اور شیاطین کے وساوس کی گنجائش ختم ہوگئی۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ جب آپریشن کے ذریعہ سے قلب اطہر سے اس حصہ کو کاٹ کر نکالنا تھا تو تخلیق کے وقت اس کو قلب اطہر میں پیدا کیوں کیا گیا؟ ابتداہی سے اس حصہ کو اللہ تعالیٰ پیدا نہ فرماتے تو نکالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو کامل بشریت پر پیدا فرمایا ہے کسی نبی میں کوئی جسمانی نقص آنے نہیں دیا اگر تخلیق کے وقت اس حصہ کو پیدا نہ فرماتے تو آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر میں ایک بشری نقص رہ جاتا اور کمال میں فرق آجاتا اس لئے پہلے اعلیٰ کمال کی تکمیل فرمادی پھر آپریشن کے ذریعہ سے اس کو نکلوادیا۔ اس حدیث سے انسانوں کو دل کے آپریشن کی رہنمائی ملی ہے ڈیڑھ ہزار سال بعد جس چیز پر دنیا فخر کرتی ہے اس کی ابتداء محمد عربی ﷺ کی ذات سے بے سروسامانی کے دور میں ہوئی۔

"زمزم" جنت کا پانی نہیں لایا گیا، معلوم ہوا کہ زمزم کا درجہ جنت کے پانی کے برابر ہے یا اس سے بہتر ہے۔

"منتقع اللون" یعنی رنگ متغیر ہوگیا تھا پیلا پڑ گیا تھا۔ "اثر المخیط" یعنی شرح صدر کے بعد سینے کا نشان گردن کی چنبر کے پاس سے لے کر ناف تک موجود تھا اس پر بالوں کی ایک خوبصورت دھاری تھی۔ **اللّٰهم صل علی حبیبک محمد فی الاولین والآخرین وعلی اٰله الطاهرین واصحابه اجمعین.**

آنحضرت ﷺ کو پتھروں کا سلام

﴿۲﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں ظہور نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں۔ (مسلم)

شق قمر کا معجزہ

﴿۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے رسول کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھادیئے یہاں تک کہ ان کافروں نے حرا پہاڑ

کو چاند کے ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: شق قمر کا واقعہ چونکہ رات کا تھا اس لئے زیادہ مشہور نہیں ہوا، پھر یہ مخصوص لوگوں نے مانگا تھا تو ضروری نہیں تھا کہ تمام اہل دنیا کو دکھایا جائے۔ نیز تمام انسانوں کو عام بھی نہیں کیا ورنہ سب کے مانگنے اور پھر سب کے دیکھنے کے بعد اگر کفار انکار کر دیتے تو پھر عمومی عذاب آجاتا جس طرح فرمائشی معجزہ سے انکار کے بعد آیا کرتا ہے۔ ساوی کائنات میں خرق و التئام کا انکار چند مخروق الدماغ اور محروف الدماغ لوگوں کا کام ہے جو نا قابل التفات ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر معجزہ کے ظہور میں محال ہونے کی گنجائش نہیں ہے اہل تاریخ نے شق قمر کا واقعہ تواتر سے نقل کیا ہے احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے قرآن کا اعلان ہے، ﴿اقتربت الساعة وانشق القمر﴾ اب انکار بے کار ہے۔ ساتھ والی حدیث میں فرقتین کے الفاظ ہیں اس سے بھی مراد دو ٹکڑے ہیں۔

﴿۴﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں چاند درمیان سے شق ہو کر اس طرح دو ٹکڑے ہو گیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر کی جانب تھا اور دوسرا نیچے کی طرف، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری نبوت یا میرے معجزہ کی شہادت دو۔ (بخاری ومسلم)

ابوجہل کی شرارت پر اس کو تنبیہ

﴿۵﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ فَقِيْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَئِنْ رَاَيْتُهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ زَعَمَ لِيَطَاَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِيْ بِيَدَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ مَالَكَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَّاَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْدَنَا مِنِّيْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کہ کیا محمد تمہارے سامنے اپنے چہرہ کو خاک آلود کرتا ہے (یعنی نماز پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے؟) لوگوں نے کہا کہ ہاں! ابوجہل بولا: لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں نے محمد کو ایسا کرتے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا۔ چنانچہ جب کہ رسول کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل اس ارادہ کے ساتھ آپ کی طرف بڑھا کہ آپ کی گردن مبارک کو اپنے پاؤں سے کچل دے، لیکن پھر وہ آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھتے بڑھتے اچانک رک گیا اور فوراً پچھلے پاؤں اپنے لوگوں کی طرف لوٹنے لگا اور ایسا دکھائی دیا جیسے وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو روک رہا ہو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ

آخر کیا ماجرا ہے؟ ابوجہل نے کہا۔ میرے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی خندق ہے، بڑا خوفناک منظر ہے اور (محافظ فرشتوں کے) پَروبازو ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! اگر ابوجہل میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے جاتے۔ (مسلم)

توضیح: "ھل یعفر" تعفیر سے ہے خاک آلود کرنے کے معنی میں ہے یعنی زمین پر سجدہ لگا کر چہرہ کو خاک آلود کرتا ہے؟ ابوجہل نے انتہائی تحقیر کے طور پر اس طرح کہہ دیا۔ "زعم" ای طمع یعنی گردن روندنے کے ارادے سے پراُمید ہو کر آ گیا۔

"فما فجئھم منه" فجأة اچانک آنے کو کہتے ہیں فجئھم میں فاعل کی ضمیر ابوجہل کی طرف لوٹتی ہے اور ھم مفعول بہ کی ضمیر اہل مجلس کی طرف لوٹتی ہے اور منه کی ضمیر حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹتی ہے۔ معنی یہ ہے کہ ابوجہل حضور اکرم ﷺ کے پاس سے اپنی مجلس والوں کی طرف اچانک اس حال میں پہنچا کہ دونوں ہاتھ اُٹھائے ہوئے اُلٹے پاؤں بدحواسی کے ساتھ آرہا تھا۔ "خندقا" یعنی آگ کی کھائی تھی۔ "وھولا" ای خوفا وامرًا شدیدًا. "واجنحة" یعنی محافظ فرشتوں کے پروبازو تھے۔ "اختطفته" یعنی محافظ فرشتے اس کے پرخچے اُڑا دیتے۔

ایک پیشن گوئی جو حرف بحرف پوری ہوئی

﴿۲﴾ وَعَنْ عَدِيّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا اِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ الْاٰخَرُ فَشَكٰى اِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ يَا عَدِيُّ هَلْ رَاَيْتَ الْحِيْرَةَ فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ فَلَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰى وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْاَ كَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَّقْبَلُهٗ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَّقْبَلُهٗ مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهٗ فَلَيَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَيْكَ رَسُوْلًا فَيُبَلِّغُكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَيْكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَاَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْاَ كَفِّهٖ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور آپ سے

اپنے فقر وفاقہ اور افلاس کا شکوہ کرنے لگا، پھر ایک اور شخص آیا اس نے راہزنی کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عدی تم نے تو حیرہ دیکھا ہوگا؟ اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم یقیناً دیکھوگے کہ ایک عورت تنہاء اونٹنی پر سوار ہو کر حیرہ سے چلے گی اور کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کو کسی کا خوف نہیں ہوگا، اگر تم زیادہ دنوں تک زندہ رہے تو کسریٰ کے خزانے (مسلمانوں کے لئے) کھول دیئے جائیں گے اور اگر تمہاری عمر زیادہ ہوئی تو تم دیکھوگے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لیکر نکلے گا اور قبول کرنے والے کو ڈھونڈتا پھرے گا مگر اس کو ایسا کوئی شخص نہیں ملے گا جو اس سے خیرات کا مال لے لے۔ اور قیامت کے دن تم میں سے ایک شخص اللہ کے حضور اس طرح پیش ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا جو اس کا حال بیان کرے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ کیا میں نے تجھ کو دین کے احکام پہنچانے اور قیامت کے دن کی خبر دینے کے لئے رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ شخص کہے گا کہ بیشک آپ نے رسول بھیجا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میں نے تجھ کو مال وزر عطا نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تجھ پر فضل واحسان نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا بیشک آپ نے مجھ کو مال بھی عطا کیا تھا اور مجھ پر فضل واحسان بھی فرمایا تھا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو دوزخ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا پھر وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اس کو دوزخ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس رسول کریم ﷺ نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگو! دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ! اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کرنے کی استطاعت رکھتے ہو اور اگر کوئی شخص اللہ کے نام پر خرچ کرنے کے لئے کھجور کا ایک ٹکڑا بھی نہ رکھتا ہو تو نرمی اور خوش خلقی کے ساتھ بات کر کے (خود کو دوزخ کی آگ سے) بچائے۔ حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ تو دیکھ لیا کہ اونٹنی سوار عورت خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے حیرہ سے تنہا سفر کرتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ڈر نہیں لگتا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ ابن ہرمز ابن نوشیرواں کے خزانوں کو کھولا۔ اب اگر تم زیادہ دنوں زندہ رہے تو نبی کریم ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی اس پیش گوئی کو بھی حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لوگے کہ ایک شخص مٹھی بھر کر (سونا چاندی خیرات کرنے کو) نکلے گا اور کوئی شخص اس کو لینے والا نہیں ملے گا۔
(بخاری)

دین کے لئے مشقتیں اُٹھانا اہل ایمان کا شیوہ ہے

﴿۷﴾ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَلَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ وَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَآءُ بِمِنْشَارٍ فَيُوْضَعُ فَوْقَ رَأْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ فَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَادُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ وَعَصَبٍ وَمَايَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَايَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس وقت جب کہ آپ کعبۂ اقدس کے سائے میں سر کے نیچے کملی رکھے ہوئے لیٹے تھے، شکایت کی کہ ان مشرکین سے ہم لوگوں کو بہت اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے اور عرض کیا کہ آپ ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ اٹھ بیٹھے اور چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا! فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان میں ایک شخص وہ تھا جس کے لئے زمین میں ایک گڑھا کھودا جاتا تھا پھر اس شخص کو اس گڑھے میں بٹھایا یا کھڑا کیا جاتا تھا اور پھر آرہ لا کر اس کے سر پر رکھا جاتا تھا اور اس آرہ سے اس کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کردیئے جاتے تھے لیکن یہ سخت عذاب بھی اس کو دین سے پھرنے نہیں دیتا تھا۔ اور ایک وہ شخص تھا جس کے جسم پر لوہے کی (تیز) کنگھی چلائی جاتی تھی جو گوشت کے نیچے ہڈیوں اور پٹھوں تک چیرتی چلی جاتی تھی لیکن یہ سخت ترین عذاب بھی اس کو دین سے پھرنے نہیں دیتا تھا، خدا کی قسم! یہ دین یقیناً درجۂ کمال کو پہنچے گا اور تم مصیبتوں اور پریشانیوں کے ختم ہو جانے والے اس دور کے بعد آسانیوں اور اطمینان کا وہ زمانہ بھی دیکھو گے کہ ایک شخص صنعاء سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا اور خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرے گا یا یہ کہ کسی شخص کو اپنی بکریوں کے بارے میں بھیڑیوں سے بھی کوئی خوف وخطرہ نہیں ہوگا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔ (بخاری)

توضیح: "منشار" آرہ کو منشار کہتے ہیں۔ "یمشط" کنگھی کرنے کو کہتے ہیں، لوہے کی کنگھی مراد ہے۔ "وعصب" عصب پٹھوں کو کہتے ہیں یعنی لوہے کی تیز کنگھی اس شخص کی ہڈیوں اور پٹھوں کے درمیان چلائی جاتی تھی جس سے گوشت چھل کر ہڈی رہ جاتی تھی مگر اس مصیبت نے اس شخص کو دین پر چلنے اور اسے اپنانے سے نہیں روکا آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں امت کو مصائب پر صبر کرنے اور دین کے لئے آزمائشوں سے گزرنے کی تعلیم دی ہے اور استقامت کی ہدایت کی ہے اور قسم کھا کر فرمایا کہ اس دین کی برکت سے ایک مثالی امن آئیگا تم جلدی نہ کرو۔

ایک خواب اور پیشن گوئی

﴿۸﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْمِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْاُوْلٰى فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتْ اُمُّ حَرَامٍ الْبَحْرَ فِيْ زَمَنِ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَآبَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آیا جایا کرتے تھے جو حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی تھیں ایک دن آنحضرت ﷺ ام حرام کے ہاں تشریف لائے تو ام حرام نے آپ کو کھانا کھلایا اور پھر آپ کے سر مبارک میں جوئیں دیکھنے بیٹھ گئیں۔اس دوران آپ سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہو گئے! ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ فرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت اس حال میں میرے سامنے لائی گئی اور مجھ کو دکھائی گئی کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کر رہی تھی اور سمندر میں اس طرح محو سفر تھی جیسے بادشاہ اپنے تخت پر ہوتے ہیں۔ یا یہ فرمایا کہ بادشاہوں کی طرح جو تخت پر جلوہ گر ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ان مجاہدوں میں جو سمندر کے سینے کو چیرتے ہوئے خدا کی راہ میں جہاد کو نکلیں مجھ کو بھی شامل کر دے۔ آپ نے ام حرام کے حق میں دعا کر دی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے (تکیہ پر) سر رکھا اور پھر سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ اب کیوں ہنسے؟ فرمایا اب پھر میری امت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے اس حال میں پیش کئے گئے کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کر رہے تھے جیسا کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ان مجاہدوں میں مجھ کو بھی شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا! تم پہلی جماعت میں ہو۔ چنانچہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحری سفر کیا اور جب سمندر سے اتر کر جانور پر سوار ہوئیں تو جانور کی پشت سے زمین پر گر پڑیں اور راہ خدا میں شہادت کا مرتبہ پا کر اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "تفلی رأسه" یعنی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے سر میں جوئیں ٹٹول رہی تھیں۔ پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ حضرت اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم ﷺ کی رضاعی خالہ یا رضاعی پھوپھی تھیں۔ پہلے یہ بات تفصیل سے لکھی جا چکی ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں انصاری عورتیں ہیں مدینہ میں انہوں نے حضرت آمنہ یا خواجہ عبداللہ کے ساتھ دودھ پیا تھا۔ لہٰذا یہ عورتیں آنحضرت ﷺ کے محارم میں سے تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کے جسم میں جوئیں نہیں ہوتی تھیں تو ٹٹولنا اور چیز ہے اور ملنا اور چیز ہے۔ "ثبج" سمندر کے درمیان میں جو بڑی موجیں ہوتی ہیں اور بے انتہاء پانی ہوتا ہے اس کو ثبج کہتے ہیں۔ مراد سمندر کا سینہ اور درمیان ہے۔ "اومثل الملوک" یہ شک راوی کی جانب سے ہے یعنی اس حال میں سوار ہوں گے جیسے بادشاہ لوگ اپنے تخت پر سوار ہوتے ہیں۔ "فصرعت" سواری سے گرنے کو صرع کہتے ہیں۔ "حین خرجت" یعنی سمندر کا سفر مکمل کر کے جب ساحل پر آ گئیں اور اپنی سواری پر سوار ہوئیں تو جانور کی پشت سے نیچے آ گریں اور شہید ہو گئیں۔ سمندری جہاز رانی اور سمندر میں جہاد کی ابتداء سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے فرضی اللہ عنه وعنا وعن جمیع الصحابة.

آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا اثر

﴿۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ اَزْدِشَنُوْءَةَ وَكَانَ يَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَسَمِعَ سُفَهَآءَ اَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ اَنِّيْ رَاَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدِيْ قَالَ

فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّي اَرْقِي مِنْ هٰذَا الرِّيحِ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ فَمَاسَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَآءِ وَلَقَدْبَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِهَاتِ يَدَكَ اُبَايِعْكَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ بَلَغْنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ وَذُكِرَحَدِيْثَا اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرِبْنِ سَمُرَةَ يَهْلِكُ كِسْرٰى وَالْاٰخَرُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ از دشنوہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام ضماد تھا مکہ آیا وہ ہوا (یعنی آسیب وجن) اتارنے کے لئے جھاڑ پھونک کیا کرتا تھا، جب اس نے مکہ کے بیوقوفوں کی زبان سے یہ سنا کہ محمد ﷺ دیوانہ ہوگیا ہے تو اس نے کہا کہ اگر میں اس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھوں (تو علاج کردوں) شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے علاج سے ٹھیک کردے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ضماد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے محمد میں جھاڑ پھونک کے ذریعہ آسیب وجن دفع کرتا ہوں، اگر تم چاہو تو میں اپنی جھاڑ پھونک کے ذریعہ تمہارا علاج کروں؟ رسول کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں ہم اسی کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں وہ جس کو سیدھا راستہ دکھادے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں، بعد ازاں ضماد بیساختہ بولا کہ ان جملوں کو ایک مرتبہ پھر میرے سامنے ارشاد فرمایئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان جملوں کو پھر ارشاد فرمایا اور تین بار ارشاد فرمایا۔ ضماد نے کہا: میں نے کاہنوں کے اقوال سنے ہیں، میں نے ساحروں کے کلمات سنے ہیں میں نے شاعروں کے اشعار سنے ہیں، لیکن آج تک میں نے آپ کے ان کلمات واقوال کے مانند کوئی کلام نہیں سنا، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے یہ کلمات دریائے علم وکلام کی انتہائی گہرائیوں تک پہنچے ہوئے ہیں، لایئے اپنا ہاتھ بڑھایئے میں اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ضماد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہوگیا۔ (مسلم)

توضیح: "ضماد" ضاد پر کسرہ اور ضمہ دونوں ہے میم ساکن ہے۔ ایک روایت میں ضمام ہے اس شخص کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلہ "ازدشنوء ہ" سے تھا یہ شخص اپنے وقت کا بڑا طبیب وحکیم بھی تھا اور عملیات وجھاڑ پھونک کا ماہر بھی تھا۔ اسلام سے پہلے ان کی حضور اکرم ﷺ سے شناسائی تھی، جب حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملی اور یہ شخص مکہ آیا تو اہل مکہ نے بڑے پروپیگنڈہ کے ساتھ اسکو بتایا کہ "محمد" مجنون ہوگئے۔ اس پر ضمام نے کہا کہ ہوسکتا ہے میری جھاڑ پھونک سے ان کو فائدہ ہو، اس غرض سے حضور اکرم ﷺ سے آکر ملا۔ حضور اکرم ﷺ نے مختصر الفاظ میں اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مشتمل خطبہ

پڑھا، خطبہ سن کر یہ شخص دہشت زدہ ہو کر حیران رہ گیا اور مسلمان ہو گیا۔

"من هذا الريح" جنات کے اثرات سے جو بیماری آجائے اس کو ریح کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود جنات کو ریح سے یاد کیا گیا ہو کیونکہ جنات بھی ہوا کے مانند چلنے والی مخلوق ہیں جو ہوا کی طرح نظر بھی نہیں آتے۔ "قاموس البحر" سمندر کے اندر جہاں سب سے زیادہ پانی ہوتا ہے اور سب سے زیادہ گہرا مقام ہوتا ہے، اس زیادہ پانی کو قاموس کہتے ہیں وہ سمندر کے بیچ کا حصہ ہوتا ہے بہرحال قاموس وسط سمندر کو کہتے ہیں یعنی یہ کلمات لفظی اور معنوی فصاحت و بلاغت میں سمندر کی اس گہرائی تک پہنچے ہوئے ہے جس سے زیادہ گہرائی کہیں پر نہیں ہے۔

"هات" یعنی ہاتھ بڑھا دیں اور مجھے مسلمان بنا دیں، چنانچہ اسی وقت ضمام مسلمان ہو گئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے ضمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔

وهذالباب خال عن الفصل الثانی

الفصل الثالث

ہرقل کا قصہ

﴿۱۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِی اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ مِنْ فِیْهِ اِلٰی فِیَّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ فِی الْمُدَّةِ الَّتِیْ کَانَتْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَیْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْجِیْئَ بِکِتَابٍ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی هِرَقْلَ قَالَ وَکَانَ دِحْیَةُ الْکَلْبِیُّ جَآءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰی عَظِیْمِ بُصْرٰی فَدَفَعَهٗ عَظِیْمُ بُصْرٰی اِلٰی هِرَقْلَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالُوْا نَعَمْ فَدُعِیْتُ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰی هِرَقْلَ فَاَجْلِسْنَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَیُّکُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِّنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِیْ خَلْفِیْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ قُلْ لَّهُمْ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ کَذَبَنِیْ فَکَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ وَاَیْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ اَنْ یُّؤْثَرَ عَلَیَّ الْکِذْبُ لَکَذَبْتُهٗ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ کَیْفَ حَسَبُهٗ فِیْکُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِیْنَا ذُوْحَسَبٍ قَالَ فَهَلْ کَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَلِکٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ کُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْکِذْبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ وَمَنْ یَّتَّبِعُهٗ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَآءُ هُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَآءُ هُمْ قَالَ اَیَزِیْدُوْنَ اَمْ یَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ یَزِیْدُوْنَ قَالَ هَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ سَخْطَةً لَّهٗ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَکَیْفَ کَانَ قِتَالُکُمْ اِیَّاهُ قَالَ قُلْتُ یَکُوْنُ الْحَرْبُ بَیْنَنَا وَبَیْنَهٗ سِجَالًا یُّصِیْبُ مِنَّا وَنُصِیْبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ یَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِیْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِیْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِیْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَمْکَنَنِیْ مِنْ کَلِمَةٍ اُدْخِلُ فِیْهَا شَیْئًا غَیْرَ هٰذِهٖ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَّهٗ اِنِّیْ سَاَلْتُکَ عَنْ حَسَبِهٖ فِیْکُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ فِیْکُمْ ذُوْحَسَبٍ وَکَذٰلِکَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِیْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُکَ هَلْ کَانَ فِیْ اٰبَآئِهٖ مَلِکٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْکَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِکٌ قُلْتُ رَجُلٌ یَّطْلُبُ مُلْکَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُکَ عَنْ اَتْبَاعِهٖ اَضُعَفَاءُ هُمْ اَمْ اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَائُهُمْ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُکَ هَلْ کُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْکِذْبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ لِیَدَعَ الْکِذْبَ عَلَی النَّاسِ ثُمَّ یَذْهَبُ فَیَکْذِبُ عَلَی اللّٰهِ وَسَاَلْتُکَ هَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ سَخْطَةً لَهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ

لَا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ اَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُوْنُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ اَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ اِئْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ قُلْنَا يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ اِنْ يَّكُ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَاِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ اَكُ اَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَاَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ تَمَامُ الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ الْكِتَابِ اِلَى الْكُفَّارِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوسفیان ابن حرب نے مجھ سے منہ در منہ یہ بیان کیا کہ اس صلح کی مدت میں جو میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی میں نے سفر کیا اور اتفاق سے اس وقت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک ہرقل کے پاس پہنچا میں ملک شام میں مقیم تھا۔ ابوسفیان نے کہا کہ نامہ مبارک دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کے آئے تھے جس کو انہوں نے بصری کے حاکم کے پاس پہنچایا اور بصری کے حاکم نے اس نامۂ مبارک کو ہرقل کی خدمت میں پیش کیا، ہرقل نے پوچھا کہ کیا اس شخص کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے جو اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ اس کے عملہ نے بتایا کہ ہاں۔ چنانچہ مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ہرقل کے دربار میں طلب کیا گیا۔ جب ہم ہرقل کے پاس پہنچے تو ہمیں اس کے سامنے بٹھایا گیا سب سے پہلے ہرقل نے پوچھا کہ تم میں سے کون آدمی اس شخص کا قریبی رشتہ دار ہے جو نبوت کا مدعی ہے؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ اس شخص کا سب سے قریبی رشتہ دار میں ہوں۔ اس کے بعد تنہا مجھ کو ہرقل کے سامنے بٹھا دیا گیا اور میرے ساتھ والوں کو میرے پیچھے بٹھلایا گیا۔ پھر ہرقل نے اپنے مترجم کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ تم اس شخص کے ساتھیوں سے کہہ دو! میں اس سے اس شخص کے حالات معلوم کروں گا جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اگر یہ مجھ کو کوئی غلط بتائے تو تم لوگ اس کی تردید کرنا اور مجھے صحیح بات بتا دینا۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھے دروغ گو مشہور کر دیا جائے گا تو یقیناً میں ہرقل کے سامنے جھوٹ بولتا، اس کے بعد ہرقل نے اپنے مترجم سے کہا کہ ابوسفیان سے پوچھو تمہارے درمیان اس شخص کا حسب کیسا ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ شخص ہم میں حسب والا ہے۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا اس شخص کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ میں نے کہا کبھی نہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا جو کچھ وہ اب کہتا ہے اس سے پہلے بھی اس نے کبھی کوئی ایسی بات کہی جس کو تم نے جھوٹ سمجھا ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا اس کا اتباع کرنے والے لوگ کون ہیں، شرفاء یا کمزور ضعیف

لوگ؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے جواب دیا اس کے اتباع کرنے والے کمزور وضعیف لوگ ہیں۔ ہرقل نے پوچھا اس شخص کے تابعداروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے جواب دیا کم نہیں ہو رہی بلکہ زیادہ ہو رہی ہے۔ پھر ہرقل نے پوچھا اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس سے ناخوش ہو کر دین کو چھوڑ بھی بیٹھتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے جواب دیا نہیں کوئی نہیں چھوڑتا۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا تم لوگ اس سے لڑتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں پھر ہرقل نے پوچھا اس سے تمہاری لڑائی کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا میں نے جواب دیا ہمارے اور اس کے درمیان ہونے والی جنگ دوڈولوں کی مانند ہوتی ہے کبھی ہم اس کو بھگتتے ہیں اور کبھی وہ ہم کو بھگتتا ہے۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ البتہ آج کل ہمارے اور اس کے درمیان جو صلح ہے اس کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی روش کیا رہے گی۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم صرف یہی ایک بات ایسی تھی جو میں نے اپنے جذبات کے تحت کہی تھی اس کے علاوہ اور کوئی بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی۔ بہرحال پھر ہرقل کا سوال یہ تھا کہ کیا اس طرح کی بات اس سے پہلے بھی کسی نے کہی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ ہرقل نے اپنے مترجم سے کہا کہ تم اس (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تمہارے درمیان اس شخص کے حسب کے بارے میں تم سے پوچھا اور تم نے بتایا کہ وہ حسب والا ہے تو حقیقت یہی ہے کہ رسول اور نبی اپنی قوم کے اشراف ہی میں سے ہوتے رہے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا تھا کہ اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ تھا اور تم نے بتایا یا کہ کوئی نہیں تو میں نے کہا کہ اگر اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں سمجھتا کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو اپنے باپ دادا کی حکومت کا طالب ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس کی اتباع کرنے والے لوگ اپنی قوم کے شرفاء یا کمزور وضعیف ہیں اور تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے تابعدار ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ پیغمبروں کے تابعدار کمزور وضعیف لوگ ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس وقت وہ جو کچھ کہتا ہے اس سے پہلے کیا تمہیں کبھی اس کے جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے اور تم نے بتایا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص لوگوں سے تو جھوٹ بولنے سے اجتناب کرے اور اللہ کی نسبت جھوٹ بولے۔ میں نے پوچھا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس سے ناخوش ہو کر دین کو چھوڑ بھی بیٹھتا ہے؟ اور تم نے بتایا تھا کہ نہیں، تو درحقیقت ایمان کا یہی حال ہے کہ وہ جب دلوں میں جگہ پکڑ لے اور روح اس کی لذت وحلاوت سے آشنا ہو جائے تو پھر ہرگز جدا نہیں ہوتا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس شخص کے تابعداروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ اور تم نے بتایا تھا کہ بڑھ رہی ہے تو درحقیقت ایمان کا یہی حال ہے اور آخر کار وہ پایہ تکمیل واتمام کو پہنچ جاتا ہے، میں نے تم سے پوچھا تھا کیا تم لوگ اس سے لڑتے ہو؟ اور تم نے جواب دیا تھا کہ ہاں لڑتے ہیں اور لڑائی کا انجام دوڈولوں کی طرح ہوتا ہے کہ کبھی وہ تم سے مصیبت اٹھاتا ہے اور کبھی تم اس سے مصیبت اٹھاتے ہو، تو حقیقت یہ ہے کہ رسولوں کا امتحان اسی طرح لیا جاتا ہے لیکن انجام کار رسولوں اور ان کے تابعداروں ہی کو کامل فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے اور ان کا دین چھا جاتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ شخص عہد شکنی کرتا ہے اور تم نے جواب دیا تھا کہ وہ عہد شکنی نہیں

کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول عہد شکنی نہیں کرتے اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تمہاری قوم میں اس سے پہلے بھی کسی نے ایسی بات کہی ہے یعنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ اور تم نے جواب دیا تھا کہ نہیں، تو میں نے کہا کہ اگر اس سے پہلے کسی نے اس طرح نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ بھی پہلے شخص کی پیروی میں اس طرح کا دعویٰ کر رہا ہے۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہرقل نے مجھ سے پوچھا کہ وہ شخص تم کو کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، ناتے داروں سے محبت اور اچھا سلوک کرو اور حرام چیزوں سے بچو۔ ہرقل نے کہا کہ اگر تمہارا بیان درست ہے تو یقیناً وہ شخص پیغمبر ہے اور مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والا ہے لیکن میرا خیال نہیں تھا کہ وہ تمہاری قوم میں پیدا ہوگا، اگر میں جانتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان سے ملاقات کرنا میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ بات ہوتی اور اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان کے دونوں پاؤں دھوتا اور (میں تم کو بتاتا ہوں) اس کی حکومت واقتدار کا دائرہ اس زمین (ملک روم وشام) تک پہنچ جائے گا جو میرے قدموں کے نیچے ہے، پھر ہرقل نے آپ کا نامۂ مبارک مانگا اور اس کو پڑھا۔ (بخاری ومسلم) اور یہ حدیث پیچھے باب الکتاب الی الکفار میں پوری نقل ہو چکی ہے۔

توضیح: "حدثنی ابو سفیان" حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ قصہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس قصہ کا پس منظر اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال مکہ میں گذارے پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، مدینہ میں جہاد کا حکم آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار نے جنگ بدر لڑی، جنگ احد، جنگ خندق اور دیگر کئی جنگیں لڑیں چھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا مگر حدیبیہ کے مقام پر کفار قریش نے آپ کو اور آپ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر صلح حدیبیہ کے نام سے جنگ بندی کا ایک معاہدہ ہو گیا جس میں طے کیا گیا کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے اس صلح کی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل حجاز کی جنگوں سے فارغ ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرونی دنیا کے بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط لکھ دیئے اس زمانہ میں دنیا پر دو سپر طاقتیں حکومت کر رہی تھیں ایک اہل فارس کی سپر طاقت تھی جو آدھی دنیا پر قابض تھی دوسری طرف روم کی سلطنت کی طاقت تھی جو باقی آدھی دنیا پر قابض تھی ان دونوں کے درمیان مسلح جنگیں ہوتی رہتی تھیں ایک جنگ میں فارس والوں نے رومیوں کو شکست فاش دی اور ان کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہرقل اپنے مرکز سے بھاگ گیا اور روپوش ہو گیا اس موقع پر ہرقل نے نذر مانی کہ اگر میں دوبارہ اپنے علاقوں پر قابض ہو گیا تو میں پیدل حج کے لئے بیت المقدس جاؤں گا چنانچہ نو سال کے بعد ایک اور جنگ ہوئی جس میں رومی غالب آگئے اور فارس کو شکست ہوگئی ہرقل اپنی نذر پوری کرنے کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا کہ اس دوران نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی خط اس تک پہنچا اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال جاننے کے لئے اپنے کارندوں سے کہا کہ ذرا معلوم کرلو اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی آدمی اگر ہمارے علاقے میں آیا ہو تو اس کو مجھ سے ملا دو اس وقت ابوسفیان اپنے قافلہ کے ساتھ تجارت

کی غرض سے بیت المقدس آئے ہوئے تھے، لوگوں نے ان کو ساتھیوں سمیت ہرقل کے سامنے پیش کر دیا ہرقل نے ابو سفیان سے حضور اکرم ﷺ کے متعلق قریباً گیارہ سوالات کئے ابوسفیان نے بھی ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے پھر ہرقل نے ان کے جوابات پر بچا تلا تبصرہ کیا، ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کی سچائی اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا مگر مسلمان نہیں ہوا زیر بحث لمبی حدیث میں اسی پس منظر کی تفصیلات ہیں۔

"سجال" کنوئیں کے پانی نکالتے وقت کبھی ڈول خالی جاتا ہے کبھی بھر کر آتا ہے اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے کہ جنگوں میں کبھی ہم غالب کبھی وہ غالب آتے ہیں **یصبب منا الخ** کا جملہ اسی سجال کی وضاحت کے لئے ہے۔ "**سخطة له**" یعنی اسلام میں کوئی عیب پا کر کوئی شخص مرتد نہیں ہوا، اگرچہ اپنی غرض ولالچ کے لئے بہت سارے مرتد ہوئے ہیں۔

"**لم اک اظنه منکم**" ہرقل سابقہ آسمانی صحائف کا عالم بھی تھا یہ شخص نجومی بھی تھا اور تاریخ سے واقف بھی تھا، کہتے ہیں کہ اس کے پاس تمام انبیاء کرام کی تصویریں تھیں اور حضور اکرم ﷺ کی بھی تھی، اس لئے اس نے کہا کہ ایک نبی کا آنا باقی ہے مگر یہاں ہرقل نے ذرا تعصب سے کام لیا ہے کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ عرب سے ہوگا حالانکہ اس کو خوب معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان بنی اسماعیل سے ہوگا، عرب سے ہوگا اور یا ہوسکتا ہے کہ اس کا خیال یہی ہو کہ اکثر وبیشتر انبیاء اولاد ابراہیم علیہ السلام سے بنو اسرائیل میں آئے ہیں تو نبی آخر الزمان بھی انہی میں سے آئیں گے۔

مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب المعراج

معراج کا بیان

قال الله تعالیٰ ﴿سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله﴾. (بنی اسرائیل) وقال الله تعالیٰ ﴿ما کذب الفئوٰد ما رایٰ﴾. (سورة النجم)

سریت من حرم لیلا الی حرم کما سریٰ البدر فی داج من الظلم

وبت ترقی الی ان نلت منزلة من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم

آنحضرت ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جو سفر ہوا ہے اس کو ''اسراء'' کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے فضائل ہوں یا علامات نبوت سے متعلق واقعات ہوں یا آپ ﷺ کے معجزات ہوں معراج کے اس واقعہ کا تعلق تمام مضامین سے ہے چونکہ واقعہ معراج آنحضرت ﷺ کی زندگی کا بڑا واقعہ ہے اور آپ کی نبوت کا ممتاز اور درخشاں باب ہے اس لئے تاریخ کے علاوہ احادیث کی کتابوں میں محدثین نے بھی اس کو نمایاں حیثیت سے بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کے لئے احادیث میں دو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ایک لفظ ''اسراء'' ہے جس کو قرآن میں بھی ذکر کیا گیا ہے دوسرا لفظ ''معراج'' ہے جس کا ذکر احادیث میں کئی دفعہ آیا ہے۔

''اسراء'' سیر سے ہے رات کے وقت زمین پر سفر کرنے کو کہتے ہیں۔ آنحضرت کا جو سفر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات میں ہوا ہے اس کو اسراء کہتے ہیں۔

''معراج'' عروج سے ہے عروج چڑھنے کے معنی میں ہے، مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک اور آسمانوں سے لامکان تک چڑھنے کا جو سفر ہوا ہے اس کو معراج کہتے ہیں۔ اس اطلاق میں کوئی قانونی یا شرعی پابندی نہیں ہے، ایک لفظ کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے البتہ یہ شرعی مسئلہ ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج کا واقعہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے اور مسجد اقصیٰ سے اوپر تک سفر احادیث سے ثابت ہے جس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کئی معراجوں سے نوازے گئے ہیں جو خواب میں ہوئی ہیں لیکن جمہور امت اس پر متفق ہے کہ جس معراج کا ذکر سورت بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے وہ معراج جسم عنصری کے ساتھ حالت بیداری میں ہوئی تھی۔

حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک ۵۱ یا ۵۲ سال کی ہو چکی تھی، مکہ مکرمہ میں کفار کے ہاتھوں آپ نے تمام تکالیف برداشت کی تھیں، انسانی تصور سے بالاتر مظالم کے پہاڑ کفار قریش نے آپ پر توڑے تھے شعب ابی طالب میں تین سال تک قید و بند اور سوشل بائیکاٹ کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس غرض سے طائف کا سفر کیا کہ طائف کے قبائلی سردار اگر مسلمان ہو گئے تو آنحضرت ﷺ مکہ سے مسلمانوں کو طائف منتقل کر دیں گے اس طرح مظالم کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن طائف

کے سرداروں نے مکہ کے چودھریوں کے خوف سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ عرب رواج کے برعکس انتہائی ظالمانہ سلوک کیا، بات تک کرنے سے انکار کر دیا اور بچوں اور پاگلوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا اور آپ پر پتھراؤ کیا۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ تکالیف کی تمام گذرگاہوں سے گذر چکے تھے اب آپ کی ذات بابرکات اس کے لئے بالکل تیار ہو چکی تھی کہ احکم الحاکمین سے راز و نیاز کی باتیں ہو جائیں کیونکہ لوہے سے جب اعلیٰ زیور بنانا مقصود ہوتا ہے تو اس لوہے کو گرم بھٹیوں سے گزارا جاتا ہے روح انسانی جتنا بدنی اثرات سے آزاد ہو جاتی ہے اتنی ہی اس کی پرواز بلند ہو جاتی ہے۔

طائف کے سفر سے آنحضرت ﷺ کے مصائب کی انتہاء ہو گئی تھی، وہاں دنیا کے ایک ادنیٰ انسان نے خاتم النبیین ﷺ سے گفتگو کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا تا کہ آپ کو تمام رفعتوں، عظمتوں اور برکتوں سے نواز دے اور دنیا والوں کو بتادے کہ جس ہستی سے تم کلام کرنا نہیں چاہتے، خالق کائنات خود ان سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے چنانچہ راجح قول کے مطابق ۲۷/رجب ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کا یہ عظیم واقعہ پیش آیا اور مکہ مکرمہ سے آنحضرت ﷺ جبرئیل و میکائیل کے ہمراہ براق پر سوار ہو کر پہلے مسجد اقصیٰ پہنچے اور وہاں سے آسمانوں پر چلے گئے اور پھر اللہ تعالیٰ سے لامکان میں عرش عظیم پر ہمکلام ہوئے۔ زیر بحث باب میں کل چھ احادیث ہیں مگر بعض بہت لمبی ہیں ان میں پوری تفصیل کے ساتھ معراج کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، سات آسمانوں میں سے کن آسمانوں میں کن کن انبیاء کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی ملاقات ہوئی ہے اس کے لئے ''اعیاھما'' کے الفاظ کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

اس جملہ کا پہلا حرف جس نبی کے نام کا پہلا حرف ہوگا اس نبی سے پہلے آسمان میں ملاقات ہوئی ہوگی اسی طرح اس جملہ کا دوسرا حرف جس نبی کے نام کا پہلا حرف ہوگا اس نبی سے دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی ہوگی ساتویں آسمان تک یہی ترتیب ہوگی۔

مثلاً اس جملہ کا پہلا حرف الف ہے تو پہلے آسمان میں حضرت آدم سے ملاقات ہوئی جس کا نام کا پہلا حرف بھی الف ہے اسی طرح اس جملہ میں دوسرا حرف عین ہے تو دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کے نام کا پہلا حرف عین ہے اسی طرح تیسرا حرف یا ہے تو تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی چوتھا حرف الف ہے تو چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پانچواں حرف ہا ہے تو پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی چھٹا حرف میم ہے تو چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس جملہ کا ساتواں تو آخری حرف الف ہے اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کے اسم کا پہلا حرف الف ہے، معراج کی چھ حدیثوں میں اس باب کی پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سب سے زیادہ منضبط اور مرتب ہے اسی حدیث کی بنیاد پر ''اعیاھما'' کے جملہ کی بنیاد ہے۔

واقعۂ معراج پر ملحدین کے اعتراضات

واقعۂ معراج پر قدیم ملحدین فلاسفہ نے بھی اعتراضات اُٹھائے تھے جدید ملحدین فلاسفہ اور سائنسدان بھی اعتراضات اُٹھا رہے ہیں چند اعتراضات مع جوابات ملاحظہ ہوں۔

اعتراض نمبر ۱: واقعۂ معراج جسم عنصری کے ساتھ بیداری کا واقعہ نہیں تھا بلکہ خواب کا واقعہ تھا، جسد عنصری کا واقعہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اوپر طبقات زمہریریہ اور طبقات ناریہ ہیں جن سے گذرنا محال ہے۔

جواب: یہ اعتراض ہٹ دھرمی پر مبنی ہے اور غلط اعتراض ہے کیونکہ اگر معراج کا واقعہ خواب کا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کریم میں اتنے بڑے اہتمام کے ساتھ کیوں بیان کیا؟ چنانچہ ارشاد ہوا کہ: "ہر قسم عجز و نقص سے پاک اللہ تعالیٰ نے رات کے تھوڑے سے حصے میں اپنے خاص بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی"۔ خواب میں تو ہر آدمی دنیا کے کونے کونے کا سفر کرتا ہے، کبھی سمندروں میں تیرتا ہے کبھی ہواؤں میں اُڑتا ہے کبھی آسمانوں میں جاتا ہے کبھی پہاڑوں پر چڑھتا ہے اس میں تعجب کی کیا بات تھی اور اتنے اہتمام سے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس وقت کے چند کچے عقیدے کے مسلمانوں کے مرتد ہونے کی کیا بات تھی؟ اور اس میں آنحضرت ﷺ کے اس کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ: "ثم اصبحت بمكة" اگر یہ خواب کا معاملہ تھا تو آنحضرت ﷺ مکہ سے غائب کب ہوئے تھے کہ پھر صبح مکہ میں کی؟ معلوم ہوا یہ جسمانی سفر تھا جو بیداری میں تھا جس کی وجہ سے اہل مکہ نے حد سے زیادہ شور مچایا، جبکہ یہ بات یقینی ہے کہ خواب کے واقعہ پر کوئی تعجب نہیں ہوتا نہ اس کی بحث میں کوئی پڑتا ہے اور نہ پڑنے کی ضرورت ہوتی ہے ادھر لفظ "عبد" نہ صرف روح کو کہتے ہیں اور نہ صرف بدن کو کہتے ہیں بلکہ روح اور بدن دونوں کے ملاپ پر لفظ عبد کا اطلاق ہوتا ہے، باقی طبقات ناریہ اور زمہریریہ کا اعتراض میں اشارہ کرنا بھی غلط ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ سرکاری اعزازی مہمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے زمہریر وغیرہ طبقات سے آپ کو محفوظ گزار دیا یہ بے وزن اعتراض بے وزن لوگوں کا کام ہے، اعتراض نمبر ۳ میں اس کا جواب آرہا ہے۔ آج کل اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں اس اعتراض کی حیثیت ختم ہو چکی ہے اب تو کفار بھی کہتے ہیں کہ ہم اوپر چاند پر گئے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲: معراج پر ملحدین نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ یہ اوپر جو آسمان نظر آرہا ہے یہ آسمان نہیں ہے بلکہ نیلگونی ہے جو بُعد مسافت کی وجہ سے آنکھوں کو آسمان معلوم ہوتا ہے جب آسمان نہیں تو معراج کی پوری داستان نہیں۔

جواب: ملحدین کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بار بار انسان کو اس علوی کائنات کے عجائبات میں غور کرنے کے لئے متوجہ کیا ہے کہ یہ دیکھو! آسمان ہے وہ دیکھو! ستارے اور چاند اور سورج ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے ہیں آسمان کی بلندی کو دیکھو! اس میں کوئی شگاف نہیں ہے، اس کے لئے کوئی ستون نہیں ہے اگر یہ آسمان نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے غور کرنے کے لئے انسان کو کس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے؟

نیز اگر یہ نیلگونی ہے، آسمان نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے اوپر آسمان ہے، تمہارے پاس اس کی نفی کی کون سی دلیل ہے؟ آج کل کے اس ماڈرن دور میں ملحدین کا یہ اعتراض بھی ختم ہو گیا ہے بلکہ اب تو یہ ملحد خود آسمان کا اعتراف کرتے ہیں اور اس پر جانے اور بسنے بسانے کی فضول باتیں بھی کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳: سائنس دان کہتے ہیں کہ اوپر آسمانوں پر کوئی نہیں جا سکتا ہے کیونکہ راستے میں طبقہ زمہریریہ اور طبقہ ناریہ ہے یعنی آگ کا گرم اور برف کا ٹھنڈا طبقہ ہے جو جائے گا مر جائے گا لہٰذا معراج کا سفر ممکن نہیں ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے معراج کے واقعہ کی ابتدا میں ''سبحان'' کا لفظ رکھا ہے یعنی وہ پروردگار جو ہر قسم عجز وعیب اور ہر قسم نقص و کمزوری سے پاک ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج ایک کمزور انسان نے ان طبقات سے بچنے کے لئے ایسے آلات اور اسباب بنائے ہیں کہ بقول اس کے وہ ان آلات کو استعمال کر کے ان طبقات سے بحفاظت گذر جاتا ہے! اگر ایک کمزور مخلوق اپنے آلات کے ذریعہ سے ان طبقات کے مضر اثرات سے بچ سکتی ہے تو قادر مطلق بادشاہ کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اپنے شاہی مہمان کو ان تمام طبقات سے بحفاظت گذار دے! یہ اعتراض بھی آج کے دور میں مہمل ہو کر رہ گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۴: ایک اعتراض جو قدیم وجدید ملحدین کی طرف سے قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے وہ یہ ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی راستہ ایک ماہ کی مسافت کا ہے اور زمین آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اوپر آسمانوں کی مسافت ہزاروں سال کی ہے اتنی لمبی مسافت ایک رات میں کیسے طے کی گئی یہ ناممکن ہے؟

جواب: قدیم زمانہ کے فلاسفہ نے لکھا ہے کہ حرکت کی تیزی اور سرعت سیر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے ہر سریع الحرکۃ چیز کے بعد بھی ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ تیز حرکت والی چیز آجائے۔ آج سے چند سو سال قبل جب ہوائی جہاز نہیں بنا تھا تو کسی کو تصور تک نہیں تھا کہ ایسی سریع الحرکت چیز آجائے گی جس کے ذریعہ سے چند گھنٹوں میں انسان دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اُڑ کر چلا جائے گا لیکن آج یہ سفر مشاہدہ بن گیا ہے اور جہازوں میں بھی ترقی پر ترقی ہو رہی ہے اور حرکت کی تیزی تیز تر ہوتی جارہی ہے نیز ہم اپنے جسم کے اندر اپنی نگاہوں پر بھی غور کریں کہ ان کا سفر کتنا تیز ہے چند سیکنڈ میں یہ نظر آسمان تک جاتی بھی ہے اور واپس آتی بھی ہے، چند سیکنڈوں میں اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آسمان سے دنیا میں آتا ہے! جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ ایسا کرسکتا ہے تو صاحب معراج کے لئے کیا مشکل تھا کہ چند لمحوں میں اوپر آسمانوں پر چلے جائیں خصوصاً جب خود شاہی مہمان بھی ہوں؟ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سواری اتنی تیز تھی کہ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا، نیز سورج کی شعاعوں کو دیکھ لیجئے کہ آسمان سے نمودار ہونے کے ساتھ چند لمحوں میں دنیا کے کس کونے سے کس کونے تک جا پہنچتی ہیں۔ نیز بجلی کے کرنٹ کے نظام کو دیکھ لیجئے کہ اگر مشرق میں اس کا بٹن دبایا جائے تو بغیر کسی وقفہ کے مغرب میں بلب روشن ہو جاتا ہے نیز ریڈیائی لاسلکی نظام کا مشاہدہ کیجئے کہ مشرق سے مغرب تک بلا وقفہ آواز پہنچتی ہے! اگر سرعت سیر کے یہ شواہد ہمارے مشاہدے میں ہیں تو پھر اس میں شک کرنے کی کہاں گنجائش ہے کہ سید الاولین والآخرین ﷺ کے اس مبارک سفر میں رفتار کی کوئی پیچیدگی پیدا ہو۔ بہر حال اہل یورپ ومغرب کے تعصب کو ملاحظہ کیجئے کہ جب معراج کے اس عظیم معجزہ اور اعزاز کے انکار پر اُتر آئے تو آسمانوں کا انکار کر بیٹھے اور طبقات ناریہ اور زمہریریہ کے مسائل کھڑے کر دیئے اور جب اپنی مطلب کی بات آئی تو چاند پر پلاٹ خریدنے کے منصوبے بنانے لگے۔

فعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ولکن عین السخط تبدی المساویا

الفصل الاول

واقعۂ معراج کی تفصیل

﴿۱﴾ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَیْلَةِ اُسْرِیَ بِهٖ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِیْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِی الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِیْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَیْنَ هٰذِهٖ اِلٰی هٰذِهٖ یَعْنِیْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰی شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِیْ ثُمَّ اُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَمْلُوٍّ اِیْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِیْ ثُمَّ حُشِیَ ثُمَّ اُعِیْدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ اِیْمَانًا وَّحِکْمَةً ثُمَّ اُتِیْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْیَضَ یُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ یَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰی طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَیْهِ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرَئِیْلُ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِیْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْکَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الثَّانِیَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی وَهُمَا اِبْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا یَحْیٰی وَهٰذَا عِیْسٰی فَسَلِّمْ عَلَیْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا یُوْسُفُ قَالَ هٰذَا یُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِیْسُ فَقَالَ هٰذَا اِدْرِیْسُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ

مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِیْ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰی قَالَ هٰذَا مُوْسٰی فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰی قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْکَ قَالَ اَبْكِیْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِیْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِیْ ثُمَّ صَعِدَبِیْ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْکَ اِبْرَاهِيْمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی فَاِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِی الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِیَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِیَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُکَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَ اُمِرْتَ فَقُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِکَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّیْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِکَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّیْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ. (متفق علیہ)

حضرت قتادہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اسراء اور معراج کی رات کے احوال کی تفصیل صحابہ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس رات میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور بعض موقعوں پر آپ نے حجر میں لیٹنے کا ذکر فرمایا کہ اچانک ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک کے حصہ کو چاک کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مراد گردن کے گڑھے سے زیر ناف بالوں تک کا پورا حصہ تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس فرشتہ نے اس طرح میرا سینہ چاک کر کے میرے دل کو نکالا اس کے بعد میرے سامنے سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا گیا، پھر دل میں (اللہ کی عظمت و محبت یا علم و ایمان کی دولت) بھری گئی اور پھر دل کو سینہ میں اس کی جگہ رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر میرے پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس میں ایمان و حکمت بھرا گیا، اس کے بعد سواری کا ایک جانور لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا، یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا، جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی وہاں اس کا ایک قدم پڑتا، مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمان دنیا پر پہنچا، جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو (دربان فرشتوں کی طرف سے) پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں پھر پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا محمد ہیں۔ اس کے بعد سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے جواب دیا بلائے ہوئے آئے ہیں تب ان فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل نے کہا یہ تمہارے باپ آدم ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے حضرت آدم کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا نیک بخت بیٹے اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لے کر اوپر دوسرے آسمان پر آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں۔ پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں! تب دربان فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام کھڑے ہیں جو ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ یحیٰی ہیں اور یہ عیسیٰ ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے دونوں کو سلام کیا اور دونوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لے کر اوپر چلے اور تیسرے آسمان پر آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ تب ان فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں تیسرے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام سامنے کھڑے ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام

کا جواب دے کر کہا میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لے کر اوپر چلے اور چوتھے آسمان پر آئے، انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں، پھر پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں، تب ان فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں چوتھے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ادریس علیہ السلام سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کرو! میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لیکر اوپر چلے اور پانچویں آسمان پر آئے۔ انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں، پھر پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ تب فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں پانچویں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں، جبرئیل نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کرو! میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لے کر اوپر چلے اور چھٹے آسمان پر آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں، پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ تب فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں آنے والے کو آنا مبارک ہو۔

اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں چھٹے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کرو، میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں، اس کے بعد جب میں آگے بڑھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک نوجوان جس کو میرے بعد رسول بنا کر دنیا میں بھیجا گیا اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے کہیں زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ بہرحال جبرئیل مجھ کو لے کر اوپر چلے اور ساتویں آسمان پر آئے، انہوں نے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں پھر پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ تب ان فرشتوں نے کہا ہم محمد کو خوش آمدید کہتے ہیں آنے والے کو آنا مبارک ہو اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں ساتویں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے باپ ابراہیم ہیں ان کو سلام کرو میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا میں نیک بخت بیٹے اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک

پہنچایا گیا میں نے دیکھا کہ اس کے پھل یعنی بیر مقام ہجر کے (بڑے بڑے) مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ میں نے وہاں چار نہریں بھی دیکھیں، دو نہریں تو باطن کی تھیں اور دو نہریں ظاہر کی تھیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل! یہ دو طرح کی نہریں کیسی ہیں؟ جبرئیل نے بتایا یہ باطن کی دو نہریں جنت کی ہیں اور یہ ظاہر کی دو نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھ کو بیت المعمور دکھلایا گیا اور اس کے بعد ایک پیالہ شراب کا، ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا میرے سامنے لایا گیا اور مجھے اختیار دیا گیا کہ ان تینوں میں سے جس چیز کا پیالہ پسند ہو لے لوں چنانچہ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبرئیل نے کہا دودھ فطرت ہے اور یقیناً تم اور تمہاری امت کے لوگ اسی فطرت پر رہیں گے، اس کے بعد وہ مقام آیا جہاں مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر (جب ملأ اعلیٰ کا میرا سفر تمام ہوا اور درگاہ رب العزت سے) میں واپس ہوا تو ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا تمہیں کس عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہاری امت رات دن میں پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکے گی، خدا کی قسم میں تم سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی اصلاح و درستی کی سخت ترین کوشش کر چکا ہوں لیکن وہ اصلاح پذیر نہ ہوئے باوجودیکہ ان کے لوگ تمہاری امت کے لوگوں سے زیادہ مضبوط تھے۔ تو پھر تمہاری امت کے لوگ اتنی زیادہ نمازوں کی مشقت کیسے برداشت کر سکیں گے) لہٰذا تم اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور اپنی امت کے حق میں تخفیف اور آسانی کی درخواست کرو۔ چنانچہ میں دوبارہ حاضر ہوا اور میرے پروردگار نے میرے عرض کرنے پر دس نمازیں کم کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا لیکن انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ چنانچہ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور چالیس میں سے دس نمازیں کم کر دی گئیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا، چنانچہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو تیس میں سے دس نمازیں کم کر دی گئیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ چنانچہ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو مجھ سے دس نمازیں کم کر دی گئیں اور مجھے دس نمازوں کا حکم دیا گیا میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا، چنانچہ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور مزید پانچ نمازوں کی تخفیف کر کے مجھ کو ہر شب و روز میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ اب تمہیں کیا حکم ملا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ اب مجھے رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا حقیقت یہ ہے کہ تمہاری امت کے اکثر لوگ رات دن میں پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ پائیں گے، حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی اصلاح و درستی کی سخت کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں، لہٰذا تم پھر پروردگار کے پاس جاؤ اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بار بار اپنے پروردگار سے تخفیف کی درخواست کر چکا ہوں اور مجھ کو شرم آتی ہے، میں اپنے پروردگار کے اس حکم کو قبول کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس گفتگو

کے بعد جب میں وہاں سے رخصت ہوا تو یہ ندائے غیبی آئی، میں نے اپنے فرض کو جاری کیا اور پھر اپنے پیارے رسول کے طفیل میں نے اپنے بندوں کے حق میں تخفیف کر دی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''البراق'' رنگ کے چمکنے کی وجہ سے اس کو براق کہتے ہیں یا تیز دوڑنے کی وجہ سے براق کہا گیا ہے، پاکستان میں بعض گاڑیوں اور دوسرے مقامات میں ایک تصویر ہوتی ہے جس کا عام جسم گھوڑے کی طرح ہے مگر اس کے پر ہیں اور اس کا سر ایک ماڈرن لڑکی کا ہے، اس حیوان پر لکھا ہوا ہوتا ہے ''براق النبی ﷺ'' جن لوگوں نے یہ تصویر بنائی ہے انہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے ان بدبختوں نے ایک ماڈرن لڑکی کی تصویر بنا کر یہ تاثر دیا ہے کہ مسلمانوں کا نبی اس طرح سفر اختیار کرتا تھا جبکہ ایک عام شریف انسان بھی اس طرح کی سواری استعمال نہیں کر سکتا۔

''فاستفتح'' اس سوال وجواب سے معلوم ہوا کہ آسمانوں پر بہت سخت پہرہ ہے! جو کفار کہتے ہیں کہ ہم آسمان سے اوپر گئے ہیں یا جانا چاہتے ہیں سب جھوٹ بولتے ہیں۔ ''عیسی ویحی'' آسمانوں میں اور اسی طرح مسجد اقصیٰ میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات جن انبیاء کرام سے ہوئی ہے یہ سب جسم مثالی کے ساتھ تھے، صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اصل جسم کے ساتھ تھے جو دوسرے آسمان پر ملے تھے۔ ''بکی'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا کسی حسد یا عداوت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ شفقت کی وجہ سے یہ بے ساختہ رونا اس نقشہ کو دیکھ کر تھا اور اس پس منظر کے سامنے آنے کی وجہ سے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتنی بڑی محنتیں تھیں اور قوم کی کتنی لمبی عمریں تھیں مگر پھر بھی ان کے ماننے والے کم ہیں اور حضور اکرم محمد عربی ﷺ کے زیادہ ہیں۔

''غلام'' یہ الفاظ تحقیر کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہر نوجوان کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ''خمسین صلوٰۃ'' پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں مگر ان پر عمل کرنے سے پہلے ان کا حکم منسوخ ہو گیا البتہ ثواب کے اعتبار سے وہی پچاس اب تک باقی ہیں زمین پر پانچ ہیں آسمان میں پچاس ہیں۔

''عالجت بنی اسرائیل'' معالجہ مزاولہ وممارسہ سے ہے، اصلاح کی غرض سے آزمانے اور مشقت اُٹھانے کے معنی میں ہے یعنی میں نے اصلاح کی غرض سے بنی اسرائیل کے ساتھ سخت کوشش کی، ان کو سخت آزمایا مگر وہ زیادہ کی طاقت نہیں رکھ سکے تو آپ کی امت کیسے طاقت رکھ سکے گی۔

''فوضع عشرًا'' سوال یہ ہے کہ عام اور مشہور روایات میں پانچ نمازوں کے کم کرنے کا ذکر ہے یہاں دس کم کرنے کا بیان ہے جو تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ بطور اختصار دس کا لفظ ادا کیا گیا ہے مراد پانچ پانچ ہیں یعنی دو دفعہ پانچ پانچ کے کم کرنے کو دس کہہ دیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں شطراً کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس سے بھی پانچ ہی مراد ہیں اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں ۴۵ نمازوں کو کم کرنا اور معاف کرنا تھا تو ایک ساتھ کیوں کم نہیں کیا آنحضرت ﷺ نے نو مرتبہ چکر کیوں کاٹا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید بار بار ملاقات کے لئے یہ ایک بہترین تدبیر تھی چنانچہ اصل معراج اور ملاقات کے بعد نو مرتبہ اضافی ملاقات ہوگئی اور آنحضرت ﷺ خود ہی تشریف لے گئے فرشتہ کو واسطہ نہیں بنایا گیا کسی نے خوب کہا ہے:

میں نے کہا میں خود جاؤں کہ نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ　　میرا جانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے

"امضیت فریضتی" یعنی میں نے اپنا فریضہ اپنے بندوں پر فرض کر کے جاری کر دیا تھا لیکن اپنے نبی کے طفیل اپنے بندوں پر تخفیف کر دی، اب آسمانوں میں ثواب کے لحاظ سے یہ پچاس نمازیں ہیں اور پڑھنے کے اعتبار سے پانچ ہیں، اب یہاں سوال یہ ہے کہ نمازوں کے کم کرنے کی تعلیم ورہنمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے کی حالانکہ آنحضرت ﷺ کا درجہ بڑا ہے آپ کو خود اس کا احساس کیوں نہیں ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ انوارات الٰہیہ میں مستغرق تھے لہٰذا محبوب کی طرف سے جو کچھ ملا اُسے بلا چوں و چرا قبول فرما دیا اور حضرت موسیٰ پر یہ استغراقی کیفیت نہیں تھی اس لئے اُنہوں نے یہ رہنمائی فرمائی نیز ان کا واسطہ اپنی امت بنی اسرائیل سے پڑا تھا، ان کو مخلوق خدا کا عملی تجربہ حاصل تھا اس لئے رہنمائی فرمائی۔

واقعۂ معراج کی مزید تفصیل

﴿۲﴾ وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ دُوْنَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِىْ تَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَآءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِىْ جِبْرَئِيْلُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ وَسَاقَ مِثْلَ مَعْنَاهُ قَالَ فَاِذَا اَنَا بِاٰدَمَ فَرَحَّبَ بِىْ وَدَعَا لِىْ بِخَيْرٍ وَقَالَ فِى السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَاِذَا اَنَا بِيُوْسُفَ اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِىَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ بِىْ وَدَعَا لِىْ بِخَيْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ بُكَاءَ مُوْسٰى وَقَالَ فِى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِىْ اِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا وَرَقُهَا كَاٰذَانِ الْفِيَلَةِ وَاِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِىَ تَغَيَّرَتْ فَمَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا وَاَوْحٰى اِلَىَّ مَا اَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَىَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَاِنِّىْ بَلَوْتُ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَبِّىْ فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلٰى اُمَّتِىْ فَحَطَّ عَنِّىْ خَمْسًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّىْ خَمْسًا قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّىْ وَبَيْنَ مُوْسٰى حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ

حَسَنَةٌ فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ لَهُ شَيْئًا فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ سَيِّئَةٌ وَّاحِدَةٌ قَالَ فَنَزَلْتُ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ اِلٰى رَبِّىْ حَتّٰى اِسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ. (رواه مسلم)

اور حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے براق لایا گیا جو ایک سفید رنگ کا دراز، میانہ قد، چوپایہ تھا، گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا، جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی وہاں اس کا ایک قدم پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس میں آیا اور میں نے اس براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس میں انبیاء باندھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں مسجد سے باہر آیا اور جبرئیل میرے سامنے ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے، میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا تو جبرئیل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا اور پھر ہمیں آسمان کی طرف چڑھایا۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث کا وہی مضمون بیان کرتے ہوئے جو سابق حدیث میں گذرا کہا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) مجھے حضرت آدم علیہ السلام نے مرحبا کہا اور میرے لئے دعاءِ خیر کی۔ پھر آپ نے تیسرے آسمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا جن کو آدھا حسن عطا کیا گیا تھا، انہوں نے بھی مجھ کو مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔ راوی یعنی ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا ذکر نہیں کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کو دوبارہ داخل ہونا نصیب نہیں ہوتا، اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا میں نے دیکھا کہ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور اس کے پھل مٹکوں کے برابر تھے، پھر جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیز نے ڈھک دیا تو اس کی حالت بدل گئی اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کی خوبی اور وصف کو بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی چاہی میری طرف بھیجی، پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر میں اس بلند مقام سے نیچے اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا تمہارے پروردگار نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا رات دن میں پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور تخفیف کی درخواست کرو کیونکہ تمہاری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی، میں بنی اسرائیل کو آزما کر اور ان کا امتحان لے کر پہلے دیکھ چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بارگاہ خداوندی میں پھر حاضر ہوا اور کہا میرے پروردگار! میری امت کے حق میں آسانی فرما دیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کے حق میں پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ میری درخواست پر پانچ نمازیں کم کر دی گئیں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہاری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی۔ تم پھر اپنے پروردگار کے پاس جاؤ اور مزید تخفیف کی درخواست کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسی طرح اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ پروردگار نے فرمایا محمد! رات دن میں فرض تو یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن ان میں سے ہر نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے۔ اس طرح یہ پانچ نمازیں ثواب میں پچاس نمازوں کے برابر ہیں اور جس شخص نے نیکی کا ارادہ کرلیا اور اس نے وہ نیکی نہیں کی تو اس کے حساب میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اس قصد کے بعد اس نے نیکی کو کرلیا تو اس کے حساب میں وہ نیکی دس گنا لکھی جاتی ہے۔ اور جس شخص نے برے کام کا قصد وارادہ کیا اور پھر اس برے کام کو نہ کرسکا تو اس کے حساب میں وہ برائی نہیں لکھی جائے گی اور اگر اس نے اپنے قصد کے مطابق اس برے کام کو کرلیا تو اس کے حساب میں وہی ایک برائی لکھی جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر میں بارگاہ خداوندی سے نیچے واپس آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صورت حال بتائی، انہوں نے پھر وہی مشورہ دیا کہ اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور تخفیف کی درخواست کرو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں بار بار اپنے پروردگار کے پاس جاچکا ہوں اب مجھ کو اس کے پاس جاتے شرم آتی ہے۔ (مسلم)

واقعہ معراج اور چاند پر جانے کی بات

توضیح: ''عرج بنا'' مسجد اقصیٰ تک سفر براق کے ذریعہ سے ہوا پھر آسمان سے لفٹ کی طرح ایک خودکار سیڑھی آئی اسی میں آپ اوپر گئے ''عرج'' میں اسی سیڑھی کی طرف اشارہ ہے۔ ''شطر الحسن'' یعنی نفس حسن کا آدھا حصہ انکو دیا گیا تھا باقی آدھا حصہ پوری دنیا پر تقسیم کیا گیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں کا آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا تھا کہتے ہیں کہ حضرت یوسف اپنے بازو میں آئینہ کی طرح اپنا چہرہ دیکھتے تھے مگر اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کا حسن زیادہ تھا اس لئے کہ حسن کا تعلق اعتدال اعضا سے ہے اعتدال اعضا میں آنحضرت ﷺ کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''انا ملیح واخی یوسف صبیح'' یعنی اصل خوبصورتی ملاحت میں ہے نہ صرف صباحت میں۔ ''السدرة'' بیری کے درخت کو کہتے ہیں ''المنتھی'' یہ آخری اور انتہائی حد ہے اس سے نیچے کی مخلوق اوپر نہیں جاسکتی اور اوپر کی مخلوق نیچے نہیں آسکتی ''آذان الفیلة'' ہاتھی کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں اس بیری کے پتے اسی طرح بڑے تھے ''کالقلال'' یہ قلة کی جمع ہے بڑے مٹکے کو کہتے ہیں یعنی پھل اتنے بڑے تھے جیسا بڑا مٹکا ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُّحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنِّيْ سَقْفُ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهٗ فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعُرِجَ بِيْ اِلَى السَّمَآءِ فَلَمَّا جِئْتُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَآءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَآءَ الدُّنْيَا اِذَا رَجُلٌ

قَاعِدٌ عَلٰی یَمِیْنِہٖ اَسْوِدَۃٌ وَعَلٰی یَسَارِہٖ اَسْوِدَۃٌ اِذَانَظَرَقِبَلَ یَمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَاِذَانَظَرَقِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجَبْرَئِیْلَ مَنْ ھٰذَاقَالَ ھٰذَا اٰدَمُ وَھٰذِہِ الْاَسْوِدَۃُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ نَسَمُ بَنِیْہِ فَاَھْلُ الْیَمِیْنِ مِنْھُمْ اَھْلُ الْجَنَّۃِ وَالْاَسْوِدَۃُ الَّتِیْ عَنْ شِمَالِہٖ اَھْلُ النَّارِ فَاِذَانَظَرَعَنْ یَمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَاِذَا نَظَرَقِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی حَتّٰی عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ الثَّانِیَۃِ فَقَالَ لِخَازِنِھَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَہٗ خَازِنُھَا مِثْلَ مَاقَالَ الْاَوَّلُ قَالَ اَنَسٌ فَذَکَرَاَنَّہٗ وَجَدَفِی السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَاِدْرِیْسَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَاِبْرَاھِیْمَ وَلَمْ یُثْبِتْ کَیْفَ مَنَازِلُھُمْ غَیْرَ اَنَّہٗ ذَکَرَ اَنَّہٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِی السَّمَآءِ الدُّنْیَا وَاِبْرَاھِیْمَ فِی السَّمَآءِ السَّادِسَۃِ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَاحَبَّۃَ الْاَنْصَارِیَّ کَانَایَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَھَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰہُ عَلٰی اُمَّتِیْ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً فَرَجَعْتُ بِذٰلِکَ حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مَافَرَضَ اللّٰہُ لَکَ عَلٰی اُمَّتِکَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَاتُطِیْقُ فَرَاجَعَنِیْ فَوَضَعَ شَطْرَھَا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقُلْتُ وَضَعَ شَطْرَھَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَاتُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَھَا فَرَجَعْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَاتُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَاجَعْتُہٗ فَقَالَ ھِیَ خَمْسٌ وَھِیَ خَمْسُوْنَ لَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَقُلْتُ اِسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَّبِّیْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتّٰی اِنْتَھٰی بِیْ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَغَشِیَھَااَلْوَانٌ لَااَدْرِیْ مَاھِیَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَافِیْھَاجَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِوَاِذَا تُرَابُھَاالْمِسْکُ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اورحضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اپنے گھر میں تھا کہ مکان کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میراسینہ چاک کرکے آب زمزم سے دھویا پھروہ سونے کا ایک طشت لائے جوایمان وحکمت سے بھراہوا تھا، (جبرئیل نے) اس کو میرے سینہ میں الٹ دیا اور پھر میرے سینہ کو ملا کر برابر کردیا، اس کے بعد جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف چڑھا کرلے گئے، جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبرئیل نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ کھولو۔ داروغہ نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ اور کوئی بھی ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں! میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ داروغہ نے پوچھا کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ چنانچہ دروازہ کھولا گیا اور جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک

صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان کے دائیں اور کچھ لوگ ان کے بائیں بیٹھے ہوئے ہیں، جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں، انہوں نے کہا پیغمبر صالح اور نیک بخت بیٹے کو میں خوش آمدید کہتا ہوں! میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ لوگ جو، ان کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، ان میں سے جو لوگ ان کے دائیں بیٹھے ہیں وہ جنتی ہیں اور جو لوگ ان کے بائیں بیٹھے ہیں وہ دوزخی ہیں، اسی لئے جب یہ اپنی دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لے کر دوسرے آسمان پر چڑھے اور انہوں نے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو اس کے داروغہ نے بھی وہی سوال کیا جو پہلے آسمان کے داروغہ نے کیا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ غرضیکہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آسمانوں پر پہنچنے اور وہاں حضرت آدم علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر فرمایا لیکن ان کے منازل ومقامات کی کیفیت واحوال کو بیان نہیں کیا۔ صرف حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملنے کا ذکر فرمایا، ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ کو ابن حزم نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو حبہ انصاری نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھ کو اور اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار اور بلند مقام پر پہنچا جہاں قلموں سے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں، ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں چنانچہ میں واپس ہوا لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے پوچھا کہ پروردگار نے تمہارے ذریعہ تمہارے امت پر کیا چیز فرض کی ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا اپنے پردگار کے پاس واپس جاؤ کیونکہ تمہاری امت اتنی نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھ کو بارگاہ رب العزت میں واپس کیا اور ان میں سے کچھ نمازیں کم کر دی گئیں۔ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کچھ حصہ معاف کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے پروردگار کے پاس پھر جاؤ! کیونکہ تمہاری امت اتنی نمازیں ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھے گی، میں پھر واپس گیا چنانچہ ان میں سے کچھ اور نمازیں کم کر دی گئیں۔ اس کے بعد میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ پھر اپنے پردرگار کے پاس جاؤ! کیونکہ تمہاری امت اتنی نمازیں ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھے گی چنانچہ میں پھر گیا پس پروردگار نے فرمایا فرض تو یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن پچاس نمازوں کے برابر ہیں۔ میرا قول تبدیل نہیں ہوتا۔ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ اب پانچ نمازیں فرض رہ گئی ہیں تو انہوں نے پھر مجھ کو بارگاہ رب العزت میں واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا کہ اب مجھ کو اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے۔ اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جس پر اس طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے جن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی اس کے بعد مجھ کو جنت میں پہنچایا گیا وہاں میں نے موتیوں کے گنبد دیکھے اور یہ بھی دیکھا کہ جنت کی مٹی مشک کی تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "سقف بیتی" روایات حدیث میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں سے فرشتوں نے اُٹھایا تھا،

بعض روایات میں حطیم کا ذکر ہے، بعض میں زمزم کا ذکر ہے، بعض میں شعب ابی طالب کا ذکر ہے۔ زیر بحث حدیث میں اپنے گھر کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اس رات حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں سو رہے تھے اور یہ گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا تو گھر کی چھت کے راستے سے آپ کو اُٹھایا اور شعب ابی طالب سے ہوتے ہوئے حطیم لائے گئے اور پھر زمزم لے آئے پھر وہاں سے باب الشامیہ کی طرف جہاں پُرانا ترکی اذان خانہ ہے وہاں براق کھڑا تھا وہیں سے آپ کو مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تو کوئی تعارض نہیں ہے! ترکی اذان خانہ کے پاس ایک ستون ہے، ترکوں نے اس پر کیکر کے پتوں کے نشانات بنائے ہیں اس تعمیر میں یہ تعبیر اور اشارہ ہے کہ براق یہاں باندھا گیا تھا۔

''اسودۃ'' یہ سواد کی جمع ہے سیاہ چیز کو کہتے ہیں سواد شخص کے معنی میں ہے اسودۃ اشخاص کے معنی میں ہے، مراد اولاد ہیں۔

''فعرج بی'' یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر ہو جانے کے بعد اگلے مرحلے کے سفر کے لئے ایک خودکار سیڑھی کا انتظام کیا گیا اور آسمانوں کا سفر اسی کے ساتھ کیا گیا آجکل لفٹ کا نظام اسی سیڑھی کا زندہ تابندہ نمونہ ہے۔ ''من ھذا'' یعنی جبریل امین آسمان کے دربان چوکیدار فرشتے سے دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں اور چوکیدار فرشتہ پوری تفتیش کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں پر چوکیداری کا مضبوط نظام ہے اب جو سیارے آسمان کے اوپر ہیں ان تک کسی انسان کا پہنچنا محال ہے اور جو سیارے آسمان سے نیچے ہیں ان تک جانے سے شریعت کا کوئی ضابطہ نہیں ٹوٹتا۔ کوئی دعویٰ کرے تو بیشک کرے خواہ وہ جھوٹ بولے یا سچ بولے میرا دل بہت پہلے سے مطمئن نہیں تھا کہ یہ کفار چاند پر گئے ہیں مگر اُنہوں نے اپنی میڈیا اور نشریات کے ذریعہ سے لوگوں کو پاگل بنادیا اور کہا کہ دیکھو اپنی آنکھوں سے دیکھو! ہم کیسے چاند پر اُتر کر چہل قدمی کر رہے ہیں۔ دیکھو لوگ چاند پر پہنچ گئے اور یہ مولوی لوگ وضو اور نماز کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کفار کا یہ کہنا غلط ہے کہ مسلمان پیچھے رہ گئے مسلمان تو نماز کے ذریعہ سے ساتویں آسمان کے اوپر عرش کے نیچے جنت الفردوس تک جانے کا عزم رکھتے ہیں، ایک صحابی نے جب یہ شعر پڑھا:

بلغنا السماء مجدنا وتراثنا وانا لنرجو فوق ذلک مظھرا

یعنی ہم تو آسمانوں سے اوپر جانا چاہتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ اوپر کہاں جانا چاہتے ہو؟ تو صحابی نے فرمایا کہ جنت الفردوس جانا چاہتا ہوں۔ بہرحال کفار نے چاند پر جانے کا بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ میں نے ۱۹۹۵ء میں کوئٹہ کا ایک سفر کیا تھا وہاں مشرق اخبار میں ۵ر ستمبر ۱۹۹۵ء میں چاند پر بھیجنے والے امریکی ادارے ''ناسا'' کے متعلق ایک نمایاں خبر چھپی تھی گیارہ سال پرانی اس خبر کا تراشہ میرے بٹوے میں اب بھی پڑا ہے! میں اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ یورپ اور مغرب کا فراڈ سامنے آجائے پہلے اخبار کی سرخیاں پڑھیں اور پھر عام مضمون پڑھیں۔

''ناسا، خلابازوں کو چاند پر بھیجنے کا ڈرامہ کر کے ۳۰ کروڑ ڈالر کھا گیا (مشرق)۔ اس مقصد کے لئے حکومت کو جعلی فلم دکھائی گئی جسے نویڈا صحراء میں فلمایا گیا۔ امریکی خلائی ادارے کا کہنا ہے کہ وہ چھ مرتبہ سائنس دانوں کو چاند پر بھیج چکا ہے۔ حکومت کو بڑی مہارت سے دھوکے میں رکھا گیا۔'' (کتاب تھرٹی بلین سونڈل کے انکشافات)

واشنگٹن (انٹرنیشنل ڈیسک) امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا کی بدعنوانیوں کا ایک نیا سکینڈل سامنے آیا ہے جس کے مطابق

''ناسا'' کے حکام 30 کروڑ ڈالر کھا گئے اور ایسے تمام دعوے بے بنیاد ثابت ہوئے کہ وہ اب تک چھ مرتبہ مختلف خلا بازوں کو چاند پر بھیج چکا ہے، تھرنی بلین سوڈل کے نام سے شائع ہونے والی کتاب میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ناسا نے حکومت کو رپورٹ پیش کی تھی کہ وہ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء کے عرصہ میں چھ مرتبہ اپنے سائنس دان چاند پر بھیج چکا ہے۔ حالانکہ یہ ایک مکمل ڈرامہ تھا ناسا نے جو فلم پیش کی تھی وہ نویڈا کے صحراء میں جعلی طور پر فلمائی گئی۔ زمین پر چاند کی سطح کے سیٹ لگائے گئے اور حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونکی گئی، رپورٹ کے مطابق ناسا کے پاس چاند پر پہنچنے کی ٹیکنالوجی نہیں ہے اور نہ ہی خلائی راکٹ موجود ہیں اس صورت میں حکومت کے ساتھ ۳۰ کروڑ ڈالر کا فراڈ کیا گیا۔ (روزنامہ مشرق کوئٹہ ۵ ستمبر ۱۹۹۵ء)

ابھی حال میں روزنامہ امت اور روزنامہ قومی اخبار نے بھی اپنی اشاعت میں چاند پر جانے کے واقعہ کو دھوکہ قرار دیا چنانچہ روزنامہ امت لکھتا ہے پہلے سرخی پڑھیں۔

''امریکی ماہر نے چاند پر انسانی قدم رکھنے کے واقعے کو دھوکہ قرار دیا۔ ناسا کے دعوے کو جھوٹ ثابت کرنے کے لئے میوزیم میں مختلف چیزیں نمائش کے لئے پیش۔'' (روزنامہ امت ۱۵ اپریل ۲۰۰۷ء)

اوہائیو، (امت نیوز) آرم اسٹرونگ ایئر اینڈ اسپیس میوزیم کی ماہر تعلیم اینڈ ریا واگ نے دعویٰ کیا ہے کہ 1969ء میں چاند پر انسان کی پہلی چہل قدمی ایک دھوکہ تھی۔ 1969ء سے 1972ء کے عرصے میں بننے والی یہ تمام تصاویر اور ویڈیو، کو ناسا نے ایک مووی اسٹوڈیو میں تیار کی تھیں غیر ملکی خبر رساں ایجنسی AP کے مطابق واگ کا کہنا ہے کہ حقائق اور سائنس کی مدد سے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ چاند پر اُترنے کی بات جھوٹی تھی، اُنہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ تصاویر میں خلا نورد آرم اسٹرونگ اور بز ایلڈرن کو لہراتے ہوئے امریکی جھنڈے کے ساتھ دکھایا گیا ہے جبکہ ہوا کے بغیر جھنڈے کا لہرانا ممکن نہیں اور افقی سلاخ کے ساتھ منسلک جھنڈے کی پول کے ساتھ نیچے کی طرف مڑا ہونا چاہئے تھا واگ نے مقامی اخبار ''دی لیما نیوز'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ نیل آرم اسٹرونگ کے نام سے موسوم اس میوزیم میں ان تمام چیزوں کی نمائش کی جارہی ہے جو کہ چاند پر اُترنے کے دعوے کو جھوٹا ثابت کرتی ہیں جبکہ اس کے علاوہ آرم اسٹرونگ کے خلائی لباس اور اس کے بچپن کی چیزیں بھی ڈسپلے کی گئی ہیں۔ (روزنامہ امت 15 اپریل 2007ء)

یہ خبر کراچی کے ایک مقامی ''قومی اخبار'' میں بھی شائع ہوئی ہے مگر دوسرے دن شائع ہوئی اور اس کی سرخیاں مختلف ہیں باقی مضمون ایک جیسا ہے قومی اخبار کی صرف سرخیاں ملاحظہ ہوں۔

- ''چاند پر انسانی قدم رکھنا دھوکہ ہے''۔ (قومی اخبار کراچی)
- ''چاند پر چہل قدمی کی تمام تصاویر اور ویڈیو ''ناسا'' کے اسٹوڈیو میں، بنیں، حقائق اور سائنس کی مدد سے یہ ثابت کرنا انتہائی آسان ہے، آرم اسٹرونگ نے امریکی پرچم لہرایا، ہوا کے بغیر ایسا ممکن نہیں تھا امریکی ماہر نے ناسا کے دعوے جھوٹے ثابت کرنے کے لئے میوزیم میں مختلف چیزیں رکھ دیں''۔ (قومی اخبار کراچی 16 اپریل 2007ء)

ان بین الاقوامی جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہوا، اُنہوں نے دنیا کو کس طرح دھوکہ میں رکھ کر گمراہ کیا! اس سے وہ چوری بھی پکڑی گئی جو

چند سال قبل امریکہ کے سائنس دانوں نے سعودی عرب کے شہزادہ سلطان کو چاند پر چڑھایا۔ اُنہوں نے خود اپنے بیان میں کہہ دیا تھا کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں یہ لوگ ایک جگہ جہاز سے اُتر گئے اور مجھے چائے پیش کی، میں چائے پیتا رہا اور یہ لوگ باہر گھومتے رہے اور مجھے کہا کہ یہ چاند ہے ادھر مسلمان نوجوانوں کو کہا گیا کہ لوگ چاند پر پہنچ گئے اور تم کو مولوی صاحبان نے وضو اور نماز میں اُلجھا رکھا ہے۔

اہل یورپ ومغرب کے حسد وعداوت اور ضد وعناد کو دیکھو کہ جب نبی اکرم ﷺ کی معراج کی بات آئی تو اُنہوں نے صاف انکار کیا کہ اوپر کوئی نہیں جاسکتا لیکن جب ان کی اپنی بات آئی تو کہتے ہیں کہ ہم چاند پر پلاٹ خرید نے جارہے ہیں میں کہتا ہوں یہ جھوٹے ہیں یہ جھوٹے ہیں یہ جھوٹے ہیں!!

"ظهرت" ای علوت یعنی میں اوپر چڑھنے لگا۔ "لمستوی" یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اس میں لام علت کے لئے ہے یعنی اس بلند اور ہموار مقام پر پہنچنے کے لئے اور اسے دیکھنے کے لئے میں اوپر گیا اور ایک کھلے مقام پر پہنچ گیا جس میں قلموں کے کاغذ پر لکھنے کی آواز آرہی تھی۔ "صريف الاقلام" کاغذ پر قلم سے لکھنے کے وقت جو کش کش کی آواز آتی ہے وہی مراد ہے یہ لوح محفوظ سے مقادیر نقل کرنے والے فرشتے ہیں، صرف حضور اکرم ﷺ یہاں گئے ورنہ یہ وہ لامکان ہے جہاں کوئی نہیں جاسکتا، فرشتے لوح محفوظ سے روزانہ نافذ ہونے والے فیصلوں کو نقل کرتے ہیں اس مقام کی پوری حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ "جنابذ" یہ جنبذ کی جمع ہے گنبد اور قبہ کو کہتے ہیں یعنی جواہرات کے گنبد اور قبے بنے ہوئے تھے۔

سدرة المنتهى کا ذکر

﴿۴﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَمَّا اُسْرِىَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْتُهِىَ بِهِ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَهِىَ فِى السَّمَآءِ السَّادِسَةِ اِلَيْهَا يَنْتَهِىْ مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْاَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَيْهَا يَنْتَهِىْ مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَاُعْطِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا اُعْطِىَ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِىَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَيْئًا اَلْمُقْحِمَاتُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول کریم ﷺ کو رات میں سیر کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر ہے۔ نیز جو بھی چیز زمین سے اوپر لے جائی جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر منتہی ہو جاتی ہے اور پھر کسی واسطہ وذریعہ کے بغیر اوپر اٹھائی جاتی ہے، اسی طرح جو چیز ملاء اعلیٰ سے زمین پر اتاری جاتی ہے وہ بھی اسی سدرۃ المنتہیٰ سے لی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿ اذ يغشى السدرة ما يغشى ﴾ (یعنی اس وقت کہ ڈھانک لیا سدرۃ کو جس چیز نے ڈھانک لیا) اور کہا کہ وہ چیز سونے کے پتنگے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ شب

معراج میں رسول کریم ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں (۱) پانچ نمازوں کی فرضیت عطا ہوئی۔ (۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عنایت ہوئیں۔ (۳) اور آنحضرت ﷺ کی امت میں سے اس شخص کے گناہ کبیرہ کی معافی کا پروانہ عطا ہوا جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے۔ (مسلم)

توضیح: "السادسة" دوسری تمام روایات میں مذکور ہے کہ سدرة المنتهی ساتویں آسمان پر ہے، یہاں چھٹے آسمان کا ذکر ہے تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چھٹے کا ذکر کسی راوی سے سہو ہوگیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ سدرة المنتهی کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور خود ساتویں آسمان پر ہے، بڑا درخت ہے، کہتے ہیں کہ تمام آسمانوں اور جنتوں پر اس کا سایہ ہے۔
"فراش" پروانہ کو کہتے ہیں ایک روایت میں جراد بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انوارات کے اردگرد ایک گھومنے والی مخلوق کا ذکر ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ "المقحمات" بڑے بڑے گناہوں کو مقحمات کہا گیا ہے یعنی شرک کے علاوہ بڑے بڑے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

واقعۂ معراج پر قریش کے سوالات

﴿۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْرَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْاَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَاَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَآءَ مِنْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کَرْبًامَّاکُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُاِلَیْهِ مَایَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّااَنْبَاْتُهُمْ وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ فَاِذَامُوْسٰی قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَاِذَارَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَاِذَاعِیْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُبْنُ مَسْعُوْدالثَّقَفِیُّ وَاِذَااِبْرَاهِیْمُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُکُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَّمْتُهُمْ فَلَمَّافَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ لِیْ قَائِلٌ یَامُحَمَّدُ هٰذَا مَالِکٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَالْتَفَتُّ اِلَیْهِ فَبَدَاَنِیْ بِالسَّلَامِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حجر میں دیکھا اس حال میں کہ قریش مکہ مجھ سے میرے شب معراج کے سفر کے بارے میں سوالات کر رہے تھے اور بیت المقدس کی وہ چیزیں اور نشانیاں دریافت کر رہے تھے جو مجھ کو اس وقت یاد نہیں رہی تھیں۔ اس بات سے میں اتنا سخت پریشان اور غمگین ہوگیا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان اور غمگین نہیں ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور بیت المقدس کو بلند کر دیا جو میری نظروں کے سامنے آگیا۔ چنانچہ وہ مجھ سے جو کچھ پوچھتے میں ان کو بتا دیتا اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء کے درمیان دیکھا۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک میانہ قد مرد نظر آئے جیسے وہ (قبیلہ) شنوءہ سے تعلق رکھنے والے ایک مرد ہوں، میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا جو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، ان سے سب سے

زیادہ مشابہت رکھنے والے شخص عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں، پھر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا جو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، ان سے سب سے زیادہ مشابہت جو شخص رکھتا ہے وہ تمہارا دوست ہے، آنحضرت ﷺ کی مراد خود اپنی ذات تھی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آیا تو میں ان سب کا امام بنا اور جب نماز سے فارغ ہوا ایک کہنے والے نے مجھے مخاطب کر کے کہا محمد یہ دوزخ کا داروغہ موجود ہے اس کو سلام کرو! چنانچہ میں اس کی طرف متوجہ ہوا لیکن سلام میں پہل اس نے کی۔ (مسلم)

توضیح: "لم اثبتها" یعنی سفر پر جانے کی وجہ سے میں نے ان چیزوں کو یاد نہیں کیا تھا مگر قریش نے اُنہیں چھوٹی چیزوں کا پوچھا کہ مثلاً مسجد اقصیٰ کی کھڑکیاں کتنی ہیں؟ دروازے کتنے ہیں؟ دریچے اور ستون کتنے ہیں؟ ایک مسافر جو راستے پر گذرتا ہے وہ ان چیزوں کو کہاں گنتا اور محفوظ کر کے یاد رکھتا ہے آنحضرت ﷺ اس سے بے حد پریشان ہو گئے۔

"فکربت" قریش مکہ نے آپ سے دوراز کار سوالات شروع کئے جو اہم سوالات تھے وہ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود کئے اور آنحضرت ﷺ کے جواب پر تصدیق کرتے چلے گئے کہ صدقت یا رسول اللہ۔ اس پر جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب عطا کیا۔ بہرحال قریش کے بے کار سوالات سے آنحضرت ﷺ بے حد پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کر دیا آنحضرت ﷺ دیکھتے تھے اور جواب دیتے تھے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر کچھ کچے مسلمان شک میں پڑ گئے کیونکہ کفار نے بڑا سخت پروپیگنڈہ کیا تھا یہ قصہ بریلوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو علم غیب کے مسئلے میں گڑبڑ کرتے ہیں۔

باب المعراج میں دوسری فصل نہیں ہے۔

الفصل الثالث

﴿۶﴾ عَنْ جَابِرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حجر یعنی حطیم میں کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے نمایاں کر دیا، چنانچہ میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر اس کی نشانیاں اور علامات ان لوگوں کو بتاتا رہا۔ (بخاری ومسلم)

"الحجر" اس سے مراد حطیم ہے اس کو حجر اسماعیل بھی کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر بھی ہے۔

مؤرخہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب فی المعجزات

قال اللہ تعالیٰ: ﴿اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر﴾.

(سورة القمر)

معجزات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے چند خارق عادات چیزوں کو سمجھ لیا جائے توضیحات جلد اول باب الکبائر صفحہ نمبر ۲۴۸ پر خوارق عادت اشیاء کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہاں بھی موقع ومحل کی مناسبت سے کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خارق عادت اشیاء

چنانچہ خوارق عادت چیزیں کل سات (۷) ہیں:

❶ اول ''ارھاصات'' ہیں۔ یہ ایسے خارق عادت افعال ہوتے ہیں جو کسی نبی کی نبوت سے پہلے بطور تمہید نبی کی آمد کے اعلان کے لئے پیش آتے ہیں جیسے آنحضرت ﷺ کو نبوت سے پہلے پتھروں کا سلام کرنا، بادل کا سایہ کرنا، ولادت نبی کے وقت انقلابی واقعات کا پیش آنا یہ ''ارھاصات'' تھے۔

❷ دوم ''معجزات'' ہیں یہ ایسے خارق عادت اُمور ہیں جو کسی نبی کی دعوت نبوت کے اثبات وتصدیق کے لئے اور مخالفین کو عاجز کرنے کے لئے مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور یہاں زیر بحث باب کی ۷۴ احادیث میں معجزات خوب تفصیل آ رہی ہے۔

❸ سوم ''کرامات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت اُمور ہیں جو صاحب ایمان متبع سنت شخص کے ہاتھ پر اس کے اعزاز واکرام کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں، پیغمبر کو اپنے معجزہ کا علم بھی ہوتا ہے اور ظہور معجزہ کا ارادہ بھی ہوتا ہے مگر ولی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔

❹ چہارم ''معونات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت اُمور ہیں جو کسی مسلمان کی اعانت ومدد کے لئے ظاہر ہوتے ہیں جیسے حالت مخمصہ میں غیب سے کھانا آنا، پانی آنا یا زمین کا فاصلہ کم ہو جانا یا پانی پر چلنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اعانت ومدد کی صورتیں ہیں۔

❺ پنجم ''استدراجات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت اُمور ہیں جو کسی کافر یا فاسق وفاجر شخص کے ہاتھ پر اس کے مقصود کے مطابق ظاہر ہو جائیں جیسے دجال کے احوال میں عجیب استدراجات اور تصرفات کا بیان ہو چکا ہے یا جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہوئے تھے یہ سب استدراج کی قبیل سے تھے۔

❻ ششم ''اہانات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت اُمور کا نام ہے جو کسی کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن اس کے مطلوب ومقصود کے برعکس ظاہر ہوتے ہیں مثلاً مسیلمہ کذاب نے کسی کانے، یک چشم کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تا کہ یہ آنکھ درست ہو جائے مگر اس شخص کی صحیح آنکھ اندھی ہو گئی۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی برکت کے لئے باغ کے درختوں میں پھینکا تو باغ کے سارے درخت سوکھ گئے۔ اسی طرح اس نے کلی کر کے کنوئیں میں پانی پھینکا تا کہ پانی زیادہ ہو جائے تو جو پانی کنوئیں

میں تھا وہ بھی خشک ہوگیا، اسی طرح اس نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو اس کے حافظہ نے کام چھوڑ دیا، یہ سب اہانت کی صورتیں ہیں کہ سب تدبیریں اُلٹی ہوگئیں۔

۷ ہفتم ''سحر'' اور جادو ہے: اس کی ایک تعریف یہ ہے ''کل ما لطف مأخذه و دق فهو سحر'' اس کی دوسری تعریف یہ ہے۔ اخراج الحق فی صورة الباطل، جادو کی مزید تفصیل توضیحات جلد اول ۲۴۷ پر ملاحظہ کریں بعض علماء نے جادو کو خرق عادت شمار نہیں کیا کیونکہ اس میں ظاہری اسباب استعمال ہوتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام خارق عادت اُمور ہیں یہاں پر ان میں سے معجزہ کی تعریف و تفصیل بیان کرنا مقصود ہے۔

معجزہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:

معجزہ کا لغوی معنی ''عاجز بنانے والی چیز'' بتایا گیا ہے اور معجزہ کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے ''المعجزة امر خارق للعادة یعجز البشر ان یاتوا بمثله'' یعنی معجزہ اس امر خارق للعادہ کا نام ہے جو انسان کو عاجز کردے کہ وہ اس کی مانند کوئی چیز پیش کرسکے خارق عادات کی اسی بحث کی ابتدا میں معجزہ کی جامع مانع تعریف کی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں، بہر حال معجزہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ معجزہ ہے جو کسی نبی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے نبی اکرم ﷺ کے بہت سارے معجزے اسی قسم کے آئے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا اور دائمی معجزہ قرآن عظیم ہے جس سے اربوں انسانوں کو ہدایت نصیب ہوئی ہے اور ہورہی ہے۔ دوسرا معجزہ فرمائشی ہوتا ہے کہ قوم ایمان لانے کے لئے کوئی فرمائشی معجزہ مانگے اس میں نبی کا آزمانا مقصود ہوتا ہے کہ آیا وہ یہ کام کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس معجزہ کے مانگنے میں لوگ فضول قسم کے فرمائشی مطالبے رکھتے ہیں مثلاً اس چٹان سے ایک گابھن اونٹنی برآمد ہو پھر وہ بچہ دیدے اور ہم سب اس کو دیکھ لیں تب ہم ایمان لائیں گے یا یہ مطالبہ ہو کہ اس نبی کا بڑا باغ ہو اس میں نہریں ہوں وہ باغ ایسا ہو، یا ویسا ہو یہ مطالبہ ہو کہ یہ نبی آسمان پر چڑھ جائے اور وہاں سے ایک خط ہمیں لکھ بھیجے تاکہ ہم اس کو پڑھیں اور ایمان لائیں اس قسم کا فرمائشی معجزہ اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دے دیتا ہے اور قوم اس کا انکار کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری قوم پر عمومی عذاب نازل ہوتا ہے جیسے قوم ثمود تباہ ہوگئی۔

کفار قریش نے بھی آنحضرت ﷺ سے بار بار فرمائشی معجزے مانگے لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں دیئے اگر دیدیتے اور کفار ان کا انکار کرتے تو سب ہلاک ہوجاتے حالانکہ اُنہیں لوگوں میں سے اکثر و بیشتر بعد میں مسلمان ہوگئے۔ بہر حال معجزات سے متعلق اس باب میں ۴۷ احادیث ہیں جن میں ہر قسم معجزات کا بیان ہے۔ میں سب کے لئے الگ الگ عنوانات رکھوں گا تاکہ معجزات کے ظہور کا ٹھیک اندازہ ہوجائے۔

الفصل الاول

غار ثور سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۱﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَابَكْرِنِ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُءُوْسِنَا وَنَحْنُ فِى الْغَارِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْاَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا فَقَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: جب ہم غار میں چھپے ہوئے تھے اور میں نے مشرکوں کے پیروں کی طرف دیکھا جو گویا ہمارے سروں پر تھے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی نظر اپنے پیروں کی طرف چلی گئی تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو شخصوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی خدا ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "فی الغار" اس غار سے مراد غار ثور ہے یہ غار مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے انتہائی بلند پہاڑ پر واقع اس پہاڑ کا نام ثور ہے اوپر چوٹی پر ہموار جگہ میں دو غار بنے ہوئے ہیں ہر ایک پر لکھا ہے کہ یہ غار ثور ہے انمیں سے جو زیادہ مشہور ہے اور پہاڑ پر مکہ کی جانب واقع ہے میرے خیال میں وہ کسی نے کسی زمانے میں تراش کر بنائی ہے، اصلی غار ثور شاید نہ ہو، اس کے بالمقابل جبل ثور کی دوسری جانب ایک غار ہے جو دو بھاری چٹانوں کے بیچ میں ہے اوپر کی طرف سے اُترنے کا راستہ ہے ایک چٹان بالکل ثور یعنی بیل کی طرح ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ثور ایک آدمی کا نام تھا اس کے نام سے یہ غار ہے۔

"لو نظر الی قدمه" کی تشریح وہاں غار ثور میں سمجھ آتی ہے کیونکہ اوپر چٹان پر کھڑا شخص اگر اپنے پاؤں کو دیکھ لے تو یہ غار اس کے قدموں کے نیچے نظر آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی۔ "اللّٰھم اعم ابصارھم" اے اللہ ان کفار کو اندھا کردے! اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دیکھنے سے اندھا کردیا تو انہوں نے کچھ نہیں دیکھا، غار کے منہ میں کبوتر نے انڈے دیئے، مکڑی نے جالا تن دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دو حبیبین کی حفاظت فرمائی۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں:

فالصدق فی الغار والصدیق لم یریا وھم یقولون ما بالغار من ارم

ظنوا الحمام وظنوا العنكبوت علی خیر البریه لم تنسج ولم تحم

"ثالثهما" اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو تیسرا ظاہر فرمایا یہ خالص معونت اور معیت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر حالت میں تینوں کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معنا نہیں فرمایا بلکہ معی فرمایا، یہ دبے دبے الفاظ میں قوم پر عدم اعتماد کا ... صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق کا بالکل نمایاں ہوتے ہوئے کفار کو نظر نہ آنا معجزہ تھا۔

سفر ہجرت سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۲﴾وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ قَالَ لِاَبِي بَكْرٍ يَااَبَابَكْرٍ حَدِّثْنِي كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَايَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ يَأْتِ عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدَيَّ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَّقُلْتُ نَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ مَاحَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَاحَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ قُلْتُ اَفِي غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِيْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَمَعِيَ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِيْ فِيْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حَتّٰى اِسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَامَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰى بَطْنِهَا فِيْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ اِنِّيْ اَرَاكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِيْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَايَلْقٰى اَحَدًا اِلَّاقَالَ كُفِيْتُمْ مَاهٰهُنَا فَلَايَلْقٰى اَحَدًا اِلَّارَدَّهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا کہ اے ابوبکر! جب تم نے رات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کیا تو تمہیں کیا کیا حالات اور واردات پیش آئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ساری رات چلتے رہے اور اگلے دن کا کچھ حصہ بھی سفر میں گزرا یہاں تک جب ٹھیک دوپہر ہوگئی اور سورج ٹھہر گیا اور راستہ بالکل خالی ہوگیا تو ہمیں ایک چٹان نظر آئی جس کے نیچے سایہ تھا اور سورج اس پر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ ہم اس چٹان کے نیچے اتر گئے اور میں نے وہاں رسول کریم ﷺ کے لئے ایک جگہ اپنے ہاتھوں سے ہموار اور صاف کی تاکہ آپ ﷺ اس پر سو رہیں، پھر میں نے اس جگہ پر پوستین بچھایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ یہاں سو جائیے، میں آپ کے ادھر ادھر نگرانی رکھوں گا کہ کسی طرف سے دشمن کا کوئی آدمی تو ہماری ٹوہ میں نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ سو گئے اور میں وہاں سے نکل کر آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے چاروں طرف نگرانی رکھے ہوئے تھا کہ اچانک میں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو سامنے سے آرہا تھا میں نے پوچھا کہ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ہے! میں نے کہا کیا تو دودھ دوہ کردے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ایک بکری کو پکڑا اور لکڑی کے پیالے میں تھوڑا سا دودھ دوہ دیا، میرے پاس ایک

چھاگل تھی جو میں نے نبی کریم ﷺ کے استعمال کے لئے رکھی تھی اس میں پانی رہتا تھا جو آپ کے پینے اور وضو کے کام آتا تھا، میں دودھ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ سورہے تھے میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا اور خود بھی آپ کا ساتھ دیا یہاں تک کہ آپ خود بیدار ہوئے، پھر میں نے دودھ میں پانی ڈالا دودھ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا اور پھر عرض کیا یارسول اللہ! نوش فرمایئے۔ آپ نے وہ دودھ نوش فرمایا اور میں بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کیا کوچ کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا ہاں آ گیا ہے۔ حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ پس ہم نے سورج ڈھلنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا اور پیچھے سے سراقہ ابن مالک آ گیا، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دشمن ہمیں پکڑنے آ گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ڈرو نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد آپ نے سراقہ کے لئے بددعا کی اور سراقہ کا گھوڑا اس کو لئے ہوئے پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں (تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے، اب میری نجات و خلاصی کے لئے بھی تم دعا کرو مجھ کو اس گرفت سے نجات دلا دو) میں اللہ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں کفار کو تمہارا تعاقب کرنے سے روک دوں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی او وہ اس گرفت سے نجات پا گیا۔ اور پھر سراقہ کو جو بھی کافر راستہ میں ملتا وہ اس سے کہتا کہ تمہارے لئے میرا اتلاش کرنا کافی ہے۔ سراقہ کو جو شخص بھی ملتا اس کو وہ یہی کہہ کر واپس کر دیتا۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "فروة" پوستین کو کہتے ہیں۔ "انفض ماحولک" نفض جھاڑنے اور ٹٹولنے کو کہتے ہیں۔ یہاں نگرانی مراد ہے، فوجی اصطلاح میں اس قسم پہرہ اور دشمن پر نظر رکھنے کے لئے ادھر ادھر گھومنے کو "گزمہ" کہتے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی غار کے اردگرد کفار کی آمد وغیرہ کی نگرانی شروع کی تھی۔ "قعب" لکڑی سے بنا ہوا کاسہ جو گہرا ہو اس کو قعب کہتے ہیں۔ "کثبة" کاف پر ضمہ ہے ثاء ساکن ہے باپر فتحہ ہے شئ قلیل پر بھی بولا جاتا ہے اور بھرے ہوئے پیالہ کو بھی کہتے ہیں۔ یہ بکریاں یا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھیں اس لئے دودھ مانگا یا قیمت ادا کرنے کے ارادے سے مانگا یا عرب کی عام عادت کے مطابق مانگا کہ عرب مسافر آدمی کو بکریوں کا دودھ نکال کر دینے کو اپنا اہم فریضہ سمجھتے تھے۔ "فوافقته" اگر "وافقته" میں فا مقدم ہے تو یہ موافقت سے ہے یعنی میں نے آنحضرت ﷺ کی نیند سے موافقت کر لی یہاں تک کہ آپ خود اُٹھ گئے اور اگر قاف مقدم ہے تو یہ وقوف سے ہوگا جو انتظار کے معنی میں ہے یعنی میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ آپ بیدار ہوئے۔ "اداوة" چمڑے کا لوٹا مراد ہے جسے چھاگل کہتے ہیں۔

"یرتوی" ارتوی روی سے ہے سیراب ہونے کے معنی میں ہے یعنی اس لوٹے میں وضو کے لئے اور پینے کے لئے پانی رکھا رہتا تھا۔ "الم یأن" ای الم یقرب وقت الرحیل یعنی غار سے جانے کا وقت قریب نہیں آیا؟

"سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی" یہ آدمی اپنے علاقے کے سردار تھے انعام کی لالچ میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کا پیچھا کیا تھا معجزہ دیکھ کر معافی مانگی، اپنے لئے ایک پروانہ لکھوایا کہ فتح مکہ کے دن مجھے امان ملے حضور اکرم ﷺ نے ان سے کسریٰ کے کنگن کا وعدہ فرمایا جب یہ مسلمان ہوئے اور کسریٰ کا خزانہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ آیا تو مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن سراقہ کو دیئے گئے انہوں نے پہن لئے اور منبر نبوی پر چڑھ کر لوگوں کو دکھایا۔ "اُتینا" یعنی ہم پکڑے گئے۔

"فارتطمت" یعنی گھوڑے کی ٹانگیں ریت میں دھنس گئیں۔ "جلد" جیم اور لام پر زبر ہے، سخت زمین کو کہتے ہیں۔ "فاللہ لکما" ای اللہ کفیل علیّ لکما ان لا اھم بعد ذلک لغدر کما. یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ دیتا ہوں کہ تمہاری بدخواہی کا ارادہ نہیں کروں گا۔ "الطلب" تعاقب اور تلاش کو کہتے ہیں ابوجہل نے سو اونٹوں کا انعام رکھا تھا کہ محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ حالت میں کوئی لائے یا انکی خبر ہم تک پہنچائے تو یہ انعام اس کو ملے گا ہر طرف یہ تلاش اسی وجہ سے ہو رہی تھی اور یہ چھاپے اسی وجہ سے پڑ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کا قصہ

﴿۳﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَفِي اَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلٰثٍ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّانَبِيٌّ فَمَااَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَااَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَايَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْاِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرَئِيْلُ اٰنِفًا اَمَّااَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّااَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِحُوْتٍ وَاِذَا سَبَقَ مَآءُ الرَّجُلِ مَآءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْابِاِسْلَامِيْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَسْئَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِيْ فَجَآءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَاوَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَاوَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ هٰذَاالَّذِيْ كُنْتُ اَخَافُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ ایک جگہ درختوں سے پھل چن رہے تھے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے آنے کا حال سنا، وہ فوراً نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں، جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا، ایک تو یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی؟ دوسرے یہ کہ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ تیسرے یہ کہ وہ کونسی چیز ہے جو اولاد کو ماں یا باپ کے مشابہ کرتی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام نے ان سوالوں کے جواب سے آگاہ کیا ہے کہ قیامت کی پہلی علامت تو وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف جمع کر کے لے جائیگی۔ اور جنتی جنت میں سب سے پہلے جو کھانا کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا زائد حصہ ہوگا اور جہاں تک اولاد میں ماں باپ کی مشابہت کا سوال ہے تو اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجاتا ہے تو مرد اولاد کو اپنی مشابہت کی طرف

کھینچ لیتا ہے اور اگر عورت کا پانی غالب آجاتا ہے تو عورت اولاد کو اپنی مشابہت کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ عبداللہ ابن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد عبداللہ ابن سلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ یہودی بڑے بہتان تراش ہیں، اگر آپ کے پوچھنے سے پہلے ان کو میرا مسلمان ہونا معلوم ہوگیا تو یہ مجھ پر جھوٹے بہتان باندھیں گے۔ چنانچہ اتفاقاً کچھ یہودی مجلس نبوی میں آگئے اور عبداللہ ابن سلام ایک گوشہ میں چھپ گئے، آنحضرت ﷺ نے ان یہودیوں سے پوچھا کہ تم میں عبداللہ ابن سلام کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ہم میں سے بہترین آدمی ہیں، ہم میں سے بہترین آدمی کا بیٹا ہے اور وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں آنحضر ﷺ ت نے پھر یہ پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہوجائیں تو کیا تم بھی مسلمان ہوجاؤ گے؟ یہودیوں نے کہا خدا اس کو اسلام سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے جب عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آگئے اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بلاشبہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو یہودیوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ شخص تو ہم میں بہت برا ہے اور بدترین شخص کا بیٹا ہے اور ان میں طرح طرح کے عیب نکالنے لگے۔ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! یہی وہ بات ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔ (بخاری)

توضیح: "الا نبی" یعنی یہ ایسی باتیں ہیں جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے، اسی میں معجزہ کا ظہور ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وحی کی بنیاد پر یہ تینوں باتیں ٹھیک ٹھیک بتادیں۔ "اول اشراط الساعة" قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی علامات کا نہیں پوچھا بلکہ قیامت کی شروعات کا سوال ہے کیونکہ اس آگ سے قیامت شروع ہوجائے گی قیامت کی علامات تو اس سے پہلے بہت ظاہر ہوچکی ہوں گی لہٰذا ان کا سوال نہیں ہے۔ "زیادة کبد حوت" مچھلی کے جگر کے کنارے کا حصہ سب سے پہلے اہل جنت کے سالن میں استعمال ہوگا۔ "وماینزع الولد" یعنی بچہ کبھی ماں کا ہم شکل پیدا ہوتا ہے اور کبھی باپ کی مشابہت اختیار کرلیتا ہے ایسا کیوں ہے؟

"سبق ماء الرجل" یعنی مادر رحم میں پہنچنے والا نطفہ اگر مرد کا غالب آگیا اور عورت کا مغلوب ہوگیا تو بچہ مرد کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے سبق کا ترجمہ "علا و غلب" سے کیا ہے مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ترجمہ سبقت سے کیا ہے فرماتے ہیں: چوں پیش میشود آب مرد آب زن را یعنی پیشتر در رحم می افتد یعنی مرد کا نطفہ جب مادر رحم میں پہلے جا پہنچتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوجاتا ہے ان دونوں ترجموں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جب مرد کا پانی رحم مادر میں پہلے پہنچ کر عورت کے پانی پر غالب آجاتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

"قوم بهت" با پر ضمہ ہے اور ہا ساکن ہے یہ بہت جمع ہے اس کا مفرد بہوت ہے جو مبالغہ کا صیغہ صَبُوْرٌ اور صُبُرٌ کی طرح ہے یعنی یہود بہت ہی بہتان طراز قوم ہے اگر میں اسلام قبول کرلوں گا تو وہ مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھیں گے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے، تورات کے حافظ تھے انہوں نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ جب نبی آخر زمان مکہ سے مدینہ آجائیں تو مجھے اطلاع کرو ایک دن یہ اپنے باغ میں ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑ رہے تھے کہ غلام نے نیچے سے آواز

دی کہ نبی آخر الزمان مدینہ آگئے ہیں! ان پر ایک ہیبت اور رعب طاری ہو گیا قریب تھا کہ درخت سے گر جاتے مگر بچ گئے۔ درخت سے اُترتے ہی آنحضرت ﷺ کی طرف روانہ ہو گئے جب حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑی تو کہنے لگے "واللہ ماھذا بوجه کذاب" قسم بخدا! یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا! پھر بطور آزمائش تین سوال کئے آنحضرت ﷺ نے خود جواب دینے کے بجائے جبرئیل امین کا انتظار فرمایا اور پھر وحی کے ذریعہ سے جواب دیا، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے مگر پہلے یہود سے اپنی عظمت کا اقرار کروا دیا تاکہ بعد میں بہتان طرازی کا اثر نہ ہو۔

جنگ بدر اور مقتولین بدر سے متعلق معجزات کا ظہور

﴿۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِىْ سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْاَمَرْتَنَا اَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاهَا وَلَوْاَمَرْتَنَا اَنْ نَّضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَامَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَّوْضِعِ يَدِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اس وقت جب کہ ہمیں ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی، صلاح مشورہ کیا تو سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں اپنی سواری کے جانوروں کو سمندر میں ڈال دینے کا حکم دیں تو بلاشبہ ہم ایسا ہی کریں گے اور اگر آپ کا حکم ہو کہ ہم اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کے جگر کو برک غماد تک ماریں تو ہم بے شک ایسا ہی کریں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے تمام لوگوں کو جوش وخروش سے بھر دیا اور تیار کیا اور سب لوگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب بدر کے مقام پر پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ جگہ فلاں شخص کے ہلاک ہونے اور اس کی لاش گرنے کی ہے اس طرح آپ مکہ کے کفار واشقیاء کے نام لیتے جاتے تھے اور زمین پر ہاتھ رکھتے کہ فلاں شخص یہاں مرکر گرے گا اور فلاں شخص کی لاش یہاں گرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے جہاں جہاں ہاتھ رکھ دیا تھا وہاں وہاں سے ایک شخص بھی متجاوز نہیں ہوا۔ (مسلم)

توضیح: "شاور" آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے جنگ بدر میں پہنچنے سے پہلے مشورہ مانگا کہ جنگ کے میدان میں جائیں یا نہیں صورت حال یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ ابوسفیان کے قافلے کے پکڑنے کے لئے مدینہ منورہ سے چند صحابہ کو لے کر بدر پہنچ گئے تھے عجلت میں نکلنے کی وجہ سے صحابہ کے پاس اسلحہ بھی نہیں تھا ادھر ابوسفیان کا قافلہ شام سے واپس آ گیا اور راستہ بدل کر مکہ چلا گیا اہل مکہ کو پتہ چلا کہ ان کا قافلہ لوٹ لیا گیا تو ابوجہل نے ایک ہزار کا مسلح لشکر تیار کیا اور جنگ کے لئے بدر تک پہنچ گیا ادھر آنحضرت ﷺ نے انصار سے ہجرت سے پہلے لیلۃ عقبۃ میں جو معاہدہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ اگر حضور اکرم ﷺ پر کوئی

قوم مدینہ شہر میں حملہ کرے گی تو انصار دفاع کریں گے لیکن اگر حضور اکرم ﷺ مدینہ سے باہر کسی کے تعاقب میں جنگ کے لئے جائیں گے تو انصار ساتھ جانے کے پابند نہیں ہوں گے اسی صورت حال کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے بار بار انصار کے سرداروں سے مشورہ مانگا کہ تمہاری رائے اور مشورہ کیا ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے زوردار تقریر فرمائی اور وفاداری کا عہد و پیمان کیا جس پر آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور میدان جنگ کی طرف آگے بڑھے۔

"سعد بن عبادہ" یہاں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے شاید کسی سے بھول ہوگئی ورنہ مشہور روایات میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یا ہوسکتا ہے کہ دونوں نے یہ بات کہہ دی ہو۔ "ان نخیضھا" خوض پانی میں گھسنے کے معنی میں ہے یہاں باب افعال کا صیغہ ہے گھسانے کے معنی میں ہے۔ نخیضھا ھاضمیر گھوڑوں اور اونٹوں کی طرف لوٹتی ہے اگرچہ اس کا ذکر نہیں ہے مگر قرینۂ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ ھاضمیر دواب کی طرف لوٹتی ہے مراد گھوڑے اونٹ ہیں۔ "برک الغماد" حبشہ میں ایک جگہ کا نام ہے بعض نے کہا ہے کہ یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ دور دراز علاقوں سے کنایہ ہے یعنی دنیا کے جس کونے تک آپ فرمائیں گے ہم جائیں گے۔ "مصرع" گرنے کی جگہ مقتل گاہ، "ماماط" یعنی جہاں پر آنحضرت ﷺ نے جس کافر کے قتل ہونے اور گرنے کا اشارہ فرمایا تھا وہ ذرا برابر اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا بلکہ وہیں پر گر کر مرا، اس میں معجزہ ظاہر ہوگیا۔ بریلوی حضرات اس معجزہ کو علم غیب کے لئے دلیل بناتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا خدائی کی دلیل ہوگئی بریلویوں کو چاہئے کہ انکو خدا کہہ دیں۔ "ای ما اخطاء و تجاوز".

﴿۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُکَ عَهْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُکَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّکَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جنگ بدر کے دن ایک خیمہ میں یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری امان مانگتا ہوں اور تیرے وعدے کا ایفاء چاہتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو یہی چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں ہوگی، جب آپ گڑگڑا کر یہ دعا مانگتے ہی رہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یارسول اللہ! بس کیجئے! اتنا ہی دعا مانگنا بہت کافی ہے، آپ نے بہت الحاح وزاری کے ساتھ اپنے پروردگار سے فتح ونصرت کی التجا کی ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ زرہ پہنے ہوئے تھے، بڑی تیزی کے ساتھ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور یہ آیت (جو اس وقت نازل ہوئی) آپ (بآواز بلند) پڑھ رہے تھے۔ ﴿سیھزم الجمع ویولون الدبر﴾ (کفار کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ (بخاری)

توضیح: "الححت" الحاح اصرار گڑگڑاہٹ عاجزی اور زاری کو کہتے ہیں یعنی آپ نے اپنے رب سے مانگنے میں خوب مبالغہ واصرار کیا، یہ کافی ہے! آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ آپ کے ایک صحابی اور امتی کو مدد الٰہی کے نزول کا شرح

صدر ہو گیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی ہے تو آپ عریش سے باہر گئے اور بشارت کی آیت سنادی اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔ "یثب" چھلانگ لگانے اور کود کر آنے کو کہتے ہیں۔ خوشی سے آنحضرت ﷺ تیزی سے باہر گئے۔ "فی الدرع" یعنی اس حال میں کہ آپ جنگ کے لئے زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آج کل میدان بدر کے اسی مقام پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کا نام مسجد العریش ہے۔ آنحضرت ﷺ تو ایک چھپر کے نیچے بیٹھے تھے، اس وقت نہ مسجد تھی نہ کوئی چہار دیواری تھی۔

جنگ بدر میں فرشتوں کا نزول

﴿۶﴾ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِیْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں، اور جنگ کا سامان لئے ہوئے ہیں۔ (بخاری)

توضیح: "هذا جبرئیل" جنگ بدر میں باقاعدہ لڑنے کے لئے ایک ہزار فرشتے آسمان سے اُتر کر آئے تھے۔ پانچ سو حضرت جبرئیل اور پانچ سو حضرت میکائیل کی معیت اور کمان میں تھے۔ "اداة الحرب" سامان جنگ مراد ہے یعنی جبرئیل امین سامان جنگ لئے ہوئے کھڑے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا جبرئیل کو دیکھنا پھر آپ کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتوں کا اترنا یہ معجزہ کا ظہور ہے۔

﴿۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ یَشْتَدُّ فِیْ اَثَرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اَمَامَهٗ اِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهٗ وَصَوْتَ الْفَارِسِ یَقُوْلُ اَقْدِمْ حَیْزُوْمُ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْمُشْرِكِ اَمَامَهٗ خَرَّ مُسْتَلْقِیًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ اَنْفُهٗ وَشُقَّ وَجْهُهٗ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ اَجْمَعُ فَجَاءَ الْاَنْصَارِیُّ فَحَدَّثَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقْتَ ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَقَتَلُوْا یَوْمَئِذٍ سَبْعِیْنَ وَاَسَرُوْا سَبْعِیْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن جب کہ ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا جو آگے بھاگا جا رہا تھا، تو اچانک اس نے مشرک پر پڑتے ہوئے چابک کی آواز سنی، پھر اس نے ایک سوار کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا "حیزوم" اقدام کر! پھر اس مسلمان کی نظر اپنے آگے بھاگتے ہوئے مشرک کی طرف گئی تو دیکھا کہ وہ زمین پر چت پڑا ہوا ہے، اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس مشرک کی ناک پر نشان پڑا ہوا تھا اور اس کا منہ پھٹا ہوا تھا جو چابک کی مار کی علامت تھی اور وہ تمام جگہ جہاں چابک پڑا تھا سبز و سیاہ ہو گئی تھی، جس طرح کوئی جگہ چوٹ کھا کر نیلی ہو جاتی ہے اسی طرح اس کی ناک کا وہ حصہ جس پر چابک کا وہ نشان نظر آ رہا تھا، نیلا پڑ گیا تھا، چنانچہ وہ انصاری مسلمان آنحضرت ﷺ کے پاس جب آیا تو آپ سے (یہ سارا واقعہ) بیان کیا، آپ

نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، وہ فرشتہ تیسرے آسمان کی فوجی کمک کا فرشتہ تھا۔اس دن مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کرلیا تھا۔ (مسلم)

توضیح: "یشتد" تیز دوڑنے کو کہتے ہیں۔ "السوط" سوط چابک دستی اور کوڑے کو کہتے ہیں۔ "اقدم" یعنی آگے بڑھو۔ "حیزوم" اے حیزوم! حضرت جبرئیل یا کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام حیزوم تھا۔ "خطم انفہ" چہرہ کے توڑنے اور پھاڑنے کے لئے خطم کا لفظ استعمال ہوتا۔ "اخضر اجمع" یعنی پورے کا پورا چہرہ نیلا اور سیاہ پڑ گیا تھا چونکہ یہ فرشتے کے ہاتھ کا کوڑا تھا تو اس کا زہریلا اثر ظاہر ہوگیا۔ "صدقت" یعنی صحابی کی کرامت حضور اکرم ﷺ کی برکت سے تھی لہٰذا یہ حضور اکرم ﷺ کے حق میں معجزہ تھا یا اس طرح سمجھ لو کہ فرشتوں کا نزول حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لئے معجزہ تھا! اس وجہ سے یہ حدیث معجزات میں آگئی۔

جنگ احد میں فرشتوں کے نزول کا معجزہ

﴿۸﴾وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَأَیْتُ عَنْ یَّمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِہٖ یَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَارَاَیْتُھُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ یَعْنِیْ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے احد کی لڑائی میں رسول کریم ﷺ کے دائیں بائیں سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمیوں کو دیکھا اور وہ دونوں نہایت شدت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ان دونوں کو میں نے نہ تو اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔اس سے ثابت ہوا کہ وہ دونوں دراصل فرشتے یعنی حضرت جبرئیل اور میکائیل تھے۔

(بخاری ومسلم)

توضیح: "کاشد القتال" فرشتہ جب انسان کی شکل میں آجاتا ہے تو پھر انسان کی صفات سے متصف ہوجاتا ہے۔ حدیث میں سخت لڑنے کا مطلب یہی ہے کہ ایک انسان کی طرح لڑتے تھے ورنہ فرشتہ کی اصلی طاقت تو اس طرح ہے کہ قوم لوط کی بستیاں آسمان پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیں اسی طرح جبریل نے قوم ثمود پر ایک آواز ماری جس سے سب ہلاک ہوگئے۔ پھر عجیب بات یہ کہ انسان کی شکل میں فرشتہ انسان کے حملے کا نشانہ بھی بن سکتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرشتہ کی آنکھ پھوڑ دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو شاید آنحضرت ﷺ نے خود بتادیا ہوگا کہ یہ دو فرشتے جبرائیل ومیکائیل ہیں بہرحال فرشتوں کا آنا اور حضور ﷺ کی حفاظت میں دفاع کے لئے لڑنا معجزہ کا ظہور ہے۔

ابورافع کے قتل کے وقت معجزہ کا ظہور

﴿۹﴾وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَھْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ بَیْتَہٗ لَیْلًا وَھُوَنَائِمٌ فَقَتَلَہٗ فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ فَوَضَعْتُ السَّیْفَ فِیْ بَطْنِہٖ حَتّٰی اَخَذَ فِیْ ظَھْرِہٖ

فَعرفْتُ انِّیْ قَتَلْتُهٗ فَجَعلْتُ افْتحُ الْاَبْوَابَ حَتّٰی اِنْتَهَیْتُ اِلٰی دَرَجَةٍ فوَضَعْتُ رِجْلِیْ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِهَا قَطُّ. (رواه البخاری)

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو ابورافع کی طرف بھیجا، چنانچہ عبداللہ ابن عتیک رات کے وقت ابورافع کی خوابگاہ میں جب کہ وہ سور ہا تھا داخل ہو گئے اور اس کو مار ڈالا، عبداللہ ابن عتیک نے بیان کیا کہ میں نے ابورافع کے پیٹ پر تلوار رکھی یہاں تک کہ وہ پشت کی طرف سے باہر نکل گئی جب میں نے سمجھ لیا کہ اس کا کام تمام ہو گیا ہے تب میں نے (قلعہ) کے دروازے کھولنے شروع کئے اور پھر میں ایک زینہ پر پہنچا اور جونہی میں نے چاندنی رات میں زینہ پر پاؤں رکھا تو میں گر پڑا میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اپنا عمامہ کھول کر پنڈلی کو باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ! میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا، آنحضرت ﷺ نے میرے پاؤں پر اپنا دست مبارک پھیرا اسی وقت میرا پاؤں اس طرح اچھا ہو گیا جیسے اس میں کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ (بخاری)

توضیح: مدینہ منورہ میں ابورافع ایک خبیث یہودی تھا۔ بڑا تاجر تھا، معاہد تھا مگر اس نے مسلمانوں سے معاہدہ توڑ دیا اور اسلام و اہل اسلام کی بدگوئی میں مصروف ہو گیا شر اور فساد پھیلانے لگا مسلمانوں کی مذمت میں قصیدے پڑھتا تھا اور ان قصیدوں کے ساتھ مجلسیں گرماتا تھا اور فتنہ انگیزی کرتا تھا اس کی کنیت ابوالحقیق تھی، نہایت بدباطن آدمی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک حیلہ کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے اور چوکیدار جہاں قلعہ کی چابیاں رکھتا تھا اسکو معلوم کیا اور پھر چابیوں کو لے کر اوپر بالاخانوں میں چلے گئے۔ اور ابو رافع کے کمرے میں پہنچ گئے اور سوتے میں اس پر ایک حملہ کیا جو ناکام ہوا پھر دوسرا حملہ کیا اور ابورافع کو قتل کر دیا، واپسی میں سیڑھیوں سے گر گئے جس سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی آنحضرت ﷺ کے پاس آئے آپ نے دم کیا ٹانگ بالکل ٹھیک ہو گئی اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

غزوۂ احزاب میں کھانے پر معجزہ کا ظہور

﴿۱۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّا یَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ کُدْیَةٌ شَدِیْدَةٌ فَجَاءُ وْا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ کُدْیَةٌ عَرَضَتْ فِی الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ کَثِیْبًا اَهْیَلَ فَانْکَفَأْتُ اِلَی امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمْصًا شَدِیْدًا فَاَخْرَجَتْ جِرَابًا فِیْهِ

صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَااَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَاتُخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ وَجَاءَ فَاَخْرَجْتُ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَاتُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ خندق کے دن خندق کھود رہے تھے کہ سخت پتھر نکل آیا، صحابہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ کھدائی کی جگہ ایک سخت پتھر نکل آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خود اتر کر دیکھوں گا، چنانچہ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، اس وقت آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا، اور ہم سبھی لوگ تین دن سے اس حال میں تھے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا کوئی چیز چکھی تک نہیں تھی، آنحضرت ﷺ نے کدال ہاتھ میں لیا اور (خندق میں) اتر کر پتھر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ سخت پتھر ریت کی مانند بکھر گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں وہاں سے اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی (سہیلہ بنت معوذ انصاریہ سے) پوچھا کہ کیا تمہارے پاس (کھانے کی کوئی) چیز ہے؟ میں نے رسول کریم ﷺ پر بھوک کا شدید اثر دیکھا ہے (یہ سنکر) میری بیوی نے تھیلا نکال کر دیا جس میں تقریباً ''ایک صاع'' جو تھے اور ہمارے ہاں بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میں نے اس بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا اور پھر ہم نے گوشت کو ہانڈی میں ڈال کر (چولہے پر) چڑھا دیا پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے چپکے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے تقریباً ایک صاع جو پیسے ہیں، اب آپ چند لوگوں کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے باآواز بلند اعلان کیا کہ خندق والو! چلو جابر رضی اللہ عنہ نے تمہاری ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا ہے، جلدی چلو! پھر آپ نے (مجھ سے) فرمایا کہ تم جا کر کھانے کا انتظام کرو لیکن اپنی ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور نہ آٹا پکانا جب تک میں نہ آ جاؤں پھر آپ تشریف لائے، میں نے گندھا ہوا آٹا آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی، پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ تا کہ وہ تمہارے ساتھ روٹی پکا کر دیتی رہی اور چمچے سے ہانڈی میں سالن نکالتے رہو لیکن ہانڈی کو چولہے پر رہنے دینا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت خندق والے ایک ہزار آدمی تھے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے کھایا لیکن کھانا بچا رہا جب وہ سب لوگ واپس ہوئے تو ہانڈی اسی طرح چولہے پر پک رہی تھی جیسی کہ پہلے تھی اور آٹا اسی طرح پکایا جا رہا تھا جیسا کہ وہ شروع میں تھا۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: ''کدیة شدیدة'' کاف پر ضمہ ہے اور دال ساکن ہے اور یا پر زبر ہے، زمین کے اندر نمودار ہونے والے سخت پتھر اور مضبوط چٹان کو کہتے ہیں جس میں پھاوڑا اثر نہیں کرتا۔ ''معصوب'' ای مربوط بحجر یعنی پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔''ذواقا'' چکھنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔''المعول'' کدال کو کہتے ہیں۔ ''کثیبا'' یعنی ریت کا تودہ اور ڈھیر بن گیا۔ ''اھیل'' نرم ریت کے ڈھیر سے نیچے کی طرف جو ریت گرتی ہے اسی کو اھیل کہتے ہیں، قرآن کریم میں ہے'' وکانت الجبال کثیبا مھیلا'' خلاصہ یہ کہ جس چٹان کے توڑنے سے صحابہ عاجز آگئے تھے آنحضرت ﷺ کے ایک پھاوڑا مارنے سے وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور معجزہ کا ظہور ہوگیا۔''فانکفأت'' ای رجعت یعنی میں اپنی بیوی کی طرف گھر لوٹ آیا۔ ''خمصا'' ای جوعا یعنی آنحضرت ﷺ پر میں نے شدید بھوک کے اثرات دیکھے ہیں جیسے بدن کا لاغر ہونا، نڈھال ہونا، رنگ کا پیلا پڑ جانا۔ ''بھمة'' بھیڑ کے چھوٹے بچے کو کہا جاتا ہے بکری کے بچے پر بھی بولا جاتا ہے مگر یہاں بھیڑ کا بچہ مراد ہے۔ ''داجن'' گھر کی پلی ہوئی بکری وغیرہ کو داجن کہتے ہیں یعنی پالتو گھریلو۔ ''البرمة'' برمة پتھر کی بنی ہوئی ہانڈی کو کہتے ہیں پھر مطلق ہانڈی پر بولا گیا ہے خواہ پتھر کی نہ بھی ہو۔

''فساررته'' چپکے سے گفتگو کرنے کو کہتے ہیں پوشیدہ اس لئے رکھا کہ کھانا کم تھا۔ ''سورا'' ای طعاما فارسی کھانوں میں ضیافت کے ایک کھانے کو سور کہتے ہیں حضور ﷺ نے اس کا نام لے کر اس قسم کھانے کو اعزاز بخشا۔

''فبصق فیه'' بطور تبرک لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ ''وبارک'' یعنی برکت کی دُعا فرمائی۔ ''اقدحی'' یعنی چمچ کے ساتھ سالن کو نکالتے جاؤ۔ ''تغط'' جوش مارنے کے معنی میں ہے یعنی ہانڈی اور کھانے میں معجزہ کا ظہور ہوگیا تو نہ آٹا ختم ہو رہا تھا اور نہ سالن ختم ہونے کا نام لے رہا تھا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی

﴿۱۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ رَاْسَهٗ وَیَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَیَّةَ تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ خندق کھود رہے تھے اور رسول کریم ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر ان کے سر سے دھول مٹی جھاڑتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے ہائے سمیہ کے بیٹے (عمار) کی سختی و مصیبت تمہیں باغیوں کا گروہ قتل کر ڈالے گا۔ (مسلم)

توضیح: ''بؤس عمار'' بؤس وباس سختی وشدت اور مصیبت کے معنی میں ہے، حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے جو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ ''الفئة الباغیة'' یعنی وقت کے امام کی اطاعت سے نکلنے والا فرقہ تجھے قتل کرے گا۔ اطاعت سے نکلنے والا فرقہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ تھے اور ان مخالفین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی یہ مشاجرات صحابہ کا معاملہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان نفوس قدسیہ کے خون سے محفوظ کیا ہے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان ہونے والی اس خونریزی سے اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھیں، جنگ جمل میں نو ہزار آدمی مارے گئے تھے۔ یہ جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان منافقین کی دھوکہ بازی کی وجہ سے ہوئی تھی، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مقام صفین میں جنگ ہوئی تھی۔ اس میں ۷۵ ہزار یا نوے ہزار آدمی مارے گئے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ "الباغية" کے الفاظ میں کچھ تاویل کرتے تھے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان تاویلات کو نقل نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدامی جہاد کی پیشن گوئی فرمائی

﴿۱۲﴾وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُجْلِيَ الْاَحْزَابُ عَنْهُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَايَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت سلیمان ابن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب غزوہ احزاب سے دشمنوں کا لشکر بھاگ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب دشمن ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے، ہاں ہم ان سے جہاد کریں گے اور ان پر لشکر کشی کریں گے۔ (بخاری)

توضیح: خوف وخطر کے حوالہ سے غزوہ خندق یعنی جنگ احزاب سب سے زیادہ خطرناک جنگ تھی جس طرح تنگی و مشقت کے حوالہ سے غزوہ تبوک سب سے زیادہ مشقتوں والا غزوہ تھا۔

جنگ احزاب میں کفار قریش کے مختلف قبائل اکٹھے ہو گئے تھے، ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ رہا آخر میں کفار ناکام ہو کر واپس چلے گئے **اجلی الاحزاب** کا مطلب یہی ہے کہ محاصرہ جب ختم گیا اور احزاب واپس چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ آئندہ جزیرۂ عرب میں ان کفار پر ہم اقدام کریں گے اب یہ ہم پر اقدام نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی قوت اب ٹوٹ چکی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ثابت ہوا اور اقدام مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور ہو گیا۔ تمام اہل اسلام پر واضح ہو جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں مسلمانوں کو کفار کے خلاف اقدام کا حکم دیا ہے لہٰذا دفاعی جنگ کی معذرت خواہانہ پوزیشن کو دنیا کے سامنے نہیں پیش کرنا چاہئے۔ نیز معجزہ کو علم غیب کہنا علم سے دوری کا نتیجہ ہے۔

فرشتوں کی مدد کے معجزہ کا ظہور

﴿۱۳﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّارَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ وَهُوَيَنْفُضُ رَاْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَاوَضَعْتُهُ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ فَاَشَارَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ قَالَ اَنَسٌ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْغُبَارِ سَاطِعًا فِیْ زُقَاقِ بَنِیْ غَنْمٍ مَوْکِبَ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَۃَ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے غزوۂ خندق سے واپس آکر ہتھیار اتارے اور غسل (کا ارادہ) کیا تھا کہ آپ کی خدمت میں حضرت جبرئیل آئے درآنحالیکہ وہ اپنے سر سے گردغبار جھاڑ رہے تھے، اور کہنے لگے کہ آپ نے تو ہتھیار اتار کر رکھدیئے اور قسم اللہ! کی میں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے، چلئے ابھی تو ان کافروں پر لشکرکشی کرنی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہاں چلنا ہے؟ کس پر لشکرکشی کرنی ہے؟ حضرت جبرئیل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا اور آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوگئے (بخاری) اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ گویا میں اس غبار کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جو بنوغنم کے کوچہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ چلنے والی جماعت کے سبب اس وقت اٹھ رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف جارہے تھے۔

توضیح: "اتاہ جبرئیل" یعنی غزوۂ خندق سے فارغ ہوکر آنحضرت ﷺ نے ہتھیار اُتار لئے اور غسل کی تیاری شروع فرمائی کہ اتنے میں جبرئیل آئے جو غبار آلود اور مسلح تھے اور فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اُتار دیئے حالانکہ فرشتے تو اب تک مسلح ہیں؟ تو فرشتوں کا آنا اور مسلح ہونا حضور اکرم ﷺ کی مدد کرنا یہ معجزہ کا ظہور تھا۔ غسل کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے غسل کیا تھا بلکہ غسل کی تیاری فرمارہے تھے کہ جبرئیل آئے۔ "موکب" یہ لفظ منصوب بنزع الخافض ہے "ای من موکب جبرئیل" یعنی حضرت جبرئیل کی جماعت، ملائکہ کے چلنے کی وجہ سے بنوغنم کی گلیوں میں غبار اُٹھ رہا تھا کیونکہ سارے فرشتے گھوڑوں پر سوار تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ

﴿۱۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْہِ رَکْوَۃٌ فَتَوَضَّأَ مِنْھَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَہٗ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِہٖ وَنَشْرَبُ اِلَّا مَا فِیْ رَکْوَتِکَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِیْلَ لِجَابِرٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ لَوْ کُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشَرَۃَ مِائَۃً. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مقام حدیبیہ میں لوگوں کو سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا، اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس ایک لوٹا تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا تھا، لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں پینے اور وضو کرنے کے لئے بالکل پانی نہیں ہے، بس وہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے لوٹے میں بچ گیا ہے کہ اس سے سب لوگوں کا کام نہیں چل سکتا، آپ نے اپنا دست مبارک اس لوٹے میں ڈال دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اس طرح پانی ابلنے لگا

جیسے چشمے جاری ہو گئے ہوں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم سب لوگوں نے خوب پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس موقع پر تم سب کتنے آدمی تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا ویسے اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "رکـوۃ" پانی کے برتن کو رکوہ کہا گیا ہے خواہ لوٹا ہو یا مشکیزہ ہو، حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہوا اس سے آپ ﷺ کے معجزہ کا ظہور ہوا یہ حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ "خمس عشرۃ مأۃ" اس روایت میں پندرہ سو کا ذکر ہے اور ساتھ والی روایت میں چودہ سو کا ذکر ہے احناف پندرہ سو کو ترجیح دیتے ہیں اور شوافع چودہ سو کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس عدد پر غزوۂ خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ متفرع ہے جو کتاب الجہاد میں تفصیل سے لکھا گیا ہے جس میں احناف وشوافع کا اختلاف ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ چودہ سو سے زیادہ تھے بعض نے کسر کو ذکر نہیں کیا اور بعض نے کسر کو پورا شمار کیا احناف کے نزدیک یہ مجاہدین پندرہ سو تھے جو خیبر کی جنگ میں شریک ہوئے۔

لعاب دہن سے خشک کنواں لبریز ہونے کا معجزہ

﴿۱۵﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَ الْحُدَيْبِيَّةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيْهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْهَا سَاعَةً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتّٰى اِرْتَحَلُوْا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم چودہ سو افراد تھے، حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس کا پانی ہم سب نے کھینچ کر استعمال کر لیا تھا اور اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں رہا تھا، جب نبی کریم ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو آپ کنویں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے، آپ نے وضو کے پانی کا برتن منگا کر وضو کیا اور وضو کے بعد منہ میں پانی لیا اور دعا مانگی، اس کے بعد آپ نے وہ آب دہن کنویں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ ساعت بھر کنویں کو چھوڑ دو، اور پھر تمام لشکر والے خود بھی اور ان کے مویشی بھی خوب سیراب ہوئے اور جب تک وہاں سے کوچ کیا اسی کنویں سے پانی لیتے رہے۔

(بخاری)

شفیر منڈیر اور کنوئیں کے کنارے کو کہتے ہیں۔

استعمال کے باوجود مشکیزہ پانی سے چھلکتا رہا

﴿۱۶﴾ وَعَنْ عَوْفٍ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِىْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكٰى اِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيْهِ اَبُوْرَجَاءٍ وَنَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اِذْهَبَا

فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ اَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ فَجَاءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ اَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوْا فَاسْتَقَوْا قَالَ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَاِدَاوَةٍ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهُ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلْئَةً مِنْهَا حِيْنَ ابْتُدِئَ. (متفق علیہ)

اور حضرت عوف حضرت ابورجا سے اور وہ حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے) بیان کیا کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک موقع پر لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ اسی جگہ اتر پڑے اور فلاں شخص کو بلوایا۔ اس فلاں شخص کا نام ابورجاء نے تو بیان کیا تھا لیکن عوف اس شخص کا نام بھول گئے، اس لئے انہوں نے اس شخص کو لفظ فلاں سے تعبیر کیا۔ نیز آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی طلب کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ جاؤ پانی تلاش کرو۔ چنانچہ وہ دونوں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگے، انہوں نے ایک جگہ ایک عورت کو دیکھا جو اونٹ پر دو مشکیزوں کے درمیان بیٹھی تھی۔ یا یہ کہ پانی کے دو سطیحوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی، دونوں حضرات اس عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے پھر اس عورت کو یا جیسا کہ بعض حضرات نے لکھا ہے اس کے مشکیزوں کو اونٹ سے اتارا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگا کر اس میں دونوں مشکیزوں کے دہانوں سے پانی انڈیلنے کا حکم دیا اور پھر لوگوں کو آواز دی گئی کہ آؤ پانی پیو اور پلاؤ! چنانچہ سب لوگوں نے خوب پانی پیا۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت ہم لوگ چالیس آدمی تھے جو بری طرح پیاسے تھے، ہم سب نے اس برتن میں سے خوب سیر ہو کر پانی پیا بھی اور اپنی اپنی مشکیں اور چھاگلیں بھی جو ہمارے ساتھ تھیں اچھی طرح بھر لی گئیں۔ خدا کی قسم جب ہم لوگوں کو روک دیا گیا یعنی جب ہم پانی لے کر اس چھاگل کے پاس سے ہٹے تو ہم نے محسوس کیا کہ چھاگل پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہے۔ (بخاری)

توضیح: "مزادتین" توشہ رکھنے کے ظرف پر بولا جاتا ہے یہاں مشکیزہ مراد ہے۔ "سطیحتین" یہ بھی مشکیزہ کو کہتے ہیں جس پر چمڑے کی، اوپر نیچے دو سطح ہوں۔ مزادہ: بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں۔ سطیحہ: چھوٹا ہوتا ہے، یہاں الفاظ کی ادائیگی میں راوی کو شک ہو گیا ہے، اس عورت کا قصہ بخاری و مسلم میں بہت لمبا ہے مگر یہاں مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے مشکیزہ سے چالیس صحابہ نے پانی پیا اور بہت سارے برتن بھی بھر لئے مگر پانی میں کمی نہیں آئی بلکہ معجزہ کے ظہور سے پانی میں اضافہ ہو گیا۔ "اقلع" یعنی پانی لینے والے صحابہ جب اس مشکیزہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ ضمیر مؤنث مزادۃ کی طرف لوٹتی ہے۔

درختوں سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۱۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا اَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ وَاِذَا شَجَرَتَيْنِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِحْدٰهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِىْ عَلَىَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِىْ يُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰى اَتَى الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰى فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِىْ عَلَىَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا قَالَ اِلْتَئِمَا عَلَىَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَأَمَتَا فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِىْ فَحَانَتْ مِنِّىْ لَفْتَةٌ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَاِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک جگہ پہنچ کر ایک وسیع وعریض میدان میں اترے اور رسول کریم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے وہاں آپ کو کوئی چیز ایسی نظر نہیں آئی جس کی اوٹ میں آپ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر قضائے حاجت کے لئے بیٹھ سکتے۔ اچانک آپ کی نظر دو درختوں پر پڑی جو میدان کے کنارہ پر کھڑے تھے، چنانچہ رسول کریم ﷺ ان میں ایک درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے میری اطاعت کر! یہ سنتے ہی وہ درخت آپ کے سامنے زمین پر اس طرح جھک گیا جیسے نکیل پڑا ہوا اونٹ، پھر آپ دوسرے درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے میری اطاعت کر! پہلے درخت کی طرح اس درخت نے بھی فوراً اطاعت کی اس کے بعد آپ نے ان دونوں درختوں کے درمیانی فاصلہ کے بیچوں بیچ پہنچ کر فرمایا کہ اب تم دونوں درخت اللہ کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ تو وہ دونوں درخت مل گئے اور آپ ان دونوں درختوں کی اوٹ میں بیٹھ کر قضائے حاجت سے فارغ ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس واقعہ کو دیکھ کر حیران تھا اور اس عجیب وغریب کرشمہ سے متعلق غور وفکر کر کے سوچ رہا تھا کہ اللہ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے ذریعہ یہ کیسا معجزہ ظاہر کیا ہے یا یہ کہ اس واقعہ سے الگ میں اپنی کسی گہری سوچ میں پڑا ہوا تھا کہ اچانک میری نظر ایک طرف کو اٹھی تو رسول کریم ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا اور پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں درخت ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے ہیں۔ (مسلم)

توضیح: "افیح" وسیع وادی کو افیح کہتے ہیں۔ "شجرتین" منصوب ہے ناصب فعل محذوف ہے ای وجد شجرتین۔ "انقادی علی" یعنی پردہ کرنے کے لئے مجھ پر جھک جاؤ، میری اطاعت کر کے آ جاؤ اور مخالفت نہ کرو۔ چنانچہ معجزہ کا ظہور ہو گیا اور درخت آ گیا۔ "البعیر المخشوش" یہ لفظ خشاش سے ہے، اس چھوٹی سی لکڑی کو خشاش کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں لگائی جاتی ہے تاکہ وہ مطیع رہے اور کھینچنا آسان ہو۔ نکیل پڑے ہوئے اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

"یصانع" اطاعت کے معنی میں ہے "قائدۃ" اونٹ کھینچنے والے کو قائد کہا گیا ہے۔ "اذا کان" کان کی ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف لوٹتی ہے۔ "المنصف" میم پر زبر ہے نون ساکن ہے اور صاد پر زبر ہے، درمیان اور بیچ کو کہتے ہیں یعنی جب آنحضرت ﷺ دونوں درختوں کے بیچ میں آ گئے تو دونوں کو مل جانے کا حکم دیدیا۔ "اِلتئما" یعنی مل جاؤ۔ "احدث نفسی" میں دل سے باتیں کر رہا تھا یعنی میں تعجب کر رہا تھا۔ "فحانت" ای ظهرت "لفتة" ای التفاتة یعنی

اچانک میری نظر ایک طرف پڑی تو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ آرہے ہیں اور درخت اپنی جگہ چلے گئے ہیں علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا:

جاء ت لدعوته الاشجار ساجدة تمشي اليه على ساق بلا قدم

زخم سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۱۸﴾وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِيْ سَاقِ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ فَقُلْتُ يَااَبَامُسْلِمٍ مَاهٰذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَااشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت یزید ابن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ ابن اکوع کی پنڈلی پرزخم کا نشان دیکھ کران سے پوچھا کہ ابومسلم! یہ کیسے زخم کا نشان ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ زخم خیبر کی لڑائی میں لگا تھااورزخم بھی اتنا سخت تھا کہ لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ سلمہ کام آگیا! لیکن ہوا یہ کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ نے اس زخم پرتین باردم کیااوراس کی برکت سے وہ زخم ایسا اچھا ہوگیا کہ پھراب تک مجھ کوکوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری)

حجابات ہٹ جانے سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۱۹﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اورابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال ان تینوں کے بارے میں خبر آنے سے پہلے ہی لوگوں کوسنادیا تھا، آپ نے فرمایا زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈالیااوروہ شہید ہوگئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈالیااوروہ بھی شہید ہوگئے پھرابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈالیااوروہ بھی شہید ہوگئے۔آپ یہ بیان کررہے تھےاورآنکھوں سے آنسوں جاری تھے۔پھرآپ نے فرمایا آخرکاراس شخص نے جھنڈالیا جواللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ یابعد کے کسی راوی کابیان ہے کہ اس سے آنحضرت ﷺ کی مرادخالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کوفتح عطافرمادی۔ (بخاری)

توضیح: یہ قصہ غزوہ موتہ سے متعلق ہے،سرزمین شام میں موتہ ایک جگہ کانام ہے،اس مقام پر ۸ھ میں ایک زبردست جنگ ہوئی تھی تین ہزارصحابہ کاتین لاکھ سے زیادہ رومیوں سے مقابلہ ہواتھا۔آنحضرت ﷺ خودمدینہ میں تھےمگرمعجزہ کے ظہور کے طورپراللہ تعالیٰ نے میدان جنگ کے حجابات ہٹادیئےاورآنحضرت ﷺ منبرنبوی شریف پربیٹھ کرمیدان جنگ کودیکھ رہے

تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ترتیب کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تھا یہ تینوں شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگی کمان سنبھال لی اور فتح حاصل کر کے واپس آ گئے، فتح اس طرح کہ کفار کے محاصرہ سے مسلمان بچ نکلے اور کفار پیچھے ہٹ گئے۔ "نعی" کسی کی موت کی اطلاع کرنے اور خبر دینے کو نعی کہتے ہیں کتاب الجہاد میں شاید تفصیل سے یہ واقعہ لکھ چکا ہوں۔ اہل بدعت بریلوی کہتے ہیں کہ دیکھو موت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے خبر دیدی تو عرض یہ ہے کہ یہ معجزہ کا ظہور ہوا ہے معجزہ کسی بھی نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے معجزہ الوہیت کی دلیل نہیں ہوتا۔

جنگ حنین میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۰﴾ وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكُضُ بَغْلَتَهٗ قِبَلَ الْكُفَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ وَاَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِیْ اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِیْ عَطْفَةَ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا فَقَالُوْا يَا لَبَّيْكَ يَالَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوْا وَالْكُفَّارَ وَالدَّعْوَةُ فِی الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ هٰذَا حِيْنَ حَمِیَ الْوَطِيْسُ ثُمَّ اَخَذَ حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهٖ فَمَازِلْتُ اَرٰى حَدَّهُمْ كَلِيْلًا وَاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا۔ (رواه مسلم)

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھا جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان شدید جھنگ چھڑ گئی تو پشت دے کر مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے خچر کو ایڑ لگانا اور کفار کی طرف بڑھنا شروع کیا، اس وقت میں تو رسول کریم ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور اس خیال سے اس کو روک رہا تھا کہ کہیں وہ تیزی کے ساتھ کافروں میں گھس نہ جائے اور ابو سفیان بن الحارث رسول کریم ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے، اسی دوران رسول کریم ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ عباس رضی اللہ عنہ! اصحاب سمرہ کو آواز دو! حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو ایک بلند آواز آدمی تھے، کہتے ہیں کہ میں نے آواز دی کہ کہاں ہیں اصحاب سمرہ؟ کیا تم اپنی وہ بیعت بھول رہے ہو جو تم نے آنحضرت کی

مدد وحفاظت کے لئے درخت کے نیچے کی تھی؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اصحاب سمرہ اس طرح لوٹے اور دوڑتے ہوئے آئے جیسے گائیں اپنے بچوں کی طرف لوٹ کر آتی ہے اور وہ کہہ رہے تھے اے قوم! ہم حاضر ہیں! اے قوم ہم حاضر ہیں۔ اس کے بعد مسلمان از سر نو ہمت اور جوش کے ساتھ کافروں سے بھڑ گئے اور انصار صحابہ نے آپس میں ایک دوسرے کو بلانے اور حوصلہ دلانے کے لئے غازیوں کی مانند اس طرح پکارنا شروع کیا کہ اے گروہ انصار! اے گروہ انصار! ہمت سے کام لو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو، پھر یہ پکارنا قبیلہ بنو حارث بن خزرج تک محدود ہو گیا، اس دوران رسول کریم ﷺ نے جو اپنے خچر پر ایک طاقتور اور قابو یافتہ سوار کی طرح جمے ہوئے تھے لڑتے ہوئے مسلمانوں پر نظر ڈالی۔ اور بعض حضرات نے "کالمتطاول" کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جو' خچر پر گردن اونچی کر کے دیکھنے والے کی طرح بیٹھے ہوئے تھے یعنی جس طرح کوئی اپنے سے دور کسی چیز کو دیکھنے کے لئے گردن اونچی کر کے نگاہ ڈالتا ہے، اسی طرح آپ نے کچھ کنکریاں ہاتھ میں اٹھائیں اور "شاهت الوجوه" کہتے ہوئے ان کنکریوں کو کافروں کے منہ پر پھینک مارا اور فرمایا رب محمد کی قسم! کافروں کو شکست ہو گئی۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے کہ) خدا کی قسم یہ شکست جو کافروں کو ہوئی صرف آپ کی کنکریاں پھینکنے کے سبب ہوئی (کنکریاں پھینکنے کے بعد آخر تک) میں برابر دیکھتا رہا کہ کافروں کی تیزی اور شدت سے چلنے والی تلواریں ہلکی اور کند پڑ رہی تھیں اور ان کا انجام ذلت وخواری سے بھرا ہوا تھا۔ (مسلم)

توضیح: فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں حنین کا غزوہ پیش آیا وہاں کے لوگوں نے چاہا کہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں آنحضرت ﷺ نے پہل کر دی اور بارہ ہزار لشکر لے کر پہلے حنین اور پھر اوطاس اور پھر طائف میں جنگ لڑی۔ وادی حنین میں ابتداء میں عارضی شکست ہو گئی تھی، صحابہ تتر بتر ہو گئے تھے آنحضرت ﷺ کے قریب چند صحابہ رہ گئے تھے، آپ ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے بلکہ آگے بڑھتے رہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ روکنے کی کوشش کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی کفار کو شکست ہو گئی آنحضرت ﷺ نے ایک مٹھی ریت کفار پر پھینک دی، اس سے معجزہ کا ظہور ہو گیا آسمان سے فرشتے اُترے اس سے بھی معجزہ کا ظہور ہو گیا۔ اسی قصہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ "یرکض" گھوڑے کو ایڑ دے کر دوڑانے کو رِکض کہتے ہیں یہاں خچر کا ذکر ہے۔

"اصحاب السمرة" حدیبیہ میں کیکر کے درخت کے نیچے موت پر بیعت کرنے والے صحابہ کو اصحاب السمرۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ "صیتاً" یعنی عباس ایک بلند آواز شخص تھے۔ "عطفة البقر" عطفة پلٹ کر مڑنے کو کہتے ہیں، حیوانات میں گائے اپنی اولاد پر بالکل دیوانہ بن جاتی ہے بعض دفعہ اپنے گھر کے تمام افراد کو بھی مارنے لگتی ہے اور اپنے چھوٹے بچے پر جھکی رہتی ہے۔ یہاں صحابہ کرام کا تیزی سے آنا اور حضور اکرم ﷺ کے اردگرد اکٹھا ہونا اور پھر حضور اکرم ﷺ کی حفاظت میں دیوانہ وار کھڑے ہونے کی تشبیہ گائے کے اپنے بچے کی طرف متوجہ ہونے سے دی گئی ہے۔ "والکفار" یہ واؤ مع کے معنی میں ہے، "الدعوة فی الانصار" یعنی صرف انصار کو لڑنے کے لئے دعوت دی جاتی تھی کہ اے انصار آگے بڑھو اور خوب لڑو۔ "قصرت الدعوة" یعنی انصار کو لڑنے کی عام دعوت دینے کے بعد پھر ترتیب اس طرح بنائی گئی کہ انصار کے خاص خاص قبیلوں

کولڑنے کے لئے بلایا گیا مثلاً بنوحارث بن خزرج تک یہ دعوت محدود ہوگئی کہ تم آگے آؤ اور زور وشور سے لڑو۔ "کالمتطاول" گردن اُٹھا کر کسی چیز کو جھانک کر دیکھنے والے کو متطاول کہتے ہیں آنحضرت ﷺ جنگ کا منظر دیکھنا چاہتے تھے اس لئے گردن مبارک اُٹھا کر میدان جنگ کو دیکھنے لگے۔ "ھذا حین حمی الوطیس" وطیس تنور کو بھی کہتے ہیں اور اس میں آگ کے شعلوں کو بھی کہتے ہیں اور حمی گرم ہونے کو کہتے ہیں اور ھذا اشارہ ہے جو مبتداء ہے۔علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس کی خبر محذوف ہے جو القتال ہے عبارت اس طرح ہے ھذا القتال حین حمی الوطیس ای ھذا القتال حین اشتد الحرب لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ واضح یہ ہے کہ ھذا مبتداء ہو اور حین اس کی خبر ہو لیکن حین مبنی علی الفتح ہوگا کیونکہ یہ مبنی اصل فعل کی طرف مضاف ہے حمی فعل ہے اور الوطیس اس کا فاعل ہے۔عبارت اس طرح ہو جائے گی ای ھذا الزمانُ زمانُ اشتداد الحرب. یعنی اب جنگ اپنی جوبن پر پہنچ گئی ہے۔کہتے ہیں کہ یہ جملہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے استعمال فرمایا ہے عرب اس کو نہیں جانتے تھے۔آنحضرت ﷺ کے استعمال کے بعد بہت عام ہوگیا۔ "انھزموا و رب محمد" یعنی رب محمد کی قسم کافروں کو شکست ہوگئی یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے تفاؤلاً فرمایا اور ایسا ہی ہوگیا۔ "حدھم" یعنی کفار کی جنگی شدت اور تلواروں کی تیزی۔ "کلیلاً" سست پڑنے کے معنی میں ہے یعنی ان کی تیزی سست پڑ گئی۔ "مدبراً" یعنی ان کا معاملہ پسپائی اور ذلت کی طرف چلا گیا۔

ہمارے بہادر پیغمبر ﷺ

﴿۲۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِّلْبَرَاءِ یَااَبَا عُمَارَةَ فَرَرْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاوَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ لَیْسَ عَلَیْهِمْ كَثِیْرُ سِلَاحٍ فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاةً لَّایَكَادُ یَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَایَكَادُوْنَ یُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَاكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الْبَیْضَآءِ وَاَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ یَقُوْدُهٗ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ اَنَاالنَّبِیُّ لَاكَذِبْ اَنَاابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّهُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِیِّ مَعْنَاهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَاقَالَ الْبَرَاءُ كُنَّاوَاللّٰهِ اِذَااحْمَرَّالْبَأْسُ نَتَّقِیْ بِهٖ وَاِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّالَلَّذِیْ یُحَاذِیْ بِهٖ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)

اور حضرت ابو اسحٰق روایت کرتے ہیں ایک شخص نے حضرت براء بن عازب سے پوچھا کہ اے ابوعمارہ! کیا آپ لوگ غزوۂ حنین میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت براء نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم! رسول کریم ﷺ نے ہرگز پشت نہیں دکھائی تھی، صرف اتنا ہوا تھا کہ آنحضرت کے کچھ نوجوان صحابہ کا جن کے پاس زیادہ ہتھیار نہیں تھے ایک تیرانداز قوم (بنوہوازن) سے مقابلہ ہوگیا، اس کے لوگ ایسے تیرانداز تھے کہ ان کا تیر کوئی زمین پر نہیں گرتا تھا، ان لوگوں نے نوجوان صحابہ پر تیر برسانا شروع کیا تو ان کا کوئی تیر خطا نہیں کر رہا تھا، اس وقت وہ نوجوان صحابہ دشمن کے سامنے

سے ہٹ کر رسول کریم ﷺ کے پاس آ گئے۔ آنحضرت اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان ابن حارث خچر کی لگام پکڑے ہوئے آگے تھے، آپ ﷺ جنگ کا یہ پریشان کن نقشہ اور اپنے صحابہ کی سراسیمگی دیکھ کر خچر سے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح کی دعا کی، آپ نے (بآواز بلند) یہ فرمایا میں نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اس کے بعد آپ نے تمام مجاہدین کی صف بندی کی۔ (مسلم) اور بخاری نے بھی اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے۔ نیز بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ: براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! جب لڑائی سخت ہوتی تو ہم آنحضرت کے پاس پہنچ کر اپنی حفاظت کرتے۔ بلاشبہ اس وقت ہم میں زیادہ بہادر اور شجاع وہی شخص تھا جو ان کے یعنی رسول کریم ﷺ کے برابر میں آکر کھڑا ہو جاتا تھا۔

توضیح: "رشقوا" نصر ینصر رشق تیر مارنے کو کہتے ہیں۔ "انا النبی لا کذب" یعنی سچا نبی کبھی بھاگتا نہیں۔ میں سچا نبی ہوں لہٰذا بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، نیز میں عبدالمطلب جیسے سردار کا خاندانی فرد ہوں ایسے خاندان کا فرد بھی کبھی نہیں بھاگ سکتا۔ "فاقبلوا" اس جملہ پر سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے حدیث نمبر ۲۰ میں ولی المسلمون مدبرین کے الفاظ ہیں کہ مسلمان بھاگ گئے اور یہاں اس جملہ میں یہ ہے کہ مسلمان حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں نوعمر نہتے نوجوان بھاگ گئے پھر پختہ کار بھی بھاگ گئے پھر جب حضور اکرم ﷺ نے بلایا تو فوراً آ گئے تو مدبرین کا وقت الگ ہے اور اقبلوا کا الگ ہے لہٰذا تعارض نہیں ہے۔ "احمر البأس" ای اشتد الحرب۔ شدید جنگ میں چونکہ سرخ خون بہتا ہے اس لئے اس کو سرخ کہا گیا موت کو بھی اسی وجہ سے "الموت الاحمر" سرخ موت کہتے ہیں۔ "نتقی به" یعنی حضور اکرم ﷺ کو پناہ گاہ بناتے اور شدت جنگ میں اپنی جان بچانے کے لئے ان کے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ "یحاذیه" یہ محاذات سے ہے برابری میں کھڑے ہونے کو کہتے ہیں یعنی ہم میں سے سب سے بڑا بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو میدان جنگ میں آنحضرت ﷺ کے برابر آکر دشمن کے سامنے کھڑا ہو جاتا۔ اللّٰھم صل علی حبیبک اشجع الناس واشجع العرب. آنحضرت ﷺ کی یہی بہادری تھی جس نے عرب کے بڑے بڑے بہادروں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا اگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ زیادہ بہادر نہ ہوتے تو یہ بہادران عرب اپنے سے کمتر آدمی کے ہاتھ میں کبھی ہاتھ نہ دیتے۔ آپ ﷺ کے ایک مداح نے سچ کہا۔

ان الرسول لنور یستضاء به   وصارم من سیوف اللہ مسلول

کنکریاں پھینکنے میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۲﴾ وَعَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَوَلّٰى صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا

اِلَّامَلَأَعَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْامُدْبِرِيْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھے چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ دشمن کے سامنے سے بھاگنے لگے اور کافروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اترے اور زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی، پھر اس خاک کو کافروں کے منہ کے سامنے پھینک مارا اور فرمایا خراب ہوئے ان کے منہ! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کوئی ایسا انسان پیدا نہیں کیا تھا جس کی دونوں آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے اس ایک مٹھی خاک سے بھر نہ دیا ہو، پھر تو سارے کافر بھاگ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ (مسلم)

ایک پیشن گوئی میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَامِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِیْ تُحَدِّثُ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْقَاتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَّااَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِفَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَعَلٰی ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَالرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِيَدِهٖ اِلٰی كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَبِهَا فَاشْتَدَّرِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِانْتَحَرَفُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُاَنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ يَابِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّامُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھے، وہاں جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے لوگوں میں سے ایک شخص کے بارے میں جو اپنے کو مسلمان کہتا تھا فرمایا یہ شخص دوزخی ہے۔ پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بے جگری سے لڑا اور اس کا جسم زخموں سے چور ہو گیا، ایک صاحب نے آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس شخص کی حقیقت حال مجھے بتائیے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے وہ تو اللہ کی راہ میں بڑی بے جگری سے لڑا ہے اور بہت زخم اس نے کھائے ہیں، جس سے اس کا جنتی ہونا معلوم ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا یاد رکھو! وہ دوزخیوں میں سے ہے، اور پھر قریب تھا کہ بعض لوگ شک وشبہ کا شکار ہو جاتے لیکن یکا یک اس شخص نے اپنے زخموں کی تکلیف سے بے چین ہو کر اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس کو اپنے سینہ میں پیوست کر لیا۔ (یہ دیکھنا تھا کہ) بہت سے مسلمان دوڑے ہوئے رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچی کر دی، اس نے اپنا سینہ چیر کر خودکشی کر لی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ بہت بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ بلال کھڑے ہو! اور لوگوں کو آگاہ کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق شخص کے ذریعہ سے بھی مضبوط کرتا ہے۔ (بخاری)

توضیح: "لرجل" یعنی ایک شخص کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ دوزخ میں جائے گا حالانکہ وہ سب سے زیادہ میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ میں لڑ رہا تھا۔ سننے والوں کو تردد ہوا کہ یہ کیسے دوزخ میں جائے گا اُس شخص کا نام قزمان تھا یہ منافق تھا اور صرف قومیت کی بنیاد پر لڑ رہا تھا، منافق کا جہاد بھی معتبر نہیں اور قومیت کے لئے بھی جہاد صحیح نہیں ہوتا اس شخص کے انجام بتانے میں معجزے کا ظہور ہو گیا۔ "فانتحر" سوال یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے تلوار کے ذریعہ سے اپنے آپ کو ذبح کیا اور یہاں تیر کا ذکر ہے یہ تضاد ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس شخص نے تیر سے اپنا گلہ کاٹا مگر جب اس سے موت کے واقع ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی تو پھر اس نے تلوار سے اپنے آپ کو قتل کر دیا، دونوں باتیں صحیح ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔ "بالرجل الفاجر" یعنی اللہ تعالیٰ کبھی اس دین کا کام ایک بے دین آدمی سے بھی لیتا ہے، جہاد تو دشمن سے لڑنے کا نام ہے جس کا تعلق جسم سے ہے، اگر جسمانی طور پر آدمی ٹھیک ہو تو وہ کافر کو مار سکتا ہے کافر جب مر جائے گا تو دین کو غلبہ حاصل ہو جائے گا، اصل مقصود تو دین کا غلبہ ہے وہ فاسق بلکہ منافق بلکہ کافر کے ہاتھ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، جب غلبہ حاصل ہو جائے گا تو فاسق وفاجر کے ہاتھ سے دین کی مدد ہو جائے گی اور تبلیغی حضرات ایمان بناتے بناتے رہ جائیں گے۔

آنحضرت ﷺ پر سحر کیے جانے کا واقعہ

﴿۲۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنَّهٗ لَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ فَعَلَ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ عِنْدِيْ دَعَا اللّٰهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهٗ جَاءَ نِيْ رَجُلَانِ جَلَسَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلِيْ ثُمَّ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ الْيَهُوْدِيُّ قَالَ فِيْمَاذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةِ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ اِلَى الْبِئْرِ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِيْ اُرِيْتُهَا وَكَاَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَاَنَّ نَخْلَهَا رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَاسْتَخْرَجَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ پر جادو کیا گیا تو کسی کام کے بارے میں آپ کا خیال ہوتا کہ کرلیا ہے حالانکہ وہ کام نہ کیا ہوتا تھا، تا آنکہ ایک دن اس وقت جب کہ آپ میرے پاس تھے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر دعا کی اور پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتادی ہے جو میں نے اس سے دریافت کی تھی؟ اس کے بعد آپ نے بیان کیا کہ میرے پاس آدمیوں کی صورت میں دو فرشتے آئے ان میں سے ایک تو میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائینتی، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ اس شخص کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا اس پر جادو کیا گیا ہے، پھر پہلے نے پوچھا جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید ابن اعصم یہودی نے۔ پہلے نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کنگھی میں اور ان بالوں میں جو کنگھی سے جھڑتے ہیں اور نر کھجور کے خوشہ کے خول میں۔ پہلے نے پوچھا یہ جادو کی ہوئی چیزیں کہاں رکھی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا مدینہ کے ایک کنویں ذروان میں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے چند مخصوص صحابہ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور فرمایا: یہی وہ کنواں ہے جو مجھ کو دکھایا گیا ہے۔ اس کنویں کا پانی حنا کی طرح سرخ تھا اور کھجور کے وہ خوشے (جو اس کنویں میں ڈالے گئے تھے) ایسے تھے جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سب چیزوں کو کنویں سے نکال لیا۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: **"سحر رسول اللہ"** آنحضرت ﷺ جب صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ذوالحجہ ۶ھ میں آپ پر جادو کیا گیا اس جادو کا اثر ایسا نہیں تھا کہ جس سے شرعی احکامات میں خلل پڑتا ہو بلکہ اسکا اثر صرف جسمانی اور دنیاوی امور میں تھا آپ کا جسم ضعیف اور بہت زیادہ کمزور رہتا تھا بسا اوقات آپ کو خیال آتا تھا کہ میں نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے نہیں کیا ہوتا گویا آپ ﷺ پر اس جادو کی وجہ سے نسیان کا غلبہ ہوگیا تھا، ایک یہودی لبید بن اعصم کی بیٹیوں نے یہ جادو کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ پر اس جادو کا اثر کتنے عرصے تک تھا اس سلسلہ میں روایات تین قسم پر ہیں۔ (۱) بعض روایات میں چالیس دن تک اثر باقی رہنے کا ذکر ہے۔ (۲) بعض روایات میں چھ ماہ تک اثر باقی رہنے کا ذکر ہے۔ (۳) اور بعض روایات میں ایک سال تک اثر باقی رہنے کا ذکر ہے۔ ان روایات میں تطبیق کی صورت اس طرح ہے کہ جادو کا زیادہ زور چالیس دن تک تھا اور درمیانہ درجہ کا اثر چھ ماہ تک تھا اور کچھ کچھ اثر ایک سال تک تھا۔ اس حدیث سے ایک تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جادو ایک واقعاتی حقیقت ہے جسکا انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ کوئی خیالی تصور نہیں ہے بلکہ اس حقیقت سے انبیاء بھی متاثر ہوسکتے ہیں۔

معتزلہ نے سحر کا انکار کیا ہے، یہ ان کی بدعات میں سے ایک بدعت ہے اور ان کے باطل عقائد میں سے ایک باطل عقیدہ ہے، اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ انبیاء کرام انسان اور بشر تھے جو بیماری کسی انسان کو متأثر کرسکتی ہے وہ انبیاء کرام کو بھی متأثر کرتی ہے البتہ انبیاء کرام پر ایسی بیماری نہیں آتی جو انسان کے لئے باعث عار یا باعث نفرت وحقارت ہو۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ انبیاء پر سحر ہوجانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ **"لان السحر انما یعمل فی ابدانهم وهم بشر یجوز علیهم من العلل والامراض ما یجوز علی غیرهم"** ملا علی قاری مزید لکھتے ہیں: **وفائدة الحلول (ای**

حلول السحر) تنبیه علی ان هذا بشر مثلکم وعلی ان السحر تاثیره حق فانه اذا اثر فی اکمل الانسان فکیف بغیره؟ (مرقات، ج ۱۰ ص ۲۱۷)

"**ودعاه**" تاکید کے لئے ہے یعنی اللہ سے مانگا اور مسلسل مانگا۔ "**مطبوب**" ای **هو مسحور**، یعنی ان پر جادو کیا گیا ہے۔ "**من طبه**" یعنی یہ جادو کس نے کیا ہے؟ مطبوب اور طب، یہ طب بمعنی علاج ہے، جادو کو طب بطور تفاؤل کہا گیا ہے کہ اس کا علاج گویا ہوگیا ہے جس طرح سانپ کے ڈسے ہوئے آدمی کو سلیم کہتے ہیں یعنی یہ صحیح سالم اور محفوظ ہے۔

"**الیهودی**" اس شخص کا کردار ضرور ہوگا اصل محرک یہی خبیث ہوگا مگر اس نے اپنی بیٹیوں کو اس کام پر لگایا ہوگا اسی لئے قرآن کریم میں "**ومن شر النفاثات**" آیت میں جادو کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے مگر اس حدیث میں جادو کی ذمہ داری اس شخص پہ ڈالی گئی ہے۔

"**فیما ذا**" یعنی یہ جادو کس چیز اور کس ذریعہ سے کیا گیا ہے۔ "**مشط**" میم پر ضمہ ہے شین ساکن بھی ہے اور اس پر ضمہ بھی پڑھا جاتا ہے، کنگھی کو کہتے ہیں۔ "**مشاطة**" کنگھی کرتے وقت جو بال نیچے گر جاتے ہیں یا کنگھی کے بیچ پھنس جاتے ہیں اس کو مشاطہ کہتے ہیں۔ "**جف**" بالکل ابتداء میں جب کھجور کا خوشہ آتا ہے تو اس میں کلیاں ہوتی ہیں، پھول ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس پر خول اور غلاف بھی آتے ہیں تو جف اسی خول اور غلاف کو کہتے ہیں، جیم پر ضمہ ہے اور فا پر شد ہے۔ "**طلعة**" یہ کلی اور شگوفہ کو کہتے ہیں یہ شگوفے نر کھجور کے درخت میں بھی ہوتے ہیں اور مادہ میں بھی ہوتے ہیں، اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ نر کھجور کے شگوفے کے غلاف میں جادو کیا گیا ہے، نر کھجور کو جادو میں استعمال کیا گیا ہے۔ "**بئر ذروان**" ایک روایت میں بئر ذی اروان بھی ہے دونوں صحیح ہیں، مدینہ منورہ میں ایک شخص ابوزریق کے باغ کے اندر یہ کنواں تھا۔ "**وهی بئر فی المدینة فی بستان ابی زریق**" (مرقات)

"**نقاعة الحناء**" یعنی اس کنوئیں کا پانی اس طرح سرخ ہوگیا تھا جس طرح مہندی کا شیرہ ہوتا ہے جو سرخ تر ہوتا ہے۔

"**نخلها**" یعنی کھجور کے خوشے وحشت ناک تھے نخل سے باغ کے کھجور کے درخت مراد نہیں بلکہ وہی خوشہ مراد ہے جس کو جادو میں استعمال کیا گیا تھا۔ "**رؤس الشیاطین**" یعنی وحشت ودہشت اور کراہت وقباحت میں وہ خوشہ شیطان کے سروں کی طرح تھا۔ عرب لوگ جب کسی چیز کی شدید قباحت اور وحشت بیان کرتے ہیں تو اس کی تشبیہ شیطان کے سر کے ساتھ دیتے ہیں نیز شیطان کے سر کا اطلاق سانپوں پر بھی ہوتا ہے بہر حال جو کچھ بھی ہو مگر ایک ڈراؤنا منظر سمجھا یا جارہا ہے! ان خوشوں پر ایک تو جادو کا اثر بھی تھا اور دیر تک پانی میں دبائے رکھنے کا اثر بھی تھا اس لئے یہ کراہت وقباحت کا مجموعہ بن گئے تھے۔

اس واقعہ سے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اس کنوئیں کا اطلاع ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اس کنوئیں کی طرف بھیجا تاکہ جادو کی یہ چیزیں نکال لائیں جب ان حضرات نے کھجور کا وہ خوشہ کنوئیں سے نکالا تو اس کے خول میں موم کا بنا ہوا ایک مجسمہ اور پتلا ملا، یہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کا مجسمہ تھا اس مجسمہ میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں اور ہر سوئی کے اوپر ایک ڈورا تھا جو مجسمہ سے لپیٹا گیا تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی

تھیں۔ حضرت جبرئیل نے ان گیارہ گرہوں پر معوذتین پڑھنا شروع کیا، معوذتین کی آیتیں بھی گیارہ ہیں ایک ایک آیت پر حضرت جبرئیل ایک ایک گرہ کھولتے تھے اور مجسمہ میں سے سوئی بھی نکالتے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ کو اس سے ایسی تسکین حاصل ہوجاتی تھی گویا بندھی ہوئی رسی سے آپ کی خلاصی ہوجاتی تھی، کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ خود بھی اس کنوئیں پر گئے تھے مگر اندر نہیں گئے کچھ فاصلہ پر رہے آنحضرت ﷺ نے اس یہودی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں فتنہ اُبھارنا نہیں چاہتا۔

اس حدیث میں فرشتوں کا آکر آپ کی بیماری بتلانا پھر اس کنوئیں کی نشاندہی کرنا ایک قسم معجزہ کا ظہور تھا، پھر معوذتین کا نازل ہونا اور جبرئیل امین کا دم کرنا اور آپ کا ٹھیک ہونا یہ دوسری قسم معجزہ کا ظہور تھا۔

مورخہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

فرقہ خوارج سے متعلق پیشن گوئی میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَیَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاهُ ذُوالْخُوَیْصِرَةِ وَهُوَرَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَکَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَالَمْ اَعْدِلْ قَدْخِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُائْذَنْ لِیْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُاَحَدُکُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوَاتِهِمْ وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ یَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ یَنْظُرُ اِلٰی نَصْلِهٖ اِلٰی رُصَافِهٖ اِلٰی نَضِیِّهٖ وَهُوَقَدْحُهٗ اِلٰی قُذَذِهٖ فَلَا یُوْجَدُفِیْهِ شَیْءٌ قَدْسَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰیَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْهِ مِثْلَ ثَدْیِ الْمَرْاَةِ اَوْمِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُوَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی خَیْرِفِرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ اَشْهَدُاَنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَالْحَدِیْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُاَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَامَعَهٗ فَاَمَرَبِذٰلِکَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِیَ بِهٖ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْهِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ نَعَتَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ نَاتِیُ الْجَبْهَةِ کَثُّ اللِّحْیَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ یَامُحَمَّدُاِتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ فَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَیْتُهٗ فَیَاْمَنُنِی اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَلَاتَاْمَنُوْنِیْ فَسَاَلَ رَجُلٌ قَتْلَهٗ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِیءِ هٰذَاقَوْمًا یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَایُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِیَّةِ

فَيَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت جب کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا اور جو بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! عدل وانصاف سے کام لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے، میں عدل وانصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ اگر میں عدل وانصاف سے کام نہ لوں تو یقیناً تو محروم ہو جائے گا اور ٹوٹے میں رہے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں اس شخص کی یہ گستاخانہ فقرہ بازی دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس انسان کا سر قلم کردوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ کچھ لوگ اس کے تابعدار ہوں گے جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو اور جن کے روزوں کے مقابلہ میں تم اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح جب تیر شکار کو چھیدتا اور پار نکل جاتا ہے تو چاہے اس کے پیکان کو دیکھا جائے، چاہے اس کے رصاف کو دیکھا جائے، چاہے اس کے پروں کو دیکھا جائے کہیں بھی کچھ نہیں پایا جاتا حالانکہ وہ تیر نجاست اور خون میں سے ہو کر نکلتا ہے اور اس شخص کے تابعداروں کی علامت یہ ہے کہ وہ سیاہ رنگ کا آدمی ہوگا جس کے ایک بازو میں عورت کے پستان کے مانند بھرا ہوا گوشت یا گوشت کا ایک ٹکڑا ہوگا جو ہلتا ہوگا اور وہ مسلمانوں کے ایک بہترین طبقہ کے خلاف بغاوت کریں گے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خود یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے سنی ہے اور پھر یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس فرقہ کے لوگوں سے جنگ کی اور میں اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا چنانچہ مقتولین میں سے تلاش کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس شخص کو لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی جو علامت بیان کی تھی وہ اس میں موجود تھی۔

اور ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کے پاس ذوالخویصرہ کی آمد کے ذکر کے بجائے یوں مذکور ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی ابھری ہوئی تھی، داڑھی گنجان تھی، رخسارے اٹھے ہوئے تھے اور سر منڈا ہوا تھا، اس شخص نے کہا کہ اے محمد! اللہ سے ڈرو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر کون اللہ کی اطاعت کرے گا؟ مجھ کو اللہ تعالیٰ روئے زمین کے لوگوں میں امین جانتا ہے صرف تو ہے جو مجھ کو امین نہیں سمجھتا اور مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے اس شخص کا سر قلم کردینے کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اس کو منع فرمایا اور جب وہ شخص واپس چلا گیا تو آنحضرت ﷺ فرمایا اس شخص کی اصل سے ایک قوم نمودار ہوگی۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ اسلام سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ لوگ اہل اسلام کو تو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے، اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ان کو اس طرح قتل کردوں جس طرح قوم عاد کے لوگ قتل کئے گئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "یقسم" یعنی جعرانہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ "اتاہ ذو الخویصرۃ" یہ شخص پکا منافق تھا بنوتمیم سے ان کا خاندانی تعلق تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کی تقسیم پر سخت اعتراض کیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خوارج کا ظہور ہوگیا اور نہروان اور حروراء مقام میں بہت سارے خوارج اکٹھے ہوگئے تب یہ شخص مکمل طور پر منظر عام پر آ گیا اسی شخص نے خوارج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر اُکسایا اور بنیادی طور پر اسی شخص نے خوارج کی بنیاد ڈالی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں اُسے قتل کردیا۔

خوارج کا ظہور حضور اکرم ﷺ اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا تھا لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ذوالخویصرۃ خارجیوں کا سردار تھا کیونکہ یہ شخص پہلے خارجی نہیں تھا، ہاں خارجیوں کے ظہور کے بعد اگر ان کا سردار بنا ہو تو بنا ہوگا اس شخص نے حضور اکرم ﷺ پر مال غنیمت کی تقسیم میں سخت اعتراضات کئے تھے، اگر اس کو قتل کیا جاتا تو قتل جائز تھا مگر حضور اکرم ﷺ نے اپنے کریمانہ اخلاق کی وجہ سے اس کو قتل نہیں کیا، فی الحال یہ شخص خارجی بھی نہیں تھا اگر خارجی ہوتا تو حضور اکرم ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی خارجی مجھے ملے تو میں اُسے قتل کردوں گا، یہ اشارہ اس شخص کی اولاد کی طرف تھا اور اس کے بعد آنے والی خارجی نسل کی طرف تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاروائی کی۔ "خبت وخسرت" خطاب کے ساتھ کلام ہے یعنی اگر تمہارا یہ عقیدہ ہو کہ میں عدل نہیں کرتا، تو تم اس عقیدہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئے گویا تم تو ہمیشہ عدل سے محروم رہ گئے کیونکہ میرے ہاں اگر عدل نہیں تو تم کو عدل کہاں سے ملے گا؟ کسی اور جگہ تو عدل ہے ہی نہیں۔ "ان اضرب عنقه" سوال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت مانگنے کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ذوالخویصرہ کے قتل سے منع فرمایا حالانکہ آپ خود تمنا فرمارہے ہیں کہ اگر مجھے خوارج ملیں تو میں اُنہیں قتل کردوں گا۔ اس کا جواب پہلے سے ہوگیا ہے کہ ذوالخویصرۃ اس وقت خوارج کی صفوں میں ظاہر نہیں ہوا تھا نہ اس وقت خوارج کا کوئی زور تھا، یہ شخص خود خارجی بھی نہیں تھا البتہ اس کی نسل سے خوارج پیدا ہوگئے پھر یہ ان کا سرغنہ بن گیا اس وقت بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور تھا، حضور اکرم ﷺ نے اس بعد والے دور کے بارے میں ان کے قتل کا فرمایا۔

"تراقی" یہ ترقوۃ کی جمع ہے گلے کو کہتے ہیں۔ "یمرق" مروق سے ہے نکلنے کے معنی میں ہے۔ "الرمیة" یہ مرمیۃ کے معنی میں ہے شکار کو کہتے ہیں۔ "نصله" تیر کی دھار اور پیکان کو کہتے ہیں۔ "یُنظَرُ" یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی دیکھا جائے تو کہیں بھی تیر کا کوئی حصہ کسی چیز سے آلودہ نظر نہیں آئے گا حالانکہ وہ خون اور گوبر کے درمیان سے گذرتا ہوا نکل جاتا ہیں تو جس طرح تیر صاف صاف نکل جاتا ہے یہ لوگ بھی اسلام سے اسی طرح صاف صاف نکل جائیں گے۔ "رصافه" رصاف اس تسمہ کو کہتے ہیں جو تیر کی دھار اور اس کی لکڑی کے پیوند پر باندھا جاتا ہے۔ "نضیه" تیر کی دھار اور اس کے پر کے درمیان لکڑی کا جو حصہ ہے اس کو قدح کہتے ہیں گویا قدح تیر کی لکڑی کے پورے حصہ کو کہتے ہیں۔ وھو قدحة یہ اسی نضیہ کا ترجمہ ہے، نضیہ میں نون پر زبر ہے ضاد پر زیر ہے اور ی پر شد ہے۔ "قذذه" یہ جمع ہے اس کا مفرد قُذَّةٌ ہے۔ قاف پر ضمہ ہے اور ذال پر شد ہے۔ "البضعة" گوشت کے لٹکے ہوئے ٹکڑے کو کہتے ہیں یعنی یہ کالا شخص ہوگا ایک بازو ناقص ہوگا وہ اس طرح لٹکتا ہوگا جس طرح عورت کا

پستان ہو یا کٹا ہوا گوشت کا ٹکڑا ہو۔ "تدردر" ای تضطرب تجئی وتذھب ایسا ہلتا ہوگا جیسا کوئی گوشت لٹک کر آگے پیچھے آتا جاتا ہو۔

"علی خیر فرقة" یعنی مسلمانوں کے دو طائفوں کے درمیان اختلاف کے وقت خوارج کا یہ فرقہ خروج کرے گا مگر دونوں فریقوں میں سے اچھے فریق کے خلاف خروج کرے گا اچھے فریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت مراد ہے دوسرا فریق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے وہ لوگ اجتہادی خطاء پر تھے تو ایک فریق زیادہ اچھا اور دوسرا صرف اچھا ہوگا۔ "غائر العینین" گڑھی ہوئی آنکھیں۔ "ناتی الجبھة" اُبھری ہوئی پیشانی۔ "کث الحیة" گنجان اور گھنی داڑھی۔ "مشرف الوجنتین" اُٹھے ہوئے رخسار۔

"محلوق الرأس" یعنی سر کے بال رکھنے کو جائز نہیں سمجھیں گے، ہمیشہ سر منڈائیں گے صحابہ کرام بال رکھتے تھے، جہاد لمبے بالوں کے بغیر بہت مشکل ہے، تبلیغی جماعت میں ایک بزرگ مجاہدین کے نقائص بیان کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں آج کل وہ مجاہدین کے لمبے بال رکھنے پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے فرشتوں کے لئے آسانی ہوگی کہ ان کو پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے یہ صاحب غلط کہتے ہیں حالانکہ فرشتے سر کے بالوں کے بجائے ناک سے بھی پکڑ سکتے ہیں پھر ناک کو اور اسی طرح داڑھی کو بھی کاٹ دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال رکھے ہیں جو شخص بالوں کے رکھنے کو برا مانتا ہے وہ خوارج کا نمائندہ بنے گا۔

"ضئضئی" یعنی اس کی اصل سے اور اس کی نسل سے کچھ لوگ آئیں گے اس اصل اور نسل سے اس کی حقیقی اولاد مراد نہیں ہے بلکہ اس کے اتباع و پیروکار مراد ہیں۔ اس قسم کے لوگ اسی شخص کی محنت سے بعد میں پیدا ہو گئے، تو یہ اخبار بالغیب تھا اسی میں معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے اسلام میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنْتُ اَدْعُوْاُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فَدَعَوْتُهَا یَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَااَکْرَهُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّاصِرْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا هُوَمُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَمَیَّ فَقَالَتْ مَکَانَکَ یَااَبَاهُرَیْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ یَااَبَاهُرَیْرَةَ اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَااَبْکِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَاللّٰهَ وَقَالَ خَیْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو جو مشرکہ تھیں قبول اسلام کی تلقین کیا کرتا تھا چنانچہ ایک دن میں نے ان

کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں وہ بات کہی جو مجھ کو سخت ناگوار ہوئی، میں روتا ہوا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اب تو آپ ہی اللہ سے دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما! میں نبی کریم ﷺ کی دعا سے بڑی خوش آئند امید لے کر واپس لوٹا اور جب اپنی والدہ کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ لیکن میری والدہ نے میرے قدموں کی آواز سن لی تھی انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ! وہیں ٹھہرو! پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی، میری والدہ نے غسل کیا کپڑا پہنا اور مارے جلدی کے دوپٹہ اوڑھے بغیر دروازہ کھول دیا اور کہا، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں یہ دیکھتے ہی کہ میری پیاری ماں کو ہدایت مل گئی اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا الٹے پاؤں لوٹا اور خوشی کے آنسو گراتا ہوا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اللہ کی تعریف کی اور میری والدہ کے اسلام پر شکر ادا کیا اور اچھا فرمایا۔ (مسلم)

توضیح: "مجاف" یعنی دروازہ بند تھا۔ "خشف" قدم کی آہٹ کو کہتے ہیں۔ "خضخضة الماء" پانی کو حرکت دینے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو خضخضة کہتے ہیں۔ "عجلت" یعنی دوپٹہ پہننے سے پہلے باہر آ گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت کی دعا دی گئی اور ہدایت مل گئی، اس میں آنحضرت ﷺ کے معجزہ کا ظہور ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دعا دینے میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعُهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَّقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَانَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهٖ ذٰلِكَ يَوْمِيْ هٰذَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تابعین کو مخاطب کر کے یا جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے صحابہ متاخرین کو مخاطب کر کے کہا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کرتے ہیں (تو پہلے یہ سمجھ لو کہ) اللہ کے پاس فیصلہ ہوگا اور پھر سنو! میں زیادہ حدیثیں بیان کرنے کا سبب تمہیں بتاتا ہوں کہ میرے مہاجر بھائیوں کو تو بازار میں ہاتھ پر ہاتھ مارنے یعنی خرید وفرخت کی مشغولیت الجھائے رکھتی تھی اور میرے انصار بھائیوں کو انکی زمین وجائیداد فرصت نہیں دیتی تھی، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ایک مسکین ومفلس شخص تھا اور پیٹ بھر کر کھانا مل جانے پر قناعت کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں

پڑا رہتا تھا۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رہے جب تک میں اپنی بات پوری نہ کرلوں اور پھر وہ شخص اپنے کپڑے کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگالے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ میری بات کو کلی طور پر یا جزوی طور پر کبھی بھی بھول جائے۔ چنانچہ میں نے (فوراً) اپنی کملی پھیلالی جس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کپڑا نہیں تھا اور اس کو اس وقت تک پھیلائے رکھا جب تک آپ نے اپنی بات پوری نہ کرلی اور پھر میں نے سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگالیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا! آج تک میں آنحضرت ﷺ سے سنا ہوا کوئی ارشاد نہیں بھولا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متأخر فی الاسلام ہیں لیکن آپ نے احادیث سب سے زیادہ بیان کی ہیں، اس پر صحابہ وتابعین میں ایک شبہ پایا جاتا تھا کہ اتنی احادیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کس طرح بیان کی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا ڈٹ کر جواب دیا ہے، آپ نے دو طرح جواب دیا ہے پہلا جواب یہ کہ انصار ومہاجرین اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے اور میں فاقے گزار کر حضور اکرم ﷺ کے دروازہ پر پڑا رہتا تھا اور احادیث یاد کرتا تھا اس لئے میری حدیثیں زیادہ ہیں۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں کچھ پڑھتا ہوں جس کے پاس چادر ہو وہ لا کر بچھادے میں اس پر دم کردوں گا، وہ شخص اس چادر کو اپنے سینہ سے لگادے تو وہ میری حدیث کبھی بھولے گا نہیں، میں نے ایسا کیا تو حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوگیا اور میرا حافظہ ایسا تیز ہوگیا کہ اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ کی کسی حدیث کو کبھی نہیں بھولا۔

حضرت جریر کو دُعا دینے میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۸﴾ وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ يَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِيْ بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِيْ مِائَةٍ وَّخَمْسِيْنَ فَارِسًا مِنْ اَحْمَسَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جریر ابن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم ذو الخلصة کو توڑ کر مجھے راحت نہیں پہنچاؤ گے؟ میں نے عرض کیا ہاں! لیکن میں گھوڑے کی سواری پر پوری طرح قادر نہیں تھا اور کبھی کبھی گر پڑتا للہذا میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر اتنے زور سے ہاتھ مارا کہ میں نے اس کا اثر اپنے سینہ کے اندر تک محسوس کیا اور پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو ثابت وقائم رکھ! اور اس کو راہ راست دکھانے والا اور راہ راست پانے والا بنا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا اور پھر احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر جریر روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انہوں نے ذو الخلصہ کو آگ لگادی اور اس کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "الا تریحنی" کیا اس بت کو جلا کر مجھے راحت نہیں پہنچاؤ گے؟ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ والوں کو دور کی معصیت سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ "من ذی الخلصة" یہ خثعم قبیلہ کا مشہور بت خانہ تھا جس کو لوگ کعبة الیمامة کہتے تھے۔ "فانطلق" یہ راوی حدیث کا کلام ہے کہ جریر چلا گیا یا خود جریر نے اپنے آپ کو غائب سمجھ کر کلام کیا۔ "من احمس" ای من قریش. احمس حموسة حماسة اور حماس بہادر کو کہتے ہیں۔ قریش تمام عرب میں زیادہ بہادر مشہور تھے اس لئے ان کو احمس کے نام سے یاد کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا، کوئی تضاد نہیں ہے۔

ایک بددعا میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَقْبَلُهُ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَّهُ اَتَى الْاَرْضَ الَّتِيْ مَاتَ فِيْهَا فَوَجَدَهُ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَاشَاْنُ هٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جو نبی کریم ﷺ کی وحی لکھتا تھا مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا ملا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو زمین قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بتایا کہ جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اس شخص کی موت و تدفین ہوئی تھی تو دیکھا کہ وہ قبر سے باہر پڑا ہوا ہے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس شخص کو کئی بار دفن کر چکے ہیں لیکن زمین اسکو قبول نہیں کرتی، آخر تنگ آ کر ہم نے اس کو دفن کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "ان رجــــلا" کہتے ہیں یہ شخص پہلے عیسائی تھا پھر مسلمان ہو گیا پھر مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ مل گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ زمین اس شخص کو قبول نہیں کرے گی شاید آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر کچھ بددعا بھی دی ہوگی، اب مرنے کے بعد قبر نے اس کو قبول نہیں کیا، زمین نے اس کو باہر پھینک دیا، لوگوں نے بار بار دفن کیا مگر زمین اس کو باہر پھینکتی رہی پھر لوگوں نے دفن کرنا چھوڑ دیا۔ "منبوذا" پھینکا ہوا باہر پڑا تھا مستقبل کی خبر دینے میں معجزہ کا ظہور ہوا۔

﴿۳۰﴾ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غروب آفتاب کے بعد گھر سے نکلے تو ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہ یہود ہیں جن کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (بخاری ومسلم)

یعنی قبر کا عذاب اور اس کے احوال حضور اکرم ﷺ پر منکشف ہو گئے اس میں حضور اکرم ﷺ کے معجزے کا ظہور ہو گیا۔

اخبار بالغیب میں معجزہ کا ظہور

﴿۳۱﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِيْنَةِ هَاجَتْ رِيْحٌ تَكَادُ اَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَظِيْمٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْمَاتَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ مدینہ کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آئی اور سخت بھی اتنی کہ سوار کو زمین میں دفن کردے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) فرمایا یہ آندھی ایک منافق کے مرنے پر بھیجی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں کا ایک بڑا سردار مر گیا ہے۔ (مسلم)

توضیح: "هاجت ریح" یعنی سخت طوفانی ہوا چل پڑی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کسی سوار کو سواری پر نہیں چھوڑے گی بلکہ سواری سے گرا کر زمین میں دفن کردے گی۔ "لموت منافق" یعنی یہ سخت طوفانی ہوا ایک منافق کی موت کی وجہ سے چلی ہے وہ اس طرح منحوس آدمی تھا کہ اس کی موت سے بھی قدرت کی طرف سے بدامنی، وحشت، گندگی اور بدحالی پھیلنے کا قدرتی اظہار تھا جیسے بدکردار حاکم کی آمد پر اس کے خلاف مظاہرہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اس منافق کا نام رفاعہ بن درید تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے سے پہلے بطور معجزہ ان کی موت کی خبر دیدی یہ اخبار بالغیب میں معجزہ کا ظہور تھا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ معجزہ کسی نبی کی نبوت کی علامت اور دلیل ہوتی ہے جس طرح کرامت کسی ولی کی ولایت کی دلیل و علامت ہوتی ہے جس طرح ولی کی ولایت اس کی الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح معجزہ کسی نبی کی صفت الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتا، بریلوی حضرات کو علم غیب اور اخبار بالغیب کے مسئلہ میں بہت بڑی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ کہ وہ سارے معجزات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور عوام کے سامنے ایک ایک معجزہ پیش کر کے کہتے ہیں کہ دیکھو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، پھر یہ حضرات بعض معجزات کو صفت الوہیت، مشکل کشا اور حاجت روا ثابت کرنے کے لئے بھی پیش کرتے ہیں، اگر معجزہ صفت الوہیت، مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے دلیل ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کیا تھا، پھر ان کو خدا مانو حالانکہ ایسا نہیں کرتے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ کیوں کرتے ہو؟

﴿۳۲﴾وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَاَقَامَ بِهَا لَيَالِيَ فَقَالَ النَّاسُ مَانَحْنُ هٰهُنَافِيْ شَيْءٍ وَاِنَّ عِيَالَنَا لَخُلُوْفٌ مَانَاْمَنُ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَافِي الْمَدِيْنَةِ شِعْبٌ وَلَانَقْبٌ اِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتّٰى تَقْدَمُوْا اِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اِرْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا وَاَقْبَلْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَوَالَّذِيْ يُحْلَفُ بِهٖ مَاوَضَعْنَا رِحَالَنَا حِيْنَ دَخَلْنَا

اَلْمَدِیْنَةَ حَتّٰی اَغَارَعَلَیْنَا بَنُوْعَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَطْفَانَ وَمَایُهَیِّجُهُمْ قَبْلَ ذٰلِکَ شَیْءٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور جب مقام عسفان پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے وہاں کئی راتیں قیام کیا، بعض لوگوں نے کہا کہ ہم یہاں بے کار کیوں پڑے ہوئے ہیں جب کہ ہمارے اہل وعیال ہم سے دور ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں اطمینان نہیں ہے کہ ہماری عدم موجودگی کا فائدہ اٹھا کر کہیں کوئی دشمن ان کی غارت گری پر نہ اترے، ان لوگوں کی یہ بات نبی کریم ﷺ تک بھی پہنچی، آپ نے یہ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مدینہ کا کوئی راستہ اور کوئی کوچہ ایسا نہیں ہے جس پر دو دو فرشتے متعین نہ ہوں اور وہ فرشتے نگہبانی اور حفاظت پر اس وقت تک مامور رہیں گے جب تک تم مدینہ نہیں پہنچ جاؤ گے اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور ہم روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ گئے، قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے! ہم نے ابھی اپنا سامان بھی نہیں اتارا تھا کہ بنوعبداللہ بن غطفان ہم پر چڑھ آئے جب کہ ہمارے آنے سے پہلے ایسی کوئی بات پیش نہیں آئی جوان کو جنگ پر ابھارنے والی ہوتی۔ (مسلم)

توضیح: ''خلوف'' یعنی وہ لوگ خالی ہیں، کہیں دشمن حملہ نہ کردے، شعب گھاٹی کو کہتے ہیں نقب راستہ کو کہتے ہیں بنو عبداللہ غطفان کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ''مایھیجھم'' یعنی ان لوگوں کو ہمارے پہنچنے سے پہلے کسی چیز نے حملہ پر نہیں اُبھارا، یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ تھا۔

بارش سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۲۳﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سِنَةٌ عَلٰی عَهْدِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَاالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِیْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَکَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَانَرٰی فِی السَّمَاءِ قَزْعَةً فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَاوَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَالسَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَايَوْمَنَاذٰلِکَ وَمِنَ الْغَدِوَمِنْ بَعْدِالْغَدِحَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی وَقَامَ ذٰلِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْغَيْرُهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَاعَلَيْنَا فَمَايُشِيْرُاِلٰی نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ اِلَّاانْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًاوَلَمْ يَجِیْءُ اَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلَّاحَدَّثَ بِالْجَوْدِ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَاوَلَاعَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک مرتبہ خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا، انہی دنوں نبی کریم ﷺ

جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے مال واسباب، مویشی اور باغات پانی نہ ملنے کی وجہ سے برباد ہوگئے اور اہل وعیال بھوک سے بلبلا رہے ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائیں آپ نے اپنے دست مبارک اٹھادیئے، اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی ہمیں نظر نہیں آرہا تھا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آپ نے ابھی اپنے ہاتھ نہ چھوڑے تھے کہ اچانک پہاڑوں کی مانند بادل اٹھا اور آپ منبر سے نیچے نہ اترنے پائے تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک پر گرنے لگا تھا پھر اس دن پانی برسا دوسرے روز برسا اور تیسرے روز برسا یہاں تک کہ دوسرے جمعہ تک اس بارش کا سلسلہ جاری رہا اور دوسرے جمعہ کو وہی دیہاتی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مکان گر رہے ہیں اور مال واسباب ڈوب رہے ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ بارش تھم جائے، آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا ہمارے اوپر نہ برسا۔ آپ جس طرف اشارہ کرتے جاتے تھے ابر اس جانب سے کھلتا جاتا تھا یہاں تک کہ مدینہ ایک گول گڈے کی مانند ہوگیا اور وہ نالہ جس کا نام قناۃ تھا ایک مہینہ تک بہتا رہا اور ان اطراف سے جو بھی شخص آیا اس نے کثرت بارش ہونے کی خبر دی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا! ہم پر نہ برسا، اے اللہ! ٹیلوں پر، پہاڑوں پر، نالوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا! ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابر بالکل کھل گیا اور ہم اس حال میں باہر نکلے کہ دھوپ میں چل رہے تھے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "یتحادر" بارش کا پانی جب داڑھی وغیرہ کسی چیز پر گرنے اور بہنے لگتا ہے تو اس کو تحادر کہتے ہیں۔ "اللهم حوالینا" چونکہ یہ بارش آپ کی دُعا سے آئی تھی جس میں برکت ورحمت تھی، اس لئے آنحضرت ﷺ نے بند ہونے کی دُعا نہیں مانگی بلکہ فرمایا اے اللہ! اطراف میں برسادے ہم پر نہیں۔ "مثل الجوبة" جو بہ کھڈے کو کہتے ہیں بلکہ اس سے بہتر تعبیر حوض کی ہے کہ مدینہ کے اوپر بادل نہیں رہا اور اطراف میں بادل تھا تو اوپر فضاء بھی حوض کی مانند تھی اور نیچے زمین بھی حوض کی مانند تھی۔ "قناة" پانی جب زمین کے نیچے چلا جاتا ہے تو نالوں کی شکل اختیار کرتا ہے، اسی کو قناہ کہتے ہیں فارسی میں اس کو "کاریز" کہتے ہیں۔ قناۃ اصل میں نیزہ کو کہتے ہیں یہ پانی بھی نیزہ کی طرح سیدھا چلتا ہے یہاں قناۃ ایک وادی کا نام بھی ہوسکتا ہے۔
"بالجود" یعنی سب نے کہا کہ زبردست عمدہ بارش ہوئی ہے۔ "الآكام" یہ جمع ہے اس کا مفرد اکمة ہے ٹیلہ کو کہتے ہیں۔ "والظراب" جمع ہے اس کا مفرد ظرب، کتف کے وزن پر ہے چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ "بطون الاودية" وادیوں کے درمیانی علاقے جو آبادی سے خالی ہوں۔ "منابت الشجر" مراد جنگلات ہیں جہاں درخت ہوں، ان کی جڑوں میں بارش ہو، تاکہ درخت خوب پھلیں پھولیں۔ "فاقلعت" یعنی بادل چھٹ گیا۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ دُعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے، یہ آداب دُعا میں سے ہے، ابوطالب نے اس منظر کو اس طرح پیش کیا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

بہرحال اس حدیث میں بارش سے متعلق کئی معجزات کا ظہور ہوگیا ہے۔

استطوانۂ حنّانہ میں معجزہ کاظہور

﴿۳۴﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اِسْتَنَدَ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو کھجور کے اس سوکھے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے جوایک ستون کے طور پر مسجد میں کھڑا تھا، پھر جب منبر تیار ہوگیا اور آنحضرت ﷺ خطبہ پڑھنے کے لئے اس پر کھڑے ہوئے تو کھجور کا وہ تنا جس سے آپ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے چلانے لگا اور قریب تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے فراق کی اذیت کی شدت سے پھٹ جائے کہ نبی کریم ﷺ (منبر سے) اترے اور اس کے پاس جا کر اس کو پکڑا اور پھر اس کو گلے لگایا اس کے بعد تو اس ستون نے اس بچے کی طرح رونا شروع کر دیا جس کو چپ کرایا جاتا ہے آخر کار اس ستون کو قرار آگیا اور وہ چپ ہوگیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا یہ ستون اس وجہ سے رویا کہ جو ذکر سنتا تھا اس سے محروم ہوگیا۔ (بخاری)

توضیح: "صاحت" رونے کی وجہ سے چیخ اُٹھا۔ "تنشق" پھٹنے کے معنی میں ہیں۔ "تأن" أنّ یأنّ ضرب یضرب سے ہے، بچہ جب رو رو کر سسکیاں بھرنے لگتا ہے اس کو انین کہتے ہیں، اس درخت میں معجزہ کا ظہور ہوگیا کہتے ہیں کہ یہ درخت جنت میں جائے گا ذرا سوچئے کہ خشک درخت حضور ﷺ کے فراق میں روتا ہے مگر غافل انسان غفلت میں پڑا ہے!

سنگے ونباتے کہ درو خاصیتے نیست ۔۔۔ بہ ز آدمی کہ درو معرفتے نیست

﴿۳۵﴾وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اورحضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں داہنے ہاتھ سے کھانے پر کبھی قدرت نہ ہو۔ اس شخص نے گھمنڈ میں آکر داہنے ساتھ سے نہیں کھایا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص اپنا داہنا ہاتھ منہ تک پہنچانے پر کبھی قادر نہیں ہوسکا۔ (مسلم)

ایک سواری میں معجزہ کاظہور

﴿۳۶﴾وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ

بَطِيئًا وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بعدذٰلِكَ لَايُجَارٰى وَفِي رِوَايَةٍ فَمَاسُبِقَ بَعْدَذٰلِكَ الْيَوْمِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ گھبرا گئے اور چیخ وپکار کرنے لگے، نبی کریم ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر جو بہت سست رفتار اور مٹھا تھا سوار ہوکر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے گھوڑے کو پانی کی طرح (تیز رو اور کشادہ قدم) پایا، پس وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہوگیا کہ کوئی گھوڑا اس سے آگے تو کیا اس کے ساتھ بھی نہیں چل سکتا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پس اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ (بخاری)

توضیح: "بطیئا" یعنی سست رفتار گھوڑا تھا۔ "یقطف" قریب قریب قدم رکھ کر چلنے والے گھوڑے کو قطوف کہتے ہیں۔ "بحراً" یعنی یہ گھوڑا تو سمندر کی طرح تیز چلتا ہے یا اس کی رفتار تو سمندر کی طرح مسلسل ہے کبھی ختم نہیں ہوتی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے کمال پر اس کی تعریف جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تعریف میں مبالغہ کرنا بھی جائز ہے جبکہ محدود دائرہ میں ہو۔ "لایجاریٰ" مجارات سے ہے، مقابلہ کے معنی میں ہے یعنی کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے سوار ہونے سے اس میں معجزہ کا ظہور ہوگیا۔

کھجور میں معجزہ کا ظہور

﴿۲۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ تُوُفِّيَ اَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهٖ اَنْ يَّاْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَاَبَوْا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْعَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ قَدِاسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَلَمَّا رَاٰى مَايَصْنَعُوْنَ طَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِيْ اَصْحَابَكَ فَمَازَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعُ اِلٰى اَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةٌ وَاحِدَةٌ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد کی وفات ہوئی تو ان کے ذمہ بہت سا قرضہ تھا، چنانچہ میں نے ان کے قرض خواہوں کو پیشکش کی کہ ہمارے پاس جتنی کھجوریں ہیں وہ سب اس قرض کے بدلے میں جو میرے والد پر تھا لے لیں، لیکن انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کردیا، آخر کار میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، و رعرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے میرے والد احد کی جنگ میں شہید ہوگئے ہیں اور انہوں نے بہت سا قرض چھوڑا ہے میں چاہتا ہوں کہ قرض خواد

آپ کو میرے پاس دیکھیں، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور ہر قسم کی کھجور کی الگ الگ ڈھیری بنالو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو بلالایا، قرض خواہوں نے آنحضرت ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا تو اس وقت انہوں نے فوراً ایسا رویہ اختیار کرلیا جیسے وہ مجھ پر حاوی ہوگئے ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے جب ان قرض خواہوں کا یہ رویہ دیکھا تو آپ نے کھجوروں کی سب سے بڑی ڈھیری کے گرد تین بار چکر لگایا اور پھر ڈھیری پر بیٹھ کر فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ، پھر آپ نے مسلسل اس ڈھیری میں سے ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دینا شروع کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا تمام قرضہ ادا کردیا، اگرچہ میری خوشی کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اللہ تعالیٰ میری ان کھجوروں سے میرے والد کا تمام قرضہ ادا کردیتا خواہ اپنی بہنوں کے پاس لے جانے کے لئے ایک کھجور بھی باقی نہ بچتی لیکن اللہ تعالیٰ نے تو ساری ڈھیریوں کو محفوظ رکھا اور جس ڈھیری پر نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو ایسا لگا کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی اور جب اس ڈھیری ہی میں سے کچھ کم نہ ہوا جس میں سے ان قرض خواہوں کو ان کے مطالبہ کے بقدر دیا گیا تھا تو باقی ڈھیریاں تو بدرجہ اولیٰ محفوظ وسالم رہیں۔ (بخاری)

توضیح: "علی غرمائه" یعنی اباجان کے قرض خواہوں پر میں نے اپنا باغ پیش کیا مگر انہوں نے قلیل سمجھ کر انکار کیا، یہ قرض خواہ یہودی تھے۔ (مرقات) "یراک الغرماء" یعنی آپ کو جب قرض خواہ دیکھ لیں گے تو کچھ رعایت کریں گے۔ "فَبَیْدِر" یہ امر کا صیغہ ہے، ڈھیر بنانے کے معنی میں ہے البیدر کھلیان کو کہتے ہیں یعنی کھلیان میں کھجور کی الگ الگ قسموں کو الگ الگ کناروں میں ڈھیر بنا کر رکھ دو۔ "اغروابی" یہ اغراء سے ہے، کسی کے خلاف کتے کے بھڑکانے کو اغراء کہتے ہیں۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کر وہ لوگ مجھ پر گرم ہوگئے اور کلام میں سختی پیدا کرلی کہ تم نے سفارش کی یہ صورت کیوں بنائی ہے؟ قرض خواہ یہود تھے یا اس لئے گرم ہوگئے کہ اتنے زیادہ قرض خواہوں کے لئے یہ کیا تھوڑا سا مال رکھا ہے پشتو میں اس کا ترجمہ یہ ہے: لکه ده سپو په شان ماپسے شبا کڑے شو۔

"اعظمها بیدرًا" آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ یہود نا بہبود بدتمیزی کررہے ہیں تو آپ کھجور کے بڑے ڈھیر کے اردگرد تین بار گھومے اور پھر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ "اصحابک" یعنی اپنے قرض خواہ یہودیوں کو بلالو کہ اپنا قرض لے لیں۔ "تمرة واحدة" یعنی سارا قرض دیدیا گیا مگر کھجور کے اس ڈھیر میں ایسا لگ رہا تھا کہ کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی برکت سے اس میں معجزہ کا ظہور ہوگیا۔

گھی کی کپی سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۳۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ اُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِىْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَاْتِيْهَا بَنُوْهَا فَيَسْاَلُوْنَ الْاُدْمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ شَىْءٌ فَتَعْمِدُ اِلَى الَّذِىْ كَانَتْ تُهْدِىْ فِيْهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِيْهِ سَمْنًا فَمَازَالَ يُقِيْمُ لَهَا اُدْمَ بَيْتِهَا حَتّٰى عَصَرَتْهُ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

عَصَرْتِيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِيْهَا مَازَالَ قَائِمًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام مالک رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک کپی میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں، جب ام مالک کے بیٹے آکر روٹی کے ساتھ کھانے کے لئے کوئی سالن مانگتے اور ان کے پاس کوئی سالن موجود نہیں ہوتا تھا تو ام مالک کا آسرا وہی کپی بنتی جس میں وہ نبی کریم ﷺ کے لئے گھی بھیجا کرتی تھیں، اور ان کو اس میں سے گھی مل جاتا تھا، (کافی دنوں تک) یہی سلسلہ جاری رہا کہ اس کپی میں لگا ہوا گھی ان کے پورے گھر کے لئے سالن کی ضرورت پوری کردیا کرتا تھا، پھر ام مالک نے اس کپی کو پوری طرح نچوڑ لیا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اس کی برکت سے محروم ہوگئیں اور گھر والوں کو روٹی کھانے کے لئے جس چیز کا سہارا تھا وہ ملنی بند ہوگئی، ام مالک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچیں آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اس گھی کی کپی کو بالکل نچوڑ لیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اگر تم کپی کو اس طرح نہ نچوڑتیں تو ہمیشہ تمہیں اس کپی سے سالن ملا کرتا۔ (مسلم)

توضیح: "عكة" چھوٹے مشکیزہ کو بھی عکہ کہتے ہیں اور گھی رکھنے کے لئے چمڑے کی بنی ہوئی کپی کو بھی عکہ کہتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "هي وعاء من جلد مستدير ويختص بالسمن والعسل" (مرقات)

"فتعمد" قصد وارادہ کے معنی میں ہے، ضمیر مؤنث ام مالک کی طرف لوٹتی ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ام مالک ایک کپی میں گھی رکھتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے لئے بطور ہدیہ بھیج دیتی تھیں کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ام مالک کے بیٹے آکر سالن مانگتے تھے تو ام مالک اسی کپی کی طرف رخ کرتی تھیں کیونکہ سالن کا کوئی دوسرا انتظام نہیں تھا البتہ اس کپی میں معجزہ کا ظہور ہوگیا تھا تو اس میں ہر وقت گھی مل جاتا تھا، یہ سلسلہ چلتا ہی رہا یہاں تک کہ ام مالک نے ایک دفعہ کپی سے پورا گھی صاف کرلیا تو برکت اور معجزہ کا یہ سلسلہ رک گیا، علماء نے لکھا ہے کہ معجزہ ایک غیبی انتظام ہے اس کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہئے، کھانے پینے کی اشیاء کی جڑ کو ظاہر کرنے سے معجزہ موقوف ہوجاتا ہے، کھانے پینے کی اشیاء میں برکت اور اضافہ تو ہوجاتا ہے لیکن اصل مادہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ "عصرتیها" کیا تم نے اس کپی کو بالکل نچوڑ دیا؟ اس صیغہ میں 'ی' کا حرف اشباع کے لئے ہے اور ترکتیها میں بھی 'ی' اشباع کے لئے ہے اُس کا مفہوم ترجمہ کرنے سے واضح ہوجاتا ہے اور جس کا تعلق کلام کے لہجے سے ہے۔

کھانے سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۳۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَاثَتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَاطَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ يَااُمَّ سُلَيْمٍ قَدْجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَانُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْطَلْحَةَ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ يَااُمَّ سُلَيْمٍ مَاعِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْاحَتّٰى شَبِعُوْاثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ ثُمَّ لِعَشَرَةٍ فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْثَمَانُوْنَ رَجُلًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّهٗ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَدَخَلُوْافَقَالَ كُلُوْاوَسَمُّوا اللّٰهَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًاثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُهَلْ نَقَصَ مِنْهَاشَيْءٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ اَخَذَمَابَقِيَ فَجَمَعَهٗ ثُمَّ دَعَافِيْهِ بِالْبَرَكَةِ فَعَادَكَمَاكَانَ فَقَالَ دُوْنَكُمْ هٰذَا)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ (جو میرے سوتیلے باپ تھے) گھر میں آ کر میری ماں ام سلیم سے کہنے لگے کہ (آج) میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں بڑی کمزوری محسوس کی جس سے مجھے محسوس ہوا کہ آپ کو بھوک لگی ہے، کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ام سلیم نے جواب دیا کہ ہاں کچھ ہے اور پھر انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور پھر اپنی اوڑھنی لی اور اس کے ایک حصہ میں تو روٹیوں کو لپیٹا اور ایک حصہ سے میرے سر کو لپیٹ دیا اور پھر اوڑھنی میں لپٹی ہوئی ان روٹیوں کو میرے ہاتھ کے نیچے چھپایا اور مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، میں وہ روٹیاں لے کر پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور بہت سارے لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سب کو سلام کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! پھر آپ نے پوچھا کیا کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا جواب سن کر ان لوگوں سے جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ اٹھو! (ابوطلحہ کے گھر! چلو) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ تمام لوگ روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے آگے چل پڑا۔ چنانچہ ابوطلحہ کے پاس پہنچ کر ان کو خبر دی، ابوطلحہ بولے کہ ام سلیم! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی ہیں جب کہ ہمارے پاس اتنے سارے آدمیوں کے کھلانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ ام سلیم نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ پھر

ابوطلحہ گھر سے باہر نکلے اور رسول کریم ﷺ سے ملاقات کی، اس کے بعد رسول کریم ﷺ ابوطلحہ کے گھر تشریف لائے اور گھر میں پہنچ کر فرمایا کہ ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ۔ ام سلیم نے وہ روٹیاں جوان کے پاس تھیں لاکر رکھ دیں، آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ روٹیوں کو توڑ توڑ کر چورا کردیں چنانچہ ان روٹیوں کو چورا کیا گیا اور ام سلیم نے کپی کو نچوڑ کر گھی نکالا اور اس کو سالن کے طور پر رکھا، اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے اس روٹی سالن کے بارے میں وہ پڑھا جو اللہ نے پڑھوانا چاہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ! پس ان کو بلایا گیا انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر جب وہ دس آدمی اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ دس دس آدمیوں کو بلاکر کھلاتے رہو یہاں تک کہ تمام لوگوں نے خوب سیر ہوکر کھایا اور یہ سب ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) آدمی تھے۔ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے پر بلاؤ اور جب وہ آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا اسی طرح اسی آدمیوں کو کھلایا گیا اور جب سب لوگ کھا چکے تو آخر میں نبی کریم ﷺ نے اور گھر کے آدمیوں نے کھانا کھایا اور پھر بھی پس خوردہ باقی رہا۔ اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو میرے پاس لاؤ۔ اسی طرح چالیس آدمیوں کو شمار کیا اور ان کے بعد خود نبی کریم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور میں برابر دیکھے جارہا تھا کہ کھانے میں سے کچھ کم ہوا ہے یا نہیں۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے پس خوردہ کو اٹھا اٹھا کر جمع کیا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ وہ ایسا ہی ہوگیا جیسا کہ پہلے تھا پھر آپ نے فرمایا لو اس کو رکھو۔

توضیح: "اقراصاً" یہ قرص کی جمع ہے روٹی کو کہتے ہیں۔ "خمارًا" دوپٹے کو کہتے ہیں۔ "ببعضہ" یعنی دوپٹے کے ایک حصہ میں روٹی لپیٹ کر باندھ لی۔ "ودستہ" دس یدس نصر ینصر سے دبانے اور چھپانے کے معنی میں ہے خاص کر مٹی میں دبانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "لاثتنی" نصر ینصر سے لوث لپیٹنے اور عمامہ بنانے کے معنی میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امی جان نے اپنے دوپٹے کے ایک حصہ میں روٹی باندھ کر میرے بغل میں دبادی اور دوپٹے کا دوسرا حصہ میرے سر پر لپیٹ دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سردی کا موسم تھا اس لئے دوپٹے سے اوڑھنے کا کام بھی لیا گیا۔ "بطعام" بتانے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے کھانے کی بات ظاہر فرمادی ممکن ہے یہاں ایک معجزہ کا ظہور ہوا ہو۔

"قوموا" اگرچہ حضور اکرم ﷺ کو گھر پر نہیں بلایا تھا مگر حضور اکرم ﷺ نے مناسب سمجھا کہ وہاں جائیں تاکہ گھر میں برکت آئے اور معجزہ کا ظہور ہوجائے۔ "اللہ ورسولہ اعلم" ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایمانی قوت کو دیکھئے ذرا بھی پریشان نہیں ہوئیں بلکہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو تسلی دیدی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں وہ جانیں ان کے مہمان جانیں، ہم کیوں پریشان ہوں یعنی وہاں سے سارا انتظام ہوگا۔ "ففتّ" روٹی چورا بنا کر توڑی گئی۔

"ان یقول" روایات میں ہے کہ آپ نے یہ دُعا پڑھی "بسم اللّٰہ اللّٰھم اعظم فیہ البرکۃ"۔

"ائذن لعشرۃ" یہ پرانے زمانے کی دعوتوں کا دستور تھا، اب بھی عرب میں اور قبائل میں بلکہ ہمارے ہاں بھی یہ دستور ہے کہ دس

آدمیوں کو ایک بڑے تھال پر بٹھا کر ایک ساتھ کھلایا جاتا ہے، اس مجموعہ کا نام "پنیڈہ" ہوتا ہے بہرحال دو چار آدمیوں کا کھانا اسی (۸۰) آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا، اس طرح اس کھانے میں معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

انگلیوں سے پانی نکلنے میں معجزہ کا ظہور

﴿۴۰﴾وَعَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَهُ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثُ مِائَةٍ اَوْزُهَاءُ ثَلٰثِ مِائَةٍ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زوراء گاؤں میں تشریف فرما تھے، آپ کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا، آپ نے اپنا مبارک ہاتھ اس برتن میں رکھ دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا فوارہ ابلنے لگا، چنانچہ پوری جماعت نے اسی پانی سے وضو کیا، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اس موقع پر آپ لوگ کتنے آدمی تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تین سو یا تین سو کے قریب۔ (بخاری ومسلم)

﴿۴۱﴾وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَکَةً وَّاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَّاءٍ فَجَاءُ وْا بِاِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَهُ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطَّهُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرَکَةُ مِنَ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ یُؤْکَلُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم تو آیات کو برکت وخوشحالی کا سبب سمجھتے تھے اور تم سمجھتے ہو کہ آیات بس ڈرانے کے لئے ہیں۔ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ پانی کی قلت کا مسئلہ پیدا ہو گیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ بچا ہوا پانی ہو تو اس کو دیکھ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ صحابہ آپ کی خدمت میں ایک ایسا برتن لے کر آئے جس میں بہت تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈال دیا اور فرمایا آؤ جلدی سے یہ پاک اور بابرکت پانی حاصل کرو اور یہ وہ برکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور اس وقت رسول کریم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے فوارہ کی طرح پانی ابلتے میں نے خود دیکھا۔ نیز کھانا کھاتے وقت ہم کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔
(بخاری)

توضیح: "الآیات" یعنی تم لوگ تو معجزات اسی کو کہتے ہو جس میں تخویف اور ڈراوا اور عذاب ہو حالانکہ ہم لوگ تو معجزات کو رحمت اور برکت سمجھتے تھے، اب صورت حال یہ ہے کہ عوام الناس کو وہی معجزہ فائدہ دیتا ہے جس میں تخویف ہو اور وہ معجزہ ان کو کھینچ کر لائے مگر خواص معجزہ کو دیکھ کر خود چل کر ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہ اسے برکت سمجھتے ہیں۔

﴿۴۲﴾ وَعَنْ اَبِی قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تَسِيْرُوْنَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَاْتُوْنَ الْمَاءَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَايَلْوِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ قَالَ اَبُوْقَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ حَتّٰى اِبْهَارَ اللَّيْلُ فَمَالَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ قَالَ اِحْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِیْ ظَهْرِهٖ ثُمَّ قَالَ اِرْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَاءَةٍ كَانَتْ مَعِیَ فِيْهَا شَیْءٌ مِّنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا وُضُوْءً دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ وَبَقِیَ فِيْهَا شَیْءٌ مِّنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ اِحْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَأَتَكَ فَسَيَكُوْنُ لَهَا نَبَاءٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ وَرَكِبَ وَرَكِبْنَا مَعَهٗ فَانْتَهَيْنَا اِلَى النَّاسِ حِيْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِیَ كُلُّ شَیْءٍ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْنَا وَعَطِشْنَا فَقَالَ لَاهُلْكَ عَلَيْكُمْ وَدَعَا بِالْمِيْضَأَةِ فَجَعَلَ يَصُبُّ وَاَبُوْقَتَادَةَ يَسْقِيْهِمْ فَلَمْ يَعْدُ اَنْ رَأَى النَّاسُ مَآءً فِی الْمِيْضَأَةِ تَكَابُّوْا عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسِنُوا الْمَلَأَ كُلُّكُمْ سَيَرْوٰى قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَاَسْقِيْهِمْ حَتّٰى مَابَقِیَ غَيْرِیْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ فَقَالَ لِیْ اِشْرَبْ فَقُلْتُ لَااَشْرَبُ حَتّٰى تَشْرَبَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ سَاقِیَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ قَالَ فَاَتَى النَّاسُ الْمَآءَ جَامِّيْنَ رِوَاءً.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا فِیْ صَحِيْحِهٖ وَكَذَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ وَزَادَ فِی الْمَصَابِيْحِ بَعْدَ قَوْلِهٖ اٰخِرُهُمْ لَفْظَةَ شُرْبًا)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم اس رات کے اول حصہ میں اور آخر حصہ میں سفر کرو گے اور ان شاء اللہ کل تمہیں پانی مل جائیگا چنانچہ تمام لوگ اس طرح چلنے لگے کہ کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی بلکہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ چلا جارہا تھا۔ ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ بھی چلے جارہے تھے کہ جب آدھی رات گزر گئی تو آپ راستہ سے ہٹ کر اتر گئے اور سر رکھ کر لیٹ گئے اور ہدایت فرمائی کہ ہماری نماز کا خیال رکھنا۔ (کہیں ایسا نہ ہو کہ سب لوگ بے خبر سو جائیں اور فجر کے وقت آنکھ نہ کھلنے کے سبب نماز قضاء ہو جائے لیکن ایسا ہی ہوا کہ سب لوگ بے خبر ہو گئے اور نیند کے غلبہ سے فجر کے وقت کسی کی بھی آنکھ نہیں کھلی) پھر سب سے پہلے رسول کریم ﷺ بیدار ہوئے جب کہ دھوپ آپ کی پشت مبارک پر پڑنے لگی آپ نے فرمایا کہ فوراً تیار ہو جاؤ چنانچہ ہم لوگ اپنی سواریوں پر بیٹھے اور وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ جب سورج بلند ہوا تو آنحضرت رضی اللہ عنہ اتر گئے پھر آپ نے وضو کا برتن منگایا جو میرے پاس تھا اور جس میں تھوڑا سا پانی باقی تھا اور اس سے آپ نے مختصر وضو کیا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ذرا سا اس برتن میں بچ گیا تھا، آپ نے فرمایا اس برتن کو حفاظت

سے رکھنا اس لئے کہ عنقریب اس پانی سے ایک بات ظہور پذیر ہوگی اس کے بعد بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے اذان کہی اور رسول کریم ﷺ نے دو رکعتیں پڑھ کر فجر کی قضاء نماز باجماعت ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ سوار ہوئے اور ہم بھی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ ہم لوگوں سے جا ملے اس وقت دن چڑھ چکا تھا اور سورج اوپر آ گیا تھا جس سے ہر چیز تپنے لگی تھی لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ! ہم تو ہلاک ہو گئے، پیاس بڑھ رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے ہلاکت نہیں، پھر آپ نے وضو کے پانی کا وہی برتن طلب فرمایا اور اس برتن سے پانی ڈالنا شروع کر دیا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پلانا شروع کیا۔ اہل قافلہ نے جیسے ہی اس برتن سے پانی گرتے دیکھا تو سب کے سب ایک دم ٹوٹ پڑے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا خوش اسلوبی اختیار کرو اور اخلاق سے کام لو! تم سب لوگ اس پانی سے سیراب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ فوراً ہی سب لوگوں نے تنظیم وخوش اسلوبی اختیار کی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے پانی ڈالنا اور میں نے پانی پلانا شروع کیا یہاں تک کہ جب میرے اور رسول کریم ﷺ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، تو آپ نے پانی ڈالا اور مجھ سے فرمایا کہ لو پیو! میں نے عرض کیا کہ میں اس وقت تک نہیں پی سکتا جب تک آپ نہ پی لیں آپ نے فرمایا لوگوں کا ساقی ان کا آخری آدمی ہوتا ہے۔ حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں نے پی لیا اور پھر آنحضرت ﷺ نے پانی نوش فرمایا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اہل قافلہ پانی پر اس حال میں پہنچے کہ سیراب تھے اور راحت پا چکے تھے۔ اس روایت کو مسلم نے (اپنی کتاب) صحیح مسلم میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ نیز کتاب حمیدی اور جامع الاصول میں بھی یہ روایت ان ہی الفاظ کے ساتھ منقول ہے، البتہ مصابیح میں "ساقی القوم اخرھم" کے بعد "شربا" کا لفظ مزید ہے۔

توضیح: "ابھار اللیل" یعنی آدھی رات ہوگئی، ستارے چمک اُٹھے۔ "میضأۃ" لوٹے کو کہتے ہیں۔ "فلم یعد" یعنی لوگوں نے ادھر اُدھر تجاوز نہیں کیا بلکہ جب پانی دیکھا تو پانی ہی پر آ گئے۔ "تکابوا" پانی پر اژدحام بنا کر اس پر جھپٹ پڑے۔ "احسنوا الملاء" یعنی اخلاق اچھے رکھو، عادتیں اچھی رکھو۔ "اتی الناس" یعنی معجزہ کے ظہور والے پانی کو خوب پی لیا اور پھر لوگ سفر پر روانہ ہو گئے اور پانی کے چشمے پر پہنچ گئے۔ "جامین" یعنی لوگ بہت ہی راحت وفرحت میں تھے۔ "رواء" خوب سیراب تھے۔

غزوۂ تبوک کے کھانے میں معجزہ کا ظہور

﴿۴۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ یَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ اُدْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَیْهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ نَعَمْ فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبُسِطَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَیَجِیْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ شَیْءٌ یَسِیْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِكُمْ

فَاَخَذُوْافِیْ اَوْعِیَتِهِمْ حَتّٰی مَاتَرَكُوْافِی الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّامَلَأُوْهُ قَالَ فَاَكَلُوْاحَتّٰی شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَايَلْقَی اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌغَيْرُشَاكٍّ فَيُحْجَبُ عَنِ الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دن جب سخت بھوک نے لوگوں کو ستایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جو تھوڑا بہت توشہ لوگوں کے پاس بچا ہوا ہے اس کو منگوا لیجئے اور پھر اس توشہ پر ان کے لئے اللہ سے برکت کی دعا فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، اور پھر آپ نے چمڑے کا دسترخوان منگوا کر بچھوایا اور لوگوں سے ان کا بچا ہوا توشہ لانے کے لئے کہا گیا۔ چنانچہ لوگوں نے چیزیں لانا شروع کیں، کوئی مٹھی بھر مکئی لے کر آیا کوئی مٹھی بھر کھجور لے کر آیا اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا، اس طرح اس دسترخوان پر کچھ تھوڑی سے چیزیں جمع ہوگئیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول برکت کی دعا فرمائی اور پھر فرمایا لو! چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے برتن میں لینا شروع کیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں بچا جس کو بھر نہ لیا گیا ہو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر سارے لشکر نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بھی بہت سارا کھانا بچا رہا۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ان دو گواہیوں کے ساتھ کہ جن میں اس کو کوئی شک وشبہ نہ ہو اللہ تعالیٰ سے جا کر ملے اور پھر اس کو جنت میں جانے سے روکا جائے۔ (مسلم)

توضیح: "نطع" چمڑے کا دسترخوان نطع کہلاتا ہے۔ "بکف ذرة" یعنی کوئی شخص مٹھی بھر کر مکئی لایا۔ "کسرة" یعنی کوئی شخص روٹی کا ٹکڑا لیکر آیا، کوئی مٹھی بھر کھجور لایا پھر مندرجہ بالا اشیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دُعا فرمائی تو معجزہ کا ظہور ہوا لوگوں نے کھایا اور برتن بھر بھر کر لے گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ میں معجزہ کا ظہور

﴿۴۴﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرُوْسًابِزَيْنَبَ فَعَمَدَتْ اُمِّیْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰی تَمْرٍوَسَمْنٍ وَاَقِطٍ فَصَنَعَتْ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِیْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَااَنَسُ اِذْهَبْ بِهٰذَااِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهٰذَااِلَيْكَ اُمِّیْ وَهِیَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبْتُ فَقُلْتُ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَادْعُ لِیْ فُلَانًا وَّفُلَانًاوَّفُلَانًا رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ لِیْ مَنْ لَقِيْتَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰی وَمَنْ لَقِيْتُ فَرَجَعْتُ فَاِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِاَهْلِهٖ قِيْلَ لِاَنَسٍ عَدَدُكُمْ كَمْ كَانُوْاقَالَ زُهَاءَ ثَلٰثِمِائَةٍ فَرَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰی تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِمَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَعَلَ

یَدْعُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً یَاْکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَقُوْلُ لَهُمْ اُذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْیَاْکُلْ کُلُّ رَجُلٍ مِمَّا یَلِیْهِ قَالَ فَاَکَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰی اَکَلُوْا کُلُّهُمْ قَالَ لِیْ یَا اَنَسُ اِرْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِیْ حِیْنَ وُضِعَتْ کَانَ اَکْثَرَ اَمْ حِیْنَ رُفِعَتْ. (متفق علیہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا تو میری والدہ ام سلیم نے کھجور گھی اور پنیر لے کر مالیدہ سا بنالیا اور اس مالیدہ کو ایک پیالہ میں رکھ کر مجھ سے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور کہنا کہ میری ماں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور آپ کو سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا ہدیہ ہماری طرف سے آپ کے لئے ہے۔ چنانچہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ میری والدہ نے کہا تھا عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو رکھ دو اور پھر فرمایا کہ فلاں فلاں اور فلاں شخص کو جن کے نام آپ نے بتائے تھے جا کر بلاؤ اور راستہ میں جو شخص ملے اس کو بھی بلاتے لانا۔ چنانچہ میں گیا اور ان لوگوں کو جن کا نام آپ نے لیا تھا اور ان لوگوں کو جو مجھے راستے میں ملے بلا کر لے آیا۔ اور جب میں گھر میں واپس آیا تو دیکھا کہ پورا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے لوگ ہو گے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تین سو کے قریب۔ پھر میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مالیدہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر وہ کہا جو اللہ نے چاہا اس کے بعد آپ نے دس دس آدمیوں کو بلانا شروع کیا اور وہ آدمی کھانے لگے اور آپ فرماتے: اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر شخص کو اپنے سامنے سے کھانا چاہئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب دس آدمیوں کی ایک جماعت کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تو دوسری جماعت آجاتی یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھالیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا انس! اب اس پیالہ کو اٹھالو۔ میں نے پیالہ کو اٹھالیا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ جس وقت پیالہ رکھا گیا تھا اس وقت اس میں مالیدہ زیادہ تھا یا اس وقت جب کہ اس کو اٹھایا گیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "حیساً" کھجور، گھی اور پنیر ملا کر ایک حلوا نما حریرہ کو "حیس" کہتے ہیں جس کا مختصر نام "مالیدہ" ہے۔ "تور" پتھر کی ہانڈی یا پیالہ "ومن لقیت" یعنی جن کا نام لیا ان کو بھی بلاؤ اور جن سے ملاقات ہوان کو بھی بلاؤ۔ "غاص" یعنی لوگوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ یہ تھوڑا مالیدہ تین سو آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا کیونکہ اس میں معجزہ کا ظہور ہوا، مالیدہ کا واقعہ الگ ہے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ کا واقعہ الگ ہے، یہ مالیدہ دولھا، دولہن کی دعوت تھی جو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیار کی تھی۔

اونٹ کی سواری میں معجزہ کا ظہور

﴿۴۵﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰی نَاضِحٍ قَدْ اَعْیٰی فَلَا یَکَادُ یَسِیْرُ فَتَلَاحَقَ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِبَعِیْرِکَ قُلْتُ قَدْ عَیِیَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَہٗ فَدَعَالَہٗ فَمَازَالَ بَیْنَ یَدَیِ الْاِبِلِ قُدَّامَھَا یَسِیْرُ فَقَالَ لِیْ کَیْفَ تَرٰی بَعِیْرَکَ قُلْتُ بِخَیْرٍ قَدْاَصَابَتْہُ بَرَکَتُکَ قَالَ اَفَتَبِیْعُنِیْہِ بِوُقِیَّۃٍ فَبِعْتُہٗ عَلٰی اَنَّ لِیْ فَقَارَظَھْرِہٖ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَلَمَّاقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ غَدَوْتُ عَلَیْہِ بِالْبَعِیْرِفَاَعْطَانِیْ ثَمَنَہٗ وَرَدَّہٗ عَلَیَّ. (مُتفق عَلَیْہِ)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک جہاد کے سفر میں رسول کریم ﷺ کے ہمراہ تھا اور میں پانی بھرنے والے اونٹ پر سوار تھا، اونٹ اتنا زیادہ تھک گیا تھا کہ جیسا اس کو چلنا چاہئے تھا اس طرح چلنے پر قادر نہیں تھا، میرا اور نبی کریم ﷺ کا ساتھ ہو گیا آپ نے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا کہ تھک گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ میرے اونٹ کے پیچھے آ گئے اور اس کو ہانکا اور پھر اس کے حق میں دعا فرمائی، اس کا اثر یہ ہوا کہ میرا اونٹ سب سے آگے رہنے لگا۔ پھر آپ نے پوچھا اب تمہارے اونٹ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا آپ کی برکت سے اب خوب چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس اونٹ کو چالیس درہم کے بدلے بیچتے ہو؟ میں نے اس شرط پر اس اونٹ کو بیچ دیا کہ مدینہ تک یہ اونٹ میری ہی سواری میں رہے گا۔ پھر رسول کریم ﷺ جب مدینہ پہنچ گئے تو اگلے ہی دن صبح کو میں اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے قیمت بھی مجھے عطا فرما دی وہ اونٹ بھی لوٹا دیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "ناضح" پانی کھینچ کرلانے والے اونٹ کو ناضح کہتے ہیں۔ "قداعیی" یعنی چلنے سے عاجز آچکا تھا۔ "فتلاحق" آنحضرت ﷺ پیچھے سے آکر مجھ سے ملے۔ "فتخلف" یعنی آنحضرت ﷺ اس اونٹ کے پیچھے آگئے۔ "فزجرہ" آواز سے یا لاٹھی سے ہانک دیا۔ "فقار ظھرہ" یعنی مدینہ تک مجھے اس پر سوار ہونے کا حق حاصل ہوگا یہ شرط اصول بیع کے خلاف تھی لیکن یہ صلب عقد میں نہیں تھی اس لئے جائز ہوئی یا یہ پہلے کا واقعہ ہے جو منسوخ ہے یا حضور اکرم ﷺ اس محتاج صحابی کا باعزت طور پر تعاون کرنا چاہتے تھے تو صورۃً بیع کی صورت بنالی حقیقت میں یہ ہبہ تھی۔

غزوۂ تبوک کے سفر کے دوران دو معجزات کا ظہور

﴿۴۶﴾وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزْوَۃَ تَبُوْکٍ فَاَتَیْنَاوَادِی الْقُرٰی عَلٰی حَدِیْقَۃٍ لِاِمْرَاَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُخْرُصُوْھَافَخَرَصْنَاھَاوَخَرَصَھَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ وَقَالَ اَحْصِیْھَاحَتّٰی نَرْجِعَ اِلَیْکِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَانْطَلَقْنَاحَتّٰی قَدِمْنَاتَبُوْکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَھُبُّ عَلَیْکُمُ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَلَایَقُمْ فِیْھَااَحَدٌفَمَنْ کَانَ لَہٗ بَعِیْرٌفَلْیَشُدَّعِقَالَہٗ فَھَبَّتْ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْہُ

الرِّیْحُ حَتّٰی اَلْقَتْهُ بِجَبَلَیْ طَیْءٍ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا وَادِیَ الْقُرٰی فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ عَنْ حَدِیْقَتِهَا کَمْ بَلَغَ ثَمَرُهَا فَقَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہو کر جب مدینہ سے تین دن کی مسافت پر وادی قریٰ میں پہنچے تو ایک باغ سے گزرے جو ایک عورت کا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا اندازہ کر کے بتاؤ اس باغ میں کتنے پھل ہوں گے؟ ہم سب نے اپنا اپنا اندازہ بتایا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے بھی اندازہ کیا اور فرمایا کہ اس باغ میں دس وسق پھل ہوں گے۔ اس کے بعد اس عورت سے فرمایا وزن کو یاد رکھنا تا آنکہ ہم لوٹ کر آئیں ان شاء اللہ۔ وہاں سے روانہ ہو کر جب ہم تبوک پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج کی رات تم پر سخت آندھی آئے گی اس وقت کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کے عقال (رسی) مضبوطی سے باندھ دے۔ چنانچہ سخت آندھی آئی اور ایک شخص کو جو آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مخالف کھڑا ہو گیا تھا اڑا کر لے گئی اور طی کے پہاڑوں کے درمیان پھینک دیا، جب ہم واپس روانہ ہوئے اور وادی قریٰ میں پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے اس عورت سے باغ کے بارے میں پوچھا کہ پھل کتنے ہوئے اس نے کہا دس وسق۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "جبلی طی" اس سے آجا اور سلمیٰ کے دو پہاڑ مراد ہیں جو قبیلہ طی کے دو مورچے تھے بنو طی کے شاعر نے کہا:

لنا الحصنان من آجا وسلمیٰ　　وشرقیا هما غیر انتحال

اس حدیث میں دو معجزوں کا ظہور ہوا ایک تو باغ کے پھلوں کے متعلق ان کی مقدار بتانا اور دوسرا رات کے وقت آندھی کا چلنا جس سے ایسی تباہی ہوئی کہ جو سامنے آیا اُسے گرا کر اُڑایا۔

فتح مصر سے متعلق پیش گوئی میں معجزہ کا ظہور

﴿۴۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ یُسَمّٰی فِیْهَا الْقِیْرَاطُ فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰی اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهَا ذِمَّةً وَّرَحِمًا اَوْقَالَ ذِمَّةً وَّصِهْرًا فَاِذَا رَاَیْتُمْ رَجُلَیْنِ یَخْتَصِمَانِ فِیْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَاَیْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ حَسَنَةَ وَاَخَاهُ رَبِیْعَةَ یَخْتَصِمَانِ فِیْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً وہ وقت قریب ہے جب تم مصر کو فتح کر لو گے اور مصر وہ زمین ہے جہاں قیراط بولا جاتا ہے، جب تم مصر کو فتح کر لو تو وہاں کے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کو امان ہے اور ان سے قرابت ہے یا یہ فرمایا کہ ان کو امان ہے اور ان سے سسرالی رشتہ ہے اور جب تم لوگ دیکھو کہ وہاں دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑا کرتے ہیں تو تم وہاں سے نکل آنا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن شرحبیل ابن حسنہ اور ان کے

بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے دیکھا تو سرزمین مصر سے نکل آیا۔ (مسلم)

توضیح: "ستفتحون مصر" اس پیشگوئی کے مطابق مصر فتح ہوا اور معجزہ کا ظہور ہو گیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بڑی مشقتوں کے بعد مصر کو فتح کیا تھا۔ "فیھا القیراط" یعنی حرص ولالچ سے بھرا ہوا علاقہ ہے، وہاں مال کی اتنی محبت ہوگی کہ لوگوں کی زبانوں پر قیراط قیراط کی گردان جاری رہے گی۔ ان لوگوں میں مال کی محبت رچ بس گئی ہوگی ہر وقت ہر معاملہ میں بس قیراط قیراط ہی کا تذکرہ ہوگا۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ چونکہ خود مصری ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قیراط سے گالی مراد ہے کیونکہ قیراط کا لفظ بطور گالی استعمال کیا جاتا ہے، مصر کے لوگ کہتے ہیں **اعطیت فلانا القراریط** یعنی میں نے فلاں کو گالی دیدی، مطلب یہ ہوا کہ اس قوم میں گالی گلوچ اور فحش گوئی ہوگی، زبان کی بدزبانی ہوگی، کمینے اور رذیل لوگ ہونگے۔ اس کمزوری کے باوجود جب تم اس کو فتح کرو گے تو اس میں میرے صلہ اور سسرال کا خیال رکھنا، صلہ تو حضرت ہاجرہ کی وجہ سے ہے اور سسرال ماریہ قبطیہ کی وجہ سے ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں اُنہیں کے بطن سے ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔

"لبنۃ" اینٹ کو کہتے ہیں یعنی جب ایک اینٹ کے پاس دو آدمی جھگڑتے دیکھو تو وہاں سے بھاگو، اس حدیث میں ایک تو مصر کے فتح ہونے کی بات ہے، اس میں بھی معجزہ کا ظہور ہوا، دوسری بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑے کی فرمائی وہ بھی ابو ذر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اس میں دوسرے معجزہ کا ظہور ہوا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی مصر سے ابن سبا نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ بہر حال مصر اگرچہ **ام الدنیا** ہے اور اسلام کا قدیم شہر ہے مگر عام فتنے اسی سے پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوں گے، آج کل مصر امریکہ کا غلام ہے اور عوام تباہ حال ہیں۔

ایک پیشن گوئی میں معجزہ کا ظہور

﴿۴۸﴾ وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اَصْحَابِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَفِيْ اُمَّتِيْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُوْنَ رِيْحَهَا حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِّنْهُمْ تَكْفِيْهِمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِّنْ نَّارٍ يَظْهَرُ فِيْ اَكْتَافِهِمْ حَتّٰى تَنْجَمَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا فِيْ مَنَاقِبِ عَلِيٍّ وَحَدِيْثَ جَابِرٍ مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ فِيْ بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)

اور حضرت حذیفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں، ایک اور روایت میں یہ ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ جنت کی بو بھی نہیں پائیں گے جب تک کہ سوئی کے ناکہ میں سے اونٹ نہ گزر جائے اور ان بارہ میں آٹھ منافقوں کو تو دبیلہ نمٹا دے گا وہ (دبیلہ) ایک آگ کا شعلہ ہوگا جو، ان کے مونڈھوں میں پیدا ہوگا اور پھر سینوں یعنی پٹیوں تک پہنچ جائے گا۔ (مسلم)

توضیح: "اثنا عشر منافقا" غزوۂ تبوک سے واپسی پر بارہ منافقین نے رات کے وقت آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کے لئے کمین لگائی تھی یہ اشارہ اُنہیں کی طرف ہے۔ "الدبیلة" یہ ایک زہریلا پھوڑا ہے جس کو سرخ بادہ اور لَمبه کہتے ہیں۔

"سراج من نار" یہ دبیلہ کی تفسیر وتعارف ہے یعنی آگ کے شعلے کی طرح ہوگا، کندھوں پر ظاہر ہوگا۔ "تنجم" نجم ظهور کے معنی میں ہے یعنی سینہ میں جا کر ظاہر ہو جائے گا۔ بہر حال یہ ایک طاعونی پھوڑا ہے جو ایک آفت وہلاکت ہے اس کو انگریزی میں پلیگ کہتے ہیں یہ پیشگوئی جس طرح کی گئی اسی طرح واقعہ پیش آیا اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

الفصل الثانی

حضورا کرم ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے نبوت کے اشارے

﴿۴۹﴾ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خَرَجَ اَبُوْطَالِبِ اِلَی الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَشْیَاخٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَلَمَّا اَشْرَفُوْا عَلَی الرَّاهِبِ هَبَطُوْا فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ اِلَیْهِمُ الرَّاهِبُ وَکَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ یَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا یَخْرُجُ اِلَیْهِمْ قَالَ فَهُمْ یَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ یَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰی جَاءَ فَاَخَذَ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا سَیِّدُ الْعٰلَمِیْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ فَقَالَ لَهٗ اَشْیَاخٌ مِّنْ قُرَیْشٍ مَا عِلْمُکَ فَقَالَ اِنَّکُمْ حِیْنَ اَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ یَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا یَسْجُدَانِ اِلَّا لِنَبِیٍّ وَاِنِّیْ اَعْرِفُهٗ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ اَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ کَتِفِهٖ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَتَاهُمْ بِهٖ وَکَانَ هُوَ فِیْ رِعْیَةِ الْاِبِلِ فَقَالَ اَرْسِلُوْا اِلَیْهِ فَاَقْبَلَ وَعَلَیْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوْهُ اِلٰی فَیْءِ شَجَرَةٍ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَیْءُ الشَّجَرَةِ عَلَیْهِ فَقَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی فَیْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَیْهِ فَقَالَ اَنْشُدُکُمُ اللّٰهَ اَیُّکُمْ وَلِیُّهٗ قَالُوْا اَبُوْطَالِبٍ فَلَمْ یَزَلْ یُنَاشِدُهٗ حَتّٰی رَدَّهٗ اَبُوْطَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهٗ اَبُوْبَکْرٍ بِلَالًا وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْکَعْکِ وَالزَّیْتِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب نے شام کا سفر کیا تو ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی گئے یہ تجارتی قافلہ ایک راہب یعنی عیسائی پادری کے پاس خیمہ زن ہوا اور سب نے کجاوے کھول لئے، راہب ان لوگوں سے ملاقات کے لئے خود چلا آیا، حالانکہ اس سے پہلے جب بھی یہ لوگ ادھر سے گزرے اور اس راہب کے ہاں قیام کیا تو اس نے کبھی باہر آکر ان سے ملاقات نہیں کی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے کجاوے کھول رہے تھے اور راہب ان کے درمیان کسی کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے آکر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا یہی ہے تمام جہانوں کا سردار، یہی ہے تمام جہانوں کا پروردگار کا رسول، یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لئے رحمت ورأفت کا ذریعہ بنا کر بھیجا ہے۔ قریش کے شیوخ نے راہب کو یہ کہتے سنا تو کسی شیخ نے اس سے پوچھا کہ تم اس کے بارے میں کہاں سے جانتے ہو؟ راہب نے جواب دیا جب تم دو پہاڑوں کے درمیان والے راستہ سے نکل کر سامنے آئے تو کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ میں نہ گرا ہو اور درخت و پتھر پیغمبر کے علاوہ اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے، نیز میں نے اس شخص کو اس مہر نبوت کے ذریعہ بھی پہچانا ہے جو اس کے شانہ کی ہڈی کے نیچے سیب کے مانند واقع ہے۔ پھر وہ راہب اپنے گھر میں گیا اور قافلہ والوں کے لئے کھانا تیار کیا اور جب وہ کھانا لے کر ان کے پاس آیا تو آنحضرت ﷺ اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے راہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ اس شخص کو بلوالو چنانچہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور جب

آپ آرہے تھے ابر کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا، پھر جب آپ لوگوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایسی جگہوں پر کہ جہاں درخت کا سایہ تھا وہ لوگ پہلے ہی قبضہ کر کے بیٹھ گئے تھے لہٰذا جب آپ ایک غیر سایہ دار جگہ پر بیٹھے تو فوراً درخت کی شاخوں نے آپ پر سایہ کرلیا۔ راہب نے کہا کہ درخت کے سایہ کو دیکھو جو اس شخص پر جھک آیا ہے۔ پھر اس نے کہا میں لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ! تم میں سے کون شخص اس (نوعمر) کا سرپرست ہے؟ لوگوں نے کہا ابو طالب ہیں۔ راہب بڑی دیر تک ابو طالب کو اس بات کے لئے سمجھاتا رہا اور قسم دیتا رہا کہ وہ آپ کو مکہ واپس بھیج دیں بالآخر ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو مکہ واپس بھیج دیا نیز ابو بکر نے بلال کو آپ کے ہمراہ کر دیا اور راہب نے کیک اور روغن زیت کا توشہ آپ کے ساتھ کیا۔ (ترمذی)

توضیح: "اشرفوا" اشراف ظاہر ہونے اور نمودار ہونے کو کہتے ہیں یعنی قریش کا قافلہ جب بحیرا راہب کے سامنے آیا تو وہیں پر اتر گیا اور کجاوں کو کھولا۔ "یتخللھم" یعنی راہب اس قافلہ کے بیچ میں گھوم رہا تھا اور حضور اکرم ﷺ کو تلاش کر رہا تھا، آنحضرت ﷺ کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی۔ "غضروف" کچی اور کیری ہڈی کو کہتے ہیں۔ "مثل تفاحة" یہ ایک تمثیل ہے، ایک نظیر ہے، حقیقی کلام نہیں ہے یعنی خاتم نبوت کا حجم چھوٹے سیب جیسے تھا۔

"ابو بکر بلالا" یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے ساتھ واپس مکہ روانہ کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر حضور اکرم ﷺ سے دو سال چھوٹے ہیں اس وقت حضرت ابو بکر گیارہ سال کے تھے اور حضرت بلال تو شاید پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے تو بھیجنے بھجوانے کی بات کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باقی حدیث صحیح ہے صرف یہ جملہ کسی راوی کی طرف سے مدرج ہے جو مقبول نہیں ہے اس حدیث اور واقعہ سے مستقبل کا معجزہ تو ثابت ہوسکتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے مگر فی الحال جو خارق عادت اُمور پیش آئے ہیں یہ ارہاصات کے قبیل سے ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے، آنے والی روایت نمبر ۵۰ میں بھی ارہاص کا ذکر ہے۔

"الکعک" کیک اور ڈبل روٹی کو کعک کہتے ہیں۔

﴿۵۰﴾ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

اور حضرت علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا جب ہم مکہ کے نواح میں ایک طرف گئے تو جو بھی پہاڑ اور درخت سامنے آیا اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! (ترمذی، دارمی)

براق سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۱﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرَئِيْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج میں جب نبی کریم ﷺ کی سواری کے لئے براق لایا گیا جس کی زین کسی ہوئی اور لگام چڑھی ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ شوخیاں کرنے لگا، پس حضرت جبرئیل نے اس کو مخاطب کر کے کہا کیا محمد کے ساتھ تو یہ شوخیاں کر رہا ہے؟ یہ تو وہ ذات گرامی ہے کہ اللہ کی نظر میں جن سے بہتر کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

"فارفض عرقا" یعنی اس جملہ کے سننے سے براق پسینہ پسینہ ہو گیا اس میں معجزہ کا ظہور ہو گیا اس سے پہلے تو براق سرکشی کر رہا تھا۔

﴿۵۲﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ جِبْرَئِيْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهَا الْحَجَرَ فَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب ہم بیت المقدس پہنچے تو حضرت جبرئیل نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور اس اشارہ کے ذریعہ پتھر میں سوراخ ہو گیا اور پھر اس سوراخ کئے ہوئے پتھر سے براق کو باندھا۔ (ترمذی)

توضیح: "فخرق" چونکہ سوراخ مٹی کی وجہ سے بند ہو چکا تھا اس لئے اس کو کھولنا پڑا، اگر حضرت جبرئیل نے اشارہ سے سوراخ کھولا ہو تو یہ ایک معجزہ تھا جس کا تعلق آنحضرت ﷺ سے ہو سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اب اس جگہ پیتل کا ایک کڑا ہے اور یہ جگہ مسجد اقصی میں بائیں طرف واقعہ ہے اب یہ جگہ زمین دوز ہے اندھیرا ہوتا ہے روشنی کر کے نفل پڑھی جاتی ہیں اس پر اسرائیل کا کنٹرول ہے مسجد کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔

ایک اونٹ اور درخت سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۳﴾ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ قَالَ ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ رَاَيْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَهٗ اِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنٰى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهُ الْبَعِيْرُ جَرْجَرَ فَوَضَعَ جِرَانَهٗ فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ فَجَاءَهٗ فَقَالَ بِعْنِيْهِ وَقَالَ بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ لِاَهْلِ بَيْتٍ مَالَهُمْ مَعِيْشَةٌ غَيْرُهٗ قَالَ اَمَّا اِذَا ذَكَرْتَ هٰذَا مِنْ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ شَكٰى كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ حَتّٰى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ اِسْتَاْذَنَتْ رَبَّهَا فِيْ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَهَا قَالَ ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَاءٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهٖ جِنَّةٌ فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْخِرِهٖ ثُمَّ قَالَ اُخْرُجْ فَاِنِّيْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ سِرْنَا

فَلَمَّا رَجَعْنَا مَرَرْنَا بِذٰلِکَ الْمَاءِ فَسَأَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَارَأَيْنَامِنْهُ رَيْبًا بَعْدَکَ.

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ.)

اور حضرت یعلی ابن مرہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے تین چیزیں دیکھیں وہ اس طرح کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ جارہے تھے کہ ناگہاں پانی بھرنے والے اونٹ کے پاس سے گزرے اس اونٹ نے جب آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو بڑبڑ کرکے اپنی گردن آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دی، نبی کریم ﷺ اس کے پاس ٹھہر گئے اور پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ مالک حاضر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ دو! اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس اونٹ کو بیچ تو نہیں سکتا، ہاں اس کو آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں، ویسے یہ اونٹ ایسے گھر والوں کا ہے کہ جن کا ذریعہ معاش اس اونٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا جب کہ تم نے اس اونٹ کے بارے میں حقیقت حال بیان کردی ہے تو اس اونٹ نے درحقیقت مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ اس سے کام زیادہ لیا جاتا ہے اور کھانے کو کم دیا جاتا ہے پس اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اس کے بعد حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے دوسرا معجزہ بیان کیا کہ پھر ہم آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک جگہ اتر کر آرام کرنے لگے اور نبی کریم ﷺ سو گئے اس وقت ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا اور آنحضرت ﷺ کو ڈھانک لیا اور پھر وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا، جب رسول کریم ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے آپ سے اس درخت کے آنے اور جانے کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے پروردگار سے اس بارے میں اجازت مانگی تھی کہ وہ رسول خدا کو سلام کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی۔ حضرت یعلی رضی اللہ عنہ تیسرا معجزہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم پھر آگے بڑھے اور ایک پانی کی جگہ پہنچے وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئی، اس لڑکے پر دیوانگی طاری تھی آنحضرت ﷺ نے لڑکے کی ناک پکڑ کر کہا کہ نکل جاؤ! میں محمد اللہ کا رسول ہوں! اس کے بعد ہم نے آگے کا سفر پورا کیا اور جب واپسی میں اس پانی والی آبادی کے پاس سے گزرے تو آنحضرت ﷺ نے اس عورت سے اس لڑکے کا حال دریافت کیا، عورت نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! ہم نے آپ کے بعد اس لڑکے میں تشویش کی کوئی بات نہیں دیکھی اور سارے اثرات بد زائل ہوگئے۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "یسنی" یعنی اس اونٹ سے پانی کھینچ کر لانے کا کام لیا جاتا تھا۔ "جرجر" اونٹ کے بڑبڑانے کو کہتے ہیں۔ "جرانه" گردن کو جران کہتے ہیں۔ "لاهل بیت" اس سے اس شخص نے اپنا گھرانہ مراد لیا ہے گویا اس نے فروخت نہ کرنے کی وجہ کی طرف خفیف اشارہ کیا۔ چونکہ اس اونٹ سے متعلق معجزہ کا ظہور ہوا تھا اس لئے حضرت ﷺ نے مبارک سمجھ کر خریدنے کا ارادہ کرلیا۔ "اما ما ذکرت" یعنی تم نے جو وجہ بیان کی ہے وہ معقول ہے اسے فروخت مت کرو لیکن اونٹ نے شکایت کی ہے کہ کام زیادہ ہے، چارہ کم ہے، لہٰذا کام کم لو چارہ زیادہ ڈالا کرو۔

"تشق الارض" یعنی زمین کو چیرتا ہوا درخت آگیا۔ سلام کیا پھر چلا گیا علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا:

جاءت لدعوته الاشجار ساجدةً تمشی الیه علی ساق بلا قدم

"بمنخرہ" یعنی ناک کے بانسہ سے حضور اکرم ﷺ نے اس مجنون کو پکڑا اور جنی کو حکم دیا کہ نکل جاؤ۔ "ریبا" یعنی اس علاج کے بعد ہم نے اس لڑکے میں تشویش کی کوئی بات نہیں دیکھی۔ اس حدیث میں پہلا معجزہ اونٹ سے متعلق ظاہر ہوا، دوسرا درخت سے اور تیسرا مجنون لڑکے سے متعلق ظاہر ہوا تو کل تین معجزات کا ظہور ہوا جس کا بیان اس حدیث میں آ گیا۔

مجنون لڑکے سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۴﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ بِابْنٍ لَّهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِیْ بِهٖ جُنُوْنٌ وَاِنَّهٗ لَيَاْخُذُهٗ عِنْدَغَدَائِنَاوَعَشَائِنَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ وَدَعَافَثَعَّ ثَعَّةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجِرْوِ الْاَسْوَدِ يَسْعٰی. (رواہ الدارمی)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور بولی کہ یارسول اللہ! میرے بیٹے پر جنون کا اثر ہے جس کا دورہ دوپہر اور رات کے کھانے کا وقت اس پر پڑتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس لڑکے کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی، چنانچہ اس لڑکے کو ایک بڑی قے ہوئی جس کے ذریعہ اس کے پیٹ سے ایک ایسی چیز نکلی جیسے دوڑتا ہوا کالا پلہ ہو۔ (ترمذی)

توضیح: "بہ جنون" اس لڑکے کو جنون کے دورے پڑتے تھے ایسا لگتا تھا جیسے مرگی کے دورے ہوں۔ "غدائنا" صبح کے کھانے کے وقت۔ "عشائنا" شام کے کھانے کے وقت یعنی صبح وشام اس کو جنون کا دورہ پڑتا ہے یا صبح کے کھانے کے وقت اور شام کے کھانے کے وقت دورہ شروع ہوجاتا ہے۔ "فثع ثعۃ" ای قاء قیئۃ اس لڑکے نے قے کرلی۔ "الجرو" کتے کے بچے کو کہتے ہیں یعنی قے کے ذریعہ سے اس لڑکے کے منہ سے کالا پلا باہر نکل آیا، یہی اس لڑکے کی بیماری تھی۔ پلے کو پشتو میں "کُوکرے" کہتے ہیں اس واقعہ میں بڑے معجزے کا ظہور ہوگیا۔

درخت سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۵﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَجَالِسٌ حَزِيْنٌ قَدْتَخَضَّبَ بِالدَّمِ مِنْ فِعْلِ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ تُحِبُّ اَنْ نُّرِيَكَ اٰيَةً قَالَ نَعَمْ فَنَظَرَ اِلٰی شَجَرَةٍ مِنْ وَّرَائِهٖ فَقَالَ اُدْعُ بِهَافَدَعَابِهَا فَجَاءَتْ فَقَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ مُرْهَا فَلْتَرْجِعْ فَاَمَرَهَافَرَجَعَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبِیْ حَسْبِیْ. (رواہ الدارمی)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نہایت غمگین اور زخموں کے خون میں لتھڑے ہوئے بیٹھے تھے، جو اہل مکہ نے پہنچائے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرئیل آپ کے پاس حاضر ہوئے اور بولے کہ یارسول اللہ! اگر آپ پسند کریں تو میں آپ

کوایک معجزہ دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ ضرور دکھاؤ! جبرئیل نے اس درخت کی طرف دیکھا جوان کے پیچھے تھا اور پھر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اس درخت کو بلایئے۔ آنحضرت ﷺ نے درخت کو بلایا اور وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ حضرت جبرئیل نے کہا اب اس کو واپس جانے کا حکم دیجئے، آنحضرت ﷺ نے اس کو واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھ کو کافی ہے مجھ کو کافی ہے۔ (دارمی)

توضیح: "تخضب" خون سے رنگین ہونے کو کہتے ہیں۔ "اھل مکہ" اہل مکہ سے کفار قریش مراد ہیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو جنگ احد کے موقع پر خون میں رنگین کیا تھا، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چہرۂ انور پر تلوار کے ستر وار کفار نے کئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی، اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ غمگین بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی دینے کے لئے آئے اور فرمایا کہ اس درخت کو بلا لیجئے چنانچہ آپ نے بلالیا تو درخت آپ کی طرف آگیا پھر واپس جانے کو کہا تو واپس چلا گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا بس بس کافی ہے تسلی ہوگئی، اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کے معجزہ کا ظہور ہوگیا۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة   تمشی الیه علی ساق بلا قدم

درخت سے متعلق ایک اور معجزہ

﴿۵۶﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّادَنٰى قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَاتَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک جہاد کے سفر میں تھے کہ ایک دیہاتی آگیا اور جب رسول کریم ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک وہمسر نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ دیہاتی نے کہا آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کی گواہی وشہادت دینے والا اور کوئی بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کیکر کا درخت (جو سامنے کھڑا ہے گواہی دے گا) اور پھر آپ نے کیکر کو بلوایا، اس وقت آپ ایک وادی کے کنارہ پر ٹھہرے ہوئے تھے، کیکر کا درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا آپ نے اس سے تین بار گواہی دینے کو کہا تو اس درخت نے تین بار گواہی دی اس کے بعد وہ درخت اپنے اگنے کی جگہ واپس چلا گیا۔ (دارمی)

توضیح: "من یشھد" یعنی بطور معجزہ اور بطور خرق عادت کون سی چیز آپ کی نبوت کی گواہی دیتی ہے؟ "ھذہ السلمة" جس درخت کے پتوں کو قرظ کہتے ہیں جس سے کھال کی دباغت کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی درخت کا نام سلمہ ہے اس کا ترجمہ جھاؤ کے درخت سے بھی کیا جاسکتا ہے اور کیکر سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ "شاطی" کنارہ کو کہتے ہیں۔ "تخد" زمین کو چیر کر خندق بنا کر آنے کو کہتے ہیں۔ "فاستشھد" یعنی حضور کرم ﷺ نے اس سے گواہی طلب فرمائی۔ درخت نے تین بار گواہی دی اور واپس چلا گیا اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة تمشی الیه علی ساق بلا قدم

کھجور کے خوشہ سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۷﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا کہ میرے لئے اس بات کو جاننے کا ذریعہ کیا ہے کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا اس ذریعہ سے کہ میں ابھی اس کھجور کے درخت پر لگے ہوئے خوشہ کو بلاتا ہوں وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اس خوشہ کو بلایا اور وہ کھجور کے درخت سے الگ ہو کر اترنے لگا اور نبی کریم ﷺ کے قریب زمین پر آکر گرا پھر آپ نے اس کو حکم دیا کہ واپس جاؤ اور وہ خوشہ واپس چلا گیا اس دیہاتی نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

"بما اعرف" یعنی آپ کے کس معجزہ کی بنیاد پر میں پہچانوں گا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ "العذق" کھجور کے خوشے اور گابھے کو عذق کہتے ہیں۔

بھیڑیئے کے بولنے سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۸﴾وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰى رَاعِيْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ حَتّٰى انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰى تَلٍّ فَاَقْعٰى وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهُ ثُمَّ انْتَزَعْتَهُ مِنِّيْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا اَمَارَاتٌ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ قَدْ اَوْشَكَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْرُجَ فَلَا يَرْجِعُ حَتّٰى يُحَدِّثَهُ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهُ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهُ بَعْدَهُ. (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک بھیڑیا چرواہے کے ایک ریوڑ میں جہاں اس کا چرواہا بھی موجود تھا گھس آیا اور اس میں سے ایک بکری اٹھا کر بھاگا، چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور آخر کار بکری کو اس بھیڑیئے سے چھڑا لیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر چڑھا اور دونوں پاؤں کھڑے کر کے اپنی دم ان دونوں پاؤں کے درمیان داخل کر لی اور چرواہے کو مخاطب کر کے بولا: میں نے اپنا وہ رزق لینا چاہا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے لیکن تم نے میرا رزق مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے اس بھڑیئے کو مخاطب کر کے کہا خدا کی قسم! جیسا عجوبہ میں نے آج دیکھا ہے ایسا تو کبھی میں نے نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ بھیڑیا پھر بولا: اس سے بڑا عجوبہ تو اس شخص (محمد ﷺ) کا حال ہے جو کھجوروں کے درختوں کے پیچھے دوسنگستانوں کے درمیان رہتا ہے وہ شخص تمہیں وہ باتیں بتادے گا جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں اور وہ باتیں بھی بتادے گا جو تمہارے بعد وقوع پذیر ہونے والی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ وہ آدمی جو ایک یہودی تھا بھیڑیئے کی زبان سن کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے قصہ بیان کر کے مسلمان ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسکے بیان کردہ قصہ کو درست تسلیم کیا اور پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس طرح کی باتیں قیامت سے پہلے کی علامتیں ہیں، وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ آدمی باہر جائے گا اور جب لوٹ کر آئے گا تو اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اس کو وہ تمام باتیں بتادے گا جو اس گھر والوں نے اس کی عدم موجودگی میں کی ہوں گی۔ (شرح السنہ)

توضیح: "**راعی غنم**" یہ چرواہا یہودی تھا۔ "**تل**" یہ مفرد ہے اس کی جمع تلول ہے ٹیلہ اور بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ "**فأقعی**" کتا وغیرہ درندے جب اپنی دبر پر بیٹھتے ہیں اس کو اقعاء کہتے ہیں، نماز میں اس طرح بیٹھنا منع ہے۔ "**واستثفر**" کتے وغیرہ درندوں کی عادت ہے کہ جب دبر پر بیٹھتے ہیں تو دم دبر کے نیچے دبا کر سامنے کی طرف سے نکال کر ٹانگوں کے درمیان کر دیتے ہیں یہی استثفار ہے۔ "**فقال الذئب**" بھیڑیئے کے اس کلام میں آنحضرت ﷺ کا معجزہ ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں بھیڑیا نبی ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ "**النخلات**" مدینہ منورہ کا نخلستان مراد ہے۔ "**الحرتین**" مدینہ منورہ کے دوسنگستان کے اطراف کی طرف اشارہ ہے **ای ارض ذات حجارۃ سود**. "**بما مضی**" **ای بما سبق من خبر الاولین ممن قبلکم** قرآن عظیم کے واقعات وقصص کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ نے سابق اقوام کے احوال امت کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ "**بما هو کائن**" یعنی آنے والے لوگوں کے احوال اور آخرت کے احوال بذریعہ قرآن اور بذریعہ معجزات سب بتادیئے، جب وحی کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ نے بتایا تو وہ علم غیب نہیں رہا۔ ایک طرف قرآن کے علوم ہیں جس میں علم غیب کی مخلوق سے نفی کی گئی ہے، دوسری طرف بھیڑیئے کی مجمل بات ہے، اب بریلوی حضرات انتخاب کریں کہ بھیڑیئے کی مجمل بات لیتے ہیں یا قرآن وحدیث کی مفصل بات لیتے ہیں۔

کاسۂ طعام سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۵۹﴾ وَعَنْ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَاءِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

اور حضرت ابوالعلاء، سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ سے راویت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بڑے پیالہ میں سے صبح سے شام تک کھاتے رہتے تھے، ہوتا یہ کہ دس آدمی کھا کر اٹھ جاتے تو دوسرے دس آدمی آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ہم نے (حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے) پوچھا کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کے ذریعہ پیالہ کی مدد ہوتی تھی؟ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تمہارے لئے اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اس پیالہ میں وہاں سے مدد ہوتی تھی! یہ کہہ کر انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی، داری)

توضیح: "نتداول" گھمانے پھرانے کے معنی میں ہے مگر یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ صبح سے شام تک ایک کاسہ کے گرد جمع ہوتے تھے، دس آدمی کھا کر اُٹھ جاتے تو دس اور آ جاتے یہ تداول ہے اس پر ایک تابعی نے سوال کیا کہ یہ مزید کھانا کہاں سے آتا تھا۔ "تمد" اسی مدد اور اضافہ کے معنی میں ہے، صحابی نے جواب دیا کہ آسمان سے آتا تھا کیونکہ وفی السماء رزقکم وعدہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ سوال وجواب صحابی اور تابعی کے درمیان ہوا ہے چونکہ یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اس لئے یہ معجزہ قرار پایا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور رہا۔

جنگ بدر سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۶۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِيْ ثَلٰثِمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ فَانْقَلَبُوْا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوْا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

اور حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن تین سو پندرہ آدمیوں کو لے کر نکلے اور دعا فرمائی اے اللہ! یہ جو تیری راہ میں لڑنے کے لئے نکلے ہیں، ننگے پاؤں ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ اے اللہ! یہ ننگے بدن ہیں ان کو لباس عطا کر۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیر فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح یاب کیا اور مجاہدین اسلام اس حالت میں واپس ہوئے کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے پاس ایک یا دو اونٹ نہ ہوں، نیز سب کو لباس بھی نصیب ہوئے اور سب شکم سیر بھی ہوئے۔ (ابوداؤد)

توضیح: "ثلاث مأة وخمسة عشر" جنگ بدر میں کل تعداد ۳۱۳ تھی مگر ممکن ہے کہ خادموں کو گنتی میں شامل کر کے یہ تعداد ۳۱۵ ہوگئی ہو۔ "حفاۃ" حافی کی جمع ہے ننگے پاؤں مراد ہیں۔ "عراۃ" ننگے بدن۔ "جیاع" بھوکے پیٹ، عراۃ عاری کی اور جیاع جائع کی جمع ہے، جو دعا مانگی گئی تھی وہ قبول ہوگئی جس میں معجزہ کا ظہور ہوگیا۔

ایک پیشن گوئی میں معجزہ کا ظہور

﴿۶۱﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ وَمُصِيْبُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَّكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُد)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے زمانۂ آیندہ میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی پیش خبری اور ان واقعات کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے فوائد کی بشارت کے طور پر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یقیناً تمہیں مدد و نصرت عطا ہوگی، تمہیں مال غنیمت کی صورت میں بہت کچھ ملے گا اور تمہارے ہاتھوں بہت بڑے بڑے علاقے اور مال و دولت سے بھرے ہوئے بہت سارے شہر فتح ہوں گے، پس تم میں سے جو شخص ان سے سرفراز ہو اس کو چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے، لوگوں کو نیکی کی ہدایت و تلقین اور بری باتوں سے باز رکھنے کی سعی کرتا رہے۔ (ابوداؤد)

توضیح: "منصورون" یعنی تمہیں فتوحات ملیں گی۔ "مصیبون" پہنچنے اور حاصل کرنے کے معنی میں ہے یعنی اموال و غنائم ملیں گے لہٰذا تم خدا کو نہ بھولنا اور امر بالمعروف یعنی جہاد کرتے رہنا، جہاد نہ چھوڑنا۔ امر بالمعروف کی تفسیر شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور فخر الدین رازی اور علامہ جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیروں میں جہاد سے کی ہے۔ یعنی فتوحات اور غنائم حاصل ہونے کے بعد تم امر بالمعروف کو نہ بھولنا کیونکہ فتوحات کا منشا معروف کو عام کرنا اور منکر کو ختم کرنا ہے شاعر کہتا ہے:

جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری است   جنگ مومن سنتِ پیغمبری است

زہر آلود گوشت سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۶۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِّنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّيَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِيْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ

اَبُوْهِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَمَوْلًى لِبَنِیْ بَیَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِیُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا اور پھر اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری میں سے ایک دست لے کر خود بھی کھانا شروع کیا اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کی بھی ایک جماعت کھانے لگی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہاتھ روک لو! اس کے بعد آپ نے اس یہودی عورت کو بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا (وہ آگئی تو) آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ عورت نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ (آپ کے اللہ نے آپ کو بتایا ہے یا مخلوق میں سے کسی نے؟) آپ نے فرمایا مجھے اس نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے یہ بات آپ نے دست کی طرف اشارہ کر کے کہی۔ تب اس عورت نے کہا کہ ہاں! میں نے اس بکری کو زہر آلود کر دیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ اگر محمد نبی ہوں گے تو زہر آلود بکری ان کو ہرگز نقصان نہیں پہنچائے گی اور اگر وہ نبی نہ ہونگے تو ہمیں ان سے نجات اور راحت مل جائے گی۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا اور کوئی سزا نہیں دی اور صحابہ میں سے جن لوگوں نے اس بکری میں سے کھایا تھا ان کا انتقال ہو گیا نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس زہر آلود بکری کا گوشت کھالیا تھا اس کے اثرات کے دفعیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں کے درمیا پچھنے لگوائے اور ابو ہند رضی اللہ عنہ نے جو بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے سینگی اور چوڑی چھری کے ذریعہ پچھنے لگائے۔ (ابوداؤد، دارمی)

توضیح: "ان یهودیة" اس عورت کا نام زینب بنت حارث تھا یہ مشہور پہلوان مرحب کی بہن تھی، یہ خیبر کی ایک یہودی عورت تھی۔ "مصلیة" آگ پر بھنے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔ "فعفا عنها" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ بعض روایات میں اس عورت کے قتل کرنے کا ذکر ملتا ہے یہ تعارض ہے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا لیکن جب حضرت بشر بن علاء رضی اللہ عنہ اس زہر کے کھانے سے شہید ہو گئے تو پھر قصاصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو قتل کروایا۔ "احتجم" یعنی زہر کا اثر ختم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں کے درمیان سینگیاں کھچوائیں۔ "القرن" سینگی کھچوانے کے لئے جس سینگ کو استعمال کیا جاتا ہے اسی کو القرن کہا گیا۔ "الشفرة" وہ چھری جو خون نکالنے کے لئے زخم لگانے میں استعمال ہوئی "ابو هند" بنو بیاضہ خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے۔

جنگ حنین سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۶۳﴾ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حَنْظَلِیَّةَ اَنَّهُمْ سَارُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ فَاَطْنَبُوا السَّیْرَ حَتّٰى كَانَ عَشِیَّةً فَجَاءَ فَارِسٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ طَلَعْتُ عَلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا اَنَا بِهَوَازِنَ عَلٰى بَكْرَةِ اَبِیْهِمْ بِظُعُنِهِمْ وَنَعَمِهِمْ اِجْتَمَعُوْا اِلٰى حُنَیْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ تِلْكَ غَنِیْمَةُ الْمُسْلِمِیْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَحْرُسُنَا اللَّیْلَةَ قَالَ اَنَسُ بْنُ اَبِیْ مَرْثَدِ الْغَنَوِیُّ

اَنَایَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِرْکَبْ فَرَکِبَ فَرَسًالَہٗ فَقَالَ اسْتَقْبِلْ ھٰذَاالشِّعْبَ حَتّٰی تَکُوْنَ فِیْ اَعْلَاہُ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی مُصَلَّاہُ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ ھَلْ حَسَسْتُمْ فَارِسَکُمْ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاحَسَسْنَا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوۃِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ یَلْتَفِتُ اِلَی الشِّعْبِ حَتّٰی اِذَاقَضَی الصَّلٰوۃَ قَالَ اَبْشِرُوْا فَقَدْجَاءَ فَارِسُکُمْ فَجَعَلْنَا نَنْظُرُاِلٰی خِلَالِ الشَّجَرِ فِی الشِّعْبِ فَاِذَاھُوَ قَدْجَاءَ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اِنْطَلَقْتُ حَتّٰی کُنْتُ فِیْ اَعْلٰی ھٰذَاالشِّعْبِ حَیْثُ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّااَصْبَحْتُ طَلَعْتُ الشِّعْبَیْنِ کِلَیْھِمَافَلَمْ اَرَاَحَدًافَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ نَزَلْتَ اللَّیْلَۃَ قَالَ لَااِلَّامُصَلِّیًا اَوْقَاضِیَ حَاجَۃٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَاعَلَیْکَ اَنْ لَّاتَعْمَلَ بَعْدَھَا۔ (رواہ ابوداؤد)

اور حضرت سہل ابن حنظلیہ سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے تو سفر کا سلسلہ طویل ہوگیا یہاں تک کہ جب رات آئی تو ایک سوار خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ایسے اور ایسے پہاڑ پر چڑھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ہوازن اپنے باپ کے اونٹ پر آ گیا ہے (یعنی قبیلہ کے تمام لوگ آگئے ہیں) ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی ہیں اور ان کے مویشی بھی ہیں اور وہ سب حنین کے مقام پر جمع ہوگئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا ان شاء اللہ یہ سب چیزیں کل کے دن مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا آج کی رات ہماری نگہبانی کا ذمہ کون لیتا ہے؟ حضرت انس ابن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کام میں کروں گا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ وہ سوار ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم اس پہاڑی راستہ سے جا کر اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ! پھر جب صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لائے، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کیا تمہیں اپنے سوار کی کچھ آہٹ ملی؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! نہیں اتنے میں نماز فجر کی تکبیر کہی گئی، رسول کریم ﷺ نماز کے دوران بھی کن انکھیوں سے اسی پہاڑی راستہ کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارا سوار آرہا ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے اس پہاڑی راستہ کے درختوں میں دیکھنا شروع کیا یہاں تک وہ سوار آتا ہوا دکھائی دیا اور پھر وہ آکر رسول کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور بیان کیا کہ میں روانہ ہوا اور پہاڑی راستہ سے ہوتا ہوا اس چوٹی پر پہنچا جہاں جانے کا رسول کریم ﷺ نے حکم دیا تھا پھر جب صبح ہوئی تو میں پہاڑ کے دونوں راستوں میں آیا لیکن میں نے وہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول کریم ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ ابن ابی مرثد سے پوچھا: کیا رات گھوڑے سے اترے تھے؟ انہوں نے کہا صرف نماز پڑھنے کے لئے یا استنجا کرنے کے لئے اترا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس رات کے بعد کوئی عمل نہ کرو۔ (ابوداؤد)

توضیح: "علی بکرۃ ابیھم" علی، مع کے معنی میں ہے ای مع بکرۃ ابیھم یہ عرب کا محاورہ ہے، سارے لوگوں کے آنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کلمۃ للعرب یریدون بھا الکثرۃ". "وقال القاضی جاء القوم علی بکرۃ ابیھم ای جآؤا باجمعھم". بکرۃ اصل میں جوان اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اس ضرب المثل کا سبب اور شان ورود اس طرح ہے کہ ایک مقام سے عرب کو نکلنا پڑا، ان کا کوئی فرد بھی پیچھے نہیں رہا یہاں تک کہ ان کے باپ کی ایک اونٹنی تھی اس کو بھی اُٹھا کر لے گئے تو دیگر عرب نے کہا کہ جاء وا علی بکرۃ ابیھم یعنی باپ کی اونٹنی کو بھی ساتھ لے آئے۔ "ظعنھم" عورتیں مراد ہیں۔ "نعمھم" مال مویشی مراد ہیں، یہ افغان خانہ بدوشوں کے ٹرک کی طرح ہے جس میں سب کچھ لاد کر لے جاتے ہیں حتی کہ بیکار سا کتا بھی اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔

"الا تعمل بعدھا" یعنی آج کے بعد اگر تم نوافل میں سے کچھ بھی عمل نہ کرو تمہارا کوئی نقصان نہیں، اس عمل سے فرائض مراد نہیں ہیں، نوافل مراد ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس صحابی کی آمد سے پہلے اطلاع کر دی اس میں معجزہ کا ظہور تھا۔

کھجوروں سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۶۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فِیْهِنَّ بِالْبَرَکَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَالِیْ فِیْهِنَّ بِالْبَرَکَةِ قَالَ خُذْهُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِیْ مِزْوَدِکَ کُلَّمَا اَرَدْتَّ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَیْئًا فَاَدْخِلْ فِیْهِ یَدَکَ فَخُذْهُ وَلَاتَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِکَ التَّمْرِ کَذَاوَکَذَا مِنْ وَسْقٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَکُنَّانَاْکُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَکَانَ لَا یُفَارِقُ حَقْوِیْ حَتّٰی کَانَ یَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ فَاِنَّهُ انْقَطَعَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس کھجوریں لے کر آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! خدا سے ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرما دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کھجوروں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر میرے لئے ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا کہ لو اور ان کھجوروں کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو جب تم ان میں سے کچھ لینا چاہو تو توشہ دان میں اپنا ہاتھ ڈالو اور نکال لو اور اس توشہ دان کو جھاڑ پھونک کر کبھی خالی نہ کرنا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اتنے اتنے وسق کھجوریں خدا کی راہ میں خرچ کر دیں اور ہم ان کھجوروں میں سے کھاتے اور کھلاتے رہتے تھے، وہ توشہ دان میری کمر سے کسی وقت الگ نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن وہ توشہ دان میری کمر سے کھل کر کہیں گر پڑا۔ (ترمذی)

توضیح: "ولا تنثرہ" یعنی اس کو پھیلاؤ نہیں، تھیلی کو جھاڑو نہیں، معجزہ کا ظہور ہے جو غیب کا نظام ہے پوشیدہ رکھنا چاہئے۔ "حقوی" پتلی کمر کو حقوہ کہتے ہیں معلوم ہوا بہت چھوٹی تھیلی تھی اور اس میں کھجور کے کل ۲۱ دانے تھے۔ "یوم قتل عثمان" یعنی جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اس دن یہ تھیلی خود کٹ کر گم ہوگئی خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بطور افسوس یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِیْ هَمَّانِ فَقْدُ جِرَابِیْ وَمَوْتُ شَیْخٍ عُثْمَانْ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے بہت ساری برکات امت سے اُٹھالی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ تھیلی تھی۔

الفصل الثالث

غارِ ثور سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۶۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا أَصْبَحَ فَأَثْبِتُوْهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيْدُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ اُقْتُلُوْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ اَخْرِجُوْهُ فَاَطْلَعَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلٰى فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَحِقَ بِالْغَارِ وَبَاتَ الْمُشْرِكُوْنَ يَحْرُسُوْنَ عَلِيًّا يَحْسَبُوْنَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا ثَارُوْا عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاَوْا عَلِيًّا رَدَّ اللّٰهُ مَكْرَهُمْ فَقَالُوْا اَيْنَ صَاحِبُكَ هٰذَا قَالَ لَا اَدْرِيْ فَاقْتَصُّوْا اَثَرَهُ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اِخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَمَرُّوْا بِالْغَارِ فَرَاَوْا عَلٰى بَابِهٖ نَسْجَ الْعَنْكَبُوْتِ فَقَالُوْا لَوْ دَخَلَ هٰهُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوْتِ عَلٰى بَابِهٖ فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ لَيَالٍ. (رواه احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے ایک روز رات کے وقت اپنی مجلس مشاورت منعقد کی چنانچہ بعض نے یہ مشورہ دیا کہ صبح ہوتے ہی اس شخص کی مشکیں کس لو، اس شخص سے ان کی مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، بعض نے یہ رائے دی کہ اس کو قتل کر ڈالو اور بعض نے یہ کہا کہ اس کو اپنی سرزمین سے نکال کر باہر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ اپنے نبی کو آگاہ کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر رات گذاری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل کر غار ثور میں پہنچ گئے۔ قریش مکہ نے یہ سمجھ کر پوری رات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں گزار دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اس پر دھاوا بول دیا لیکن جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اللہ نے ان کی بدخواہی کو انہی پر لٹا دیا تو حضرت علی سے پوچھنے لگے کہ تمہارا دوست کہاں گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ قریش مکہ آپ کے قدموں کے نشان پر آپ کے تعاقب میں نکل پڑے یہاں تک کہ وہ لوگ جبل ثور تک پہنچ گئے مگر وہاں قدموں کے نشان مشتبہ ہو گئے تھے پھر وہ پہاڑ کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے غار کے منہ پر پہنچ گئے لیکن انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد اس غار میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن اسی غار میں چھپے رہے۔ (احمد)

توضیح: "اثاروا" یعنی حملہ آور ہو گئے۔ "فاقتصوا" یعنی قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات قدم اور علامات ڈھونڈنے لگے۔

"نسج العنکبوت" مکڑی نے جالا تن لیا کبوتر نے انڈے دے دیئے علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالصدق فی الغار والصدیق لم یریا وھم یقولون مابالغار من ارم
ظنوا الحمام وظنوا العنکبوت علیٰ خیرا لبریة لم تنسج ولم تحم

یہودِ خیبر سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۲۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّافُتِحَتْ خَیْبَرُ اُهْدِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِیْهَا سَمٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْمَعُوْلِیْ مَنْ کَانَ هٰهُنَا مِنَ الْیَهُوْدِ فَجَمَعُوْا لَهٗ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ سَائِلُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَهَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ عَنْهُ قَالُوْانَعَمْ یَااَبَاالْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْکُمْ قَالُوْافُلَانٌ قَالَ کَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْکُمْ فُلَانٌ قَالُوْاصَدَقْتَ وَبَرَرْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ عَنْ شَیْءٍ اِنْ سَأَلْتُکُمْ عَنْهُ قَالُوْا نَعَمْ یَااَبَاالْقَاسِمِ وَاِنْ کَذَبْنَاکَ عَرَفْتَ کَمَاعَرَفْتَهٗ فِیْ اَبِیْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَکُوْنُ فِیْهَا یَسِیْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِیْهَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِخْسَئُوْافِیْهَاوَاللّٰهِ لَانَخْلُفُکُمْ فِیْهَااَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ عَنْ شَیْءٍ اِنْ سَأَلْتُکُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ یَااَبَاالْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّاقَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا اَنْ نَّسْتَرِیْحَ مِنْکَ وَاِنْ کُنْتَ صَادِقًا لَمْ یَضُرَّکَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس جگہ جتنے یہودی ہوں سب کو میرے پاس لایا جائے چنانچہ تمام یہودیوں کو جمع کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا میں تم سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟ تم میری اس بات کو باور کروگے؟ یہودیوں نے کہا ہاں ابوالقاسم ﷺ! پس رسول کریم ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ تمہارا باپ کون ہے؟ یہودیوں نے کہا کہ فلاں شخص ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو، تمہارا باپ تو فلاں شخص ہے۔ یہودیوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور بجا فرمایا۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا: اگر میں تم سے کوئی اور سوال کروں تو کیا تم میری اس بات کو باور کرلوگے؟ یہودیوں نے کہا ہاں اے ابوالقاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ کو ہمارا جھوٹ معلوم ہوجائے گا جیسا کہ آپ کو ہمارے باپ کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا دوزخی کون ہے؟ یہود نے کہا کچھ وقت کے لئے ہم دوزخ میں جائیں گے پھر ہمارے جانشین تم لوگ ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ارے کم بختو! پرے رہو! خدا کی قسم! ہم دوزخ میں کبھی بھی تمہارے جانشین نہ ہوں گے، اس کے بعد آپ نے ان سے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اور سوال کروں تو کیا تم میری اس بات کو باور کرلوگے؟ یہودیوں نے کہا ہاں اے ابوالقاسم! آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا

کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے اس ذلیل حرکت پر اکسایا ہے؟ انہوں نے کہا: دراصل ہم نے سوچا تھا کہ اگر آپ ﷺ کا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے تو یہ آپ کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا اور ہم کو آپ سے نجات اور راحت مل جائے گی اور اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو یہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(بخاری)

''اخسئوا'' یہ لفظ کتے کے بھگانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی ''کرے کتو''۔ آنحضرت ﷺ نے نام بنام ان کے داداؤں کا بیان کیا جس سے آپ کے معجزے کا ظہور ہوا۔

قیامت کے واقعات بتانے میں معجزہ کا ظہور

﴿۶۷﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى. ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عمرو بن اخطب انصاری کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر ہمارے سامنے ارشاد فرمایا جس کا سلسلہ ظہر کے وقت تک جاری رہا، پھر منبر سے اتر کر آپ نے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر وعظ ارشاد فرمانے لگے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔ پھر منبر سے اتر کر آپ نے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر وعظ ارشاد فرمانے لگے اور وعظ کا یہ سلسلہ غروب آفتاب پر جا کر ختم ہو گیا اور آپ نے ان تمام باتون سے ہمیں مطلع کیا جو قیامت تک پیش آنے والی ہیں۔ یہ روایت بیان کرنے کے بعد حضرت عمرو ابن اخطب نے کہا (آج) ہمارے درمیان ان تمام باتوں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا وہ شخص ہے جو آج کل ہم میں داناتر ہے۔ (مسلم)

﴿۶۸﴾ وَعَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اِسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ قَالَ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت معن بن عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا ہے تو جنات کی خبر نبی ﷺ کو کس نے دی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تمہارے والد یعنی عبداللہ ابن مسعود نے بتایا کہ ان کو جنات کی خبر ایک درخت نے دی۔ (مسلم و بخاری)

توضیح: ''معن'' معن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا ان کے والد

کانام عبدالرحمان ہے "قال" یعنی معن نے کہا "سمعت ابی" یعنی عبدالرحمان سے میں نے سنا جو میرے باپ ہیں "قال" یعنی عبدالرحمان نے کہا "مسروقا" مسروق بڑے تابعی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علم پڑھا ہے۔ "آذن" یعنی حضور ﷺ کو جنات کی آمد کی اطلاع کس نے دی تھی۔ ایذان اطلاع کے معنی میں ہے۔ "فقال" یعنی مسروق نے جواب میں کہا کہ تیرے اباجان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ ایک درخت نے حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی تھی جس میں معجزہ کا ظہور ہوگیا۔

جنگ بدر کے مقتولین سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۶۰۹﴾ **وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَتَرَاءَ يْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيْدَ الْبَصَرِ فَرَأَيْتُهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَاٰهُ غَيْرِيْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ اَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَرُ سَأَرَاهُ وَاَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِيْ ثُمَّ اَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلَيْهِمْ فَقَالَ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا.** (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے کہ وہاں ہم نے نئے مہینے کا چاند دیکھنے کی کوشش کی میں چونکہ تیز نظر شخص تھا اس لئے میں نے چاند کو دیکھ لیا میرے علاوہ اور کوئی شخص نہیں تھا جس نے یہ کہا ہو کہ اس نے چاند دیکھا ہے، میں عمر کو چاند دکھانے کی کوشش کرتے ہوئے ان سے کہتا تھا کہ کیا آپ کو چاند نظر نہیں آرہا ہے لیکن وہ چاند کو دیکھ نہیں پارہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا بس رہنے دو! میں تو عنقریب اپنے بستر پر لیٹا ہوا اس چاند کو دیکھ لوں گا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے (کافروں میں سے ان) اہل بدر کا ذکر شروع کردیا، جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ سے ایک دن پہلے ہی مارے جانے والے مشرکوں کے مقتول ہونے کی جگہ ہمیں بتادی تھیں چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں کل ان شاءاللہ فلاں مشرک مارا جائے گا اور یہ وہ جگہ ہے جہاں ان شاءاللہ فلاں مشرک مراہوا پڑا ہوگا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس

نے آنحضرت ﷺ کو حق لے ساتھ بھیجا: رسول کریم ﷺ نے جو جگہیں متعین کر کے بیان کی تھیں قتل ہونے والے مشرک ان سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہوئے۔ پھر جب ان مشرکوں کی لاشوں کو ایک کے اوپر ایک کر کے کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول کریم ﷺ چل کر کنویں پر آئے اور انکے نام لے لے کر مخاطب کیا اور فرمایا اے فلاں ابن فلاں! اور اے فلاں ابن فلاں! کیا تم نے اس چیز کو حق اور درست پایا جس کا تم سے اللہ نے اور رسول نے وعدہ کیا تھا؟ میں نے تو اس چیز کو حق اور درست پایا جس کا مجھ سے میرے اللہ نے وعدہ فرمایا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول للہ! آپ ایسے جسموں سے کس طرح مخاطب ہیں جو روحوں سے خالی ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو ہاں جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے یعنی میری یہ بات جس طرح تم نے سنی ہے اس طرح ان سب نے سنی ہے بس فرق یہ ہے کہ جواب دینے کی قدرت انکو حاصل نہیں ہے۔ (مسلم)

توضیح: "مستلق علی فراشی" یعنی اب چاند چھوٹا ہے نظر نہیں آرہا ہے میں کیوں محنت اُٹھاؤں! کل پرسوں جب بڑا ہو جائے گا تو میں چت لیٹا ہوں گا کہ چاند سامنے آجائے گا، اس کلام کے مکمل ہونے کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کا قصہ بیان کیا اور حضور اکرم ﷺ کے معجزے کا ظہور بیان کیا۔ "یا فلاں یا فلاں" مقتولین بدر میں سے کوئی اکیس (۲۱) یا بائیس (۲۲) بڑے بڑے صنادید قریش کو گھسیٹ کر بدر کے ویران کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا۔ ان کی مزید تذلیل کے لئے آنحضرت ﷺ نے کنوئیں کے منہ پر آکر ان سے کلام کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قصیدہ میں اس منظر کو پیش کیا ہے چند ابیات ملاحظہ ہوں۔

فغادرنا ابا جهل صريعا وعتبة قد تركنا بالجبوب

ہم نے ابو جہل کو پچھاڑا ہوا چھوڑا اور عتبہ کو سنگلاخ زمین پر گرا ہوا چھوڑا

ينادیهم رسول الله لما قذفناهم كباكب في القليب

جب ہم نے ان کفار کو قلیب بدر میں پھینک دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس طرح گفتگو فرمائی

الم تجدوا كلامی كان حقا وامر الله يأخذ بالقلوب

کیا تم نے میرے کلام کو سچا پایا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو دلوں میں اُترتا ہے

فما نطقوا ولو نطقوا تقالوا صدقت وكنت ذارائی مصيب

کفار قریش نے کوئی بات نہ کی اگر بات کرتے تو جواب میں کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ٹھیک رائے کے مالک ہیں

نابینا ہونے سے متعلق پیش گوئی میں معجزہ کا ظہور

﴿۷۰﴾ وَعَنْ اُنَیْسَةَ بِنْتِ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ عَنْ اَبِیْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی زَیْدٍ یَعُوْدُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهٖ قَالَ لَیْسَ عَلَیْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَأْسٌ وَلٰكِنْ كَیْفَ لَكَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِیْ فَعَمِیْتَ قَالَ

اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَتْ فَعَمِيَ بَعْدَ مَامَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ ثُمَّ مَاتَ.

اور حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت انیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد سے نقل کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کی عیادت کوتشریف لے گئے جو بیمار ہو گئے تھے آپ نے فرمایا اس مرض کا تمہیں کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور تمہاری بینائی جاتی رہے گی؟ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ثواب کا آرزومند ہوں گا اور صابر وراضی رہوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر تم بغیر حساب کتاب کے جنت میں جاؤ گے، راوی نے بیان کیا ہے کہ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد نابینا ہو گئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی دوبارہ واپس کر دی اور پھر ان کا انتقال ہوا۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے والے سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۱۷﴾ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ اَنَّهُ بَعَثَ رَجُلًا فَكَذَبَ عَلَيْهِ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُجِدَ مَيِّتًا وَقَدِ انْشَقَّ بَطْنُهُ وَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ. (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ.)

اور حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے جس کو میں نے نہ کہا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تیار سمجھے اور اس ارشاد گرامی کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا تھا، اس نے آپ کی طرف سے کوئی جھوٹی بات بنا کر کہی، رسول کریم ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے اس شخص کے حق میں بددعا فرمائی چنانچہ وہ شخص اس حال میں مردہ پایا گیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا تھا اور زمین نے اس کو قبول نہیں کیا۔ دونوں روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

آدھے وسق جو سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۲۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْتَطْعِمُهُ فَاَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيْرٍ فَمَازَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَاَتُهُ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهُ فَفَنِيَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَمْ تَكِلْهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کھانا مانگا، آپ نے اس کو آدھا وسق جو عطا فرمائے پھر نہ صرف خود وہ شخص بلکہ اس کی بیوی اور ان دونوں کے مہمان مستقل اسی جو میں سے لیکر کھاتے تھے

یہاں تک کہ ایک دن اس شخص نے جَوؤں کو ماپا پھر وہ جو ختم ہو گئے، اس کے بعد وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اگر تم اس جو کو نہ ماپتے تو تم لوگ ہمیشہ اسی جو میں سے لے کر کھاتے رہتے اور وہ تمہارے پاس باقی رہتے۔ (مسلم)

ایک مشتبہ کھانے سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۲۳﴾وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِيَ الْحَافِرَ يَقُوْلُ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ اِسْتَقْبَلَهٗ دَاعِيَ اِمْرَاَتِهٖ فَاَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَجِيْءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهٗ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَاَكَلُوْا فَنَظَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْكُ لُقْمَةً فِيْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا فَاَرْسَلَتِ الْمَرْاَةُ تَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّقِيْعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيْهِ الْغَنَمُ لِيَشْتَرِيَ لِيْ شَاةً فَلَمْ تُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلٰى جَارٍلِّيْ قَدِاشْتَرٰى شَاةً اَنْ يُّرْسِلَ بِهَا اِلَيَّ بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمِيْ هٰذَا الطَّعَامَ الْاَسْرٰى. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت عاصم ابن کلیب اپنے والد سے اور وہ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ کی نماز اور تدفین میں شرکت کے لئے گئے میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ قبر (کے کنارہ) پر بیٹھ گئے اور گورکن کو ہدایت دینے لگے آپ اس سے فرمارہے تھے کہ پائنتی کی جانب سے قبر کشادہ کردو اور سر کی جانب سے اور کشادہ کردو۔ پھر جب آپ واپس ہونے لگے تو سامنے سے ایک شخص نے آکر آنحضرت ﷺ کو میت کی بیوی کی طرف سے کھانے کی دعوت دی جس کو آپ نے قبول فرمالیا، ہم بھی آپ کے ساتھ ہوئے جب کھانا لایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سب لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے اور کھانا کھانے لگے، لیکن پھر ہم نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے (جو پہلا) لقمہ (منہ میں ڈالا تھا اسی) کو چبائے جارہے ہیں یعنی اپنے منہ میں ادھر ادھر گھمارہے ہیں، آپ نے فرمایا میں اس گوشت کو ایک ایسی بکری کا گوشت محسوس کررہا ہوں جس کو اس کی مالک کی اجازت ورضا کے بغیر لے لیا گیا ہے۔ اس عورت نے آدمی بھیج کر صورت حال عرض کرائی کہ یارسول اللہ! میں نے بکری خریدنے کے لئے ایک آدمی کو نقیع بھیجا تھا۔ وہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں بکریوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے لیکن وہاں بکری دستیاب نہیں ہوئی تو میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا جس نے ایک بکری خرید رکھی تھی اور کہلوایا کہ اس نے جس قیمت پر وہ بکری خریدی ہے اسی قیمت پر اس بکری کو میرے ہاتھ فروخت کردے لیکن وہ ہمسایہ بھی اپنے گھر نہ ملا، تب میں نے اس ہمسایہ کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا اور اس نے وہ

بکری میرے پاس بھیج دی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ اس روایت کو ابوداؤد نے اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے نقل کیا ہے۔

توضیح: "داعی امرأته" یعنی میت کے گھر سے اس کی بیوی کا قاصد کھانے کے لئے ان کی دعوت دینے کے لئے آ گیا۔ حضور اکرم ﷺ بھی گئے چند صحابہ بھی گئے آنحضرت ﷺ نے منہ میں لقمہ ڈالا اور چبانا شروع کیا مگر نگل نہ سکے اور فرمایا کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے گھر کی خاتون سے معلوم کیا گیا تو اس نے عدم اجازت کا اعتراف کر کے وجہ بھی بتادی اس طرح حضور اکرم ﷺ کے معجزے کا ظہور ہو گیا۔

تیجا وغیرہ کا شرعی حکم

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ امرأته میں جو ضمیر لوٹتی ہے یہ مردے کی طرف لوٹتی ہے یعنی مردے کی بیوی نے اسی دن جس دن اس کے شوہر کا انتقال ہوا تھا کھانے کا اہتمام کیا حالانہ فقہاء نے مردہ کے گھر کھانا کھانے کو مکروہ لکھا ہے اور ظاہر ہے مکروہ تحریمی ہوگا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میت کے کھانے کے سلسلہ میں فقہاء کرام کے جو اقوال ہیں وہ اس حدیث کے خلاف ہیں اور یہ حدیث بظاہر ان اقوال کے خلاف ہے مثلاً بزازیہ میں لکھا ہے کہ میت کے ورثاء کی جانب سے پہلے دن یا تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کھلانا مکروہ ہے، اسی طرح خلاصة الفتاوی میں ہے کہ تیسرے دن (تیجہ کے نام پر) کھانے کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو کھانے پر بلانا مباح نہیں ہے، زیلعی نے کہا ہے کہ تین دن تک غم منانے کے لئے بیٹھنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ممنوع چیزوں کا ارتکاب نہ ہو جیسے قالین بچھانا اور ضیافت کا اہتمام کرنا، نیز ابن ہمام رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ اہل بیت کا ضیافت کرنا مکروہ ہے، ابن ہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ضیافت بدعت سیئہ ہے، حضرت جریر بن عبداللہ کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ میت کی ضیافت کو ہم نوحہ کی طرح حرام سمجھتے تھے ایک طرف فقہاء کے یہ فتاویٰ ہیں جو میت کے گھر کھانے کو منع کرتے ہیں اور دوسری طرف زیر بحث حدیث سے کھانے کے جواز کا اشارہ ملتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس حدیث کا واضح جواب یہ ہے کہ یہ خاتون میت کی بیوی نہیں تھیں بلکہ جنازہ سے واپسی پر کسی اور عورت کا قاصد آیا تھا، میت کی بیوی کا نہیں تھا، چنانچہ ابوداؤد جلد دوم ص ۱۱۷ پر داعی امرأة کا لفظ ہے کہ کسی عورت کا قاصد تھا لہٰذا مشکوٰۃ کی اس روایت میں کسی کاتب سے کچھ سہو ہو گیا ہے جس سے اہل بدعت کی خوشیاں خاک میں مل گئیں جو اس روایت سے شومہ ثابت کرتے ہیں، اکابر نے لکھا ہے کہ "طعام المیت یمیت القلب" "الاسری" یہ قیدی چونکہ کفار تھے لہٰذا ان کو کھلانا مناسب تھا معلوم ہوا تیجہ، شومہ ساتواں مسلمان کے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

ام معبد کی بکری سے متعلق معجزہ کا ظہور

﴿۴۷﴾ وَعَنْ حِزَامِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ حُبَيْشِ بْنِ خَالِدٍ وَهُوَ اَخُ اُمِّ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُخْرِجَ مِنْ مَّكَّةَ خَرَجَ مُهَاجِرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَمَوْلٰى اَبِىْ بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ

فُهَيْرَةَ وَدَلِيْلُهُمَا عَبْدُاللّٰهِ اللَّيْثِيُّ مَرُّوْا عَلٰى خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدٍ فَسَئَلُوْهَا لَحْمًا وَتَمْرًا لِيَشْتَرُوْا مِنْهَا فَلَمْ يُصِيْبُوْا عِنْدَهَا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِيْنَ مُسْنِتِيْنَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَاةٍ فِيْ كَسْرِ الْخَيْمَةِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الشَّاةُ يَا اُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجُهْدُ عَنِ الْغَنَمِ قَالَ هَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ قَالَتْ هِيَ اَجْهَدُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اَتَاْذَنِيْنَ لِيْ اَنْ اَحْلُبَهَا قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنْ رَّاَيْتَ بِهَا حَلَبًا فَاحْلُبْهَا فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهٖ وَسَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَدَعَا لَهَا فِيْ شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَسَقٰى اَصْحَابَهٗ حَتّٰى رَوُوْا ثُمَّ شَرِبَ اٰخِرُهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتّٰى مَلَأَ الْاِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهٗ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا. (رواہ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ عَبْدِالْبَرِّ فِی الْاِسْتِيْعَابِ وَابْنُ الْجَوْزِیْ فِیْ کِتَابِ الْوَفَاءِ وَفِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ)

اور حضرت حزام ابن ہشام اپنے والد سے اور وہ حزام کے دادا حبیش سے جو ام معبد کے بھائی ہیں روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو جب مکہ چھوڑ دینے کا حکم ہوا اور آپ ہجرت کر کے مدینہ روانہ ہوئے تو آپ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام عامر ابن فہیرہ اور ان دونوں کو راستہ بتانے والے عبداللہ لیثی کا گزر ام معبد کے دوخیموں پر ہوا ان حضرات نے اہل خیمہ سے کچھ گوشت اور کھجوریں خریدنی چاہیں لیکن ان دونوں کو ام معبد کے پاس ان میں سے کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں عام طور پر لوگ قحط زدگی اور بے سروسامانی کا شکار تھے۔ اتنے میں اچانک رسول کریم ﷺ کی نظر ایک بکری کی طرف گئی جو خیمہ کی ایک جانب تھی، آپ نے وہ بکری دیکھ کر پوچھا کہ ام معبد اس بکری کو کیا ہوا؟ ام معبد نے جواب دیا اس کے دُبلے پن نے اس کو ریوڑ سے الگ کر رکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ ام معبد نے کہا جس مصیبت میں یہ مبتلا ہے اس میں دودھ کہاں سے دے سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہوں؟ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان! اگر آپ کو اس میں دودھ معلوم ہوتا ہو تو ضرور دوہ لیں۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر بکری کو منگوایا، پھر آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا، بسم اللہ پڑھی اور ام معبد کے لئے ان کی بکری کے تئیں برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ بکری نے دودھ دینے کے لئے اپنے پاؤں آنحضرت ﷺ کے سامنے کشادہ کر دیئے پھر وہ بکری دودھ بہانے اور جگالی کرنے لگی، آپ نے ایک اتنا بڑا برتن منگایا جو ایک جماعت کو شکم سیر کرے اور اس برتن میں خوب بہتا ہوا دودھ دوہا یہاں تک کہ دودھ کی جھاگ برتن کے اوپر تک آ گئی، اس کے بعد آپ نے وہ دودھ پہلے ام معبد کو پلایا جنہوں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا وہ بھی اچھی طرح سیر ہو گئے اور پھر سب کے بعد خود آپ نے پیا پھر پہلی مرتبہ دوہنے کے بعد آپ نے دوبارہ اسی برتن میں دوہا، یہاں تک کہ وہ برتن دودھ سے لبریز ہو گیا اور وہ دودھ آپ نے ام معبد کے پاس چھوڑ دیا پھر آپ نے ام معبد کو مسلمان کیا اور ان کے ہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں، ابن عبدالبر نے استیعاب میں

اور ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں نقل کیا ہے نیز حدیث میں واقعہ کی اور بھی تفصیل ہے۔

توضیح: "ام معبد" ایک عورت کی کنیت ہے جن کے پاس حضور اکرم ﷺ ہجرت کے سفر میں غار ثور کے بعد اُترے تھے اور ان کی بکری میں معجزہ کا ظہور ہوا۔ "مسنتین" یعنی خشک سالی میں مبتلا قحط زدہ تھے۔ "مرملین" جس کا زادسفر ختم ہو وہ مرمل ہوتا ہے۔

"خلفها الجهد" یعنی خود کمزوری کی وجہ سے باقی بکریوں سے پیچھے رہ گئی اس میں دودھ کہاں؟ "تفاجت علیه" دودھ دینے کے لئے دونوں ٹانگوں کو کھول دیا۔ "درت" وافر دودھ دینے کو کہتے ہیں۔ "واجتر" جگالی لینا شروع کیا۔ "یربض" اتنا بڑا برتن جو تین سے نو آدمیوں کے پینے کے لئے کافی ہو۔ "ثجا" زوردار طریقہ سے دودھ نکالنے کو کہتے ہیں۔ "البهاء" دودھ نکالنے کے وقت دودھ پر جھاگ آتا ہے وہ مراد ہے۔ "رویت" سیراب ہونے کے معنی میں ہے۔ "غادره" ای ترکه چھوڑنے کے معنی میں ہے، برکت کے لئے معجزاتی دودھ دوبارہ نکال کر ان کے پاس چھوڑ دیا، ام معبد مسلمان ہوگئیں، شوہر نے جب آ کر گھر میں دودھ دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ ام معبد نے قصہ سنا دیا تو اس نے کہا قسم بخدا! یہ مکہ میں نمودار ہونے والے نبی ہی تھے، میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان کا ساتھ دوں مگر اس وقت نہیں ہوسکا اب اگر ان کو پاؤں تو اس پر ایمان لاؤں گا، ادھر اہل مکہ کے سامنے ہاتف غیبی نے زور زور سے اشعار پڑھے جو اہل مکہ نے سنے۔

ام معبد کے واقعہ پر ہاتف غیبی کا منظوم کلام

حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اہل مکہ کی تفتیش ناکام ہوئی تو مکہ مکرمہ میں جبل ابوقبیس سے بلند آواز سے ہاتف غیبی نے بہت ہی معنی خیز اور عمدہ اشعار کہے! میں بلاترجمہ انہیں نقل کرتا ہوں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کو مرقات میں ذکر کیا ہے۔

جزی الله رب الناس خیر جزائه — رفیقین حلا خیمتی ام معبد
هما نزلا بالهدی واهتدت به — فقد فاز من امسیٰ رفیق محمد
لیهن بنی کعب مقام فتاتهم — ومقعدها للمؤمنین بمرصد
سلوا اختکم عن شاتها ورانانها — فانکم ان تسئلوا الشاة تشهد

جنات کے اس قصیدہ کو جب مکہ کے مسلمانوں نے سنا تو انہیں یقین آ گیا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، واقعہ ہجرت اور ام معبد کے قصہ کی طرف حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی اشارہ کیا ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لقد خاب قوم غاب عنهم نبیهم — وقدس من یسری الیهم ویغتدی
لقد نزلت منه علی اهل یثرب — رکابُ هدیً حلت علیهم باسعد

نبی یریٰ مالا یری الناس حولہ ویتلوا کتاب اللہ فی کل مسجد

لیھن ابابکر سعادۃ جدہ بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

لیھن بنیٰ کعب مقامُ فتاتھا ومقعدھا للمؤمنین بمرصد

ان والہانہ اشعار کے پیش نظر اور معجزات کے اختتام کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی کلام کو عشق وفدائیت اور جوش وفنائیت کے حوالہ سے پیش کیا جائے چنانچہ فرماتے ہیں:

زعشق دوست ہر ساعت درون ناری رقصم گہے در خاک می غلطم گہے برخار می رقصم

نمی دانم چوں مستانہ دم دیدار می رقصم مگر نازم بدیں ذوقے کہ پیشِ یاری رقصم

تو آں قاتل کہ از بہر تماشہ خونِ من ریزی من آں بسمل کہ زیر خنجر خونخوار می رقصم

اگرچہ قطرۂ شبنم نہ پویدبر سر خارے منم آں قطرۂ شبنم بہ نوکِ خاری رقصم

شدم بدنام در عشقش بیا اے پارسا اکنوں نمی ترسم زرسوائی سر بازار می رقصم

منم عثمان مروندی کہ یارِ خواجہ منصورم ملامت می کند خلقے ومن بردار می رقصم

مؤرخہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

اللھم صل علی حبیبک ونبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باب الکرامات

کرامات کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وهزى اليك بجذع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا﴾. (سورة المريم)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿قال الذى عنده علم من الكتاب انا اتيك به قبل ان يرتد اليك طرفك﴾.

(سورة النمل)

کرامات جمع ہے اس کا مفرد کرامۃ ہے جو اکرام وتکریم کے معنی میں ہے، لغت میں کرامت: عزت وعظمت اور توقیر کے معنی میں ہے لیکن اصطلاح میں کرامت اس خارق عادت کام کا نام ہے جو کسی نیکوکار و پرہیزگار مؤمن کے ہاتھ پر ظاہر ہوجائے لیکن وہ نبوت کا دعویدار نہ ہو بلکہ متبع سنت ہو۔

اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامت حق ہے، البتہ معتزلہ کرامت کے ظہور کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غیر انبیاء کی کرامتوں کا ذکر کیا ہے جیسے حضرت خضر کی کرامات ہیں بشرطیکہ وہ نبی نہ ہو ورنہ وہ معجزہ ہوگا واضح یہ ہے کہ خضر ایک خفیہ نظام کے نبی تھے، اسی طرح آصف بن برخیا کی کرامت ہے، اسی طرح حضرت مریم کی کرامت اور ذوالقرنین کی کرامات ہیں، اصحاب کہف کی کرامات ہیں، اسی طرح زیر بحث احادیث میں صحابہ کرام کی کرامات کا بیان ہے۔ کرامت کسی ولی کی ولایت کی علامت ہوتی ہے، اس کی الوہیت کی دلیل نہیں ہوتی۔ جس طرح اہل بدعت کرامات کو اولیاء کی الوہیت کے طور پر پیش کرتے ہیں، نیز کرامت کسی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کبھی کبھی تو صاحب ولایت آدمی کو اپنی کرامت کا پتہ بھی نہیں ہوتا، بعض علماء کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ بعض دفعہ کوئی کرامت کسی ولی کے اختیار میں ہو مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ بہرحال اہل بدعت بریلوی حضرات جس طرح حضور اکرم ﷺ کے معجزات کی وجہ سے علمی غلطی کا شکار ہوگئے ہیں اور اس کو الوہیت کے طور پر سمجھ بیٹھے ہیں اسی طرح ان کو کرامات میں بھی غلطی ہوگئی ہیں۔ اور وہ ہر کرامت کو ولی کے لئے صفت اُلوہیت کی دلیل سمجھ بیٹھے ہیں۔

الفصل الاول

دوصحابیوں کی لاٹھیوں نے چراغ کا کام کیا

۱ عَنْ انَسٍ اَنَّ اُسَیْدَبْنَ حُضَیْرٍ وَّعَبَّادَبْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَۃٍ لَّھُمَا حَتّٰی ذَھَبَ مِنَ اللَّیْلِ سَاعَۃٌ فِیْ لَیْلَۃٍ شَدِیْدَۃِ الظُّلْمَۃِ ثُمَّ خَرَجَامِنْ عِنْدِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْقَلِبَانِ وَبِیَدِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عُصَیَّۃٌ فَاَضَاءَ تْ عَصَااَحَدِھِمَالَھُمَا حَتّٰی مَشَیَافِیْ ضَوْءِ ھَا حَتّٰی اِذَا افْتَرَقَتْ بِھِمَا الطَّرِیْقُ اَضَاءَ تْ لِلْاٰخَرِ عَصَاہُ فَمَشٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا فِیْ ضَوْءِ عَصَاہُ حَتّٰی بَلَغَ اَھْلَہٗ.

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید ابن حضیر اور حضرت عباد ابن بشر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے اپنی کسی حاجت میں گفتگو کرر ہے تھے اور اس کا سلسلہ ایک ساعت یعنی بڑی رات گئے تک جاری رہا جب کہ وہ رات بھی نہایت تاریک تھی، جب یہ دونوں اپنے گھروں کو لوٹنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو اس وقت ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی اور اس کی روشنی میں وہ چلنے لگے۔ یہاں تک کہ جب دونوں کے راستے جدا ہوئے تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور پھر وہ دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چل کر اپنے اہل وعیال یعنی اپنے گھروں تک پہنچ گئے۔ (بخاری)

توضیح: ''ینقلبان'' یعنی حضور اکرم ﷺ کی مجلس سے واپس گھر لوٹنے لگے، جب تک ایک لاٹھی کی روشنی سے کام چلتا تھا تو دوسری میں روشنی نہیں تھی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسراف جائز نہیں لیکن جب الگ ہونے لگے تو اب دوسرے کو روشنی کی ضرورت پڑی تو اس کی لاٹھی میں بھی روشنی آ گئی اور کرامت ظاہر ہوگئی۔ کرامت کسی ولی کی ولایت اور عظمت کی دلیل ہوتی ہے، خدائی کی نہیں۔

حضرت جابر کے والد نے جو کچھ کہا وہی ہوگیا

۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ مَااُرَانِیْ اِلَّامَقْتُوْلًا فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَااَتْرُکُ بَعْدِیْ اَعَزَّعَلَیَّ مِنْکَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنٌ فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِکَ خَیْرًا فَاَصْبَحْنَافَکَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ وَدَفَنْتُہٗ مَعَ اٰخَرَ فِیْ قَبْرٍ. (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب جنگ احد پیش آئی تو، رات میں میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا: میرا خیال ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے جو صحابہ مارے جائیں گے ان میں سب سے پہلے مارا جانے والا شخص میں ہوں گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ میں اپنے پیچھے ایسا کوئی شخص نہیں چھوڑ رہا ہوں جو مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو سوائے رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کے اور میرے ذمہ جو قرضہ ہے اس کو ادا کر دینا، نیز اپنی بہنوں کے حق میں میری یہ وصیت سن لو کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس رات کے بعد جو صبح ہوئی تو میرے والد ہی شہید ہونے والوں میں سے سب سے پہلے شخص تھے اور میں نے ان کو ایک اور شخص کے ساتھ قبر میں دفن کیا۔ (بخاری)

توضیح: "اول من یقتل" یعنی رات کے وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کل کے مقتولین شہداء میں سب سے پہلے میں ہوں گا اور اسی طرح ہو گیا، اس جملہ میں کرامت ظاہر ہو گئی کیونکہ جو کہا تھا وہی ہو گیا۔

کھانے میں اضافہ کی کرامت ظاہر ہوگئی

﴿۳﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْسَادِسٍ وَاِنَّ اَبَابَکْرٍ جَاءَ بِثَلٰثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَاِنَّ اَبَابَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشّٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَمَامَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ مَاحَبَسَکَ عَنْ اَضْیَافِکَ قَالَ اَوَمَاعَشَّیْتِیْهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ فَغَضِبَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ اَنْ لَّا تَطْعَمَهٗ وَحَلَفَ الْاَضْیَافُ اَنْ لَّا یَطْعَمُوْهُ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ کَانَ هٰذَا مِنَ الشَّیْطٰنِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَکَلَ وَاَکَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا یَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَکْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ یَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَاهٰذَا قَالَتْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ اِنَّهَا الْاٰنَ لَاَکْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِکَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَاَکَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذُکِرَ اَنَّهٗ اَکَلَ مِنْهَا.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَذُکِرَ حَدِیْثُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ فِی الْمُعْجِزَاتِ)

اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ مفلس لوگ تھے، چنانچہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے شخص کو (اصحاب صفہ میں سے) لے جائے اور جس شخص کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں شخص کو لے جائے یا چھٹے شخص کو بھی لے جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو لیا اور نبی کریم ﷺ

نے دس آدمیوں کو لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضورا کرم ﷺ کے ہاں کھانا کھایا اور وہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے یہاں تک کہ جب عشاء کی نماز ہوگئی تو وہ آنحضرت ﷺ کے گھر چلے آئے اور اس وقت تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب تک کہ نبی کریم ﷺ نے کھانا نہیں کھالیا۔ اسطرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر پہنچے تو رات کا اتنا حصہ کہ جو اللہ نے چاہا گذر چکا تھا۔ اور اس وقت تک نہ صرف ان کے اہل وعیال بلکہ ان کے مہمان بھی گھر میں بیٹھے ان کا انتظار کرتے رہے، گھر میں ان کے داخل ہوتے ہی ان کی بیوی نے کہا: کس چیز نے آپ کو اپنے مہمانوں سے روک رکھا تھا؟ حضرت ابوبکر بولے تو کیا تم نے اب تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی بولیں: ان مہمانوں نے آپ کے آنے تک کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا تا کہ کھانے میں ان کے ساتھ آپ بھی شریک رہیں۔ حضرت ابوبکر سخت غضبناک ہوئے کیونکہ ان کو یہ خیال گذرا کہ گھر والوں ہی کی کوتاہی ہے جو انہوں نے اصرار کر کے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا، چنانچہ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا، پھر ان کی بیوی نے بھی قسم کھالی کہ وہ اس کھانے کو ہرگز نہیں کھائیں گی اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی اس کھانے نہیں کھائیں گے پھر (چند لحوں بعد) ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا اس طرح غضبناک ہو جانا اور قسم کھالینا شیطان سے تھا (یہ کہہ کر) انہوں نے کھانا منگایا اور پھر سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمان جو بھی لقمہ اٹھاتے تھے اس کی جگہ کھانا اور بڑھ جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے فرمایا اے بنوفراس کی بہن! یہ کیسا معاملہ ہے؟ بیوی بولیں: اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانے کا برتن جتنا پہلے بھرا ہوا تھا اس سے سہ چند زیادہ اب بھرا ہوا ہے۔ بہرحال سب نے کھانا کھایا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھی بھیجا اور بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کھانے میں سے تناول فرمایا (بخاری ومسلم) اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت **"کنا نسمع تسبیح الطعام"** باب المعجزات میں نقل کی جا چکی ہے۔

توضیح: "اصحاب الصفة" یہ حضورا کرم ﷺ کے مدرسہ کے طالب علموں کا تعارف ہے، صفہ چبوترے کو کہتے ہیں، آج کل مسجد نبوی میں ایک مربع شکل کی جگہ ہے اسی کا نام صفہ ہے۔ یہ جگہ حضورا کرم ﷺ کے روضہ کے پیچھے ہے۔ یہ مدرسہ مختلف اغراض کے لئے قائم کیا گیا تھا، ایمر جنسی میں یہ جہادی مدرسہ تھا، طلبہ جہاد میں نکل جاتے تھے، گویا یہ محاذ جنگ کے لئے قطعۂ منتظرہ تھا، اگر جنگ کا زمانہ نہیں ہوتا تھا تو یہ طلبہ حضورا کرم ﷺ سے علم سیکھتے تھے، اپنے پیٹ پالنے کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بازار میں فروخت کرتے تھے، ان طلبہ کی تعداد کبھی ۸۰ اور کبھی تعداد چارسو تک جا پہنچتی تھی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہیں پر طالب علم تھے۔ آنحضرت ﷺ نے محلہ کے لوگوں پر ان کا کھانا مقرر فرمایا تھا کہ جس گھر میں جتنے آدمیوں کا کھانا تیار ہوتا ہو وہ اپنے ساتھ اصحاب صفہ میں سے ایک طالب علم بھی لے جائے اور کھانا کھلائے، زیر بحث قصہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین لے گئے اور نبی مکرم ﷺ دس لے گئے اس سے آج کل طلبہ کے وظیفے اکٹھا کرنے اور گھروں سے لانے کا فی الجملہ ثبوت ملتا ہے، جس طرح صوبہ سرحد وغیرہ میں ہے اگرچہ

اصحاب صفہ کو گھروں میں لے جاتے تھے مگر اہل محلہ پر ان کا وظیفہ مقرر تھا، بہرحال کچھ ثبوت ملتا ہے جو کافی ہے۔ "او ما عشیتیھم" یعنی ابھی تک شام کا کھانا نہیں کھلایا؟ "ابوا" یعنی مہمانوں نے انکار کیا کہ جب تک آپ نہیں آئیں گے کھانا نہیں کھائیں گے۔ "لا اطعمہ" یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی اور کہا کہ میں اب ان کے ساتھ نہیں کھاؤں گا، اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا قسم بخدا میں بھی نہیں کھاؤں گی مہمانوں نے بھی نہ کھانے کی قسم کھالی۔

"ربت" یعنی اوپر سے ہم کھا رہے تھے اور نیچے کھانا پیدا ہو رہا تھا۔ "یا اخت بنی فراس" حضرت اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھیں اور بنی فراس قبیلہ سے ان کا تعلق تھا اس نسبت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز دی اس قصہ میں کرامت ظاہر ہوگئی۔

نجاشی کی قبر پر نور کی کرامت ظاہر ہوگئی

﴿۴﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهُ لَايَزَالُ يُرٰى عَلٰى قَبْرِهٖ نُوْرٌ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نجاشی کے انتقال کے بعد ہمارے درمیان اس بات کا چرچا ہوتا تھا کہ نجاشی کی قبر پر ہمیشہ نور دکھائی دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

توضیح: نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا مسلمان ہوگیا تھا صحابہ کی خدمت کی۔ انتقال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا فرشتوں نے جنازہ لا کر سامنے رکھ دیا تھا یا حجابات اُٹھالئے گئے تھے، ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر سے نور کے شعلے اُٹھ رہے تھے، مدینہ منورہ کے لوگوں نے جاتے آتے میں یہ نور دیکھا اسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں، اس میں کرامت ظاہر ہوگئی۔

جسد اطہر کو غسل دینے کے وقت کرامت ظاہر ہوگئی

﴿۵﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اَرَادُوْا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لَانَدْرِيْ اَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهٖ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا اَمْ نَغْسِلُهٗ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَامِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَذَقْنُهٗ فِيْ صَدْرِهٖ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَايَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَقَامُوْا فَغَسَلُوْهُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصُهٗ يَصُبُّوْنَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيْصِ وَيَدْلُكُوْنَهٗ بِالْقَمِيْصِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی اسی طرح اتار دیئے جائیں جس طرح ہم اپنے مردوں کے کپڑے اتار دیتے

ہیں یا آپ کو کپڑوں ہی کے اندر غسل دے دیا جائے؟ جب صحابہ میں اختلاف رائے کا اظہار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب پر نیند کو مسلط کر دیا یہاں تک کہ کوئی شخص ایسا وہاں نہیں رہا جس کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر نہ آگئی ہو اور پھر ان لوگوں نے گھر کے ایک کونہ سے کسی ایسے بولنے والے کی آواز سنی جس سے وہ لوگ بالکل ناواقف تھے، وہ کہہ رہا تھا: نبی کریم ﷺ کو کپڑوں کے اندر غسل دو چنانچہ وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے جسم مبارک کو کپڑوں ہی کے اندر اس طرح غسل دیا کہ اس وقت جسد اطہر پر جو کرتا تھا اسی پر پانی ڈالتے جاتے تھے اور کرتے ہی سے بدن کو ملتے جاتے تھے۔ اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: ''اغسلوا'' جس شخص نے غائبانہ طور پر رہنمائی کی تھی علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت خضر تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نیند کا طاری ہو جانا اور گھر کے کونے سے آواز کا آنا یہ سب کرامات ہیں، اس کی نسبت اگر آنحضرت ﷺ کی طرف کرو تو یہ آپ کا معجزہ ہے اور اگر اس کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرو تو یہ کرامت ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ امت کے کسی فرد سے کرامت کا ظاہر ہونا نبی کے لئے معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ زیر بحث حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا گیا اگرچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو غسل نہیں دیا گیا زیر بحث حدیث ضعیف ہے، بہرحال یہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے اور ان کی تحقیق ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کرامت ظاہر ہوگئی

﴿۶﴾ وَعَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ سَفِينَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْطَأَ الْجَيْشَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ اَوْ اُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَاِذَا هُوَ بِالْاَسَدِ فَقَالَ يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهٗ بَصْبَصَةٌ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت ابن منکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رومی علاقہ میں لشکر کا راستہ بھول گئے تھے یا دشمن کے ہاتھوں قید کر لئے گئے، پھر دشمن کے قبضہ سے نکل بھاگے اور اپنے لشکر کی تلاش میں لگ گئے، اسی دوران ان کی مڈبھیڑ ایک بڑے شیر سے ہوگئی، انہوں نے نہ صرف یہ کہ خطرناک شیر کو سامنے دیکھ کر بھی اپنے اوسان بحال رکھے بلکہ اس کو اس کی کنیت کے ذریعہ مخاطب کر کے کہا: اے ابوحارث! میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں اور میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے، شیر دم ہلاتا ہوا ان کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا اور پھر کسی طرف سے اگر کوئی خوفناک آواز آتی تو شیر اس آواز کی طرف لپکتا

اور پھر واپس آجاتا اسی طرح وہ شیر سفینہ رضی اللہ عنہ کے پہلو بہ پہلو چلتا رہا یہاں تک کہ سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور شیر واپس چلا گیا۔ (شرح السنۃ)

توضیح: "سفینۃ" حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک غلام تھا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس نے چاہا کہ اس کو آزاد کریں مگر شرط یہ رکھی کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہو گے، اس نے کہا کہ آپ مجھے آزاد کریں اور شرط نہ لگائیں میں شرط کے بغیر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رہوں گا، وہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھے، بہرحال حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزادی ملی، پھر سرزمین شام میں صحابہ کرام کے ساتھ ایک جہاد میں ہرقل کے فوجیوں نے چند صحابہ سمیت ان کو گرفتار کر لیا، رات کے وقت حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی طرح کفار کی قید سے رہا ہو گئے اور مسلمانوں کے کیمپ کی طرف روانہ ہو گئے رات کا اندھیرا تھا راستہ بھول گئے، جنگل تک جا پہنچے وہاں درندوں کا خطرہ لاحق ہو گیا تو حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شیر سے کلام کیا اور صورت حال بتائی، کہ اے ابوالحارث! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں راستہ بھول گیا ہوں اس پر شیر نے دم ہلا کر آپ کی حفاظت کے لئے پہرہ دینا شروع کیا، کبھی آگے جاتا تھا کبھی پیچھے ہو جاتا تھا تا کہ کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے یہاں تک کہ آپ کو فوجی کیمپ تک پہنچا دیا جس سے حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت ظاہر ہو گئی۔

حضرت سفینہ کا اصل نام کسی کو معلوم نہیں ہے جہاد کے ایک سفر میں اُنہوں نے اپنے سامان کے ساتھ ساتھیوں کا سامان بھی اُٹھایا پھر ایک ساتھی آگے آتا تھا اور اپنا سامان ان پر لا دتا تھا اور یہ اُٹھاتے تھے، اس پس منظر میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا "انت السفینۃ" یعنی سامان اُٹھانے میں تو تم جہاز اور کشتی ہو۔ اس وقت سے آپ کا نام غائب ہو گیا اور یہی لقب مشہور ہو گیا تبلیغی حضرات اپنے بیانات میں بتاتے ہیں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تبلیغ کے لئے گئے تھے اور دیکھو تبلیغ کے راستے میں درندے کتنا ساتھ دیتے ہیں؟ ان حضرات کا یہ بیان کرنا غلط ہے ان کو حدیث میں تحریف نہیں کرنی چاہئے ورنہ خدا کے سامنے غلط بیانی کا جواب دینا ہو گا اور جواب نہیں بن سکے گا، حدیث میں لشکر کا ذکر ہے۔ "لہ بصبصۃ" کتا یا شیر یا درندہ جب اطاعت اور خوشی کا اظہار کرتا ہے تو وہ دم ہلاتا ہے اسی کو بصبصۃ کہتے ہیں یعنی شیر دم ہلاتا ہوا آیا اور آپ کی حفاظت کرتا ہوا شہر تک پہنچا دیا، علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ ان تلقہ الاسد فی آجامھا تجم

آنحضرت ﷺ کے روضہ سے کرامت ظاہر ہو گئی

﴿۷﴾ وَعَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ قَالَ قُحِطَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَكَوْا اِلٰی عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًی اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَا یَكُوْنَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا

فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّیَ عَامَ الْفَتْقِ.

(رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

اور ابوالجوزاء کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ خشک سالی کی وجہ سے مدینہ والے سخت قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ایسا کرو تم نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر رجوع کرو اور حجرہ کی چھت میں سے کچھ سوراخ آسمان کی طرف اس طرح کھول دو کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے چنانچہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور پھر بہت بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اتنا نکلا کہ اونٹ فربہ ہوگئے یہاں تک کہ چربی کی زیادتی سے ان کی کوکھیں گویا پھٹ گئیں اس وجہ سے سال کا نام ہی فتق کا سال پڑ گیا۔ (دارمی)

توضیح: "کوی" دریچہ کو کہتے ہیں، حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں مدفون ہیں، مکان کی چھت ہے اسی چھت میں ایک دریچہ کھولا گیا تاکہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی حائل نہ رہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یا تو یہ تھا کہ جب آسمان حضور اکرم ﷺ کی قبر کو دیکھ لے گا تو روئے گا تو بارش ہوگی جس کا **"فما بکت علیهم السمآء"** سے اشارہ ملتا ہے کہ انبیاء وصلحاء کے لئے آسمان روتا ہے۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کی حیات میں بطور سفارش پیش کیا جاتا تھا تو بارش ہو جاتی تھی اب بطور شفاعت قبر کو جب ظاہر کریں گے تو بارش ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوگیا اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی کرامت ہے، روضۂ اطہر کی بھی کرامت ہے، جو درحقیقت نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

"تفتقت" فتق پھٹنے اور پھیلنے کو کہتے ہیں۔ زیادہ سبزہ چرنے کی وجہ سے جانوروں کی کوکھیں پھول جاتی ہیں گویا پھٹ رہی ہیں۔ پھر اس سال کا نام بھی اسی وجہ سے عام الفتق ہوگیا۔

روضۂ اطہر سے ایک اور کرامت ظاہر ہوگئی

﴿۸﴾ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ لَمَّا کَانَ اَیَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ یُؤَذَّنْ فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا وَلَمْ یُقَمْ وَلَمْ یَبْرَحْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ الْمَسْجِدَ وَکَانَ لَا یَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ یَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

اور حضرت سعید ابن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں تین روز تک مسجد نبوی ﷺ میں نہ تو اذان دی گئی نہ تکبیر کہی گئی اور نہ حضرت سعید ابن مسیب مسجد سے باہر نکلنے پائے۔ (اور سعید بن مسیب ان دنوں میں) ان نماز کا وقت صرف اس آہستہ گنگناہٹ جیسی آواز سے شناخت کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے حجرہ کے اندر سے آتی

ہوئی وہ سنتے تھے۔ (دارمی)

توضیح: "ایام الحرۃ" یزید بدقسمت نے شام سے ایک لشکر بھیجا تھا تا کہ اہل مدینہ سے یزید کے لئے بیعت لے ورنہ ان پر چڑھائی کرے اور مدینہ کو تاراج کردے چنانچہ واقعہ حرہ میں اہل مدینہ سے شامیوں کی زبردست جنگ ہوئی اور مدینہ کے بڑے بڑے صحابہ شہید ہوگئے اس موقع پر مدینہ تاریکی میں ڈوب گیا، نہ دن کا پتہ چلتا تھا نہ رات کا۔ اس میں نماز پڑھنے کے اوقات کا مسئلہ پیدا ہوگیا تو روضۂ اطہر سے نماز کے وقت ایک فریاد کی آواز اٹھتی تھی جس سے اندازہ ہوجاتا تھا کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ "ھمھمۃ" گنگناہٹ کو کہتے ہیں یعنی فریاد کی سی آواز ہوتی تھی، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں پارہ ۲۶ ص ۷۲ پر یزید کے مظالم کا ذکر کیا ہے اور کربلا میں شہداء کے سروں کو شام میں یزید کے پاس بھیجنے اور یزید کے خوش ہونے بلکہ کلمۂ کفر کہنے کو اس طرح بیان کیا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لما بدت تلک الحمول واشرفت ۔۔۔ تلک الرؤس علی شفا جیرون

ترجمہ: جب علاقہ جیرون کے کنارے پر یہ سواریاں اور اس پر لادے ہوئے یہ سر ظاہر ہوگئے۔

نعب الغراب فقلت قل اولا تقل ۔۔۔ فقد اقتضیت من الرسول دیونی

ترجمہ: تو کوا کائیں کائیں کرنے لگا میں نے ان سے کہا تم کائیں کائیں کرو یا نہ کرو میں نے رسول سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ یہ اشعار ثابت ہیں لہٰذا یزید کافر ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک یزید کافر نہیں ہے، فاسق اور فاجر ہے، یہ اشعار تفسیر مظہری نے بھی جلد ۵ صفحہ ۲۷ پر لکھے ہے۔

قسطنطنیہ کے جہاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو بھیجا مگر اس نے بہانہ کیا اور کہا میں بیمار ہوں وہاں لشکر کو سخت تکلیف پہنچی تو یزید نے بطور خوشی یہ اشعار کہہ دیئے۔

لست ابالی بما لاقت جموعهم ۔۔۔ بفر قدونة من حُمّی ومن حوم

ترجمہ: مقام فرقدونہ میں مجاہدین کو جو بخار آیا اور ان کے ہونٹ پھٹ گئے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

اذا جلست علی الانماء متکأً ۔۔۔ بدیر مروان عند ام کلثوم

ترجمہ: جب کہ میں دیر مروان میں قالینوں پر ام کلثوم کے پاس تکیہ لگا کر بیٹھ جاؤں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ دھوکہ کر کے پیچھے رہ گیا ہے تو آپ نے دوبارہ حکم جاری کیا اور اس کو اس غزوہ میں بھیجا، یہ امیر بھی رہا مگر اعتبار آخر انجام کا ہے! اس کو کیا حق حاصل تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مار کر حکومت کرتا اور بیت اللہ پر بمباری کر کے حکومت حاصل کرتا۔ حرہ کا یہ واقعہ ۶۳ھ میں پیش آیا تھا اور کچھ وقت بعد یزید مر گیا، کچھ تفصیلات آئندہ فضائل حسین رضی اللہ عنہ کے تحت آرہی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کرامت ظاہر ہوگئی

﴿۹﴾وَعَنْ اَبِیْ خَلْدَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی الْعَالِیَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهٗ عَشَرَ سِنِیْنَ وَدَعَالَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهٗ بُسْتَانٌ یَحْمِلُ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَیْنِ وَكَانَ فِیْهَا رَیْحَانٌ یَجِیْءُ مِنْهُ رِیْحُ الْمِسْكِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت ابوخلدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے پوچھا کہ کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے حدیثیں سنی ہیں؟ حضرت ابوالعالیہ نے جواب دیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دس سال رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ نیز ان کو نبی کریم ﷺ کی دعا لگی ہوئی تھی، ان کا جو باغ تھا اس میں سال کے اندر دو دفعہ پھل آتے تھے اور اس باغ میں جو پھول تھے ان سے مشک کی خوشبو پھوٹتی تھی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

الفصل الثالث

حضرت سعید بن زید کی کرامت

﴿۱۰﴾عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ نُفَيْلٍ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ وَادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِنْ اَرْضِهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَاشَيْئًابَعْدَالَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًامِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اللّٰهُ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ لَااَسْئَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَهٰذَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَافِيْ اَرْضِهَا فَقَالَ فَمَامَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذْوَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَبِمَعْنَاهُ وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِالَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَافَوَقَعَتْ فِيْهَافَكَانَتْ قَبْرَهَا)

حضرت عروہ ابن زبیرابن العوام بیان کرتے ہیں کہ اروی بنت اوس کوحضرت سعید ابن زید بن عمرو ابن نفیل سے مخاصمت ہوئی اوران کے خلاف استغاثہ لیکر مروان ابن حکم کی عدالت میں گئی، اروی نے دعویٰ کیا کہ سعید ابن زید نے میرا ایک قطعہ زمین دبالیا ہے۔ حضرت سعید نے یہ دعویٰ سن کراس کوبعید ازامکان قرار دینے کے لئے کہا کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد سننے کے بعد بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اس عورت کی زمین دبالوں گا۔ مروان نے پوچھا تم نے رسول کریم ﷺ سے کیاسنا ہے؟ حضرت سعید نے بیان کیا: میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی بالشت بھرزمین بھی زبردستی ہتھیالے گا تو اللہ تعالیٰ اس زمین کے ساتوں طبقوں کوطوق بنا کراس شخص کے گلے میں ڈالے گا۔ مروان نے حضرت سعید سے کہا کہ اس دلیل کے بعد میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا کہ تم سے گواہ طلب کروں تاہم حضرت سعید نے کہا اے اللہ! یہ عورت اگر جھوٹی ہے تواس کی بینائی چھین لے اوراس کواسی زمین میں موت دے۔ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ مرنے سے پہلے وہ عورت اندھی ہوگئی تھی اورایک دن اسی زمین پر چل رہی تھی کہ اچانک ایک گہرے گھڑے میں گری اور وہیں مرگئی۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں جوحضرت محمد ابن زید ابن عبداللہ ابن عمر سے اس روایت کے ہم معنی منقول ہے یوں ہے کہ انہوں نے (یعنی محمد بن زید) دیکھا کہ وہ عورت جواندھی ہوچکی تھی ٹٹولتی ہوئی چل رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ مجھے سعید ابن زید کی بددعا کھاگئی، اور پھر یہ ہوا کہ جب وہ اس کنویں کے پاس سے گذررہی تھی جو اسی مذکورہ زمین پرواقع گھر میں تھا تو اچانک اس میں گرگئی مرگئی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

توضیح: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شان والے صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، مذکورہ عورت نے ان پر دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے میری زمین چھین لی ہے۔ "لا اسأ لک بینة" یعنی میں مانتا ہوں کہ اس حدیث کو یاد رکھتے ہوئے آپ نے زمین نہیں چھینی ہے (لیکن ضابطہ کی کاروائی ضروری ہے یا گواہ ہوں یا قسم ہو) اس پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے زمین ہی کو ترک کردیا اور اس بدقسمت عورت کو سخت بددُعا دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی زمین اس عورت کی قبر بنی اور بے گور و کفن وہ ایک اندھے گندے کنوئیں میں گرگئی اور مرگئی۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شافعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس گواہ نہیں تھے تو ان سے قسم مانگی گئی اور مروان نے کہا کہ اب بینة نہیں ہے تو صرف قسم کافی ہے، بہر حال بات وہی ہے کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے قصہ ہی ختم کردیا، ہائے افسوس! مروان حاکم ہے اور صحابی رسول جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت

﴿۱۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَيْشًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيْحُ يَاسَارِیَ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَيْشِ فَقَالَ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَقِيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ يَصِيْحُ يَاسَارِیَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو لشکر بھیجا تھا اس کا سپہ سالار ساریہ نامی شخص کو بنایا تھا ایک دن جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) خطبہ ارشاد فرمارہے تھے تو انہوں نے اچانک چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ لوگوں کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور پھر جب لشکر سے ایک ایلچی آیا اور اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! دشمن نے تو ہمیں آلیا تھا اور ہم شکست سے دوچار ہوا ہی چاہتے تھے کہ اچانک ایک شخص کی آواز آئی جو چلا چلا کر کہہ رہا تھا ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، چنانچہ ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت بان بنالیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "یاساری" اس صحابی کا نام "سارية" تھا مگر یہاں ترخیم اسنادی کے طور پر ان کا نام یا ساری پکارا گیا ہے۔ "الجبل" یعنی پہاڑ کی طرف ہوجاؤ، پہاڑ کو پشت کی جانب رکھو فارس کے معرکوں میں "قادسیہ" کا معرکہ اور "نہاوند" کا معرکہ مشہور ترین معرکوں میں سے ہیں، نہاوند کے معرکہ میں دشمن پیچھے سے حملہ کرنے والا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ منبر نبوی پر بیٹھے ہوئے آواز دی کہ پہاڑ کی طرف پشت کرو یا فرمایا: پہاڑ سے خطرہ ہے، لوگ اس بے جوڑ کلام پر متحیر ہوئے کہ خطبہ جمعہ میں اس کلام کا کیا مطلب ہے؟ لیکن جب وہاں سے لوگ آئے اور میدان جنگ میں آواز سننے کا قصہ بیان کی تب حقیقت سمجھ میں آگئی۔

اس ایک واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کئی کرامات ظاہر ہوئیں: پہلی کرامت یہ کہ آپ نے نہاوند میں میدان جنگ کا نقشہ

ہزاروں میل دورے سے دیکھا، دوسری کرامت یہ کہ مدینہ سے ان کی آواز اتنی دور تک جا پہنچی، تیسری کرامت یہ کہ نقشہ جنگ کو آپ نے مدینہ سے تبدیل کیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی عبادات جس طرح نماز روزہ اور حج ہیں اسی طرح جہاد بھی سنت پیغمبری اور عبادت ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ:

جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری است جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی کرامت

۱۲ وَعَنْ نُبَيْهَةَ بْنِ وَهْبٍ اَنَّ كَعْبًا دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَعْبٌ مَامِنْ يَوْمٍ يَطْلُعُ اِلَّانَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًامِنَ الْمَلٰئِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوْا بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَاامْسَوْا عَرَجُوْا وَهَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْاَرْضُ خَرَجَ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ يَزِفُّوْنَهٗ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت نُبَیہ ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب مجلس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا: کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ فجر طلوع ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پروں کو قبر شریف پر مارتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور انہی کی طرح دوسرے فرشتے اترتے ہیں جو ان کی طرح صبح تک یہی کرتے ہیں، یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب کہ قبر شریف شق ہوگی اور آپ قبر سے اٹھیں گے اور ستر ہزار فرشتے محبوب کو حبیب تک پہنچائیں گے۔

توضیح: "فقال کعب" کعب احبار رضی اللہ عنہ تورات کے حافظ اور یہود کے بڑے عالم تھے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لہٰذا تابعی ہیں صحابی نہیں ہیں، اگر کعب احبار رضی اللہ عنہ کو بذریعہ کشف ان فرشتوں کا پتہ چلا ہے تو یہ ان کی کرامت ہے اور اگر سابقہ آسمانی کتابوں سے معلوم ہوا ہے تو پھر کرامت نہیں بلکہ علم ہے اس روایت کو کرامات کے باب میں ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ کعب رضی اللہ عنہ کو کشف سے معلوم ہوا۔ "یزفونہ" یعنی جیسے ایک محبوب کو دوسرے محبوب کی طرف لے جانے کے لئے جلوس کی شکل میں لے جایا جاتا ہے، اسی طرح فرشتے قیامت کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف پروقار جلوس میں لے جائیں گے۔

مورخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

باب وفاۃ النبی ﷺ

نبی مکرم ﷺ کی وفات کا بیان

یہاں یہ باب عنوان کے بغیر رکھا گیا ہے، صاحب مشکوۃ کبھی کبھی ایسا کرتے ہیں اس قسم بلاعنوان باب اکثر و بیشتر سابقہ باب کے ذیلی مضمون پر مشتمل ہوتا ہے لیکن یہاں اس باب کو سابقہ باب کا ذیلی مضمون نہیں کہا جاسکتا کیونکہ سابقہ باب کرامتوں پر مشتمل ہے اور یہ باب، وفات النبی کی احادیث پر مشتمل ہے لہٰذا تمام شارحین نے کہا ہے کہ اس بلاعنوان باب کا عنوان یقیناً یہی ہے۔ "باب وفات النبی ﷺ" اس کے بعد بھی ایک باب بلاعنوان آرہا ہے لیکن اس کا عنوان خود بخود احادیث کو دیکھ کر سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس باب کا عنوان باب ترکۃ النبی ﷺ ہے لہٰذا وہ باب اس مذکورہ باب کے ساتھ بالکل ملحق اور مناسب ہے، اس کی تمام احادیث ترکہ سے متعلق ہیں، وہ باب سابق باب کے لئے بطور ذیل ہے۔

نبی مکرم ﷺ کی وفات کا تاریخی پس منظر

۲۸ صفر ۱۱ھ ہجری میں آنحضرت ﷺ کی بیماری کی ابتداء ہوئی اور چودہ دن بیمار رہ کر ۱۲ ربیع الاول بروز پیر آپ کا وصال ہوگیا، اس تاریخ میں کوئی اختلاف یا کوئی تردد نہیں ہے، اسی وجہ سے ربیع الاول کا نام پہلے لوگوں کے ہاں بارہ وفات مشہور تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی تاریخ ۸ ربیع الاول ہے بعض اہل تحقیق نے ۹ ربیع الاول بتائی ہے۔ ۹ ربیع الاول کی تاریخ سند کی مضبوطی کے لحاظ سے اگرچہ راجح ہے لیکن عوام الناس کے عمل نے ۱۲ ربیع الاول کو متعین کردیا ہے ورنہ تاریخی لحاظ سے یہ تاریخ کمزور ہے مگر وفات اور ولادت ایک ہی تاریخ میں اگر ہوجائے تو اس سے امت مسلمہ کو شاید یہ پیغام دینا مقصود ہے کہ نہ اس دن کو بطور ماتم منایا جائے اور نہ بطور جشن منایا جائے کیونکہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی وفات پر ماتم کرنا چاہتا ہے اس کو کہا جائے گا کہ ماتم نہ کرو اس دن تو حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی بھی ہے اور جو شخص جشن منانا چاہتا ہے اس کو کہا جائے گا کہ جشن نہ مناؤ کیونکہ اس دن تو حضور اکرم ﷺ کا انتقال بھی ہوا ہے۔ بہرحال بیماری کے ان دنوں میں آنحضرت ﷺ نے خود نمازیں نہیں پڑھائیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا، ۱۷ نمازوں کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کرائی۔

وفات سے پہلے آنحضرت ﷺ نے غزوات کے سلسلہ میں آخری لشکر جیش اسامہ کو روانہ فرمایا اور اپنے ہاتھ سے ان کا جنگی جھنڈا باندھا امت کے لئے آنحضرت ﷺ کا آخری جملہ نماز کے متعلق یہ تھا: **"الصلوۃ وما ملکت ایمانکم"**

یعنی نماز کی پابندی کرو اور ماتحتوں پر ظلم نہ کرو اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے رب کے ساتھ مناجات کی اور فرمایا: "اللھم الرفیق الاعلی" یہ آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والا زندگی کا آخری کلمہ ہے۔ آپ کی وصیتوں میں سے آخری تین وصیتیں یہ تھیں: (۱) جزیرۂ عرب سے یہودیوں کو نکال دو۔ (۲) جیش اُسامہ کو روانہ کر دو۔ (۳) وفد کو اسی اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس کیا کرو جس طرح اکرام میں کرتا ہوں، آپ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفنا کر دفنایا گیا، پیر اور منگل کے دو دن جنازہ پڑھنے کا اہتمام کیا گیا اور بدھ کی رات آپ قبر شریف میں اُتارے گئے آپ کی قبر لحد کی صورت میں تھی، حجرۂ عائشہ میں جہاں وفات ہوئی اسی جگہ میں دفنائے گئے، آپ کے جنازہ کے لئے کسی امام کو مقرر نہیں کیا گیا بلکہ آپ خود امام تھے لوگ آتے رہے اور انفرادی طور پر جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ سب سے پہلے فرشتے آئے پھر انسانوں نے جنازہ پڑھا، جنات نے بھی جنازہ پڑھا اور پھر تدفین ہوئی۔

الا انما کانت وفات محمد　　　دلیل علی ان لیس للہ غالب

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　　یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الفصل الاول

حضور اکرم ﷺ کی آمد پر اہل مدینہ کی خوشیاں

﴿۱﴾ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَجَعَلَا يُقْرِاٰنِنَا الْقُرْاٰنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَّبِلَالٌ وَّسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ فِيْ عِشْرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَارَاَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ فَرْحَهُمْ بِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْجَاءَ فَمَاجَاءَ حَتّٰى قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِيْ سُوَرٍ مِثْلِهَا مِنَ الْمُفَصَّلِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت براء ابن عازب کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں جو حضرات سب سے پہلے ہمارے ہاں آئے وہ حضرت مصعب ابن عمیر اور حضرت ام مکتوم تھے، ان دونوں حضرات نے ہمیں قرآن کی تعلیم دینا شروع کردی تھی، پھر حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابن رباح اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابن ابی وقاص آئے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب نبی کریم ﷺ کے بیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائے، ان کے بعد نبی کریم ﷺ نے نزول اجلال فرمایا حقیقت یہ ہے کہ میں نے مدینہ والوں کو آپ کی تشریف آوری پر جتنا فرحاں وشاداں دیکھا تھا اتنی خوشی وشادمانی ان کو کسی خوشی کے موقع پر حاصل نہیں تھی میں نے یہاں تک دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے، لڑکیاں یہ نعرے لگا رہے تھے: یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہماری بستی میں تشریف لائے ہیں اور میں نے آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی مفصل (یعنی اوساط مفصل کی ہم مثل سورتوں میں سے سورہ ﴿سبح اسم ربک اعلی﴾ سیکھ لی تھی۔ (بخاری)

توضیح: "الولائد" ولیدۃ کی جمع ہے۔ بچیوں کو کہتے ہیں، خوشی میں عام لوگ **"جاء رسول اللہ ھذا رسول اللہ قدجاء"** کے الفاظ سے استقبال کررہے تھے، بچے اور بچیاں بھی ساتھ دے رہی تھیں اور سب مل کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

طلع البدر علینا، من ثنیات الوداع — وجب الشکر علینا، مادعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا — لقد جئت بالامر المطاع

بعض بچیاں یہ کہہ رہی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار — یا حبذا محمدًا بجار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم والے تھے

﴿۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًاخَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ اَنْ یُّؤْتِیَہٗ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا مَاشَاءَ وَبَیْنَ مَاعِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَاعِنْدَہٗ فَبَکٰی اَبُوْبَکْرٍ قَالَ فَدَیْنَاکَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَافَعَجِبْنَا لَہٗ فَقَالَ النَّاسُ اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَاالشَّیْخِ یُخْبِرُرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍخَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ اَنْ یُّؤْتِیَہٗ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَہٗ وَھُوَیَقُوْلُ فَدَیْنَاکَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَافَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَالْمُخَیَّرُ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا. (مُتفق عَلَیْہِ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو وہ اس دنیا کی بہار کا انتخاب کرلے جو اللہ دینا چاہے اور چاہے اس چیز کا انتخاب کرلے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، پس اس بندہ نے اللہ کے ہاں کی نعمتوں کا انتخاب کرلیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یکدم رو پڑے اور عرض کیا یارسول اللہ! اگر ہماری جانوں کا نذرانہ کچھ کارگر ہوسکے تو ہم آپ پر قربان ہوں، ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں ہم لوگوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سخت حیرت ہوئی، چنانچہ کچھ لوگوں نے تو یہ بھی کہا کہ ذرا ان بڑے میاں کو تو دیکھو۔ رسول کریم ﷺ تو کسی بندے کا حال بیان فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا ہے کہ چاہے دنیا کی بہار کا انتخاب کرے اور چاہے اللہ کے ہاں نعمتوں کا، اور یہ بڑے میاں کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ پر قربان ہوں ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں؟۔ پس حضور اکرم ﷺ ہی کو دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تھا اور بلاشبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دانا تھے (انہوں نے اس رمز کو پہچان لیا کہ جس بندہ کو اختیار دیئے جانے کا ذکر کیا جارہا ہے وہ خود آنحضرت ﷺ ہی ہیں)۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: سورہ نصر کے نزول پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا میں رہنے یا اٹھنے کا اختیار دیا ہے یہ آنحضرت ﷺ اپنے متعلق فرمارہے تھے، عام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ کسی اور بندے کا ذکر فرمارہے ہیں مگر اصل میں سورۃ نصر کا نزول اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا دعوتی مشن جزیرۂ عرب میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اب آپ کو زمین پر باقی رکھنے کے بجائے آسمانوں پر اٹھانا چاہئے تاکہ رفیق اعلیٰ سے ملاقات ہوجائے۔ اس اشارہ اور دقیق وعمیق علم کو صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا لہٰذا رونے لگے اس سے صحابہ کو معلوم ہوا کہ ان میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

آخری نماز اور آخری خطاب

﴿۳﴾ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِیْنَ

كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کی مانند کہ جو زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہا ہو، احد کے شہیدوں پر آٹھ سال بعد نماز پڑھی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: میں تمہارے آگے تمہارا میر منزل ہوں، میں تمہارا شاہد ہوں، تم سے کیا گیا وعدہ پورا ہونے کی جگہ حوض کوثر ہے اور یقین جانو میں اس وقت بھی اپنے منبر پر بیٹھا ہوا حوض کوثر دیکھ رہا ہوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور میں اس بات سے تو نہیں ڈرتا کہ تم سب میرے بعد کفر وشرک اختیار کر لو گے البتہ مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا میں تمہاری دلچسپی زیادہ ہو جائے گی، بعض راویوں نے یہاں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں: اور تم قتل وقتال کرنے لگو گے اور پھر تم لوگ بھی اسی طرح ہلاکت وتباہی کا شکار ہو جاؤ گے جیسے پہلے لوگ ہلاک وتباہ ہو گئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "صلی اعلی قتلی" تدفین کے بعد تین دن سے زیادہ گذر جانے کے بعد کسی قبر پر نماز جنازہ نہیں ہوتی نیز جس کا جنازہ ہوا ہو اس کی قبر پر بھی جنازہ نہیں ہوتا، یہاں جو کچھ ہوا ہے یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے بعض نے صلی بمعنی دُعا لیا ہے پھر تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ "کالمودع" زندوں کو رخصت کرنا تو واضح ہے اور مُردوں کو رخصت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مُردوں کی قبروں پر آنا اور ان کے لئے دُعائیں کرنا یہ سلسلہ اب ختم ہو گیا گویا آپ نے ان سب کو رخصت کیا۔ "فرط" اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی آنے والے کے لئے پہلے سے جگہ اور سامان تیار کر کے انتظام کرے یہاں "میر منزل" ترجمہ کرنا بہتر ہے۔

آنحضرت ﷺ پوری امت کے لئے بطور شفیع المذنبین پہلے چلے گئے۔ "شہید" اس کا معنی حاضر ناظر نہیں ہے بلکہ یہ امت جب سابقہ امتوں پر گواہی دے گی تو وہ لوگ جرح کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے زمانے میں یہ لوگ موجود نہیں تھے ہم پر ان کی گواہی غلط ہے، اس جرح کی تزکیہ کے لئے حضور اکرم ﷺ گواہی دیں گے کہ میری امت نے صحیح کہا ہے جیسے قرآن میں ہے "لتکونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا" اگر شہید کا معنی حاضر ناظر ہے تو پھر یہ امت اپنے نبی سے زیادہ حاضر ناظر ہو جائے گی کیونکہ امت تو تمام انسانوں پر گواہ ہے اور نبی مکرم ﷺ صرف اپنی امت پر گواہ ہیں۔ "خزائن الارض" یعنی دنیا کے خزانے میری امت کو مل جائیں گے کیونکہ یہ جہاد کرے گی تو خزانے ملیں گے، مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری لمحات

﴿۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ عِنْدَمَوْتِهٖ وَدَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَبِيَدِهٖ سِوَاكٌ وَاَنَامُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّعَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَبِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهٗ فَاَمَرَّهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فِيْهَامَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَيَقُوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهٗ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهٗ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن انعامات سے مجھے خصوصی طور پر نوازا، ان میں سے یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے میرے گھر میں اور میری باری کے دن وفات پائی، آپ نے میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے وقت میرے اور آپ کے لعاب دہن کو اکٹھا کر دیا اور ان آخری لمحات میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر جب میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول کریم ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ آپ کی نظر ان کی طرف (یعنی عبدالرحمٰن کی طرف یا یہ کہ ان کی مسواک کی طرف) اٹھ رہی ہے، میں یہ بات چونکہ جانتی تھی کہ آپ مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں، اس لئے میں نے پوچھا کہ کیا عبدالرحمٰن سے یہ مسواک آپ کے لئے لے لوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر آپ کو دے دی۔ آپ نے دشواری محسوس کی، اب میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی آسانی کے لئے اس مسواک کو نرم کر دوں؟ آپ نے پھر سر کے اشارہ سے اجازت دی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ نے وہ مسواک اپنے دانتوں پر پھیری اور آپ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا اس پانی میں آپ اپنے دونوں ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے اور فرماتے "لا الہ الا اللہ" موت کے وقت سختیاں ہیں، پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا شروع کیا: اے اللہ: مجھ کو رفیق اعلیٰ میں شامل فرما! یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی اور آپ کے دست مبارک نیچے گر پڑے۔ (بخاری)

توضیح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر فخر کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی حیات کے آخری لمحات اور آخری خدمات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انجام دیں۔ "فی بیتی" یعنی حجرۂ عائشہ میں انتقال ہوا۔ "یومی" یعنی میری باری میں آپ کا انتقال ہوا، حضور اکرم ﷺ کی چاہت سے ازواج مطہرات نے اپنی باریاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیں مگر خدا کا کرنا ایسا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال اُن دنوں میں ہوا جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری آئی۔ "بین

"سحری و نحری" سحر سینہ کو کہتے ہیں اور نحر گلے کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کے آخری ﷺ لمحات میں مجھے ان سے وہ قرب عطا کیا کہ میرے سینے کے درمیان آپ ﷺ میری گود میں آرام فرما رہے تھے، ہنسلی کی ہڈی کو نحر کہا گیا ہے، گلا مراد ہے۔

"ریقی" جسمانی قرب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے روحانی قرب عطا کیا کہ میری لعاب اور حضرت کے لعاب کو مسواک کے واسطہ سے جمع فرما دیا۔ "امرّہ" منہ میں مسواک گھمایا، چلایا، استعمال کیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو موت سے پہلے موت کا اختیار دیا جاتا ہے

﴿۵﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّاخُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ہر نبی کو اس کے مرض الموت میں دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیدیا جاتا ہے، پھر جب آنحضرت ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور آواز سخت بھاری ہوگئی تو اس وقت میں نے سنا آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے (الٰہی) مجھ کو ان لوگوں میں شامل فرما جن پر تو نے اپنا فضل وانعام کیا ہے کہ وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، ان دعائیہ الفاظ سے میں سمجھ گئی کہ آنحضرت ﷺ کو اختیار دیدیا گیا ہے۔
(بخاری ومسلم)

توضیح: "خیر" دنیا میں جتنے انسان آئے ہیں سب کو موت کے وقت فرشتہ کھینچ کر لے جاتا ہے اور کوئی مہلت نہیں دی جاتی ہے صرف انبیاء کرام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ موت سے پہلے فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتا ہے کہ نبی کا کیا خیال ہے، میری طرف آتا ہے یا دنیا میں رہنا چاہتا ہے؟ تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کو اختیار کیا ہے، یہ اجازت صرف ایک اعزاز و اکرام ہے، یہی معاملہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی ہوا جس طرح آئندہ حدیث میں آرہا ہے۔ "بحۃ" با پر ضمہ ہے حا پر شد ہے کھانسی کو بھی کہتے ہیں اور گلے میں بھاری پن آنے سے آواز کے موٹے ہو جانے کو بھی کہتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غم

﴿۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّاثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَالْيَوْمِ فَلَمَّامَاتَ قَالَتْ يَااَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّادَعَاهُ يَااَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَااَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّادُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَااَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْاعَلٰى

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ. (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور مرض کی شدت آپ پر بیہوشی طاری کرنے لگی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں: ہائے میرے بابا جان کو کیسی سختی نے گھیرا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آج کے بعد پھر تمہارے بابا جان کو کوئی سختی نہیں گھیرے گی، مطلب یہ تھا کہ کرب اور سختی مرض کی شدت کی وجہ سے ہے اور اس کرب وسختی کا احساس ظاہر جسم سے تعلق رکھنے کے سبب سے ہے لیکن آج کے دن کے بعد جب اس جسم سے تعلق ختم ہو چکا ہوگا اور صرف روحانی ومعنوی علائق باقی رہ جائیں گے تو پھر سکون ہی سکون ہوگا اور پھر جب آپ کا انتقال ہوگیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ سے یہ الفاظ نکلے: اے میرے بابا جان! اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور آپ اس دعوت کو قبول کر کے اپنے پروردگار کے پاس چلے گئے۔ اے میرے بابا جان! اے وہ مقدس ذات! جس کا مستقر جنت الفردوس ہے۔ اے میرے بابا جان! ہم آپ کی وفات کی خبر جبرئیل کو پہنچاتے ہیں، بعد میں جب آپ کو دفن کردیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے اختیار ہو کر کہنے لگیں اے انس اور اے صحابہ رسول رضی اللہ عنہم! تم لوگوں نے آخر کیسے گوارہ کرلیا کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنے لگے؟ (بخاری)

توضیح: "یتغشاہ الکرب" کرب ناقابل برداشت شدید غم کو کہتے ہیں یہاں بیہوش ہونا مراد ہے اور یتغشیٰ ڈھانپنے کے معنی میں ہے۔ آنحضرت ﷺ پر جب شدت مرض کی وجہ سے غشی طاری ہوجاتی تھی تو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فریاد کرنے لگتی تھیں اور فرماتی تھیں۔ "واکرب اباہ" ہائے ابا جان کی مصیبت! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین مراحل میں آنحضرت ﷺ سے الگ الگ انداز میں غم کا اظہار فرمایا ہے، ایک بیماری کے مرحلہ میں دوسرا وفات کے بعد اور تیسرا تدفین کے بعد تینوں مراحل میں انتہائی درد کے انداز سے غم کا اظہار فرمایا۔ "لیس علی ابیک" آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تسلی دیدی کہ آج کے بعد تیرے ابا جان پر کوئی مصیبت نہیں ہوگی، یہ جسمانی بوجھ ہے جب ختم ہوگیا تو ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا۔

"یا ابتاہ" اس جملہ میں الف ندبہ کے لئے ہے یعنی ہائے میرے پیارے ابا جان! "الی جبرئیل ننعاہ" یعنی آپ کی موت کی خبر ہم جبرئیل امین کو دیتے ہیں کیونکہ دنیا میں یہ دونوں محبوب ایک دوسرے کے غم میں شریک تھے۔

"اطابت انفسکم" یعنی اوانس رضی اللہ عنہ! تمہارے دلوں نے یہ کیسے گوارا کیا کہ اپنے ہاتھوں سے آنحضرت ﷺ کی قبر پر مٹی ڈالدی۔ کہتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی تدفین کے بعد قبر پر گئیں اور رورو کر یہ اشعار پڑھے:

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لایشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لوانہا صبت علی الایام صرن لیا لیا

کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس شدید غم میں آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث نے بطور تسلی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طرح تعزیت کی: ۔

افاطم ان جزعت فذاک عذر وان لم تجزعی ذاک السبیل،

فقبر ابیک سید کل قبر وفیہ سید الناس الرسول،

ایک عاشق رسول شاعر نے روضۂ اقدس پر حاضری دی تو حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا، آج تک یہ اشعار آنحضرت ﷺ کے روضۂ اقدس پر لکھے ہوئے ہیں، ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں: ۔

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمہ فطاب من طیبھن القاع والاکم،

ترجمہ: اے رسول ﷺ! جس کا جسد مبارک کھلے میدان میں دفن کیا گیا ہے۔ جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم،

ترجمہ: میری جان اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں۔ گویا قبر میں شرافت وسخاوت اور عظمت موجود ہے۔

الفصل الثانی

اہل مدینہ کے لئے حضور اکرم ﷺ کی آمد کی خوشی اور وفات کا غم

﴿۷﴾عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّاقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا لِقُدُوْمِهٖ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِىْ رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ قَالَ مَارَاَيْتُ يَوْمًا قَطُّ كَانَ اَحْسَنَ وَلَااَضْوَءَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَافِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَارَاَيْتُ يَوْمًا كَانَ اَقْبَحَ وَلَااَظْلَمَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَانَفَضْنَااَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّالَفِىْ دَفْنِهٖ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مدینہ میں نزول اجلال فرمایا تھا تو حبشیوں نے نیزوں کے کھیل کرتب دکھائے تھے۔(ابوداؤد) اوردارمی نے جوروایت نقل کی ہے اس میں یوں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس دن سے زیادہ حسین اورروشن دن اورکوئی نہیں دیکھا جس دن رسول کریم ﷺ تشریف لائے تھے اورمیں نے اس دن سے زیادہ برااورتاریک دن اورکوئی نہیں دیکھا جس دن رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی۔اورترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہاجب وہ دن آیا کہ رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ہر چیز پرنور پھیل گیاجب وہ دن آیا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی اورآپ کی تدفین کے بعد ہم نے ابھی اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑی بھی نہیں تھی بلکہ آپ کی تدفین ہی میں مشغول تھے کہ اپنے دلوں میں ایک دوسرے سے ناآشنائی محسوس کرنے لگے تھے۔

توضیح: آنحضرت کی وفات سے اتناروحانی اثر ہوا کہ ہاتھ سے مٹی جھاڑنے سے پہلے پہلے زندہ لوگوں کے دلوں پر اثر ہوااور پہلے کی طرح روحانیت نہیں رہی تو آج کل ڈیڑھ ہزارسال بعدلوگوں کا کیا حال ہوگا......؟

حضور اکرم ﷺ کی تدفین کی جگہ اللہ تعالیٰ کو پسند تھی

﴿۸﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّاقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَلَفُوْافِىْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًاقَالَ مَاقَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّااِلَّافِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ اِدْفِنُوْهُ فِىْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کا انتقال ہوگیا اور آپ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے خود رسول کریم ﷺ سے ایک بات سنی تھی، آپ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ ہر نبی کی روح اس جگہ قبض کرتا ہے جہاں وہ نبی دفن ہونا پسند کرتا ہے لہٰذا آنحضرت ﷺ کو اس جگہ دفن کرنا چاہئے جہاں آپ بستر علالت پر تھے۔ (ترمذی)

توضیح: "اختلفوا" یعنی آنحضرت ﷺ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے بعض نے بیت المقدس میں دفن کرنے کا مشورہ دیا بعض نے مدینہ میں بقیع غرقد میں دفن کرنے کا کہا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے حدیث سنادی۔

الفصل الثالث

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا آخری کلمہ

﴿۹﴾عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اَنَّهُ لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهُ اِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى قُلْتُ اِذَنْ لَايَخْتَارُنَا قَالَتْ وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ فِيْ قَوْلِهٖ اَنَّهُ لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَ اٰخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ: کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ جنت کا اس کا مستقر اس کو دکھا کر اس کو اختیار نہیں دے دیا جاتا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر جب آنحضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت جب کہ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور آپ بار بار بے ہوش ہو رہے تھے، اچانک جو ہوش آیا تو آپ نے چھت کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا الٰہی! میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں میں نے کہا اب آنحضرت ﷺ نے ہمیں (یعنی دنیا کی زندگی کو) ناپسند کر دیا ہے کیونکہ مجھے وہ ارشاد گرامی یاد آ گیا جو آپ نے تندرستی کے زمانہ میں فرمایا تھا کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ جنت کا اس کا مستقر اس کو دکھا کر اس کو اختیار نہیں دے دیا جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے جو آخری الفاظ نکلے وہ یہی "اللّٰھم رفیق الاعلیٰ" کے الفاظ تھے۔　　(بخاری ومسلم)

توضیح: "افاق" ہوش میں آنے کو افاقہ کہتے ہیں۔ "اشخص بصرہ" چھت چونکہ آسمان کی جہت میں تھی اس لئے اس کو دیکھا ورنہ مقصد آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا تھا اس حدیث میں آپ کا آخری کلمہ مذکور ہے، دوسری روایت میں ایک کلمہ امت کے لئے ہے کہ نماز پڑھو اور ماتحت لوگوں پر ظلم نہ کرو پیدائش کے وقت آپ نے پہلا کلمہ اللہ اکبر ادا فرمایا تھا اور عہد الست میں سب سے پہلے آپ نے "بلیٰ" کا لفظ ادا فرمایا اور ایک کلمہ اپنے رب کے لئے ہے جو اس حدیث میں ہے۔

مرض وفات میں زہر کا اثر ظاہر ہو گیا تھا

﴿۱۰﴾وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَاعَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُّ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ.　　(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ عائشہ! میں نے خیبر میں جو(زہرآلود) کھانا کھالیا تھا تو ایسا لگتا ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اسی زہر کے اثر سے میری رگ جان کٹ جائے گی۔ (بخاری)

توضیح: "الم" درد اور تکلیف کو الم کہتے ہیں۔ "بخیبر" جنگ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور اکرم ﷺ کو کھلایا تھا اللہ تعالیٰ نے زہر کو اثر نہ کرنے کا حکم دیدیا چنانچہ اس کا اثر ایک مقرر وقت تک محدود پیمانے پر موقوف ہوگیا مگر جب آپ کی زندگی کے دن پورے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس زہر کا پورا اثر ظاہر کردیا جس سے آپ کی رگ جان کٹ گئی اور وفات ہوگئی، اسی طرح خاموش زہر سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موت بھی واقع ہوگئی یہ کامل رفاقت کی طرف اشارہ ہے۔

"ابھری" یہ اس رگ کا نام ہے جس کا تعلق دل سے ہے اس کے کٹنے سے آدمی مرجاتا ہے اس کو رگ جان کہتے ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس رگ کی دوسری تفسیر یہ کی ہے کہ یہ رگ جسم میں قدم تک نیچے چلی گئی ہے پھر اس سے چھوٹی چھوٹی رگیں پورے بدن میں پھیلی ہوئی ہیں، یہ رگ جب دماغ میں ہوتی ہے تو اس کو "نامہ" کہتے ہیں اور جب یہ رگ گلے میں آتی ہے تو اس کو "ورید" کہتے ہیں، جب یہ رگ گلے سے نیچے سینہ میں پہنچتی ہے تو اس کو "ابھر" کہتے ہیں اور جب یہ رگ نیچے پنڈلی تک چلی جاتی ہے تو اس کو "صافن" کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ رگ جب گردن میں ہوتی ہے تو یہ ابھر کہلاتی ہے، جب بازو میں اور گھٹنے میں ہوتی ہے تو اس کو اکحل کہتے ہیں اور جب پنڈلی میں ہوتی ہے تو اس کو عرق النساء کہتے ہیں بہر حال یہی رگ جان ہے۔

حدیث قرطاس کا قصہ

﴿۱۱﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّاحُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُابْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ فَقَالَ عُمَرُ قَدْغَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَاقَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْاعَنِّيْ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَاحَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَايَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَاابْنَ عَبَّاسٍ وَمَايَوْمُ الْخَمِيْسِ قَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِكَتِفٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَاشَأْنُهُ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُونِي ذَرُونِي فَالَّذِي اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونَنِي اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلٰثٍ فَقَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْقَالَهَا فَنَسِيْتُهَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں آپ کے بستر مرض کے قریب حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے لوگ موجود تھے، نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: لاؤ! میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں تا کہ اس کے بعد تمہاری گمراہی کا کوئی سوال پیدا نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ پر بیماری کا شدید غلبہ ہے ویسے تم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہی ہے اور تمہیں یہ اللہ کی کتاب بہت کافی ہے لیکن وہ لوگ جو گھر میں موجود تھے آپس میں بحث و مباحثہ کرنے لگے، ان میں سے کچھ لوگ تو یہ کہہ رہے تھے کہ لکھنے کا سامان لا کر سامنے رکھ دینا چاہئے تا کہ رسول کریم ﷺ تمہارے لئے کوئی تحریر مرتب فرما دیں اور کچھ لوگ وہی بات کہہ رہے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی، اور پھر جب ان لوگوں کے اختلاف رائے کا اظہار بڑھتا ہی رہا اور کافی شور وشغب ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اچھا! اب تم سب لوگ میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: مصیبت ہے پوری مصیبت: جو ان لوگوں کے اختلاف اور شور وغل کی صورت میں رسول کریم ﷺ اور آپ کے وصیت نامہ لکھنے کے ارادہ کے درمیان حائل ہوگئی تھی اور سلیمان ابن مسلم احول کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا: آہ! جمعرات کا دن! وہ جمعرات کا دن کیا عجیب تھا جب ایک زبردست المیہ واقع ہوا تھا اور یہ کہہ کر رونے لگے اور اتنا روئے کہ وہاں پڑے ہوئے سنگریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ میں نے عرض کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن کیا ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسول کریم ﷺ کی بیماری بہت نازک صورت حال اختیار کر گئی تھی اور آپ نے فرمایا تھا: مجھے شانہ کی ہڈی لا کر دو تا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو لوگوں نے اختلاف و نزاع کا اظہار شروع کر دیا حالانکہ نبی کے سامنے اختلاف و نزاع کا اظہار مناسب نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ یہ بات آنحضرت کی کس حالت کی غماز ہے؟ کیا آنحضرت (دنیا کو) چھوڑ رہے ہیں؟ آنحضرت سے معلوم کرنا چاہئے اور پھر ان لوگوں نے آنحضرت کے ساتھ تکرار کرنا شروع کر دیا تھا آخر کار رسالت مآب نے فرمایا مجھ کو چھوڑ دو، مجھے اپنی حالت پر رہنے دو کیونکہ اس وقت میں جس حالت میں ہوں اس حالت سے بہتر و افضل ہے جس کی طرف تم مجھے متوجہ کر رہے ہو، اس کے بعد آپ نے ان کو تین باتوں کا حکم دیا ایک تو یہ کہ مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، دوسرا یہ کہ جو ایلچی اور قاصد آئیں ان کے ساتھ عزت واحترام کا وہی برتاؤ کرو جو میں کرتا تھا اور تیسری بات پر ابن عباس نے خاموشی اختیار کر لی یا یہ کہ ابن عباس نے وہ تیسری بات بھی

بیان کی تھی لیکن میں اس کو بھول گیا ہوں، سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں یہ الفاظ سلیمان احول کے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''اکتب لکم کتابا'' یعنی کوئی کاغذ لے آؤ تا کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر تیار کروں تا کہ تم گمراہ نہ ہو، یہ مشہور حدیث ہے جو حدیث قرطاس کے نام سے مشہور ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ تحریر کس چیز سے متعلق تھی؟ اس میں کئی اقوال ہیں مگر لوگوں میں مشہور یہی ہے کہ خلافت سے متعلق یہ تحریر تھی اگر چہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت بعید کہدیا ہے۔

سوال: شیعہ شنیعہ بہت شور کرتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت لکھی جارہی تھی مگر عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں چھوڑا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غدیر خم میں خلافت مل چکی تھی پھر یہاں کون سی خلافت ملنے والی تھی جس کو شیعہ رو رہے ہیں؟

جواب ❷: یہ ہے کہ چلو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھنے سے روکا تو اس کے بعد بھی تو رسول اللہ ﷺ تین دن تک دنیا میں موجود تھے پھر کونسی چیز لکھنے سے مانع بنی، یہ واقعہ جمعرات کا ہے اور حضور اکرم ﷺ تین روز کے بعد پیر کے دن وفات پا گئے تھے اگر یہ کوئی ضروری اور واجب حکم تھا تو آنحضرت ﷺ بعد میں لکھوا لیتے۔

جواب ❸: یہ ہے کہ یہ خلافت کے لکھنے کا معاملہ تھا مگر آنحضرت ﷺ کی رائے بدل گئی اور یہ خلافت لکھوانے کا ارادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں تھا بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے تھا جس پر کئی روایات واضح دلالت کرتی ہیں جیسے **یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر** اگر حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کے لئے خلافت کی تحریر لکھواتے اور اس کے بعد شیعہ انکار کر دیتے تو شیعہ ڈبل کافر بن جاتے، شیعہ روافض کو تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ان کو ڈبل کافر بننے سے بچالیا، اب یہ سنگل کافر رہ گئے! بہرحال صحابہ کرام کی رائے سے آنحضرت ﷺ کی رائے بدل گئی، ویسے بھی موافقات عمر تو مشہور ہیں، یہ بھی موافقات عمر میں سے ایک ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ منظور تھا کہ خلافت کا معاملہ اس طرح حل ہو جائے کہ آزادانہ طور پر خود مسلمان اس کا فیصلہ کریں اور ابو بکر صدیق کو مسلمان خود منتخب کریں خود حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر صدیق کے سوا کسی اور کو منتخب نہیں کریں گے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اس تحریر کے روکنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اکیلے نہیں تھے گھر میں اہل بیت کے اور لوگ بھی تھے تو صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیوں نشانہ بنایا جارہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تو خیال یہ ہوگا کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے قرآن نازل ہوا ہے احادیث کا ذخیرہ موجود ہے اب کوئی ضروری کام بھی باقی نہیں ہے جس کا لکھنا اس وقت ضروری ہے، ادھر حضور اکرم ﷺ کو تکلیف ہو رہی ہے اس کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا، اس نیک ارادہ میں ان پر طعن کرنا ایسا ہی ہے جیسا شاعر نے کہا:

فعین الرضا عن کل عیب کلیلة ولکن عین السخط تبدی المساویا

ترجمہ: یعنی جب نیت اچھی ہو تو آنکھیں ہر برائی سے اندھی ہو جاتی ہیں لیکن اگر نیت بری ہو تو آنکھوں کے سامنے صرف

برائیاں ہوتی ہیں۔

سوال: حضور اکرم ﷺ کا جب حکم تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیوں انکار کیا؟ کیا یہ ناجائز نہیں تھا؟

جواب: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی راحت کی غرض سے انکار کیا اور منع کردیا اگر یہ نقصان تھا اور ناجائز تھا تو صلح حدیبیہ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے معاہدہ کی تحریر سے کچھ الفاظ مٹانے کا فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں انکار کیا؟ وہ انکار تو اس انکار سے زیادہ تھا، شیعہ کے نزدیک وہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا اور یہاں سب کچھ ہو رہا ہے یہ بغض وعناد کیوں؟

باقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا رونا حضور اکرم ﷺ کے آخری ایام یاد آنے پر تھا اس پر نہیں تھا کہ لکھا کیوں نہیں، اور ہوسکتا ہے کہ کسی اور وجہ سے روئے ہوں، رونے کے اسباب تو مختلف ہوسکتے ہیں۔ "الرزیه کل الرزیة" مصیبت کو رزیہ کہتے ہیں یعنی مکمل مصیبت اس وقت آئی تھی۔ "ماحال" یعنی جب لوگ آڑے آگئے۔ "لغطهم" یہ اس شور کو کہتے ہیں جس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا صرف شور کی آوازیں سنائی دیتی ہوں۔ "بل دمعه الحصی" "بل" تر ہونے کو کہتے ہیں دمع آنسو کو کہتے ہیں اور الحصی کنکریوں کو کہتے ہیں یعنی آپ کے آنسوں سے کنکریاں تر ہوگئیں۔

"کتف" اس زمانہ میں کاغذ نہیں ہوتا تھا کھال یا چھال یا لکڑی یا پتھر یا ہڈی پر لکھا کرتے تھے یہاں یہی ہڈی مراد ہے بکری کی دستی کی ہڈی چوڑی ہوتی ہے جو لکھائی کے لئے مناسب ہوتی ہے شانہ کی دوسری ہڈی بھی مراد ہوسکتی ہے۔

"اهجر استفهموه" اهجر کے لفظ میں صحیح روایت یہی ہے کہ ہمزہ استفہام موجود ہے، اس پر فتحہ ہے، ہا پر بھی زبر ہے اور "جیم" و "را" پر بھی فتحہ ہے اس لفظ کے سمجھنے سمجھانے میں بہت دقت پیش آرہی ہے چونکہ یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے اس لئے شیعہ شنیعہ نے اس حدیث سے اپنے مذموم اغراض ومقاصد نکالنے اور اپنے بغض وعداوت کو ظاہر کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کسی صحیح محمل پر حمل کرنے کے بجائے اس کو ایسے محمل پر حمل کرتے ہیں جس سے صحابہ اور بالخصوص عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کا موقع ہاتھ میں آتا ہے حالانکہ یہاں اس پورے قصہ میں اہل بیت بھی شریک گفتگو ہیں۔ اس لفظ کو غلط مفہوم پر حمل کر کے یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ کیا آنحضرت اول فول بولتے ہیں؟ کسی بحرانی کیفیت میں مبتلا ہیں؟ کسی ہذیان میں مصروف ہیں؟ یہ مفہوم نبی معصوم کے بارے میں بالکل غلط ہے اور نہ اس طرح نسبت کوئی مسلمان اپنے پیغمبر کی طرف کرسکتا ہے چہ جائیکہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرلیا جائے یا کسی بھی صحابی پر بہتان باندھا جائے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ کلام استفہام انکاری پر محمول ہے اور اس کلام کے کرنے والا ان لوگوں کی سرزنش کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ کیا نبی مکرم کوئی غلط بات کررہے ہیں یا کوئی بحرانی کیفیت کی بات کررہے ہیں؟ یا کوئی فضول بات کررہے ہیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ نبی معصوم کا کلام ہے اس کو سنو! اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرو۔

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ عرب محاورہ اور عرب دستور کے مطابق کلام ہے جس میں باتیں تو ہوتی ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتیں اس طرح کلام کرنے میں مریض کی کوئی توہین اور تحقیر کا پہلو نہیں ہوتا بلکہ شدت بخار کی وجہ سے بعض دفعہ مریض اس طرح کلام

کرتا ہے اس کو پشتو زبان میں "گا گیرے" کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ کہنے والا کہتا ہے کہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرو آیا نبی مکرم "کا کیرے" فرما رہے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں لکھتے ہیں **والمراد به هنا مايقع من كلام المريض ممالا ينتظم.** یہ کلام درحقیقت قاضی عیاض کا ہے اگرچہ اس کو بھی رد کیا گیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس توجیہ سے بہتر کوئی توجیہ نہیں ہے اس کو قبائل کے لوگ بہتر سمجھتے ہیں۔ "استفهموه" کا مطلب یہی ہے کہ اس کلام کو سمجھ لو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ "يردون عليه" یعنی صحابہ اور اہل بیت جو اس گھر میں موجود تھے وہ آنحضرت ﷺ کے کلام کو آپ پر لوٹاتے تھے کہ اس کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ لو بھائی! یہ عام اہل بیت اور گھر میں موجود صحابہ کرام کی بات ہے اس میں تو تصریح ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف اشارہ کیا ہے۔

خلفاء راشدین حضور اکرم ﷺ کے متعلقین کا خیال رکھتے تھے

﴿۱۲﴾ **وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا اِنْتَهَيْنَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا مَايُبْكِيْكِ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اَنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا.** (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بولے کہ آؤ! ام ایمن کے ہاں چلیں اور ان کی زیارت کریں جس طرح رسول کریم ﷺ ان کی ملاقات کو تشریف لے جایا کرتے تھے چنانچہ جب ہم تینوں ام ایمن کے ہاں پہنچے تو وہ رونے لگیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں نے کہا کہ کاہے کو روتی ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ بہتر ہی بہتر ہے ام ایمن بولیں: میرے رونے کا سبب یہ نہیں ہے کہ میں اس بات سے لاعلم ہوں کہ اللہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے لئے جو کچھ ہے بہتر ہی بہتر ہے بلکہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ ام ایمن کی اس بات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی رقت طاری کر دی اور وہ دونوں حضرات بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

توضیح: "نزورها" ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مکرم کی رضاعی ماں ہیں اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں یہ خواجہ عبداللہ کی باندی تھیں۔ جب بی بی آمنہ کا انتقال ہوا تو مدینہ منورہ سے آنحضرت ﷺ کو ام ایمن اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لائی تھیں ام ایمن کا اصل نام "برکہ" تھا یہ آنحضرت ﷺ کو بطور میراث ملیں تو آپ نے ان کو آزاد کیا آنحضرت ﷺ ان کی بہت تعظیم و توقیر اور عزت و احترام کرتے تھے، اسی احترام کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا احترام کرتے تھے اور کبھی کبھی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے زیر بحث حدیث میں اسی کا بیان ہے حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا دردناک جملہ ارشاد فرمایا کہ دونوں خلفاء کو خوب رُلایا اور خود بھی روئیں۔

منبر نبوی پر نبی پاک کا آخری خطبہ

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَنَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ عَاصِبًا رَّأْسَهٗ بِخِرْقَةٍ حَتّٰی اَهْوٰی نَحْوَ الْمِنْبَرِ فَاسْتَوٰی عَلَیْهِ وَاتَّبَعْنَاهُ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَّقَامِیْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَیْهِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَةَ قَالَ فَلَمْ یَفْطِنْ لَهَا اَحَدٌ غَیْرُ اَبِیْ بَکْرٍ فَذَرَفَتْ عَیْنَاهُ فَبَکٰی ثُمَّ قَالَ بَلْ نَفْدِیْکَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ هَبَطَ فَمَا قَامَ عَلَیْهِ حَتَّی السَّاعَةِ. (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد نبوی میں تشریف لائے جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت آپ نے اپنے سر کو کپڑا باندھ رکھا تھا، پھر آپ منبر کی طرف چلے اور اس پر کھڑے ہوئے آپ کے ساتھ ہم بھی آگے بڑھ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئے، اس وقت آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس وقت اپنی جگہ پر کھڑا ہوا حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں، پھر فرمایا ایک بندہ ہے جس کے سامنے دنیا اور دنیا کی بہاریں پیش کی گئیں لیکن اس نے آخرت کو ترجیح دے دی ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کے رمز کو سوائے ابوبکر کے کوئی نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور وہ رونے لگے پھر بولے یا رسول اللہ! ہم اپنے باپوں کو اپنی ماؤں کو اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو آپ پر قربان کر دیں گے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ منبر سے اتر کر تشریف لے گئے اور اس وقت تک پھر کبھی اس منبر پر کھڑے نہ ہوئے۔ (دارمی)

توضیح: ''عاصبا رأسه'' مریض جب سر پر سر کے درد کی وجہ سے چوڑا کپڑا باندھتا ہے اس کو عصابہ کہتے ہیں، عاصب اسم فاعل کا صیغہ ہے جو سر پر کپڑا باندھنے والے شخص کو کہتے ہیں۔ ''اھوی'' متوجہ ہونے کے معنی میں ہے۔ ''حتی الساعة'' یعنی اس کے بعد سے اب تک حضور اکرم ﷺ اس منبر پر کھڑے نہیں ہوئے، اس صورت میں ساعت کا ترجمہ گھڑی سے کیا جائے گا یا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد قیامت تک آنحضرت ﷺ اس منبر پر کھڑے نہیں ہوں گے۔ یہ آپ کا آخری قیام اور خطبہ تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی وفات کی خبر دی

﴿۱۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ قَالَ نُعِیَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ فَبَکَتْ قَالَ لَا تَبْکِیْ فَاِنَّکِ اَوَّلُ اَهْلِیْ لَاحِقٌ بِیْ فَضَحِکَتْ فَرَاٰهَا بَعْضُ

اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ يَافَاطِمَةُ رَأَيْنَاكِ بَكَيْتِ ثُمَّ ضَحِكْتِ قَالَتْ اِنَّهُ اَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ قَدْ نُعِيَتْ اِلَيْهِ نَفْسُهُ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِيْ لَاتَبْكِيْ فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكْتُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَجَآءَ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورت "اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح" نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ مجھ کو میری موت کی خبر دی گئی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں آپ نے فرمایا روؤ نہیں! میرے اہل بیت میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگیں، بعض ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ کو اس طرح دیکھا تو پوچھا کہ فاطمہ! کیا بات ہے کہ ہم نے پہلے تو تمہیں روتے دیکھا اور پھر ہنستے دیکھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں: آنحضرت ﷺ نے پہلے مجھے یہ بتایا تھا کہ آپ کو آپ کی موت کی خبر دے دی گئی ہے، یہ سن کر میں رونے لگی تھی اور پھر جب آپ نے یہ فرمایا کہ روؤ نہیں، میرے اہل بیت میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے ملوگی تو میں ہنسنے لگی، اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہوگی۔ اور یمن کے لوگ آگئے جو دل کے نرم ہیں۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔ (دارمی)

توضیح: "نعیت" یعنی مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے۔ "بعض ازواج" اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں۔ "فسقبلن" اس سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں مگر جمع اکرام واحترام کے طور پر ہے یہ بھی احتمال ہے کہ دیگر ازواج بھی وہاں موجود ہوں۔ "والایمان یمان" یعنی ایمان تو اہل یمن کا ہے، اہل یمن سے کون لوگ مراد ہیں اور یہ مدح کن لوگوں کی ہے اس میں چند اقوال ہیں۔ (۱) ایک قول یہ ہے کہ اس سے یمن ہی کے لوگ مراد ہیں ان میں کچھ خصوصیات ہیں ان خصوصی امتیازات کی وجہ سے ان کے ایمان کو سراہا گیا ہے مگر یاد رہے یہ اس زمانہ کے یمن کے مسلمان لوگوں کی مدح ہے قیامت تک آنے والے اہل یمن کی تعریف نہیں ہے۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اہل یمن سے مراد اہل مکہ ہیں اور چونکہ یہ حدیث حضور اکرم ﷺ نے تبوک کے مقام پر ارشاد فرمائی ہے اور یمن کی طرف اشارہ بھی فرمایا اس طرف مکہ و مدینہ واقع ہے تو یمن بول کر مکہ و مدینہ مراد لیا گیا ہے، ویسے یمان جانب یمین کو بھی کہتے ہیں اور مکہ و مدینہ جانب یمین میں تھا اس لئے یمان سے اہل مکہ و مدینہ مراد ہیں اس توجیہ سے اس حدیث کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا اور تعارض بھی ختم ہو جائے جس حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ "الایمان فی الحجاز" (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ یمان سے انصار مدینہ مراد ہیں کیونکہ ان کی نسل اور ان کا اصل یمن سے ہے گویا یہ انصار کی تعریف ہے، بہر حال پہلا قول حقیقت ہے باقی مجاز ہے، یمن میں خیر ہے آج کل اسامہ بن لادن حفظہ اللہ بھی یمن کے ہیں۔ "والحکمۃ" مستقبل کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا حکمت کہلاتا ہے، حکمت دانشمندی عقل و تدبر کا نام ہے اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے اور علم و معرفت کا نام ہے یمن کے لوگوں میں یہ چیزیں زیادہ ہیں۔

مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت

﴿۱۵﴾وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ وَارَأْسَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَاَنَا حَيٌّ فَاَسْتَغْفِرُلَكِ وَاَدْعُوْلَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَاثُكْلِيَاهُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِيْ فَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَظَلِلْتَ اٰخِرَ يَوْمِكَ مُعْرِسًا بِبَعْضِ اَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَنَا وَارَأْسَاهُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَوْاَرَدْتُ اَنْ اُرْسِلَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍوَابْنِهٖ وَاَعْهَدَ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْيَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ يَاْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ اَوْيَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَاْبَى الْمُؤْمِنُوْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے سر درد کی شدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہائے میرا سر پھٹا جارہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: وہ موت اگر ایسی صورت میں آئی کہ میں زندہ رہا تو تمہارے لئے مغفرت وبخشش کی دعا مانگوں گا اور تمہارے درجات کے لئے بھی دعا کروں گا۔ حضرت عائشہ بولیں ہائے میرے درد کی مصیبت! خدا کی قسم میرا تو خیال ہے کہ آپ میری موت کو پسند فرماتے ہیں؟ اگر ایسا ہوا تو آپ اسی دن کے آخری حصہ میں اپنی کسی بیوی کے ساتھ شب باشی فرمائیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلکہ میرے سر کے درد کا افسوس ہے (عائشہ چھوڑ دو اس بات کو اور سنو) میرا قصد تھا یا آپ نے یہ فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور ان کے حق میں وصیت کردوں تاکہ پھر کہنے والے کچھ نہ کہیں یا آپ نے یہ فرمایا کہ تاکہ متمنی لوگ تمنا کا اظہار نہ کریں پھر میں نے اپنے دل میں کہا خود اللہ تعالیٰ (ابوبکر کے علاوہ کسی دوسرے کی خلافت کو) منظور نہیں کرے گا اور مسلمان بھی مدافعت کریں گے یا آپ نے یوں فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ مدافعت کرے گا اور مسلمان بھی نہیں مانیں گے۔ (بخاری)

توضیح: "وارأساہ" ہائے میرا سر تو درد سے پھٹا جارہا ہے۔ "واثکلیاہ" ثکل موت وہلاکت کو بھی کہتے ہیں اور بیٹے یا محبوب کے گم ہوجانے کو بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہائے میری مصیبت، یہ کلمہ مصیبت کے وقت بولا جاتا ہے۔ "معرساً" یہ عروس سے ہے یعنی میرا تو خیال ہے کہ اگر میں مرجاؤں تو دن کے آخری حصہ میں آپ کسی بیوی کے ساتھ شادی رچائیں گے۔

"بل انا وارأساہ" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حقیقت میں درد سے میرا سر پھٹا جارہا ہے اس میں ایک پوشیدہ اشارہ ہے کہ درحقیقت موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے، آنے والی حدیث میں اس کی تفصیل ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر کا درد ایک ساتھ شروع ہونے میں دونوں میں کمال محبت کی طرف اشارہ ہے کہ ایک کے سر کے درد کی وجہ سے دوسرے میں بھی درد اُٹھا، یہ ایسا ہی ہوا جس طرح کمال محبت میں مجنون کے جسم سے خود بخود خون بہنے لگا جبکہ لیلےٰ نے اپنے جسم کی رگ میں نشتر مار کر خون نکالا جس طرح عوام میں مشہور ہے۔

"واعہد" یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت کردوں پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ اور پھر مسلمان

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ "ان یقول" یہاں پر "لا" محذوف ہے ای لئلا یقول القائلون اولئلا یتمنیٰ المتمنون.

مرض وفات کی ابتداء

﴿۱۶﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ رَجَعَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ جَنَازَةٍ مِنَ الْبَقِيْعِ فَوَجَدَنِيْ وَاَنَا اَجِدُ صُدَاعًا وَاَنَا اَقُوْلُ وَارَأْسَاهُ قَالَ بَلْ اَنَا يَا عَائِشَةُ وَارَأْسَاهُ قَالَ وَمَاضَرَّكِ لَوْمُتِّ قَبْلِيْ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ قُلْتُ لَكَأَنِّيْ بِكَ وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ لَرَجَعْتَ اِلٰى بَيْتِيْ فَعَرَّسْتَ فِيْهِ بِبَعْضِ نِسَآئِكَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بُدِئَ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ.
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ بقیع میں ایک جنازہ کو دفن کر کے میرے پاس تشریف لائے تو مجھ کو اس حالت میں پایا کہ میں سر کے درد میں مبتلا تھی اور میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر! آپ نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر اور میرے الفاظ سن کر فرمایا عائشہ! میں کہتا ہوں کہ میرا سر درد کر رہا ہے، آپ نے فرمایا اس میں نقصان کیا ہے؟! اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ میں تمہیں غسل دوں گا میں تمہیں کفناؤں گا میں تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تمہیں دفناؤں گا۔ میں نے کہا خدا کی قسم! یہ تو مجھے آپ کے بارے میں ابھی سے نظر آ رہا ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا اور آپ نے میری تجہیز و تکفین اور تدفین وغیرہ کی تو آپ ان سب امور سے فارغ ہو کر میرے گھر واپس آتے ہی اپنی کسی بیوی کے ساتھ شب باش ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ میرے ان الفاظ کو سن کر (جو میری غیرت و حمیت پر دلالت کرتے تھے) مسکرائے اور پھر آپ کی اس بیماری کا سلسلہ شروع ہوا جس میں آپ نے وفات پائی۔ (دارمی)

وصال نبوی ﷺ کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی تعزیت

﴿۱۷﴾ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ قُرَيْشٍ دَخَلَ عَلٰى اَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى حَدِّثْنَا عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ تَكْرِيْمًا لَّكَ وَتَشْرِيْفًا لَّكَ خَاصَّةً لَّكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَكْرُوْبًا ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيْ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ اَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهٗ كَمَا قَالَ اَوَّلَ يَوْمٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ

عَلَيْهِ وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ إِسْمَاعِيلُ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيلُ هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ عَلَى آدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَى آدَمِيٍّ بَعْدَكَ فَقَالَ اِئْذَنْ لَهُ فَأَذِنَ لَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَتْرُكَهُ تَرَكْتُهُ فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ أُطِيعَكَ قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرَئِيلَ فَقَالَ جِبْرَئِيلُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ إِلَى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ امْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهِ فَقَبَضَ رُوحَهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ التَّعْزِيَةُ سَمِعُوا صَوْتًا مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ إِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَاتَّقُوا وَإِيَّاهُ فَارْجُوا فَإِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ فَقَالَ عَلِيٌّ أَتَدْرُونَ مَنْ هٰذَا هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. (رواه البيهقي في دلائل النبوة)

اور حضرت امام جعفر صادق ابن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش میں سے ایک شخص ان کے والد حضرت امام علی زین العابدین ابن حسین کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت امام علی زین العابدین نے اس سے کہا کہ کیا میں تمہارے سامنے رسول کریم ﷺ کی حدیث بیان کروں اس شخص نے کہا: ہاں ہمارے سامنے حضرت ابوالقاسم کی حدیث ضرور بیان کیجئے۔ چنانچہ امام علی زین العابدین نے بیان کیا کہ جب رسول کریم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور عرض کیا اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کی تکریم کے لئے اور آپ کی تعظیم کے لئے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور یہ تعظیم وتکریم آپ کے لئے مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے وہ چیز دریافت کرتا ہے جس کو وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے تاہم وہ دریافت کرتا ہے کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جبرئیل! میں اپنے آپ کو مغموم پاتا ہوں اور اے جبرئیل میں اپنے آپ کو مضطرب وپریشان پاتا ہوں۔ حضرت جبرئیل پھر دوسرے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی الفاظ کہے جو پہلے دن کہے تھے، نبی کریم ﷺ نے بھی جواب میں وہ بات کہی جو پہلے کہی تھی، تیسرے دن حضرت جبرئیل پھر آپ کی خدمت میں آئے اور وہی الفاظ کہے جو پہلے کہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی جواب میں وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی اور اسی دن یا اس کے بعد کسی اور دن حضرت جبرئیل کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی تھا جس کو اسمٰعیل کہا جاتا ہے اور ایسے ایک لاکھ فرشتوں کا افسر ہے جن میں ایک ایک فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا افسر ہے۔ اس اسمٰعیل فرشتے نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، آنحضرت ﷺ نے اسمٰعیل فرشتہ کو حاضر ہونے کی اجازت دی اور پھر حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ موت کا فرشتہ (عزرائیل) بھی حاضر ہے اور حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے، حالانکہ اس فرشتۂ موت نے تو کبھی آپ سے پہلے کسی شخص

سے اجازت مانگی ہے اور نہ کبھی آپ کے بعد کسی شخص سے اجازت مانگے گا ورنہ دوسرے آدمیوں کے پاس تو اچانک پہنچتا ہے اور روح قبض کر لیتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اجازت دے دو، چنانچہ حضرت جبرئیل نے فرشتۂ موت کو اجازت سے آگاہ کیا اور اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، اس کے بعد فرشتۂ موت نے عرض کیا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اگر آپ اپنی روح قبض کرنے کا حکم دیں تو قبض کرلوں اور اگر آپ یہ حکم دیں کہ میں آپ کو چھوڑ دوں تو میں چھوڑ دوں گا، آپ نے فرمایا اے فرشتۂ موت کیا تم ایسا کرو گے؟ فرشتہ نے جواب دیا: بیشک مجھے تو حکم ہی یہ دیا گیا ہے کہ آپ کو اختیار دے دوں اور آپ جو کچھ فرمائیں اس کی اطاعت کروں۔ امام علی زین العابدین کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل کی طرف دیکھا۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا اے محمد! حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو بلا تامل فرشتہ موت سے فرمایا کہ جس بات کا تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو، چنانچہ فرشتہ موت نے آپ کی پاک روح قبض کر لی، جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہو گیا اور تعزیت شروع ہوئی تو لوگوں نے گھر کے ایک گوشہ سے آتی ہوئی آواز سنی کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے: اے اہل بیت! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی مہربانی اور اس کی برکتیں نازل ہوں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی کتاب یا اللہ کے دین میں ہر مصیبت کے وقت تسکین وتسلی کا سامان موجود ہے، اللہ تعالیٰ ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ عطا کرنے والا اور ہر فوت ہونے والی شے کا تدارک کرنے والا ہے، جب صورت یہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے تقویٰ اختیار کرو۔ اس سے امید رکھو، مصیبت زدہ حقیقت میں وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ یہ حضرت خضر ہیں۔ اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "کیف تجدک" یعنی آپ اپنے آپ کو اس بیماری میں کیسے پاتے ہو؟ "اجدنی" یعنی اپنے آپ کو مغموم ومحزون پاتا ہوں لیکن یہ شکایت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" تاہم ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں الحمدللہ۔ "ھذا ملک الموت" یعنی قبض ارواح پر مقرر فرشتوں میں سے یہ ایک عظیم الشان فرشتہ ہے جو اس سے پہلے کسی کے پاس نہیں آیا ہے نہ آئندہ کسی کے لئے آئے گا نہ اس نے کسی سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی ہے نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا صرف آپ سے آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ "وتفعل؟" ای او تفعل؟ یعنی جو حکم میں دوں گا تم اسی طرح کرو گے؟ فرشتہ نے کہا کہ ہاں مجھے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔

"ان فی اللہ عزاء" یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب اور اس کی شریعت میں ہر مصیبت کے وقت تسلی اور تسکین کا سامان ہے۔ "وخلفا" خلف قائم مقام کو کہتے ہیں اور عوض کو بھی کہتے ہیں یہاں عوض مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ بدلہ عطا کرنے والا ہے۔ "ودرکا" ای تدارکا یہ پالینے کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر فوت شدہ چیز کا تدارک کرنے والا ہے۔ "فباللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد سے تقویٰ اختیار کرو۔ "المصاب" یعنی مصیبت زدہ حقیقت میں وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا ہو۔ "فقال علی" اس سے زین العابدین بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی مراد ہو سکتے ہیں ثانی زیادہ واضح ہے

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی مراد ہے۔

"ھوا الخضر" علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **فیہ دلالۃ بینۃ علی ان الخضر موجود.** (مرقات، جلد: ۱ ص ۳۲۵)

حضرت خضر کی حیات اور ممات میں علماء امت کا اختلاف ہے، عام مشائخ اور صوفیاء کے نزدیک وہ زندہ ہیں مگر دیگر علماء ان کی موت کے قائل ہیں، دونوں طرف دلائل ہیں، زیر بحث حدیث سے واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور وہ رجال الغیب کے افراد میں سے ہیں، تکوینی نظام سے متعلق ہیں، ان پر ظاہری نظام اور ظاہری شریعت کے احکام کو نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ جو علماء ان کی وفات کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ سے ملاقات کرتے۔ آپ پر ایمان لاتیاور غزوات میں شریک ہوتے نیز ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آج روئے زمین پر جو زندہ ہے وہ سو سال کے بعد ختم ہوجائے گا خضر اس وقت اگر موجود تھے تو یقیناً سو سال کے بعد مر گئے ہونگے۔

صوفیاء کرام جواب دیتے ہیں کہ دیکھو بھائی حضرت خضر کا ظاہری نظام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے وہ باطنی اور تکوینی نظام کے آدمی ہیں، ان پر ظاہری نصوص نافذ نہیں ہوسکتیں۔ میں کہتا ہوں کہ بہت ساری مخلوق مر گئی ہے اگر حضرت خضر کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل عمر عطا فرمائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ بن جائے تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے، نیز ان کی وفات کے لئے دلائل تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے جو لوگ مر گئے ہیں ان کے لئے استغفار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح **قادر علی الاماتۃ** ہے اسی طرح **قادر علی ابقاء الحیات** بھی ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چار انبیاء کرام اس وقت زندہ ہیں دو آسمانوں میں ہیں یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور دو زمین پر ہیں یعنی حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام۔

باب ترکۃ النبی ﷺ

حضور اکرم ﷺ کے ترکہ کے بیان میں

یہاں یہ باب عنوان کے بغیر ہے گویا یہ وفات النبی ﷺ کے باب کے لئے بطور تابع اور بطور تکمیل ہے لیکن اس باب میں جتنی احادیث ہیں ان سب کا تعلق آنحضرت کے ترکہ سے ہے اس لئے شارحین نے یہاں باب ترکۃ النبی ﷺ کا باب باندھا ہے میں نے بھی اسی طرح کیا ہے اس باب میں فصل ثانی اور فصل ثالث نہیں ہے۔

الفصل الاول

آنحضرت ﷺ نے کوئی مالی وصیت نہیں کی

﴿۱﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَاشَاةً وَّلَابَعِيْرًا وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد نہ کوئی دینار چھوڑا اور نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ کوئی بکری چھوڑی اور نہ کوئی اونٹ چھوڑا اور نہ آپ نے کسی چیز کی وصیت کی۔ (مسلم)

توضیح: "ولا اوصی" یعنی آنحضرت ﷺ نے کوئی ایسی وصیت نہیں کی جس کا تعلق مال اور جائداد کے ساتھ ہو، ہاں دین سے متعلق آپ نے آخر وقت میں وصیتیں فرمائی ہیں، چونکہ آپ نے کوئی مال اپنے پاس رکھا نہیں تھا اس لئے وصیت کی ضرورت نہیں تھی جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ آپ نے اپنی زندگی میں صدقہ کر دیا تھا صرف چند جہادی اسلحہ چھوڑا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کسی کو وصی مقرر نہیں کیا تھا اور نہ خلافت کے لئے کسی کو چنا تھا اس جملہ سے شیعہ کا وہ غلط عقیدہ رد کرنا مقصود ہے جس میں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے مالی وصی تھے اور خلافت کی وصیت بھی ان کے لئے ہوئی تھی چنانچہ شیعہ اپنی اذانوں میں اس غلط عقیدہ کی ترویج کرتے ہیں اور کہتے ہیں اشھد ان علیا ولی اللہ ووصی رسول اللہ. (علی الرافضۃ لعنۃ اللہ).

حضور اکرم ﷺ نے جہادی اسلحہ کے سوا کوئی ترکہ نہیں چھوڑا

﴿۲﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَةَ قَالَ مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَمَوْتِهٖ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَیْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت عمرو ابن حارث جو ام المؤمنین حضرت جویریہ کے بھائی ہیں کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا، نہ درہم چھوڑا، نہ غلام چھوڑا، نہ لونڈی چھوڑی اور نہ کوئی اور چیز چھوڑی البتہ آپ کا ایک سفید خچر تھا اور آپ کے کچھ ہتھیار تھے اور آپ کی کچھ زمین تھی اس کو بھی آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری)

"ارضاً" یہ وقفی زمین تھی جو فدک اور بنونضیر کے علاقے میں تھی جس سے آپ کے اہل وعیال کا خرچہ نکلتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے ترکہ میں میراث نہیں چلتی ہے

﴿۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا مَاتَرَکْتُ بَعْدَنَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میری وفات کے بعد میرے وارث دینار نہیں بانٹیں گے، میرا جو کچھ بھی ترکہ ہوگا وہ عورتوں کے خرچ اور عامل کی اجرت کے بعد باقی سب صدقہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "نفقة نسائی" آنحضرت ﷺ نے "صفی" کے طور پر فدک میں اور اسی طرح بنونضیر کے علاقے میں کچھ زمین لے لی تھی جس سے آپ کے اہل وعیال کا خرچ نکلتا تھا اور اس سے جو بچتا تھا وہ مسلمانوں پر تقسیم ہوتا تھا آپ ﷺ کے ازواج کے لئے آپ کی وفات کے بعد نکاح کرنا منع تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی کا اثر دنیا پر پڑتا ہے لہٰذا ازواج مطہرات کی حیثیت ایسی تھی گویا وہ عدت میں بیٹھی تھیں اس لئے ان کا خرچ آپ کے ذمہ پر تھا۔ "مؤنة عاملی" مؤنۃ بوجھ کو کہتے ہیں اور عامل سے مراد آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء ہیں جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی اس وقفی زمین کی سرپرستی کی، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سرپرستی کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تولیت مروان کے حوالہ کی، پھر اس میں کچھ ذاتی قبضہ آ گیا، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس قبضہ کو چھڑا کر وقفی بنا دیا پھر جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اس حدیث کی مزید تفصیل مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ان شاء اللہ آئے گی۔

نبی کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی

﴿۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں اس میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "لانورث" یعنی ہم انبیاء کی جماعت نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں کہ میراث کا مال لے لیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوسکتا ہے کہ ہمارے مال میں سے حصہ میراث لے لے، ہم نے جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ عام مسلمانوں کے لئے وقفی صدقہ ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بطور دلیل بیان فرمائی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کے فدک کے باغ اور اموال بنی نضیر کا مطالبہ کیا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان کی اپنی ذاتی رائے نہیں تھی بلکہ صحابہ کرام کے جم غفیر نے یہ فیصلہ منظور کیا تھا اور حدیث اس پر دلالت کر رہی تھی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں کہیں پر لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مال میں میراث اس لئے نہیں چلتی کہ آپ ﷺ حیات ہیں گویا آپ کے ہاتھ سے مال نکلا ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام تھا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بحث بھی چھیڑی ہے کہ آیا یہ حکم تمام انبیاء کے مال کا ہے یا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے راجح اور معتمد قول یہی ہے کہ یہ تمام انبیاء کے لئے عام حکم ہے، علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مال میں میراث اس لئے بھی جاری نہیں ہوتی تھی تاکہ کوئی شخص نبی کی موت پر اس لئے خوش نہ ہو کہ اس کو نبی کے مال سے میراث ملے گی۔

امت سے پہلے نبی کی وفات امت کے لئے بہتر ہوتی ہے

﴿۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَرَادَ رَحْمَۃَ اُمَّۃٍ مِّنْ عِبَادِہٖ قَبَضَ نَبِیَّھَا قَبْلَھَا فَجَعَلَہٗ لَھَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْھَا وَاِذَا اَرَادَ ھَلَکَۃَ اُمَّۃٍ عَذَّبَھَا وَنَبِیُّھَا حَیٌّ فَاَھْلَکَھَا وَھُوَ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَیْہِ بِھَلَکَتِھَا حِیْنَ کَذَّبُوْہُ وَعَصَوْا اَمْرَہٗ. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس امت کو اپنی رحمت ومہربانی سے نوازنا چاہتا ہے اس امت کے نبی کو اس امت سے پہلے اٹھالیتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ اس نبی کو اس امت کا میر منزل اور پیش رو بنا دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی امت کو ہلاک کر دینا چاہتا ہے تو اس امت پر اس نبی کی زندگی ہی میں عذاب مسلط کر دیتا ہے چنانچہ امت ہلاکت وتباہی کا شکار ہوجاتی ہے اور وہ نبی اپنی امت کی ہلاکت اور تباہی کو اپنی نظروں سے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے یعنی خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ امت اپنے نبی کو جھٹلاتی تھی اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتی تھی۔ (مسلم)

حضور اکرم ﷺ کی ذات سے امت مرحومہ میں عقیدت کی پیشن گوئی

﴿۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی

اَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَلَايَرَانِىْ ثُمَّ لَاَنْ يَّرَانِىْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ مَعَهُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! ایک دن تم لوگوں پر ایسا آئے گا کہ کوئی شخص مجھ کو نہیں دیکھ سکے گا پھر اس کو میرا دیکھنا اپنے مال کے مقابلہ میں اور اپنے اہل وعیال کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ (مسلم)

توضیح: "لیاتین" یہ خطاب صحابہ کرام کو ہے اور پھر پوری امت کو بھی ہے یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میری وفات کے بعد میرے ساتھ محبت کرنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو اس بات کو چاہیں گے کہ ان کے اہل وعیال اور مال ومنال سب قربان ہو جائیں مگر آنحضرت ﷺ کا دیدار ان کو نصیب ہو جائے "معھم" یہ لفظ بطور تاکید لگایا ہے یعنی اہل وعیال کے ساتھ مال بھی قربان کرے، اس سے موجودہ صحابہ کو ترغیب دلانا ہے کہ اس دولت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھاؤ! اور سستی نہ کرو! ورنہ کل پچھتاؤ گے۔ شاعر نے کہا:

تمتع من شميم عرار نجد فما بعد العشية من عرار

ترجمہ: گلستان نجد کے عرار نامی پھول سونگھنے کا فائدہ اٹھاؤ کیونکہ مغرب کے بعد جب سفر ہوگا پھر یہ نہیں ملیں گے۔

میں حقیر فقیر بندۂ عاجز اپنے دل کو جب دیکھتا ہوں تو میں اس سودا کو باعث صد افتخار سمجھتا ہوں۔

فليتک تحلو والحيات مريرة وليتک ترضىٰ والانام غضاب

کہ چا ویل چہ جانان راغے

کہ مے پھانسی کڑی سلامئے لہ بئے زمہ

ترجمہ: اگر کسی نے کہا کہ محبوب آگیا ہے تو اگر کوئی مجھے پھانسی پر لٹکا دے تب بھی استقبال کے لئے جاؤں گا۔

مؤرخہ ۷ رجب ۱۴۲۸ھ

باب مناقب قریش وذکر القبائل

مناقب قریش کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾. (ال حجرات)

﴿ وھذ الدرس کتبت بعد رجوعی من بلدتی وقریتی راشنگ من مضافات بتگرام الاثی وفی غرۃ رجب ۱۴۱۸ سنۃ ۲ نوفیمبر ۱۹۹۷، وقعت واقعۃ فاجعۃ وحدثت حادثۃ کارثۃ فی الجامعۃ حین استشھد رئیس الجامعۃ مولانا حبیب اللہ المختار ومعہ متاع الجامعۃ وناظمھا المفتی عبد السمیع رحمھما اللہ رحمۃ واسعۃ ووقفت الدراسۃ طیلۃ الاسبوع وھذا اوان بدایۃ الدراسۃ ۷ رجب ۱۴۱۸ھ ﴾

"مناقب قریش" مناقب منقبۃ کی جمع ہے، منقبت اس فضیلت اور برتری و بزرگی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت و شرافت والا بن جائے اور مخلوق خدا کے نزدیک بھی عزت و سرفرازی اور رفعت و بلندی حاصل کرلے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و شرف کا مقام پالیتا ہے وہ مخلوق کے ہاں بھی بلند مقام حاصل کرلیتا ہے البتہ مخلوق کے ہاں معزز ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جب مقبولیت کا مقام ہوگا تو مخلوق کے ہاں بھی مقبولیت کا اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔

قریش عرب کے ایک مشہور و معروف قبیلے کا نام ہے، درحقیقت "قریش" سمندر کی اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں تمام مچھلیوں پر غالب رہتی ہے یہ قبیلہ بھی عرب کے سارے قبائل پر غالب تھا، لفظ "قریش" نضر بن کنانہ کا لقب تھا ان کی اولاد میں جتنے قبائل تھے ان پر قریش کا اطلاق کیا گیا، جو عرب نضر بن کنانہ کی اولاد میں نہیں وہ قریش نہیں ہیں۔

"وذکر القبائل" قبائل جمع ہے اس کا مفرد قبیلہ ہے یہاں اس باب میں اولاد آدم کے مختلف قبائل کی خصوصیات و امتیازات، اچھائیاں اور برائیاں اجمالی طور پر بیان کی گئی ہیں چونکہ ہر قبیلے کا ایک بڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے چھوٹوں کے لئے قواعد و قوانین اور طور طریقے مقرر کرتا ہے جیسے شاعر نے کہا:

من معشر سنت لھم اباء ھم ولکل قوم سنۃ وامامھا

اسی اعتبار سے ہر قبیلے کے بڑے دادا کی طرف قبیلہ منسوب ہوتا ہے اور اسی کی خصوصیات کا بیان ہوتا ہے۔

الفصل الاول

قیادت وسیادت میں قریش کی فضیلت

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَکَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِکَافِرِهِمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس بات میں لوگ قریش کے تابع ہیں، قریش کے مسلمان تمام مسلمانوں کے اور قریش کے کافر تمام کافروں کے سردار ہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "الناس تبع" یعنی لوگ سب کے سب قریش کے تابع ہیں قریش کے مسلمان غیر قریش کے مسلمانوں کے سردار اور خلیفہ ہیں اور قریش کے کافر ان کے کافروں کے سردار ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قریش نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تو عرب اس انتظار میں تھے کہ آیا قریش اسلام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں جب قریش نے اسلام قبول کیا اور مکہ فتح ہوگیا تو تمام عرب اسلام میں داخل ہوگئے، اس سے معلوم ہوا کہ قریش حالت کفر میں بھی سردار ہیں اور حالت اسلام میں بھی سردار ہیں گویا قیادت وسیادت اور حکومت وخلافت کی صلاحیت اور استعداد اللہ تعالیٰ نے قریش میں رکھی ہے لہٰذا غیر قریشی سب ان کے تابع ہیں، اس حدیث میں امامت کبریٰ یعنی حکومت وخلافت کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں لوگ قریش کے تابع ہوں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انصار کے سامنے اسی حدیث سے قیادت قریش پر استدلال فرمایا تھا کہ **الائمة من قریش**۔ اس حدیث میں قریش کے تقدم اور مقدم کرنے کی ترغیب ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ قریش کی قیادت کا خیال رکھیں اگر کسی نے اس خصوصیت کا خیال نہ رکھا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر قریشی کی قیادت صحیح نہیں ہے، قیادت وخلافت صحیح ہے البتہ جن خصوصیات کا حامل ایک قریشی ہوسکتا ہے غیر قریشی نہیں ہوسکتا تو اس حدیث میں قریش کی خصوصیات امتیازات اور لیاقت کا ذکر ہے اور قریش کی اہمیت واہلیت اور ان کی صفات کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر قریش کو اس کا اہل نہ سمجھا جائے بلکہ حدیث میں قریش کے ایک استحقاق اور ترجیح کا ذکر ہے کہ اگر دو آدمی بھی دنیا میں قریش کے رہ جائیں تو ایک امیر بنے دوسرا مامور بنے یہ بھی اس حدیث کی ایک تشریح ہے، مگر دیگر فقہاء اور علماء نے لکھا ہے کہ خلیفہ کے لئے قریشی کا ہونا لازم ہے غیر قریشی کا بادشاہ بنانا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہوگیا ہے، صحابہ کرام نے اسی طرح فیصلہ کیا ہے فقہاء نے بھی اسی طرح لکھا ہے لہٰذا قریشی کے وجود کے وقت غیر قریشی صحیح نہیں ہے، ہاں اگر قریشی موجود نہیں ہے تو پھر کنانہ کے کسی فرد کو خلیفہ بنایا جائے اگر وہ نہیں ملا تو پھر عرب بنو اسماعیل میں سے کسی کو خلیفہ بنایا جائے اگر ان میں سے کوئی نہیں ملا تو پھر کسی عجمی شخص کو لایا جائے۔

بہر حال خلیفۃ المسلمین کے لئے قریشی ہونے کی شرط تمام کتابوں اور احادیث میں ہے البتہ بعض شیعہ، معتزلہ، مبتدعہ، مودودیہ نے اس شرط کا انکار کیا ہے۔

قریش سردار ہیں

﴿۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں۔ (مسلم)

خلافت کا استحقاق قریش کو حاصل ہے

﴿۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْهُمُ اثْنَانِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امر یعنی خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک کہ ان میں سے دو آدمی بھی باقی رہیں۔ (بخاری ومسلم)

اطاعت امیر نفاذ شریعت کے ساتھ مشروط ہے

﴿۴﴾ وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِیْ قُرَیْشٍ لَا یُعَادِیْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا کَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ یہ امر یعنی منصب خلافت قریش میں رہے گا جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے جو بھی شخص ان سے دشمنی وعداوت رکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ الٹا لٹکا دے گا۔

(بخاری)

توضیح: "ما اقاموا الدین" یعنی قریش کا استحقاقِ خلافت اس بات سے مشروط ہے کہ وہ تنفیذ شریعت کریں گے، دین کی حدود کی حفاظت کریں گے چونکہ خلافت کا اصل مقصد دین کی تنفیذ اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنا ہے اگر قریش نے یہ کام چھوڑ دیا تو پھر خلافت کے مستحق نہیں رہیں گے بلکہ وہ واجب العزل ہوں گے۔ بعض روایات میں **ما اقاموا الصلوٰۃ** کے الفاظ آئے ہیں لہٰذا شارحین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ خود نماز نہ پڑھتا ہو اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی نظام بھی قائم نہ کرتا ہو وہ بھی واجب العزل ہے، تو تنفیذ شریعت اور اقامت الصلوٰۃ اگر کسی بادشاہ میں نہ ہوں، تو وہ واجب العزل ہے اور اس کے خلاف خروج و بغاوت ضروری ہے، آج کل دنیا کے مسلم حکمران اقامت صلوٰۃ تو درکنار نماز پڑھنے والوں کو نماز سے روکتے ہیں ایسے منافقین ومعاندین کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا مسلمانوں پر لازم ہے مگر مسلمان کمزور بنے بیٹھے ہیں۔ "**لا یعادیهم**" یہ عداوت اور دشمنی کے معنی میں ہے۔ "**کبه الله**" منہ کے بل دوزخ میں ڈالنے اور الٹا لٹکانے کے معنی میں ہے۔

قریش کے بارہ خلفاء کی آمد کا مطلب

﴿۵﴾وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيْزًا إِلٰى اِثْنَىْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَايَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَاوَلِيَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَايَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ أَوْيَكُوْنَ عَلَيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اسلام کو بارہ خلفاء تک قوت وغلبہ حاصل رہے گا اور سب قریش میں سے ہوں گے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ لوگوں کے نظام کار کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ ان کے حاکم وہ بارہ شخص ہوں گے جن کا تعلق قریش سے ہوگا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دین برابر قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آئے اور لوگوں پر ان بارہ خلفاء کی حکومت قائم ہو جو قریش میں سے ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اثنی عشر خلیفة" یعنی قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قریش کے بارہ خلفاء ظاہر نہ ہو جائیں، اس حدیث کا سمجھنا اور اس کا مصداق متعین کرنا کافی مشکل ہے اس لئے کچھ تفصیل کی ضرورت پڑے گی لہٰذا سمجھ لینا چاہئے کہ اس حدیث میں مذکورہ بارہ خلفاء سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے بعد متصلاً پے در پے آئیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد متصلاً خلافت علی منہاج النبوۃ تو حدیث کی پیشگوئی کے مطابق صرف تیس سال تک رہی ہے، اس کے بعد خلافت علی طریق العموم کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لہٰذا اس حدیث میں بارہ خلفاء سے مراد ایسے خلفاء ہیں جو قیامت تک مختلف اوقات میں آئیں گے جن کے عدل وانصاف کے چرچے ہوں گے، اسی تناظر میں یہاں اس حدیث کی تشریح میں چند اقوال ہیں۔

پہلا قول: قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد سے لے کر بنو امیہ کے دور تک بارہ خلیفہ بنے ہیں ان کے مجموعی حالات اچھے تھے اگرچہ بعض ان میں خراب آئے ہیں مگر ان کا اعتبار نہیں ہے۔

دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء ہیں جو عادل متقی پرہیز گار ہوں گے، تسلسل کے ساتھ نہیں ہوں گے بلکہ قیامت تک اس قسم کے بارہ عادل خلیفے پورے ہوں گے تب قیامت آئے گی، سمجھنے کے اعتبار سے یہ قول آسان ہے۔

تیسرا قول: تیسرا قول یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء ہیں جو حضرت مہدی کے بعد شروع ہوں گے وہ اولاد مہدی میں ہوں گے اور ڈیڑھ سو سال تک نہایت عدل وانصاف کے ساتھ حکومت قائم کریں گے گویا یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے جو قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوگی۔

چوتھا قول: چوتھا قول یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء سے ایک ہی زمانے کے ایسے خلفاء مراد ہیں جو بلاد اسلامیہ میں مختلف ممالک میں حاکم ہوں گے ان کا وجود باعث اتفاق واتحاد نہیں بلکہ باعث شورش ونزاع ہوگا حدیث کا مطلب یہ ہوجائے گا کہ ان کے آنے سے پہلے عدل وانصاف ہوگا مگر ان کے آنے کے بعد طوائف الملوکی کا دور شروع ہوجائیگا اور اختلافات ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ حضرات جو اپنے بارہ اماموں کو اس حدیث کا مصداق بتاتے ہیں کیا وہ صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ حضرات غلط کہتے ہیں، حدیث شریف میں ان کے بارہ اماموں کی طرف اشارہ تک نہیں ہے، صرف **اثنی عشر** کا لفظ ہے اُنہوں نے اپنے آپ کو اثنا عشریہ کہد یا اور ایک اختلافی پارٹی کی بنیاد رکھ دی، یہ لوگ اس حدیث میں تحریف کرتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں تعجب تو لطف پر ہے کہ ان کے بارہ اماموں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی خلیفہ ہوا بھی نہیں ہے، جس شخص نے ایک دن بھی خلافت نہیں کی اس کو خلیفہ کہنا کتنا بڑا جھوٹ ہے، حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو روافض کے مذہب کی بنیاد جھوٹ پر رکھی گئی ہے جن کا قرآن اب تک غائب ہے تو ان کا دین کہاں ہوگا؟ "**او یکون علیهم**" یہاں "او" واؤ کے معنی میں ہے عطف کے لئے ہے ای **ویکون علیهم الخ**.

عرب کے چند قبائل کا ذکر

﴿۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قبیلہ) غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے (قبیلہ) اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور (قبیلہ) عُصَیّہ (تو وہ قبیلہ ہے) جو اللہ اور اللہ کے رسول کی معصیت میں مبتلا ہوا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "**غفار غفرها الله**" **غفار** غین پر کسرہ ہے عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جس میں مشہور صحابی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے نام کے **مبدء اشتقاق** غفران کو دیکھ کر ان کے لئے مغفرت کی دُعا فرمائی۔

"**اسلم**" سلامتیہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے، اس قبیلہ نے لڑائی اور جنگ کے بغیر اسلام کو قبول کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام کے مبدأ اشتقاق کو دیکھ کر ان کے لئے بھی سلامتی کی دُعا فرمائی۔

"**عصية**" یہ اس بدبخت قبیلہ کا نام ہے جس نے ستر صحابہ قاریوں کو بیر معونہ میں دھوکہ کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام کے مبدأ اشتقاق عصیان کو دیکھ کر ان کے لئے اُنکی معصیت کی وجہ سے بددُعا فرمائی۔

چند قبائل کی فضیلت

﴿۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَاَشْجَعُ مَوَالِیَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًی دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قریش، انصار، قبیلہ جہینہ (کے مسلمان) قبیلہ اسلم، غفار اور قبیلہ اشجع (کے مسلمان) میرے دوست اور مددگار ہیں، ان کا مددگار اور دوست اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا کوئی نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "قریش" یعنی قریش قبیلہ کے جو مسلمان ہیں۔ "الانصار" اس سے انصار مدینہ مراد ہیں۔ "موالی" یائے متکلم کی طرف مضاف ہے یہ مولیٰ کی جمع ہے دوست کے معنی میں ہے یعنی یہ قبائل میرے دوست ہیں اور ان کے دوست صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہیں۔

﴿۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَمُزَیْنَۃُ وَجُھَیْنَۃُ خَیْرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَمِنْ بَنِیْ عَامِرٍ وَالْحَلِیْفَیْنِ مِنْ بَنِیْ اَسَدٍ وَغَطْفَانَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابوبکرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ یہ سب قبیلے بنوتمیم اور بنوعامر سے اور دونوں حلیف قبیلوں یعنی بنواسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "ومن بنی عامر" یعنی بنوتمیم اور بنوعامر دونوں قبیلوں سے اسلم وغفار وجہینہ ومزینہ کے قبائل بہتر ہیں نیز آپس میں جو دو قبیلے حلیف بنے ہوئے ہیں یعنی بنواسد اور غطفان ان سے بھی مندرجہ بالا چار قبائل اچھے ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت اختیار کی اور ان کے مستقبل کے احوال بھی اچھے رہیں گے۔ "من بنی اسد و غطفان" من بیان کے لئے ہے جو الحلیفین کے لئے بیان واقع ہے زمانہ جاہلیت میں بنواسد اور غطفان کا معاہدہ تھا لہٰذا الحلیفین سے بنواسد اور غطفان مراد ہیں۔

بنوتمیم کی تین خصوصیات

﴿۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ مَازِلْتُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْھِمْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ھُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُھُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَکَانَتْ سَبِیَّۃٌ مِّنْھُمْ عِنْدَ عَائِشَۃَ فَقَالَ اَعْتِقِیْھَا فَاِنَّھَا مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں بنوتمیم کو اس وقت سے ہمیشہ عزیز اور دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے ان کی تین خاص خوبیوں کا ذکر رسول کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے بنوتمیم ہی وہ لوگ ہوں گے جو دجال کے مقابلے پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ثابت ہوں گے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ جب بنوتمیم کے صدقات آئے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ ہماری قوم کی طرف سے آئے ہوئے صدقات ہیں اور بنی تمیم

سے تعلق رکھنے والی ایک لونڈی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی، اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اس لونڈی کو آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "من ولد اسماعیل" سارے عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں مگر یہاں بنوتمیم کی قدرو منزلت ظاہر کرنے کی غرض سے حضور اکرم ﷺ نے ان کو "من ولد اسماعیل" فرمادیا۔

❀❀❀❀❀

الفصل الثانی

قریش کی اہانت نہ کرو ذلیل ہوجاؤ گے

﴿۱۰﴾وَعَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُّرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ اَهَانَهُ اللّٰهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت سعد نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قریش کی ذلت وخواری چاہی اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے گا۔ (ترمذی)

توضیح: "من یرد" یہ ارادۃ باب افعال سے ہے اور شرط کی وجہ سے مضارع مجزوم ہے یعنی قریش کی تذلیل واہانت نہ کرو خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم ہوں اگر ان کی تذلیل کروگے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے گا اور تم کو ذلیل ورسوا کردے گا۔

قریش کے لئے حضور اکرم ﷺ کی دُعا

﴿۱۱﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا فَاَذِقْ اٰخِرَهُمْ نَوَالًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! تو نے قریش کو ابتداء میں (غزوہ بدر اور احزاب کے موقع پر شکست وتباہی کا) عذاب چکھایا پس اب (جب کہ انہوں نے اسلام قبول کر کے اور تیرے رسول کی اطاعت اختیار کر کے دین اور مسلمانوں کو تقویت ومدد پہنچائی ہے تو) آخر میں ان کو عطاو بخشش سے نواز دے۔ (ترمذی)

توضیح: "اول قریش" قریش کے ابتدائی لوگ اور ابتدائی حصہ ان لوگوں کا تھا جو بدر میں آئے اور ان کو عبرت ناک سزا ملی۔ "نکالا" نکال بلا ومصیبت اور عبرت ناک سزا کو کہتے ہیں قحط سالی اور اشیاء کی قلت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے یہ

سب سزائیں قریش کو ملی تھیں۔ "نـوالا" عطایا اور انعامات اور فتوحات مراد ہیں، قریش کے آخری حصہ کو یہ نعمتیں غلبۂ اسلام کی وجہ سے ملی تھیں قریش چونکہ بیت اللہ کے متولی تھے اس لئے ان کا ایک مقام تھا جب کفر سے تائب ہوئے تو دعا کے مستحق ہوئے۔

اشعر قبیلہ کی فضیلت

﴿۱۲﴾وَعَنْ اَبِیْ عَامِرِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْحَیُّ الْاَسَدُ وَالْاَشْعَرُوْنَ لَایَفِرُّوْنَ فِی الْقِتَالِ وَلَایَغُلُّوْنَ وَھُمْ مِنِّیْ وَاَنَامِنْھُمْ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسد اور اشعری بہت اچھے قبیلے ہیں، یہ دونوں قبیلے نہ کفار کے مقابلہ پر جنگ سے بھاگتے ہیں اور نہ مال غنیمت میں خیانت کرتے ہیں، وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "الاسـد والاشـعـرون" یمن کے ایک قبیلہ کے بڑے سردار کا نام اسد تھا اسی شخص کے نام سے اسد قبیلہ متعارف اور مشہور ہوا۔ اسی قبیلہ کو "ازد" بھی کہتے ہیں اور "ازدشنوئۃ" بھی کہتے ہیں انصار مدینہ کے تمام عرب کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ اسی قبیلہ میں ایک اور سردار تھا جس کا نام عمرو بن حارثہ تھا اور لقب "اشعر" تھا اسی اشعر کی طرف منسوب لوگوں کو اشعری، اشعرون اور اشعریون کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تھے گویا اسد، ازد، ازدشنوہ، ازداللہ اور اشعرون سب ایک ہی قبیلہ کے نام ہیں۔ "لایغلون" مال غنیمت میں خیانت نہیں کرتے ہیں۔

﴿۱۳﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَزْدُاَزْدُاللّٰہِ فِی الْاَرْضِ وَیُرِیْدُالنَّاسُ اَنْ یَّضَعُوْھُمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّااَنْ یَّرْفَعَھُمْ وَلَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَقُوْلُ الرَّجُلُ یَالَیْتَ اَبِیْ کَانَ اَزْدِیًّا وَیَالَیْتَ اُمِّیْ کَانَتْ اَزْدِیَّۃً. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ ازد کے لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے ازد (یعنی اللہ کا شکر اور اس کے دین کے معاون ہیں، لوگ اس قبیلہ کو ذلیل وخوار کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف اس قبیلہ کے لوگوں کو عزت وبلندی عطا کرنا چاہتے ہیں یقیناً لوگوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب آدمی یہ کہتا نظر آئے گا کہ کاش! میرا باپ ازدی ہوتا اور کاش! میری ماں قبیلہ ازد سے ہوتی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین قبائل کو پسند نہیں فرماتے

﴿۱۴﴾وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَیَکْرَہُ ثَلٰثَۃَ اَحْیَاءٍ ثَقِیْفٍ وَّبَنِیْ حَنِیْفَۃَ وَبَنِیْ اُمَیَّۃَ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَاحَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ تین قبیلوں ثقیف، بنوحنیفہ اور بنوامیہ سے ناخوش اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "ثقیف" اس قبیلہ میں مشہور ظالم حجاج بن یوسف پیدا ہوا تھا جس نے ایک لاکھ بیس ہزار بے گناہ انسانوں کو باندھ کر قتل کیا، تھا ابھی آیندہ اس کے حالات آنے والے ہیں۔ "بنو حنیفة" اس قبیلہ میں مشہور کذاب اور جھوٹی نبوت کا دعویدار مسیلمہ کذاب پیدا ہوا۔ "بنو امية" اس قبیلہ میں عبداللہ بن زیاد اور یزید اور دیگر کذابین پیدا ہوئے ہیں ان ناپسندیدہ افراد کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو یہ قبائل ناپسند تھے۔

قبیلہ ثقیف کی مذمت اور حجاج کے احوال

﴿۱۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيْرٌ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عِصْمَةَ يُقَالُ الْكَذَّابُ هُوَ الْمُخْتَارُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ وَالْمُبِيْرُ هُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوْسُفَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ اَحْصَوْا مَاقَتَلَ الْحَجَّاجُ صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ اَلْفٍ وَعِشْرِيْنَ اَلْفًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيْحِ حِيْنَ قَتَلَ الْحَجَّاجُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ اَسْمَاءُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَّمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اِخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ وَسَيَجِيْءُ تَمَامُ الْحَدِيْثِ فِي الْفَصْلِ الثَّالِثِ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قبیلہ ثقیف میں انتہا درجہ کا جھوٹا شخص پیدا ہوگا اور ایک انتہا درجہ کا مفسد و ہلاکو، حضرت عبداللہ ابن عصمہ تابعی کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے: جھوٹے شخص سے مراد مختار ابن عبید اور مفسد و ہلاکو سے مراد حجاج ابن یوسف ہے۔ اور ہشام ابن حسان کا بیان ہے کہ حجاج ابن یوسف نے جس قدر لوگوں کو یوں ہی پکڑ پکڑ کر اور قید خانہ میں ڈال کر قتل کیا ہے ان کی تعداد لوگوں نے شمار کی ہے جو ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حجاج ابن یوسف نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کو شہید کر دیا تو حضرت اسماء نے (جو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں) کہا ہم سے رسول کریم ﷺ نے بیان کر دیا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک انتہا درجہ کا جھوٹا شخص پیدا ہوگا اور ایک بڑا مفسد و ہلاکو آئے گا پس جہاں تک جھوٹے شخص کا تعلق ہے تو اس کو ہم دیکھ چکے، اب رہی مفسد و ہلاکو کی بات تو میرا خیال ہے کہ اے حجاج! وہ مفسد ہلاکو تو ہی ہے۔ یہ پوری حدیث تیسری فصل میں آرہی ہے۔

توضیح: "المختار" مختار بن عبید ثقفی کی تفصیل اس سے پہلے ملاحم میں گذر چکی ہے۔ اور حجاج بن یوسف قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا تھا پہلے یہ عبدالملک بن مروان کا گورنر تھا۔ عراق و خراسان اس کے ماتحت تھا پھر حجاز پر بھی یہ گورنر ہوگیا عبدالملک کے بعد ولید بن عبدالملک کی بادشاہت میں بھی حجاج گورنر رہا اور ظلم کرتا رہا پھر ۹۵ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوگیا

کہتے ہیں جب حجاج پیدا ہوا تو یہ ماں کا دودھ نہیں پیتا تھا، ابلیس ایک حکیم کی شکل میں آیا اور اس کی ماں سے کہا کہ ایک کالی بکری ذبح کرو اور اس کے خون میں حجاج کو لت پت کردو اور کچھ خون اس کو چٹادو یہ دودھ پینے میں لگ جائے گا چنانچہ ماں نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے حجاج انسانی خون کا خوگر ہو گیا، خود کہتا تھا کہ مجھے کھانا اس وقت مزہ دیتا ہے کہ پہلے کسی کو قتل کردوں، ایک دفعہ مسجد میں ایک شخص لیٹا ہوا تھا حجاج اس کے سینے پر بیٹھ کر اس کو ذبح کرنے لگا اس شخص نے کہا کہ قیامت میں خدا کے سامنے کیا جواب دوگے، حجاج ایک لمحہ کے لئے پیچھے ہٹا اور سوچنے لگا اور پھر آکر کہا کہ میں اللہ سے کہوں گا کہ یہ شخص مسجد میں سو رہا تھا جو گناہ ہے یہ کہہ کر اس کو ذبح کردیا۔ یہ شخص خود بزدل تھا مگر بہت بڑا ظالم تھا۔ قرآن کریم پر اعراب اور رکوعات لگانے پر اس نے علماء کو مامور کیا اس میں بھی لوگوں کو قتل کردیا، ایک دفعہ ایک عالم سے کہا کہ "غــرفة" کے غین پر کتنے اعراب آسکتے ہیں اس نے کہا مجھے مہلت دو حجاج نے کہا تین دن کی مہلت ہے جواب دو ورنہ موت ہے۔ وہ شخص دیہات میں چلا گیا تا کہ اس اعراب کا سراغ لگائے جنگل میں ایک چرواہا یہ شعر پڑھ رہا تھا:

ربما تكره النفوس من الامر لها فرجة كحل العقال

اس عالم نے اس خالص بدوی عربی سے پوچھا کہ اس شعر میں فرجة کے فا پر کتنی حرکات آسکتی ہیں اس نے کہا کہ فعلة کے وزن پر جو بھی کلمہ ہو اس کے فا کلمہ پر تینوں حرکات آسکتی ہیں، عالم خوشی سے جھومنے لگا اور پھر پوچھا کہ تم نے یہ شعر کیوں پڑھا؟ اس شخص نے کہا کہ ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ حجاج مرگیا ہے میں نے اس مناسبت سے یہ شعر پڑھا ہے کہ بعض دفعہ انسان انتہائی کرب وغم میں مبتلا رہتا ہے لیکن اچانک مصیبت سے اس طرح چھوٹ جاتا ہے جس طرح محبوس اونٹ رسی سے چھوٹ جاتا ہے، اس عالم نے کہا کہ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ میں اس لغت کے ملنے سے زیادہ خوش ہوا یا حجاج کی موت سے زیادہ خوش ہوا۔

ایک دفعہ حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک کے ساتھ کمرہ میں اکیلے بیٹھا تھا، خلیفہ عبدالملک کی بیوی نے شوہر کو بلایا اور خطرہ کا اظہار کیا عبدالملک نے کہا کوئی خطرہ نہیں اپنے آدمی حجاج کے ساتھ بیٹھا ہوں، بیوی نے کہا کہ مجھے عزرائیل کے ساتھ بیٹھنے میں اتنا خطرہ نہیں جتنا خطرہ حجاج کے ساتھ اکیلے بیٹھنے میں ہے، حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار بے گناہ افراد کو مارا ہے جن کو پہلے جیل میں بند کیا اور پھر ہاتھ پاؤں باندھ کر ماردیا، حجاج کی جیل کی چھت نہیں ہوتی تھی بلکہ گرمی سردی میں قیدی کھلے آسمان تلے زندگی گذارتے تھے، جنگوں میں حجاج نے جتنے انسانوں کو مارا ہے اس کا حساب لگانا مشکل ہے، کہتے ہیں ابومسلم خراسانی شیعہ نے چھ لاکھ انسانوں کو بے گناہ مارا تھا، لیکن ظلم کے حوالہ سے حجاج اس سے بڑھ کر تھا کہا جاتا ہے کہ حجاج کی جیل سے پچاس ہزار آدمیوں کی لاشیں صرف ایک وقت میں نکل آئی تھیں۔ اس شخص نے بہت سارے صحابہ کرام کو بھی شہید کیا ہے اور سید التابعین حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے قتل کا واقعہ تو مشہور ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب سولی پر لٹکی ہوئی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش سے تعزیت کی تو حجاج غصہ ہوا اور فریب کے ساتھ حضرت ابن عمر کو شہید کرڈالا۔ ابن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلاوا بھیجا کہ میرے دفتر میں آجاؤ انہوں نے انکار کیا پھر حجاج خود گیا اور کہا میں نے تیرے بیٹے کو کیسے قتل کیا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ تو نے میرے بیٹے کی دنیا برباد کی اور میرے بیٹے نے تیری آخرت کو

برباد کیا، پھر زیر بحث حدیث سنادی مزید تفصیل فصل ثالث کی حدیث نمبر ۲۴ میں ہے، جب حجاج بیمار ہوگیا تو اس کے پیٹ میں سوزش رہتی تھی اس نے طبیبوں کو بلایا ایک طبیب نے دھاگہ کے ساتھ گوشت لٹکا دیا اور پیٹ میں اُتارا جب کھینچ کر نکالا تو اس کے ساتھ کیڑے چپٹے ہوئے تھے طبیب نے کہا یہ تیری بیماری ہے، پھر حجاج پیٹ کو آگ کے قریب کرتا تھا تا کہ گرم ہو کر کیڑے بھاگ جائیں، ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے روکا تھا کہ صحابہ کرام کو تنگ نہ کر! اب تیرا عذاب شروع ہوگیا ہے، مرنے کے بعد اس کا جنازہ کوئی نہیں پڑھاتا تھا، صرف حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پڑھانے کے لئے تیار ہوگئے اور فرمایا کہ موت کے وقت اس نے استغفار پڑھا ہے کیا بعید کہ اللہ اس کو بالآخر معاف کردے، کہتے ہیں موت کے وقت اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عجیب مناجات کی، اعتراف جرم کرتے ہوئے استغفار کرتا رہا، مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب میں اس نے کہا کہ مجھے ہر مقتول کے بدلے میں ایک ایک بار قتل کیا جاتا ہے لیکن سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بدلے مجھے ستر بار قتل کیا اور پھر زندہ کیا گیا، پوچھنے والے نے پوچھا کہ تیرا کیا گمان ہے، کہا کہ اُمید کرتا ہوں کہ آخر کار مجھے میرا رب معاف کردے گا۔

بہر حال حجاج کا خاتمہ اگر ایمان پر ہوا ہے تو آخر کامیاب ہوجائے گا۔ علامہ اُبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں کچھ ایسے جملے نقل کئے ہیں جن سے حجاج کا انجام خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد میں بھی حجاج سے متعلق تفصیل مذکور ہے، اس باب میں بھی آگے حدیث نمبر ۲۴ کے تحت کافی تفصیل ہے۔

ثقیف کے لئے ہدایت کی دُعا

﴿۱۶﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرَقَتْنَانِبَالُ ثَقِيْفٍ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِثَقِيْفًا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! قبیلہ ثقیف کے تیروں نے ہم کو بھون ڈالا ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بددعا کیجئے! آنحضرت نے فرمایا اے اللہ قبیلہ ثقیف کو قبول اسلام اور اطاعت احکام کی ہدایت وتوفیق عطا فرما۔

(ترمذی)

(غزوہ حنین کے بعد طائف کے قلعے کا محاصرہ ہوگیا تھا اندر سے ثقیف والے تیر مارتے تھے)

قبیلہ حمیر کے لئے دُعا

﴿۱۷﴾وَعَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَهُ رَجُلٌ اَحْسِبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِلْعَنْ حِمْيَرًا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا اَفْوَاهُهُمْ

سَلَامٌ وَاَیْدِیْھِمْ طَعَامٌ وَھُمْ اَھْلُ اَمْنٍ وَّاِیْمَانٍ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُهُ اِلَّامِنْ حَدِیْثِ عَبْدِالرَّزَّاقِ وَیُرْوٰی عَنْ مِیْنَاءَ هٰذَااَحَادِیْثُ مَنَاکِیْرُ)

اورحضرت عبدالرزاق ابن ہمام اپنے والد مکرم سے اور وہ حضرت مینا سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا جس کے بارے میں میرا گمان ہے کہ وہ قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا، اس نے کہا یارسول اللہ! قبیلہ حمیر پر لعنت فرمایئے۔ یعنی ان کے حق میں بددعا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف سے اپنا منہ پھیرلیا، وہ شخص پھر دوسری طرف سے آپ کے سامنے آگیا آپ نے ادھر سے بھی منہ پھرلیا، پھر وہ شخص دوسری طرف سے آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اس طرف سے بھی منہ پھیرلیا اور پھر آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ حمیر پر اپنی رحمت نازل فرمائے ان کے منہ سلام ہیں، ان کے ہاتھ طعام ہیں اور وہ اہل امن بھی ہیں اور اہل ایمان بھی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، اس روایت کو ہم عبدالرزاق ابن ہمام کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے نہیں جانتے اور مینا سے نقل کی جانی والی روایتیں منکر ہیں۔

توضیح: ''افواهھم سلام'' یعنی زبانوں سے ہروقت ان کے ہاں سلام کے چرچے ہورہے ہیں اور ہاتھوں سے کھانے کھلانے کے دسترخوان سجائے جارہے ہیں اور دلوں میں ایمان کے چراغ روشن ہورہے ہیں، لہذا یہ بددعا کے مستحق نہیں ہیں۔

قبیلہ دوس کے متعلق خیال

﴿۱۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَاکُنْتُ اُرٰی اَنَّ فِیْ دَوْسٍ اَحَدًافِیْهِ خَیْرٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے عرض کیا: دوس سے تعلق رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ قبیلہ دوس میں کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے جس میں نیکی و بھلائی ہو۔

(ترمذی)

توضیح: یعنی اے ابوہریرۃ! تجھے دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ قبیلہ دوس میں کچھ نہ کچھ خیر ہے ورنہ اس سے پہلے تو میرا خیال تھا کہ ان لوگوں میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔

عرب سے بغض وعداوت ایمان کا زوال ہے

﴿۱۹﴾ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتُبْغِضْنِیْ فَتُفَارِقَ دِیْنَکَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ اُبْغِضُکَ وَبِکَ هَدَانَا اللّٰهُ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِیْ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ مجھ سے فرمانے لگے کہ مجھ سے دشمنی نہ رکھنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے، میں نے عرض کیا بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ سے دشمنی رکھوں؟ درانحالیکہ آپ کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا، آپ نے فرمایا اگر تم عرب سے دشمنی رکھو گے تو گویا مجھ سے دشمنی رکھو گے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: چونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے تھے اور فارس کی زبان اور وطنیت کا تقاضا تھا کہ عرب کے ساتھ ان کی بغض وعداوات پیدا ہو خواہ مستقبل میں کیوں نہ ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سلمان میں کوئی شائبہ دیکھا گیا ہو، اس پر آنحضرت ﷺ نے عرب سے بغض وعداوت کو زوال ایمان کا ذریعہ بتایا، حدیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ عرب سے بغض آنحضرت ﷺ سے بغض ہے لہٰذا ہر مسلمان کو عرب کا احترام کرنا چاہئے، راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ دین اسلام کے دشمن ہوتے ہیں وہ عرب کے خلاف بدگوئی میں مصروف رہتے ہیں، آجکل عرب پناہ گزین وزیرستان اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں ہیں، تجربہ گواہ ہے کہ جو لوگ بے ایمان ہوتے ہیں وہ ان عربوں سے بغض رکھتے ہیں۔

عرب سے دھوکہ کرنے والا بڑا مجرم ہے

﴿۲۰﴾ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ وَلَيْسَ هُوَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ بِذٰكَ الْقَوِيِّ)

اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اہل عرب سے فریب ودغابازی کرے گا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا اور نہ اس کو میری دوستی کی سعادت حاصل ہوگی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، اس روایت کو ہم حصین ابن عمر کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے نہیں جانتے اور محدثین کے نزدیک اس درجہ کے قوی نہیں ہیں۔ (ترمذی)

توضیح: "غش" دھوکہ اور فریب ودغابازی کو غش کہتے ہیں، عرب سے دھوکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ذاتی طور پر خیانت کی جائے یا اجتماعی طور پر خیانت کی جائے، ان کی خارجہ پالیسی کو بدل کر کافروں کے تابع بنایا جائے یا ان کی داخلہ پالیسی میں ردو بدل کر کے کفار کے ہمنوا بنایا جائے یا ایسے بین الاقوامی معاہدے کئے جائیں جن سے عرب غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جائیں یا عرب کو بلاکوں میں تقسیم کیا جائے کہ کچھ تو امریکہ کے بلاک میں چلے جائیں اور کچھ روس کے بلاک میں شامل ہو جائیں جس طرح مصر کے حکمرانوں نے اس طرح کیا پھر فلسطین کی قیادت نے اس طرح خیانت کی اور اب تک جاری ہے۔ "غش" کا مطلب دھوکہ وفراڈ بھی ہوسکتا ہے اور بغض وعداوت بھی ہوسکتا ہے، عجم کے علاوہ لوگ عرب ہیں خواہ شہروں میں رہتے ہوں یا دیہاتوں میں ہوں۔

"بذالک القوی"، یعنی محدثین کے نزدیک یہ حدیث پوری طرح قوی نہیں بلکہ ضعیف ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عرب سے محبت رکھنے سے متعلق بہت ساری حدیثیں ہیں جن سے یہ حدیث حسن کے درجہ میں قوی ہو جاتی ہے۔مثلاً مستدرک حاکم میں ہے حب القریش ایمان وبغضهم کفر و حب العرب ایمان وبغضهم کفر فمن احب العرب فقدا حبنی ومن ابغض العرب فقد ابغضنی. طبرانی میں ایک حدیث ہے احبوا قریشاً فانه من احبهم احبه الله. اورایک مشہور حدیث ہے احبوا العرب لثلاث جو آیندہ حدیث نمبر ۲۷ میں آرہی ہے۔لہٰذا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں واقل مرتبة اسانيده ان يكون حسنا فالحديث حسن لغيره. (مرقات، ج ا ص ۳۴۶)

عرب کی تباہی قرب قیامت کی نشانی ہے

﴿۲۱﴾ وَعَنْ أُمِّ الْحَرِيرِ مَوْلَاةِ طَلْحَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَايَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ام حریر جوایک صحابی حضرت طلحہ ابن مالک کی آزاد کردہ باندی ہیں کہتی ہیں کہ میں نے اپنے آقا (حضرت طلحہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: قرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت اہل عرب کا ہلاک ہوجانا ہے۔ (ترمذی)

قبائل عرب پر مناصب کی تقسیم

﴿۲۲﴾ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُلْكُ فِي قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِي الْأَنْصَارِ وَالْأَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ وَالْأَمَانَةُ فِي الْأَزْدِ يَعْنِي الْيَمَنَ وَفِي رِوَايَةٍ مَوْقُوفًا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا أَصَحُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت و بادشاہی قریش میں ہے، قضاء انصار میں ہے اذان حبشیوں میں ہے اور امانت ازد میں ہے، ازد سے آپ کی مراد تمام اہل یمن تھے، ایک روایت میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کے طور پر منقول ہے۔اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

توضیح: "حکومت قریش میں ہے" صحابہ نے ایسا ہی فیصلہ فرمادیا اور حکومت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردی جو قریش میں سے تھے۔"قضاء وعدالت انصار میں ہے" صحابہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن کے قاضی مقرر ہوئے جو انصاری تھے۔"اذان حبشہ میں ہے" صحابہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ منصب اذان پر مقرر ہوئے جو حبشہ کے تھے۔

"امانت ازد میں ہے" ازد قبیلہ یمن کا مشہور قبیلہ ہیں اس سے مراد اہل یمن ہیں اور یمن کی دیانت معروف ہے۔

الفصل الثالث

قریش کے بارے میں ایک حکم

﴿۲۳﴾عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مُطِیعٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ لَایُقْتَلُ قُرَشِیٌّ صَبْرًا بَعْدَ ھٰذَاالْیَوْمِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن مطیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول کریم ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آج کے بعد سے قیامت کے دن تک کسی قریشی کو حبس وقید کر کے نہیں مارا جائے گا۔ (مسلم)

توضیح: "صبرًا" یعنی کسی قریشی کو باندھ کر قتل نہیں کرنا چاہئے اس لئے آج فتح مکہ کے بعد قیامت تک کسی قریشی کو صبراً قتل نہ کیا جائے، اس روایت کا ایک مطلب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ یہاں نفی نہی کے معنی میں ہے یعنی کسی قریشی کو جیل میں ڈال کر پہلے قید کیا جائے اور پھر باندھ کر قتل کیا جائے ایسا نہ کرو۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس توجیہ پر سخت اعتراض کیا ہے اور پھر حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ اس طرح اب نہیں ہوگا کہ کوئی قریشی اسلام میں آنے کے بعد مرتد ہو جائے اور ارتداد کے بعد اس کو قید کر کے صبراً قتل کیا جائے ایسا نہیں ہوگا۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مطلب کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ تاریخ میں یہ بات تو کثرت سے ملتی ہے کہ قریشی کو باندھ کر قتل کیا گیا ہو مگر یہ بات نہیں ملتی کہ اسلام کے بعد کوئی قریشی مرتد ہوا ہو اور پھر اس کو باندھ کر قتل کیا گیا ہو۔ بہر حال بظاہر علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی بات حدیث سے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے، ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات بعید معلوتی ہے۔

حجاج بن یوسف کا ظلم اور حضرت اسماء کی جرأت

﴿۲۴﴾وَعَنْ اَبِیْ نَوْفَلٍ مُعَاوِیَۃَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ رَاَیْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ عَلٰی عَقَبَۃِ الْمَدِیْنَۃِ قَالَ فَجَعَلَتْ قُرَیْشٌ تَمُرُّ عَلَیْہِ وَالنَّاسُ حَتّٰی مَرَّ عَلَیْہِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ فَوَقَفَ عَلَیْہِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَبَاخُبَیْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَبَاخُبَیْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَبَاخُبَیْبٍ اَمَاوَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ اَنْھٰکَ عَنْ ھٰذَا اَمَاوَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ اَنْھٰکَ عَنْ ھٰذَا اَمَاوَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ اَنْھٰکَ عَنْ ھٰذَا اَمَا وَاللّٰہِ اِنْ کُنْتَ مَاعَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ اَمَا وَاللّٰہِ لَاُمَّۃٌ اَنْتَ شَرُّھَا لَاُمَّۃُ سُوْءٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَاُمَّۃُ خَیْرٍ ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِاللّٰہِ وَقَوْلُہٗ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ فَاُنْزِلَ عَنْ جِذْعِہٖ فَاُلْقِیَ فِیْ قُبُوْرِ الْیَھُوْدِ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُمِّہٖ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ فَاَبَتْ اَنْ تَاْتِیَہٗ فَاَعَادَ عَلَیْھَا الرَّسُوْلُ لَتَاْتِیَنِّیْ اَوْلَاَبْعَثَنَّ اِلَیْکِ مَنْ یَّسْحَبُکِ بِقُرُوْنِکِ قَالَ فَاَبَتْ وَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَااٰتِیْکَ حَتّٰی تَبْعَثَ اِلَیَّ مَنْ یَّسْحَبُنِیْ بِقُرُوْنِیْ قَالَ فَقَالَ اَرُوْنِیْ سِبْتَیَّ فَاَخَذَ نَعْلَیْہِ ثُمَّ

اِنطَلَق یَتوَذَّفُ حتّٰی دَخلَ عَلَیھَا فَقالَ کَیفَ رَاَیتِنِیْ صَنعْتُ بِعدُوِّاللّٰہِ قَالَتْ رَاَیتُکَ اَفسَدْتَ عَلَیْہِ دُنیَاہُ وَاَفسَدَ عَلَیکَ اٰخِرَتکَ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تَقُوْلُ لَہٗ یَابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَیْنِ اَنَاوَاللّٰہِ ذَاتُ النِّطَاقَیْنِ اَمَّااَحدُھُمَافَکُنْتُ بِہٖ اَرْفَعُ طَعَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَعَامَ اَبِیْ بَکْرٍ مِنَ الدَّوَابِّ.وَاَمَّاالْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْأَۃِ الَّتِیْ لَاتَسْتَغْنِیْ عَنْہُ اَمَااِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ فِیْ ثَقِیْفٍ کَذَّابًا وَّمُبِیْرًا فَاَمَّا الْکَذَّابُ فَرَاَیْنَاہُ وَاَمَّاالْمُبِیْرُ فَلَااِخَالُکَ اِلَّااِیَّاہُ قَالَ فَقَامَ عَنْھَا فَلَمْ یُرَاجِعْھَا. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابونوفل معاویہ ابن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کو مدینہ کی گھاٹی میں (ایک سولی پر لٹکے ہوئے) دیکھا، ابونوفل کہتے ہیں کہ قریش کے لوگوں نے اس نعش کے پاس آنا جانا شروع کیا اور دوسرے لوگ بھی آتے جاتے رہے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن عمر بھی وہاں آئے اور نعش کے سامنے کھڑے ہوکر یوں گویا ہوئے: السلام علیک اے ابوخبیب! السلام علیک اے ابوخبیب! السلام علیک اے ابوخبیب! آگاہ ہو خدا کی قسم میں تم کو اس کام سے منع کرتا تھا، آگاہ ہو خدا کی قسم میں تم کو اس کام سے منع کرتا تھا، آگاہ ہو خدا کی قسم میں تم کو اس کام سے منع کرتا تھا۔ آگاہ ہو! خدا کی قسم بلاشبہ تم وہ شخص تھے جس کو میں جانتا تھا کہ تم بہت زیادہ روزے رکھنے والے، بہت زیادہ شب بیدار و شب خیز اور اہل قرابت سے بہت زیادہ احسان وسلوک کرنے والے ہو۔ آگاہ ہو! خدا کی قسم وہ گروہ جس کی نظر میں تم برے ہو یقیناً ایک برا اور بدتر گروہ ہے اور ایک روایت میں "لامة سوء" کے بجائے "لامة خیر" کے الفاظ ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے، پھر جب یہ خبر حجاج کے پاس پہنچی کہ عبداللہ ابن عمر نے عبداللہ بن زبیر کی نعش کے ساتھ کھڑے ہوکر ایسا ویسا کہا ہے تو اس نے ایک آدمی بھیجا اور نعش کو اس لکڑی پر سے اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں ڈلوا دیا، پھر حجاج نے ابن زبیر کی والدہ حضرت اسماء کے پاس ایک آدمی بھیجا، حضرت اسماء نے اس کے ہاں آنے سے انکار کر دیا۔ حجاج نے دوبارہ آدمی بھیجا اور کہلایا کہ یا تو فوراً چلی جاؤ ورنہ پھر ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو تمہاری چوٹی پکڑ کر کھینچتا ہوا یہاں لائے گا۔ ابونوفل کہتے ہیں کہ حضرت اسماء نے پھر انکار کر دیا اور حجاج کو کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم میں تیرے پاس ہرگز نہیں آؤں گی! اب تو تو کسی ایسے آدمی کو بھیج کر دیکھ لے جو میری چوٹیاں پکڑ کر مجھے کھینچتا ہوا لے جائے۔ راوی کہتا ہے کہ حجاج بولا: لاؤ میری جوتیاں میرے سامنے رکھو پھر اس نے اپنی جوتیاں پیروں میں ڈالیں اور اکڑتا اتراتا ہوا تیز تیز چل کر حضرت اسماء کے ہاں پہنچا اور ان سے بولا کہ تم نے اس دشمن خدا (یعنی اپنے بیٹے ابن زبیر) کے ساتھ سلوک کرنے میں مجھے کیسا پایا؟ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں میں نے تجھے ایسا پایا کہ تو نے اس کی دنیا تباہ کر دی اور اس نے تیری عاقبت کا ستیاناس کر دیا اور ہاں مجھے معلوم ہے کہ تو میرے بیٹے ابن زبیر کو دو کمر بند والی عورت کا بیٹا کہہ کر مخاطب کرتا تھا (تو سن لے) خدا کی قسم میں بلاشبہ دو کمر بند والی عورت ہوں، ایسے دو کمر بند کہ جن میں ایک کمر بند تو وہ تھا جس کے ذریعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھانا جانوروں سے محفوظ رکھتی تھی اور دوسرا کمر بند عورت کا وہ کمر بند تھا جس سے کوئی عورت بے پرواہ نہیں ہو سکتی اور یاد رکھ! ہم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی کہ قبیلہ ثقیف

میں ایک نہایت درجہ کا جھوٹا شخص پیدا ہوگا اور ایک نہایت درجہ کا مفسد وہلاکو۔ بہرحال جھوٹا تو ہم نے دیکھ لیا جو ابوعبید ثقفی تھا اور رہا مفسد وہلاکو تو میرا خیال ہے کہ وہ تم ہی ہو، راوی ابونوفل کا بیان ہے کہ حجاج حضرت اسماء کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ (مسلم)

توضیح: "عقبة المدینة" اس سے وہ راستہ مراد ہے جو مکہ سے مدینہ کی طرف جاتا ہے یہ جگہ مکہ میں ہے مدینہ میں نہیں ہے۔
"لامة سوء" یعنی "لامة انت شرها" یعنی وہ لوگ جن کی نظر میں تم بہت برے آدمی تھے وہ لوگ بہت برے ہیں یعنی حجاج بن یوسف کے لوگ آپ کو برا آدمی سمجھتے تھے مگر وہ خود برے ہیں ایک روایت میں۔ "لامة خیر" کے الفاظ آئے ہیں یعنی جو لوگ آپ کو برا آدمی سمجھتے ہیں وہ بہت ہی اچھے اور پارسا لوگ ہیں یعنی حجاج بن یوسف اور ان کی پارٹی، اس کلام میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حجاج پر طنز کرنا چاہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ تو ایسے برے آدمی تھے جسے زندہ چھوڑا ہی نہیں جا سکتا تھا اور جنہوں نے قتل کیا ہے وہ تو بہت ہی پارسا لوگ تھے نا!!

"جذعه" درخت کے تنے کو کہتے ہیں جس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا تھا۔ اسی گفتگو کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے فریب کر کے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے راستے میں زہر آلود خنجر رکھوا کر ان کو شہید کرادیا۔

"قبور الیهود" اس سے مراد وہ قبریں ہیں جس میں اس زمانہ میں یہود کو دفنایا جاتا تھا، اسلام آنے کے بعد وہاں یہودیوں کا وجود نہیں رہا، مسلمانوں نے بعد میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال کر جنت المعلا میں دفن کیا، ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی قبر بھی ان کے ساتھ ہے۔ "قرون" قرن کی جمع ہے مراد سر کے بالوں کی مینڈھیاں ہیں۔ "یسحبک" بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنے کو کہتے ہیں۔ "سبتی" یہ سبتیة تثنیہ ہے یہ اس جوتے کو کہتے ہیں جو دباغت شدہ کھال سے بنایا گیا ہو، سبت ازالۂ بال کو کہتے ہیں یائے متکلم کی طرف مضاف ہے۔ جوتوں کو کہتے ہیں۔ "یتوذف" ای یسرع یعنی قریب قریب قدم رکھتے ہوئے تیز تیز چلنے کو یتوذف کہتے ہیں۔ وقیل یبختر یعنی اکڑ اکڑ کر چلنے کو یتوذف کہتے ہیں۔

"یا ابن ذات النطاقین" یعنی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے بیٹے کو ذات النطاقین عورت کے بیٹے سے پکارتے ہو؟ نطاق کمر بند کو کہتے ہیں عرب میں اس طرح دو کمر بند عورتیں باندھتی تھیں جو دوسروں کی خادمائیں ہوتی تھیں، حجاج کا مطلب یہی تھا مگر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اصل مطلب کی وضاحت فرمادی جس میں ان کا اعزاز تھا اس پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فخر کرتے تھے اور کہتے تھے:

اِیْهًا وَالْاِلٰہِ ۔۔۔ تِلْکَ شَکَاۃٌ ظَاهِرٌ عَنْکَ عَارُهَا

عام شورش میں شریک ہونے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا انکار

﴿۲۵﴾ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَتَاهُ رَجُلَانِ فِیْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَیْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا مَاتَرٰی وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ یَمْنَعُنِیْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیَّ

دَمَ اَخِی الْمُسْلِمِ قَالَا اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْقَاتَلْنَا حَتّٰی لَمْ تَکُنْ فِتْنَۃٌ وَکَانَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ وَاَنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰی تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِغَیْرِ اللّٰہِ.

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر سے متعلق ہنگامہ آرائی کے زمانہ میں دو شخص حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے، وہ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے، آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں نیز رسول کے صحابی بھی ہیں پھر آخر کیا چیز مانع ہے کہ آپ خروج نہیں کررہے ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیز میرے لئے مانع ہے وہ میرا یہ علم ہے کہ مسلمان بھائی کا خون بہانا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے حرام قرار دیا ہے، ان دونوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ﴿وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ﴾ یعنی لڑو تم لوگوں سے یہاں تک کہ فتنہ ختم ہوجائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ان لوگوں سے یقیناً لڑے یہاں تک کہ فتنہ یعنی کفر و شرک کا خاتمہ ہوگیا اور صرف اللہ کا دین اسلام رہ گیا اور تم یہ چاہتے ہو کہ تم جنگ وجدال کرو یہاں تک کہ ان (مسلمانوں) میں فتنہ پھیل جائے اور غیر اللہ کا دین قائم ہوجائے۔ (بخاری)

توضیح: ”ان تخرج“ یہ خروج سے ہے، بغاوت کے معنی میں ہے درحقیقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں عبدالملک بن مروان خلیفہ تھے اور ان کی طرف سے حجاج بن یوسف گورنر مقرر تھا صحابہ کرام اور تابعین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اس ظالم حجاج کے مقابلہ میں آپ خروج کیوں نہیں کرتے ہو؟ آپ کے خروج سے حجاج کا ظلم ختم ہوجائے گا اور عبدالملک کی جگہ آپ خلیفہ بن جائیں گے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دوٹوک الفاظ میں جواب دیدیا کہ ایسا نہیں ہوگا آپ کا نظریہ یہ تھا کہ گھر کے سامنے تک جب جنگ آجائے تب دفاع کرو ورنہ نہیں، کچھ صحابہ ایسے تھے جو دفاع کے بھی قائل نہیں تھے اور کچھ صحابہ حق کا ساتھ دینے کے لئے میدان جنگ میں نکلنے کے قائل تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف فرامین پر صحابہ عمل پیرا تھے تفصیل لکھی جاچکی ہے۔

”صنعوا ما تری“ زیر بحث حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں میں جو فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور مسلسل تنازعہ چل رہا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں، پھر آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ عبداللہ بن زبیر کی خلافت کی حمایت کیوں نہیں کرتے؟ اور حجاج کے خلاف خروج کیوں نہیں کرتے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معذرت کرلی کہ یہ مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے ہیں میں کسی مسلمان کا قتل نہیں چاہتا جب کفار کا فتنہ تھا وہ ہم نے ختم کردیا! اب تم اس لئے لڑتے ہوتا کہ فتنہ مزید بھڑک اُٹھے اور دین اللہ کے بجائے غیر اللہ کا ہوجائے!۔

قبیلہ دوس کے حق میں دُعا

﴿۲۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ جَاءَ الطُّفَیْلُ ابْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ وَعَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَظَنَّ النَّاسُ اَنَّهُ يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طفیل ابن عمرو دوسی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ قبیلہ دوس ہلاک ہوگیا لہٰذا آپ اس قبیلہ کے لئے بددعا کیجئے! لوگوں نے خیال کیا کہ آنحضرت ﷺ اس قبیلہ کے لئے بددعا کریں گے لیکن آپ نے دعا فرمائی: الٰہی قبیلہ دوس کو راہ راست دکھا اور اس قبیلہ کے لوگوں کو (مدینہ کی جانب) لا! (بخاری ومسلم)

عربوں سے محبت کی تین وجوہات

﴿۲۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّيْ عَرَبِيٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تین اسباب کی بناء پر تمہیں عرب سے محبت رکھنی چاہیئے، ایک تو اس وجہ سے کہ میں عرب میں سے ہوں، دوسرے اس وجہ سے کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور تیسرے اس وجہ سے کہ جنتیوں کی زبان عربی ہے۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

باب مناقب الصحابة رضی اللہ عنہم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم تراھم رکعا سجدًا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود﴾ (سورۃ الفتح)

''مناقب'' جمع ہے اس کا مفرد منقبۃ ہے منقبت اس فضیلت اور اچھی خصلت کا نام ہے جس کے ذریعہ سے آدمی کو خالق اور مخلوق کے نزدیک عزت وشرف اور منزلت ورفعت حاصل ہوجاتی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ اس شرف وعزت اور اس منقبت ورفعت کا اعتبار تب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو یہ مقام حاصل ہو، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام حاصل نہیں ہے تو صرف مخلوق کے ہاں اس شرف ومقام کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، پھر یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس منقبت اور شرف ومنزلت کا تعین آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ یہ کام باعث فضیلت ہے، عوام الناس کے تعین کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس سے پہلے باب مناقب قریش میں تفصیل لکھی جاچکی ہے۔

''الصحابة'' یہ جمع ہے اس کا مفرد صحابیؓ ہے اور صحابی وہ ہوتا ہے جس نے حالت بیداری میں ایمان کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہو اور پھر وفات تک ایمان پر قائم رہا ہو، تابعی وہ ہوتا ہے جس نے اسی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو اور تبع تابعی وہ ہوتا ہے جس نے اسی حالت میں تابعی کو دیکھا ہو۔ صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور انجام کے اعتبار سے مأمون ومحفوظ اور اہل جنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق ان کی بڑی شان ہے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر خلفاء راشدین ہیں، پھر عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل بدر ہیں، پھر بیعت رضوان حدیبیہ والے ہیں، پھر اہل قبلتین ہیں، پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرنے والے صحابہ ہیں۔

السابقون الاولون والے بھی شان والے صحابہ ہیں۔ صحابہ کرام میں **السابقون الاولون** کون ہیں؟ تو ایک قول یہ ہے کہ بیعت عقبہ والے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ واقعۂ بدر سے پہلے والے صحابہ ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے والے صحابہ ہیں، چوتھا قول یہ ہے کہ سارے صحابہ سابقین اولین ہیں۔ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں اور ہمارے دین کے گواہ ہیں، اُنہیں کے واسطے سے ہم تک کلمہ طیبہ اور قرآن پہنچا ہے، اگر صحابہ کرام کو خراب یا العیاذ باللہ گمراہ کہا جائے تو قیامت تک سارے لوگ خراب اور گمراہ ہوں گے کیونکہ پانی کا حوض اگر گندہ ہوجائے تو نلوں میں گندہ پانی آتا ہے، قرآن کے نقل کرنے میں صحابہ کا پورا طبقہ شریک ہے۔ اگر صحابہ کا طبقہ بے اعتماد ہوجائے تو قرآن پر اعتماد ختم ہوجائے گا، چند آدمیوں کی گواہی سے قرآن کا اعتماد بحال نہیں ہوسکتا ہے، صحابۂ کرام براہ راست آنحضرت ﷺ کے شاگرد ہیں اگر صحابہ کو خراب کہا جائے تو یہ آنحضرت ﷺ پر اعتراض ہے کہ ۲۳ سال میں آنحضرت ﷺ نے قابل اعتماد شاگرد پیدا نہیں کئے، اسی لئے اہل سنت

والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابۂ کرام ہدایت کے مینار تھے اور امت کے لئے حق کے معیار تھے، جن کو صحابہ سے بغض رہا ہے وہ کفار تھے کسی نے سچ کہا ہے: ؎

حب النبی رسول اللہ مفترض وحب اصحابہ نور برھان
من کان یعلم ان اللہ خالقہ لا یرمین ابابکر ببھتان
ولا ابا حفص الفاروق صاحبہ ولا الخلیفۃ عثمان بن عفان
اما علی فمشھور فضائلہ والبیت لا یبتنی الا بارکان

باقی صحابہ کا آپس میں اختلاف بھی آیا ہے آپس میں جنگیں بھی ہوئیں ہیں یہ مشاجرات صحابہ ہیں، ہر فریق کی نیت اچھی تھی گویا دو بھائیوں کا اختلاف تھا کسی تیسرے فریق کو بیچ میں آ کر ایک بھائی کی حمایت اور دوسرے کی مخالفت غیر معقول ہے نیز اجتہادی غلطی پر مواخذہ نہیں کیا جاتا، اگر ایک فریق حق پر تھا تو دوسرا اجتہادی غلطی کا شکار تھا، جمہور اہل حق کا یہی مسلک ہے باقی صحابہ کرام کا شرعی مسائل میں بھی اختلاف ہوا ہے یہ اختلاف امت کے لئے باعث رحمت ہے قابل گرفت نہیں ہے۔ صحابہ کی بزرگی صرف امت مسلمہ کے لئے نہیں بلکہ کائنات میں مسلم ہے! شاعر نے خوب کہا: ؎

فلو ان السمآء دنت لمجد ومکرمۃ دنت لھم السمآء،

الفصل الاول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کا شرعی حکم

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ کو برا نہ کہو! حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد کے پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مُد یا آدھے مُد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "لا تسبوا اصحابی" یہ خطاب صحابہ کی جماعت کو بھی ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض اُٹھ کر میرے بعض صحابہ کو برا نہ کہو۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کچھ سخت کلمات کہہ دیئے تھے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی۔ لیکن راجح اور واضح یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ کرام کے بعد آنے والی پوری امت کو عام ہے کہ تم میرے صحابہ کو گالی مت دو! کیونکہ صحابہ کی شان بہت اونچی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ صحابہ کو برا کہنا حرام اور بڑے فواحش میں سے ہے، جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص صحابۂ کرام کو گالی دے اس کو بطور تعزیز سزا دی جائے گی بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے کہا کہ کسی بھی صحابی کو برا کہنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے۔

ائمہ احناف کے بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص شیخین کو گالی دے وہ واجب القتل ہے، الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ جو شخص شیخین کو گالی دیتا ہے یا ان پر لعنت کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتا ہے وہ متبدع ہے، الاشباہ والنظائر میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ مقبول ہے لیکن جو شخص کسی نبی یا شیخین کو گالی دینے کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہو اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور نہ اس کی معافی کی کوئی صورت ہے۔ (کذافی المرقات بتغیر)

ائمہ احناف اور جمہور فقہاء کا یہ مسلک ہے کہ صحابہ کو گالی دینے والے شخص کو تعزیرات کے تحت سزا دی جائے گی اور تعزیر کی نوبت قتل تک بھی پہنچ سکتی ہے، اجمالی طور پر ان روایات کا ذکر ملا علی قاری رحمہ اللہ کی کتاب مرقات میں ہے۔ دار قطنی میں ایک حدیث منقول ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

وعن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سیأتی من بعدی قوم یقال لھم الرافضة فان ادرکتھم فاقتلتھم فانھم مشرکون قال قلت یا رسول اللہ ما العلامة فیھم قال یفرطونک بما لیس فیک ویطعنون علی السلف. (دارقطنی) وفی روایة وذلک یسبون ابابکر وعمر و من سب اصحابی فعلیه لعنة اللہ

والملائکة والناس اجمعین. (دار قطنی)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ فرقۂ امامیہ کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق کا انکار کرے وہ اجماع قطعی کا منکر قرار پاتا ہے اور اجماع قطعی کا منکر کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اس طرح فتویٰ ہے: "الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر وان کان یفضل علیاً علی ابی بکر لا یکون کافراً لکنه مبتدع ولو قذف عائشة کفر بالله تعالیٰ. (فتاویٰ عالمگیری)

ابن عساکر نے یہ روایت نقل فرمائی ہے: ان رسول الله ﷺ قال حب ابی بکر وعمر ایمان وبغضهما کفر، امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص وتوہین کرے تو بلاشبہ وہ زندیق ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص صحابہ کی تعظیم وتوقیر نہ کرے اس شخص کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والا نہیں کہا جا سکتا۔

محیط کتاب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ رافضیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ: "من انکر خلافة الصدیق فهو کافر" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکھا ہے کہ امام مالک ؒ کا مسلک ہے کہ من ابغض الصحابة وسبهم فلیس له فی فئی المسلمین حق. یعنی جو شخص صحابہ سے بغض رکھے اور ان کو گالی دے تو مسلمانوں کے بیت المال اور مال غنیمت میں اس کا حق نہیں ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "من غاظهٔ اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فهو کافر قال الله تعالیٰ لیغیظ بهم الکفار. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ اس طرح بھی ہے: فان قال (قائل) کانوا علی ضلال او کفر قتل. یہ تمام تفصیلات اور اس کے حوالہ جات مظاہر حق جدید میں ہیں۔ "مُداحدهم" مُد ایک پیانہ کا نام ہے جس طرح آج کل "کلو" ہے۔ "نصیفه" یعنی آدھا مُد اور آدھا سیر۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود امت کے لئے رحمت ہے

﴿۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَفَعَ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ وَکَانَ کَثِیْرًا مَّا یَرْفَعُ رَأْسَهٗ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ النُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَاءَ مَاتُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَنَا اَتٰی اَصْحَابِیْ مَایُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِیْ اَتٰی اُمَّتِیْ مَایُوْعَدُوْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو بردہ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ اکثر آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور پھر فرمایا:

ستارے آسمان کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہیں جس وقت یہ ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان کے لئے وہ چیز آجائے گی جو موعود ومقدر ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ چیز آجائے گی جو موعود ومقدر ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہیں۔ جب میرے صحابہ رخصت ہوجائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آپڑے گی جو موعود ومقدر ہے۔ (مسلم)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی برکت سے علاقے فتح ہوجاتے تھے

﴿۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ.

مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُبْعَثُ مِنْهُمُ الْبَعْثُ فَیَقُوْلُوْنَ اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ فِیْكُمْ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّانِیْ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْهِمْ مَنْ رَّاٰی اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَیُقَالُ اُنْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْهِمْ مَنْ رَّاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَكُوْنُ بَعْثُ الرَّابِعِ فَیُقَالُ اُنْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْهِمْ اَحَدًا رَاٰی مَنْ رَاٰی اَحَدًا رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَهٗ.

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرنے نکلے گی اور پھر وہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہو۔ وہ لوگ جواب میں کہیں گے کہ ہاں! پس ان لوگوں کے لئے قلعہ وشہر کے دروازے کھل جائیں گے، پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے گی اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے وہ جواب میں کہیں گے کہ ہاں! پس ان کے لئے قلعہ وشہر کے دروازے کھل جائیں گے، پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے گی اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا

شخص بھی ہے جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کے صحبت یافتہ حضرات کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے (جس کو تبع تابعی کہتے ہیں) وہ جواب میں کہیں گے کہ ہاں پس ان لوگوں کے لئے قلعہ وشہر کے دروازے کھل جائیں گے۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت لوگوں میں سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور پھر وہ اہل لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو! تمہارے درمیان رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں؟ پتہ چلے گا کہ ایک صحابی موجود ہیں، پس اس لشکر کو فتح حاصل ہوگی، اس کے بعد ایک دوسرا لشکر روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ اہل لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو! تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص موجود ہے یا نہیں جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہو؟ پتہ چلے گا کہ ایک ایسے شخص یعنی تابعی موجود ہیں۔ پس اس لشکر کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر اس کے بعد ایک تیسرا لشکر روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو! تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص موجود ہے یا نہیں یعنی تابعی جس نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہو جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کو دیکھنے والے شخص کو دیکھا ہو؟ (پتہ چلے گا کہ ایسے شخص موجود ہیں، پس اس لشکر کو فتح حاصل ہوگی) پھر اس کے بعد ایک چوتھا لشکر روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ اہل لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو! تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص موجود ہے یا نہیں جس نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہو جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کو دیکھنے والے کسی شخص کو دیکھا ہو؟ پتہ چلے گا کہ ایک ایسا شخص موجود ہے، پس اس لشکر کو فتح حاصل ہوگی۔

توضیح: "فـئـام" فا پر زیر ہے ہمزہ پر زبر ہے انسانوں کی بڑی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں دور صحابہ پھر دور تابعین پھر دور تبع تابعین کی برکت وفضیلت کا بیان ہے اس کے بعد عموماً اہل خیر نادر ہو جائیں گے اس لئے ان کا ذکر نہیں ہے۔

"البعث" یہ فوجی دستے کو کہتے ہیں جو دشمن کی طرف جنگ کے لئے روانہ کیا جاتا ہے، اوپر کی دونوں روایتوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلی روایت میں تین قرنوں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں چوتھے قرن کا ذکر بھی ہے مگر یاد رہے کہ اس میں خیر وبرکت نادر کے درجہ میں تھی اس لئے پہلی روایت میں تین قرنوں کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس نادر کو ذکر نہیں کیا اور یہ زیادہ واضح ہے، مسلم کی یہ روایت شاذ ہے قال ابن حجر۔

تیسرے قرن کے بعد فساد آئے گا

﴿۴﴾ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ إِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَحْلِفُوْنَ وَلَا يُسْتَحْلَفُوْنَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ)

اور حضرت عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں اور پھر ان قرنوں کے بعد جن لوگوں کا زمانہ آئے گا، ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خود بخود گواہی دیں گے اور کوئی ان کی گواہی نہ چاہے گا ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خیانت کریں گے اور ان کی دیانت و امانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا فربہی پیدا ہوگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہیں کہ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو قسمیں کھائیں گے حالانکہ ان کو قسم نہیں دلائی جائے گی۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ الفاظ ہیں کہ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو موٹاپے کو یعنی فربہی کو پسند کریں گے۔

توضیح: "قرنی" قرن عہد یا زمانہ کو کہتے ہیں قرن کی مقدار بعض علماء کے نزدیک چالیس سال ہے، بعض نے اسّی سال بتائی ہے، بعض نے سو سال بتائی ہے مگر بعض علماء کا خیال ہے کہ قرن میں کوئی تحدید و یقین نہیں ہے بلکہ ایک دور کا نام قرن ہے تو آنحضرت ﷺ کے قرن سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں آخری صحابی موجود تھا وہ ۱۲۰ ہجری تک سال کا عہد ہے، اس کے بعد دوسرا قرن تابعین کا تھا جو ۱۲۰ ہجری سے شروع ہو کر ۱۷۰ ہجری تک کے عرصہ پر مشتمل تھا، پھر تیسرا قرن تبع تابعین کا تھا جو ۱۷۰ ہجری سے شروع ہو کر ۲۲۰ ہجری تک کے عرصہ پر مشتمل تھا، اس قرن کے بعد عمومی خیر و برکت کا زمانہ چلا گیا اور بدعتوں اور بدعقیدگی کا دور شروع ہو گیا اس میں خوارج و معتزلہ کا زور ہو گیا، عقل پرستوں کا زور ہو گیا اور باطل فلسفوں نے دنیائے اسلام کو گھیر لیا، خیر کا نام برائے نام رہ گیا، جھوٹے لوگ پیدا ہو گئے اور پیٹ پرست لوگوں نے دین کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

"یشھدون" یعنی گواہی کے لئے بلائے بغیر دوڑ کر آئیں گے اس جملہ پر یہ اعتراض ہے کہ ایک حدیث میں از خود گواہی کے لئے پیش ہونے والے شخص کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہاں مذمت ہے یہ کھلا تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کا حق ڈوب رہا ہے اور ایک شخص کے پاس سچی گواہی ہے وہ آکر گواہی دیتا ہے جس سے غریب کا حق ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اس طرح کی گواہی کی تو تعریف کی گئی ہے لیکن جو گواہ جھوٹی گواہی دیتا ہے اور کسی حقدار کا حق ضائع کرتا ہے تو اس کے لئے یہی دعید ہے جو زیر بحث حدیث میں ہے۔

"السمانة" موٹاپے کو سمانہ کہا گیا اس سے عیش و تنعم اور سستی و مستی کی زندگی مراد ہے ایک فربہی اور موٹاپا خلقی اور طبعی ہوتا ہے وہ مذموم نہیں ہے دوسرا موٹاپا ناز و تنعم اور عیش و عشرت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یہاں یہی موٹاپا مراد ہے جس سے آدمی سستی کا شکار ہو جاتا ہے، حماقت و بلادت کی لپیٹ میں آجاتا ہے، اسی طرح کے موٹاپے کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ایک یہودی عالم سے فرمایا ان اللہ یبغض الحبر السمین اللہ تعالیٰ موٹے مولوی کو پسند نہیں کرتا، بہر حال موٹاپا قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے، آج کل علماء بھی اس کا شکار ہیں، تبلیغ والے بھی اس کی زد میں ہیں، عوام الناس بھی اس مرض میں مبتلا ہیں، عرب دنیا پر اس تباہی کا بڑا حملہ ہوا ہے۔

الفصل الثانی

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم امت پر لازم ہے

﴿۵﴾ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِىْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَايُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَايُسْتَشْهَدُ اَلَا مَنْ سَرَّهُ بُحْبُوحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ وَلَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ ثَالِثُهُمْ وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَ تْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ.

(رواه النسائی واسناده صحيح ورجاله رجال الصحيح الا ابراهيم ابن الحسن الخثعمی فانه لم يخرج عنه الشيخان وهو ثقة ثبت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کی تعظیم وتکریم کرو کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین اور پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا درآنحالیکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہوگا اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا، یاد رکھو! جو شخص جنت کے بالکل درمیان رہنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ جماعت کو لازم پکڑے کیونکہ شیطان اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے جو علیحدہ وتنہا ہوتا ہے جبکہ شیطان دو شخصوں سے تو بہت دور بھاگتا ہے اور ہاں! کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ رہے کیونکہ ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ نیز جس شخص کو اس کی نیکی خوشی واطمینان بخشے اور اس کی بدی اس کو غمگین ومضطرب کردے وہ مؤمن ہے۔ اس حدیث کو نسائی نے نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس حدیث کے راوی وہی ہیں جو صحیح (یعنی بخاری ومسلم) کے ہیں سوائے ابراہیم بن حسن خثعمی کے کہ شیخین (یعنی بخاری ومسلم) نے اس (ابراہیم بن حسن خثعمی) سے کوئی روایت نقل نہیں کی تاہم پھر بھی یہ راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

توضیح: ''الفذ'' تنہا اور الگ تھلگ کے معنی میں ہے یعنی اہل حق کی جماعت کی رائے سے الگ رائے قائم کررکھی ہے ''بحبوحة'' وسط الجنۃ مراد ہے، عمدہ تر جنت مراد ہے یعنی اگر کوئی شخص بہترین اور عمدہ جنت چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اہل حق کے ساتھ وابستہ رہے۔

صحابہ اور تابعین کی فضیلت

﴿۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِىْ اَوْرَاٰى مَنْ رَاٰنِىْ.

(رواه الترمذی)

اور حضرت جابر نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھ کو دیکھا ہو۔ (ترمذی)

صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض یا محبت حضور اکرم ﷺ سے بغض یا محبت کا نتیجہ ہے

﴿۷﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! پھر اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے حق میں میرے بعد تم ان کو نشانہ ملامت نہ بنانا۔ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے تو وہ میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کے سبب ان کو دشمن رکھتا ہے، اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے گویا مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے گویا خدا کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے خدا کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب خدا اس کو پکڑے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "اللّٰه اللّٰه" ای اتقوا اللّٰه اتقوا اللّٰه یعنی میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ "غرضاً" "غرض" نشانہ کو کہتے ہیں یعنی ان پر اعتراض کر کے ان کو نشانہ مت بناؤ۔ "فببغضي ابغضهم" یعنی پہلے میرے ساتھ بغض رکھتا ہے اس کا پَرتو اور عکس اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ میرے صحابہ سے بغض رکھتا ہے تو صحابہ سے بغض رکھنا حضور اکرم ﷺ سے بغض رکھنے کا نتیجہ اور اثر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کے لئے بمنزلہ نمک ہیں

﴿۸﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْ اُمَّتِيْ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَايَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصْلُحُ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے درمیان میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے، کھانا اس وقت تک اچھا یعنی خوش ذائقہ نہیں ہوتا جب تک اس میں نمک نہ ہو، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارا نمک جاتا رہا پھر ہم اچھے کیسے ہوں۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

قبر سے ہر صحابی علاقے کے لئے قائد بن کر اُٹھے گا

﴿۹﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَّنُوْرًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَايُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ فِيْ بَابِ حِفْظِ اللِّسَانِ)

اور حضرت عبداللہ ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے جو شخص جس زمین میں مرے گا وہاں اپنی قبر سے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس زمین کے لوگوں کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہوگا اور ان کے لئے نور ہوگا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث "لایبلغنی احد الخ" جس میں صحابہ کا ذکر ہے اور جس کو صاحب مصابیح نے اس باب میں نقل کیا تھا، پیچھے باب حفظ اللسان میں نقل کی جا چکی ہے۔

الفصل الثالث

صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا مستوجب لعنت ہے

﴿۱۰﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو: اللہ کی لعنت ہو تمہاری بری حرکت پر! (ترمذی)

آپس کے اختلاف کے باوجود صحابہ ہدایت کے مینار تھے

﴿۱۱﴾ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَنِ اخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ. (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے درمیان اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد واقع ہوگا! تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھ کو آگاہ کیا کہ اے محمد! حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے ہیں ان ستاروں میں سے اگرچہ بعض زیادہ قوی

یعنی زیادہ روشن ہیں لیکن نور ان میں سے ہر ایک میں ہے پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے جس چیز کو بھی اختیار کرلیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔ (رزین)

توضیح: "**عن اختلاف اصحابی**" آنحضرت ﷺ کو صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں سخت تشویش تھی تب ہی تو آپ نے رب تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کیا ہے کہ اس کا کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ آپ کے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں کہ بعض ستاروں کا نور بعض سے تیز ہوتا ہے اس سے بظاہر اختلاف نظر آتا ہے لیکن نور سب میں ہے لہٰذا آپس کی جنگوں کے باوجود صحابہ ہدایت کے مینار ہیں، ان کی یہ جنگیں بدنیتی پر مبنی نہیں ہیں اجتہادی اختلاف ہے جو معاف ہے، کوئی بغض وعداوت اور عناد نہیں ہے۔ مثلاً دن بھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑتے ہیں اور شام کو کھانے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر جاتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابو ہریرہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ جنگ کسی عداوت وعناد کی بنیاد پر نہیں ہے میں چونکہ علی کو حق پر سمجھتا ہوں تو ان کے ساتھ ہوں لیکن کھانا آپ کے ہاں اچھا ہے اس لئے یہاں آتا ہوں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ جمل پر زندگی بھر روتے رہے۔ اسی طرح جب روم کے بادشاہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد کرنی چاہی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط لکھا اور کہا کہ اے روم کے کتے! تو نے اگر علی پر حملہ کردیا تو تیرے خلاف علی کے لشکر کا پہلا سپاہی معاویہ ہوگا اور میں تجھے پکڑ کر جنگل میں خنزیر کے بچوں کے چرانے پر مقرر کردوں گا یاد رکھ علی میرا بھائی ہے! ہماری یہ جنگ ایک اجتہادی جنگ ہے، دو بھائیوں کا تنازع ہے خبردار! بیچ میں مت آنا۔ واضح رہے کہ **اصحابی کا النجوم** والی حدیث کو عام علماء نے ضعیف کہا ہے اور بعض نے قابل قبول کہا ہے۔

باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وسیجنبها الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکّی﴾. (اللیل: ۱۷، ۱۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿محمد رسول اللہ والذین معه اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم﴾ (الفتح: ۲۹)

نام ونسب: حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبداللہ ہے، لقب صدیق اور عتیق ہے دونوں لقب حضور اکرم ﷺ نے عطا فرمائے تھے آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ آٹھویں پشت میں آپ کا نسب حضور اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے، آپ تیمی ہیں آنحضرت ﷺ سے دو برس چھوٹے تھے وہی دو برس آنحضرت ﷺ کے بعد حیات تھے اور ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔

آپ کا رنگ: سفید اور جسم لاغر تھا، رخساروں پر گوشت کم تھا، پیشانی اُبھری ہوئی تھی، بڑے بردبار اور نرم دل تھے، سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کی رفاقت میں رہے، حیات میں حضور اکرم ﷺ کے وزیر تھے اور وفات کے بعد آپ کے جانشین ہوئے، خلیفۂ رسول کا مبارک خطاب آپ کو ملا، دو سال تین ماہ نو دن خُلافت کی ۱۳ھ ۲۲ جمادی الثانی میں مغرب اور عشاء کے درمیان اس دارفانی سے رخصت ہوئے اور اپنے محبوب کے قدموں میں تا قیامت آرام فرمانے لگے۔

آپ اشراف قریش میں سے تھے، عرب معاشرہ میں ہردل عزیز تھے، اہل عرب کے انساب کے ماہر تھے، بڑے پائے کے تاجر تھے، نہایت فصیح و بلیغ تھے، زمانۂ جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی اور نہ کبھی بت پرستی کی، بچپن سے حضور اکرم ﷺ سے فدایانہ محبت تھی۔ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے اور آخر دم تک مال و جان کی قربانی دی۔

تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد امت کو سنبھالا، مرتدین کی سرکوبی کی اور جھوٹے مدعیان نبوت کو ٹھکانے لگایا پھر فارس وروم کے خلاف دو محاذوں پر جہاد کا آغاز کیا، حیات و ممات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہر عمل میں مماثلت حاصل کی، یار غار رہے، ہجرت میں رفیق سفر رہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ؎

ثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو به اذ صعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا خیر البریة لم یعدل به الرجلا

قال الشاعر: ؎

من کان یعلم ان اللہ خالقه لا یرمین ابابکر ببهتان

فرضی اللہ عنه وعنا وعن جمیع الصحابة.

الفصل الاول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام

﴿۱﴾ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَعِنْدَالْبُخَارِیِّ اَبَابَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ لَاتُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّاخَوْخَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: انسانوں میں سب سے زیادہ جس شخص نے میرا ساتھ دیا اور میری خدمت میں اور میری خوشنودی میں اپنا وقت اور اپنا مال سب سے زیادہ لگایا وہ ابوبکر ہیں۔ اور بخاری کی روایت کے مطابق ابا بکر ہیں، اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل یعنی سچا دوست بناتا تو یقیناً ابوبکر کو ایسا دوست بناتا تاہم اسلامی اخوت ومحبت اپنی جگہ ہے۔ مسجد نبوی میں ابوبکر کے گھر کی کھڑکی یا روشندان کے علاوہ اور کوئی کھڑکی یا روشندان باقی نہ رکھا جائے! اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: اگر میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر ہی کو خلیل بناتا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "أمنّ الناس" اسم تفصیل کا صیغہ ہے یعنی میرے ساتھ سب سے زیادہ احسان کرنے والے شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

"ابابکر" لفظ ابوبکر چونکہ "ان" کے لئے اسم واقع ہے اس لئے منصوب ہونا چاہئے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں منصوب ہی ہے جو قاعدہ کے مطابق ہے لیکن یہاں مشکوۃ میں لفظ ابوبکر مرفوع واقع ہے شاید کتابت کی غلطی ہے ورنہ اس میں بہت اشکال ہے۔ "خلیلا" لفظ خلیل کا مبدأ اشتقاق مختلف ہے یہ لفظ خُلۃ یعنی دوستی سے بھی مشتق ہے جس کا معنی ایسا گہرا قلبی تعلق ہوتا ہے جو انسان کے دل کے اندر تک سرایت کر جائے اور اس کے قلب کے ظاہری اور باطنی احساسات وخیالات پر قابض ہو جائے خلۃ کا یہ مفہوم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے لئے اس کی نفی فرمادی، ہاں یہ فرمادیا کہ اسلامی اخوت، صدیق کے ساتھ بدرجۂ کمال موجود ہے، اگر لفظ خلیل خلۃ خاء کے فتحہ کے ساتھ ہو اور اسی مادہ سے مشتق ہو تو یہ احتیاج اور اعتماد کے معنی میں ہوگا، مطلب یہ ہو جائے گا کہ اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ جس کی طرف میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں رجوع کرتا اور اپنی مہمات اور تمام معاملات میں اس پر بھروسہ کرتا اور اس کو سہارا بناتا تو میں ابوبکر کو بناتا لیکن ایسے امور اور معاملات ومہمات میں مجھے کامل بھروسہ واعتماد صرف ایک اللہ کی ذات پر ہے۔ اور میرا سہارا اور مرجع صرف وہی اللہ ہے اس لئے میں نے اس معنی میں ابوبکر کو خلیل نہیں بنایا، ہاں اسلامی اخوت ان کے ساتھ بدرجۂ کمال موجود ہے۔ "لا تبقین" یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی ہرگز باقی نہ رکھا جائے۔

"خوخة" خوخة روشن دان کو بھی کہتے ہیں اور اس چھوٹے دروازے کو بھی کہتے ہیں جس سے آدمی صرف گذر کر دوسری طرف جا سکے، مسجد نبوی کے ساتھ صحابۂ کرام کے گھر متصل لگے ہوئے تھے، ابتداء میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد کی طرف روشن دان چھوڑے تھے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا پتہ چلے اور آپ کا دیدار ہو سکے اور اگر چھوٹا دروازہ ہو تو اس کے ذریعہ سے مسجد میں آمد و رفت ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں ایسی تمام کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم دیا، صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی تو کھلا رکھنے کی اجازت دیدی جس کا نشان آج تک موجود ہے اور مسجد نبوی میں باب السلام کے پاس باب رحمت ہے اس کے اوپر دیوار کی بلندی پر لکھا ہے "هذه خوخة ابی بکر" اس ارشاد عالی سے صدیق اکبر کی شان کا اظہار بھی مقصود تھا اور یہ اشارہ بھی تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سوال: اب یہاں ایک سوال اُٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے حوالہ سے ایک روایت نسائی اور مسند احمد نے نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے روشن دان اور کھڑکیاں بند کروادیں جو مسجد نبوی کی طرف تھیں صرف حضرت علی کی کھڑکی چھوڑ دی اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مسند احمد اور نسائی نے نقل کی ہے کثرت طرق کی وجہ سے حدیث صحیح بھی ہے لہٰذا زیر بحث حدیث اور نسائی و احمد کی حدیث میں تعارض آ گیا کہ آیا یہ خصوصی حکم صدیق کے لئے تھا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے تھا؟

جواب: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر طویل کلام فرمایا ہے اور دونوں حدیثوں کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد یہ جواب دیا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا زمانہ الگ الگ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو حدیث ہے وہ بالکل ابتدائی دور کی بات تھی جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گلہ بھی کیا کہ آپ نے چچا کے لئے اجازت نہیں دی اور چچازاد بھائی کے لئے اجازت دے دی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں انتقال سے تین چار روز پہلے پھر حکم صادر فرمایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو مسجد کی طرف کھڑکی رکھنے کی اجازت نہیں دی لہٰذا یہ خصوصیت صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے جس میں خلافت کی طرف اشارہ ہے، مظاہر حق میں تفصیل موجود ہے۔

﴿۲﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنَّهٗ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا تاہم ابوبکر میرے بھائی ہیں اور میرے رفیق و ساتھی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صاحب کو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا ہے۔ (مسلم)

توضیح: "لكنه اخى" مسند احمد کی روایت میں ہے: لكنه اخى فى الدين وصاحبى فى الغار. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مسند ابویعلی میں اس طرح منقول ہے: ابو بكر صاحبى ومونسى فى الغار سدوا كل خوخة فى المسجد غير خوخة ابى بكر. (مسند ابویعلی)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت

﴿۳﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ أُدْعِي لِي أَبَابَكْرٍ أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَّتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولَ قَائِلٌ أَنَا وَلَا وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَابَكْرٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ أَنَا أَوْلٰى بَدَلَ أَنَا وَلَا)

اورام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں مجھ سے فرمایا کہ: اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلوالو کہ میں ایک تحریر لکھوادوں، دراصل مجھ کو اندیشہ ہے کہ (اگر میں نے ابوبکر کی خلافت کے بارے میں نہ لکھوایا تو) کہیں خلافت کا کوئی آرزومند آرزو نہ کرے۔ اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں ہوں حقدار حالانکہ ابوبکر کے علاوہ کسی کی خلافت کو نہ اللہ چاہے گا اور نہ اہل ایمان تسلیم کریں گے (مسلم) اور کتاب حمیدی میں "انا ولا" کے بجائے "انا اولی" کے الفاظ ہیں۔

توضیح: "أنا ولا" یعنی اپنے باپ اور بھائی کو بلالو تاکہ میں ایک تحریر لکھدوں تاکہ میری وفات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خلافت کا کوئی دعویدار پیدا ہوکر یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں خلافت کے لئے زیادہ حقدار ہوں، شاید آنحضرت ﷺ نے اس ارادہ کا اظہار تو فرمایا مگر پھر معاملہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں پر چھوڑ دیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واقعۂ قرطاس میں بھی آنحضرت ﷺ کا مقصد حضرت ابوبکر کی خلافت کی تحریر لکھوانی تھی پھر آپ ﷺ کا ارادہ بدل گیا، یہ حدیث نص صریح ہے کہ خلافت بلا فصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملی تھی، اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہوگیا تھا اور دو سال تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت بھی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی، ان کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں، ان کو خلیفہ کے نام سے تسلیم بھی کیا اور اس نام سے ان کو پکارتے بھی رہے اور اپنی خلافت کا دعویٰ بھی نہیں کیا، اظہار بھی نہیں کیا، آپ سے کسی خفیہ وصیت کا پوچھا بھی گیا تو آپ نے فرمایا مجھے کوئی وصیت نہیں کی گئی، اس کے بعد بھی اگر شیعہ شور کرتے ہیں کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا اور ان کو وصی بنایا گیا تھا، وہ خلیفہ بلا فصل تھے تو یہ ان حضرات کی بے عقلی ہے، ظاہر میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اگر باطن میں کچھ تھا تو شیعہ اس کو بتادیں ویسے کافر بننے کی کیا ضرورت ہے کہ اجماع صحابہ کا انکار کرتے ہیں اور ان احادیث کو جھٹلاتے ہیں۔ "ولا" یہ ایک لغت ہے جو اولیٰ کے معنی میں ہے یعنی میں زیادہ مستحق ہوں، چنانچہ کتاب حمیدی میں انا اولیٰ کے صریح الفاظ بھی آئے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ

﴿۴﴾وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَابَكْرٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کسی معاملہ میں آپ سے گفتگو کی، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ کسی اور وقت آپ کے پاس آئے، اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں آئی اور آپ کو نہ پایا تو کیسے بات بنے گی؟ راوی کہتے ہیں کہ اس کہنے سے اس عورت کا مقصد آپ کے انتقال کی طرف اشارہ کرنا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر تم مجھ کو نہ پاؤ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "فأتي ابابكر" یعنی میرے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ میرا خلیفہ ہوگا، مسؤل وہی ہوگا تم اس کے پاس جانا تمہیں تمہارا حق مل جائے گا، یہ روایت گویا صریح نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خلافت کی کوئی تصریح نہیں ہے ہاں یہ اخبار بالغیب اور مستقبل کی پیشگوئی ہے مگر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث خلافت کی طرف اشارہ ہے بلکہ ایک روایت میں تصریح ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت آئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آجاؤ! وہ کہنے لگی کہ یا رسول اللہ! اگر اس وقت آپ نہ ہوں، وہ اشارہ کر رہی تھی کہ آپ کا انتقال ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے مجھے زندہ نہیں پایا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا! وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حدیث بھی یہاں لکھ دی ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کچھ اونٹ فروخت کر دیئے اور قیمت باقی رہ گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیہاتی سے فرمایا کہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو کہ اگر آپ موجود نہ رہے تو یہ قرض کون ادا کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی کے جواب میں فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ادا کرے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیہاتی کو دوبارہ بھیجا کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ رہے تو قرض کون ادا کرے گا؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا وہ ادا کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر دیہاتی کو بھیجا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ نہ ہو پھر کون ادا کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا وہ ادا کرے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیہاتی کو پھر بھیجا کہ اگر عثمان کی موت واقع ہو جائے پھر کون ادا کرے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابو بکر و عمر و عثمان کی موت واقع ہو جائے تو پھر تم بھی مرجانا تمہارا کیا کام؟ اس روایت کو اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔ (مرقات جلد ۱۰، ص ۳۷۴)

خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے: من انکر خلافة الصديق فهو كافر. بہر حال عام امت کے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا ہے لہٰذا اجماع کا منکر کافر ہے تو صدیق کی خلافت کا منکر کافر ہے، شیعہ تو اس انکار کے علاوہ دیگر سینکڑوں غلط عقائد کی وجہ سے بھی کافر ہیں مگر وہ اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہیں اور عام مسلمانوں کو منافق کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے

﴿۵﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا

فَسَكَتُّ مَخَافَةَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ فِيْ اٰخِرِهِمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنا کر ذات السلاسل بھیجا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، میں نے عرض کیا: میرا سوال مردوں کے بارے میں تھا، آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ! میں نے پوچھا ان کے بعد پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! ان کے بعد آپ نے متعدد لوگوں کا ذکر کیا اور پھر میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ کہیں میرا نام سب سے آخر میں نہ آئے۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنایا تھا، واپسی پر آپ نے طبقۂ صحابہ میں اپنا مقام معلوم کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سوال کیا جس طرح اس حدیث میں ہے، جب ان کو اس طرح جواب ملا تب آپ خاموش ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل مانا

﴿۶﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ).

اور حضرت محمد ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص سب سے بہتر و افضل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ! پھر میں نے پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کون شخص سب سے بہتر و افضل ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ! مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں وہ نہ کہہ دیں کہ حضرت عثمان، لہٰذا میں نے کہا کہ پھر سب سے بہتر و افضل آپ ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تو بس ایک مسلمان مرد ہوں۔ (بخاری)

توضیح: صدیق اکبر کی فضیلت کا اعتراف خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں، اس کے بعد کسی شیعہ کا پاؤں جمنے کا کوئی موقع نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین کا امام بنایا تو آپ ہماری دنیا کے بھی امام ہیں۔

صحابہ نے صدیق کی افضیلت کا اقرار کیا

﴿۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ

قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو بھی حضرت ابوبکر کے برابر نہیں سمجھتے تھے، انکے بعد حضرت عمر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور ان کے بعد حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور پھر حضرت عثمان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے کہ ان کے درمیان کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (بخاری)
اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کہا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔

❀❀❀❀❀

الفصل الثانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا احسان سب سے زیادہ قرار دیا

﴿۸﴾عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالِاَحَدٍ عِنْدَنَایَدٌاِلَّاوَقَدْکَافَیْنَاهُ مَاخَلَا اَبَابَکْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَایَدًایُکَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَایَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَانَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَانَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَوْکُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا اَلَاوَاِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کوئی شخص نہیں جس نے ہمیں کچھ دیا ہو، ہماری امداد کی ہو اور ہم نے اس کا بدلہ اس کو نہ دے دیا ہو علاوہ ابوبکر کے، حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر نے ہمارے ساتھ عطاء وامداد کا جو عظیم سلوک کیا ہے اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا کرے گا، کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے، اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا۔ یاد رکھو! تمہارے صاحب اللہ کے خلیل ہیں۔
(ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعتراف

﴿۹﴾وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے افضل ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ چہیتے ہیں۔ (ترمذی)

صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اعزاز

﴿۱۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر سے یوں فرمایا: تم میرے غار کے رفیق وساتھی ہو اور حوض کوثر پر میرے مصاحب ہو گے۔ (ترمذی)

صدیق رضی اللہ عنہ امت کا امام ہے

﴿۱۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَنْبَغِيْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.)

اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس قوم وجماعت میں ابوبکر موجود ہوں اس کے لئے موزوں نہیں کہ اس کی امامت ابوبکر کے علاوہ کوئی شخص کرے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکا

﴿۱۲﴾ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ مَالًا فَقُلْتُ اَلْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَابَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ وَاَتٰى اَبُوْبَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ فَقَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قُلْتُ لَا اَسْبِقُهُ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صدقہ کا حکم ہمیں دیا اور آپ کا یہ حکم مال کے اعتبار سے میرے موافق پڑ گیا، لہٰذا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں کسی دن ابوبکر سے بازی لے جاسکتا ہوں تو آج کا دن ہے کہ اس معاملہ میں ان کو پیچھے چھوڑ دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس میں نے آدھا مال لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا، رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جتنا لایا ہوں اتنا ہی گھر والوں کیلئے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر آئے اور ان کے پاس جو کچھ تھا سب لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ابوبکر پر میں کبھی بھی سبقت نہیں لے جاسکوں گا۔ (ترمذی، ابوداود)

صدیق رضی اللہ عنہ کو نجات کا پروانہ مل گیا

﴿۱۳﴾وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيْقًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا: تم دوزخ کی آگ سے اللہ کے آزاد کردہ ہو، اسی دن سے ان کا نام عتیق پڑ گیا۔ (ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قبر سے اُٹھنے والے صدیق ہوں گے

﴿۱۴﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِيْ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِيْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ حَتّٰى اُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو زمین سے برآمد ہوں گے، میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر، پھر میں بقیع قبرستان کے مدفونوں کے پاس آؤں گا تو ان کو ان کی قبروں سے اٹھا کر میرے ساتھ جمع کیا جائے گا، پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا تا آنکہ مجھے حرمین یعنی اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان حشر میں پہنچایا جائے گا۔ (ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں صدیق داخل ہوں گے

﴿۱۵﴾وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَرَانِيْ بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِيْ يَدْخُلُ مِنْهُ اُمَّتِيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَدِدْتُّ اَنِّيْ كُنْتُ مَعَكَ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكَ يَا اَبَابَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر انہوں نے مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھلایا جس سے میری امت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے دل میں یہ حسرت بھری خواہش مچل رہی ہے کہ کاش! اس وقت میں آپ کے ساتھ ہوتا تو مجھے بھی جنت کا دروازہ دیکھنا نصیب ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آگاہ رہو کہ میری امت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے سب سے پہلے شخص تم ہی ہو گے! (ابوداؤد)

الفصل الثالث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو عمل جو دوسروں کے تمام اعمال پر بھاری ہیں

﴿۱۶﴾عَنْ عُمَرَ ذُكِرَ عِنْدَهُ اَبُوْبَكْرٍ فَبَكٰى وَقَالَ وَدِدْتُ اَنَّ عَمَلِيْ كُلَّهُ مِثْلُ عَمَلِهِ يَوْمًا وَاحِدًا مِنْ اَيَّامِهِ وَلَيْلَةً وَاحِدَةً مِنْ لَيَالِيْهِ اَمَّا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةٌ سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَارِ فَلَمَّا اِنْتَهَيَا اِلَيْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَاتَدْخُلُهُ حَتّٰى اَدْخُلَ قَبْلَكَ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ اَصَابَنِيْ دُوْنَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِيْ جَانِبِهِ ثُقْبًا فَشَقَّ اِزَارَهُ وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِيَ مِنْهَا اِثْنَانِ فَاَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَاْسَهُ فِيْ حَجْرِهِ فَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ رِجْلِهِ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ اَنْ يَّنْتَبِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالَكَ يَااَبَابَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَايَجِدُهُ ثُمَّ اِنْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ اَمَّا يَوْمُهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَقَالُوْا لَانُؤَدِّيْ زَكٰوةً فَقَالَ لَوْمَنَعُوْنِيْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ وَقُلْتُ يَاخَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ فَقَالَ لِيْ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهُ قَدِانْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَاَنَاحَيٌّ. (رواه رزين)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑا گیا تو وہ رونے لگے اور پھر بولے مجھ کو آرزو ہے کہ کاش! میری پوری زندگی کے اعمال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صرف اس ایک دن کے عمل کے برابر ہو جاتے جو (آنحضرت کے زمانۂ حیات کے) دنوں میں سے ایک دن تھا یا ان کی اس ایک رات کے عمل کے برابر ہو جاتے جو (آنحضرت کے زمانۂ حیات کے) راتوں میں سے ایک رات تھی۔ یہ ان کی اس رات کا ذکر ہے جس میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے اور غار ثور ان کی پہلی منزل بنا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس غار پر پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کے واسطے آپ اس غار میں ابھی داخل نہ ہوں، پہلے میں اندر جاتا ہوں تاکہ اگر اس میں کوئی موذی چیز ہو اور وہ ضرر پہنچائے تو مجھ کو ضرر پہنچائے نہ کہ آپ کو۔ اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہو گئے اور اس کو جھاڑ جھنک کر صاف کیا۔ انہوں نے غار کے ایک کونے میں کئی سوراخ بھی دیکھے تھے ان میں سے بیشتر سوراخوں کو انہوں نے اپنے تہبند سے چیتھڑے پھاڑ کر بند کر دیا اور جو دو سوراخ باقی رہ گئے تھے ان کے منہ میں وہ اپنے دونوں پاؤں اڑا کر بیٹھ گئے، پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب اندر تشریف لے آئیے! چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور اپنا

سر مبارک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر سو گئے، اسی دوران ایک سوراخ کے اندر سے سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں کاٹ لیا لیکن آپ نے اس ڈر سے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کی کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگ نہ جائیں۔ آخر کار ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر گرے۔ آپ نے پوچھا ابوبکر! یہ تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن ٹپکا دیا اور جو کیفیت ان کو محسوس ہو رہی تھی وہ فوراً جاتی رہی۔ اسی سانپ کا وہ زہر تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر دوبارہ اثر انداز ہوا اور اسی کے سبب ان کی موت واقع ہوئی، اور ان کا دن وہ دن تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تھی اور بعض عرب قبائل مرتد ہو گئے تھے ان لوگوں نے کہا تھا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ اگر یہ لوگ (زکوٰۃ میں اونٹ کے پاؤں باندھنے کے بقدر) رسی بھی دینے سے مجھے انکار کریں گے تو یقیناً میں ان سے جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کیا تھا: اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ کو لوگوں سے الفت و خیر سگالی کا برتاؤ اور نرمی کا سلوک کرنا چاہئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے جواب دیا تھا: کیا تم اپنے زمانہ جاہلیت ہی میں غیور و بہادر اور قوی و غصہ ور تھے؟ اور اب اپنے زمانہ اسلام میں بزدل و پست ہمت ہو گئے ہو؟ اس حقیقت کو نہ بھولو کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے، ایسی صورت میں دین کمزور و ناقص ہو جائے ایسا میں اپنی زندگی میں ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ (رزین)

توضیح: ''اِلی الغار'' اس غار سے غار ثور مراد ہے جو مکہ مکرمہ سے کافی فاصلہ پر ایک مشکل ترین بلند و بالا پہاڑ پر ہے، میں نے اس غار کو دیکھا ہے بلکہ اس پہاڑ پر دو غار ہیں: ایک مکہ کی جانب پہاڑ پر واقع ہے مشہور یہی ہے مگر ایک غار دوسری جانب اسی پہاڑ پر واقع ہے جو بڑے دو پتھروں کے اندر ہے اور اوپر سے نیچے اترنا پڑتا ہے جہاں دو آدمی مشکل سے بیٹھ سکتے ہیں، اس غار پر ایک بڑا پتھر بالکل بیل کی طرح لگتا ہے شاید اسی وجہ سے اس کو غار ثور کہتے ہیں، ثور عربی میں بیل کو کہتے ہیں، مکہ سے ہجرت کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں جا کر تین دن تک چھپے تھے میرے خیال میں یہ دوسری غار اصل میں غار ثور ہے پہلے والا مصنوعی تراشا گیا معلوم ہوتا ہے۔

''**فکسحه**'' جھاڑ دینے اور صاف کرنے کو کسحه کہا گیا ہے۔ ''**ثقبًا**'' سوراخوں کو ثقب کہتے ہیں۔ ''**القمهما**'' یعنی پاؤں کے انگوٹھوں کو لقمہ بنا کر ان دو سوراخوں میں دے دیا تاکہ سوراخ بند ہو جائے۔ ''**مالک**'' یعنی روتے کیوں ہو؟ آنکھوں سے آنسو کیوں گرتے ہیں؟ ''**فتفل**'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن اس ڈسے ہوئے مقام پر لگا دیا۔ ''**ثم انتفض**'' یعنی زہر کا اثر ظاہر ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی زہر کی وجہ سے انتقال کر گئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عجیب شان کو دیکھئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل موافقت و رفاقت ہے یہاں تک کہ موت کی کیفیت میں بھی موافقت ہو گئی۔ ''**عقالًا**'' رسی کو عقال کہتے ہیں، ایک روایت میں عناقا کا لفظ ہے یعنی بکری کا بچہ بھی اگر روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جزیرۂ عرب میں قریباً ستر فی صد لوگ اسلام سے پھر گئے تھے ان میں مختلف قسم کے لوگ تھے، ایک قسم تو وہ لوگ تھے جنہوں نے

دین کو چھوڑ دیا اور کافر ہو کر کفار سے جا ملے۔ دوسری قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے جھوٹے مدعیان نبوت کی اتباع کی اور مرتد ہو گئے تیسری قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا انکار کیا یا بالکل منکر ہو گئے یا صدیق اکبر کو نہیں دینا چاہتے تھے۔ اسی قسم کے لوگوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، دین کو مانتے ہیں، صرف زکوٰۃ نہیں دیتے آپ نرمی فرمائیں، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس کے خلاف تلوار اٹھا کر لڑوں گا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خوب ڈانٹا اور بزدل بن جانے کا طعنہ دیا۔

"اجبار فی الجاهلية" یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے تم بہت بہادر اور دلیر باہمت تھے۔ "وخوار" یعنی اب اسلام قبول کرنے کے بعد بزدل وکمزور اور بے ہمت بن رہے ہو؟ وحی کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے منقطع ہو گیا ہے، دین کی تکمیل ہو گئی ہے اب لوگ اسلام کے کسی ایک حکم کو بھی توڑیں اور میں زندہ رہوں ایسا نہیں ہوگا، میرے ساتھ اگر کوئی نہ جائے تو میں مرتدین سے لڑنے کے لئے اکیلے جاؤں گا۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف بڑی کاروائی فرمائی اور قریباً ایک سال کے عرصہ میں دین اسلام جزیرۂ عرب میں پھر اسی طرح قائم ہو گیا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابتداء میں صدیق کی بات کو عجیب سمجھا لیکن آخر میں ہم نے اسی رائے کی تعریف کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مرتدین کے مقابلہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبیوں کے مقام پر کھڑے ہو گئے تھے کہ اکیلے تھے مگر ڈٹ گئے "قام فی الردة مقام الانبياء" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میرے ابا جان پر اتنے بڑے مصائب آئے کہ اگر وہ پہاڑوں پر آ جاتے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ کسی نے سچ کہا:

من كان يعلم ان الله خالقه　　لا يرمين ابابكر ببهتان
فلو ان السمآء دنت لمجد　　ومكرمة دنت لهم السمآء

مؤرخہ ۸ رجب ۱۴۱۸ھ

باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿محمد رسول اللہ والذین معه اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم﴾.

حب النبی رسول اللہ مفترض ۔۔۔ وحب اصحابه نور ببرهان
من کان یعلم ان اللہ خالقه ۔۔۔ لا یرمین ابابکر ببهتان
ولا ابا حفص الفاروق صاحبه ۔۔۔ ولا الخلیفة عثمان بن عفان
اما علی فمشهور فضائله ۔۔۔ والبیت لا یتثنی الا بارکان
فلو ان السمآء دنت لمجد ۔۔۔ ومکرمة دنت لهم السمآء

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

نام و نسب: آپ کا مبارک نام عمر ہے لقب فاروق ہے اور کنیت ابو حفص ہے، لقب اور کنیت دونوں رسول اللہ کی طرف سے عطا شدہ ہیں، نویں پشت میں جا کر آپ کا نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے، نویں پشت میں کعب کے دو بیٹے تھے ایک مُرّہ دوسرا عدی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مُرّہ کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدی کی اولاد میں ہیں اس لئے آپ عدوی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعۂ فیل سے تیرہ سال بعد میں ہوئی تھی ۱۳ سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے ہیں، چھ نبوی کو آپ مشرف بہ سلام ہوئے، آپ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ خواتین اسلام قبول کر چکے تھے۔

حلیہ مبارکہ: آپ کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا، رخساروں پر گوشت کم تھا، قد مبارک دراز تھا، بڑے بہادر اور طاقتور تھے، اسلام سے پہلے جس طرح شدت کفر میں تھی اسلام کے بعد ویسی ہی شدت اسلام کے لئے تھی، آپ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو مکہ میں بہت قوت حاصل ہوئی، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منصب وزارت پر تھے، عہد صدیقی میں وزارت کے ساتھ منصب قضاء پر بھی فائز رہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے، انتخاب خو

صدیق اکبر نے کیا۔ دوران خلافت دین اسلام کی جس قدر خدمت واشاعت آپ نے کی کسی اور نے نہیں کی اور جس قدر فتوحات آپ کو حاصل ہوئی اس کی نظیر اسلام میں نہیں ملتی۔ سرزمین شام سے لے کر مصر تک اور مصر سے لے کر دیار بکر تک اور دیار بکر سے لے کر عراق وایران اور فارس تک مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کے تمام علاقوں پر اللہ تعالیٰ کے دین کا جھنڈا لہرادیا۔ ایک ہزار چھتیس بڑے شہروں کو ان کے مضافات کے ساتھ فتح کیا جو علاقہ اسلام کے تحت آتا فوراً حکم دیتے کہ اس میں مسجد بنائی جائے چنانچہ چار ہزار عام مسجدیں بنوائیں اور نوسو جامع مسجدیں میں قائم فرمادیں، عدل وانصاف میں آپ ضرب المثل تھے۔ ناداروں، محتاجوں، مظلوموں اور بے کسوں کی خبر گیری کے لئے رات کو گشت کیا کرتے تھے اور موقع پر امداد فرماتے تھے۔ بیت المال میں اس طرح احتیاط فرماتے تھے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے، آپ تکوین کے لوگوں میں سے تھے جن کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات ہوتے ہیں، آپ کشف وکرامات میں مشہور تھے۔ آپ کی خلافت، اسلام اور مسلمانوں کے لئے باعث برکت اور ذریعہ رحمت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافقات بیس تک ہیں۔ دس برس چھ ماہ پانچ دن تک خلافت کی اور پھر فجر کی نماز میں مسجد نبوی کے محراب میں ۲۷ ذوالحجہ کی صبح مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولؤ مجوسی ایرانی نے آپ پر حملہ کردیا جس سے آپ شدید زخمی ہوئے اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رخصت ہوئے اور آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

الفصل الاول

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مُلہَم اور محدَّث تھے

﴿۱﴾عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَّكُ اَحَدٌ فِيْ اُمَّتِيْ فَاِنَّهٗ عُمَرُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں محدَّث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی شخص محدث ہوا تو وہ بس عمر ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "**محدثون**" ای **مُلهمون و مكلَّمون، محدَّث** باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ یہاں **ملهم** کے معنی میں ہے جو الہام سے ہے یعنی وہ شخص جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست نیک بات ڈالی جاتی ہے پھر وہ شخص نور ایمانی کے ذریعہ سے اس بات کو دوسروں تک پہنچاتا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ محدث اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کا ظن اور گمان کسی اختلافی نزاعی مسئلہ میں اس جانب کو اختیار کرتا ہے جو صحیح اور درست ہو یعنی اس کی رائے ہمیشہ حق کی طرف جاتی ہے اور حق ہی کے ساتھ رہتی ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ محدَّث کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہوں وحی کے طور پر نہیں بلکہ صرف گفتگو کی حد تک کلام کرتے ہوں، بعض روایات میں **محدثون** کے بجائے **متكلمون** کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے، ان تینوں معنوں میں کوئی بھی معنی لو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے مصداق تھے۔ علماء باطن کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ "**رجال تکوین**" میں سے تھے مطلب یہ کہ تکوینیات پر ان کو بڑی دسترس حاصل تھی یعنی غیب کے نظام کے افراد میں سے تھے جس طرح حضرت خضر اور ان کی جماعت کے لوگ رجال تکوین میں سے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عمر محدَّث ہیں اور میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا یہ اسی رجال تکوین کی طرف اشارہ ہے، عملی طور پر بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تکوینیات میں عمل دخل کا مظاہرہ کیا ہے۔

مصر، بحیرۂ قلزم کو خط لکھنا اور نہاوند میں ساریہ کمانڈر کو مسجد نبوی کے منبر سے **یا سارية الجبل** کا نعرہ لگانا اور بیس موافقات عمر کا ظاہر ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق جاری کر دیا ہے اور شیطان عمر سے بھاگتا ہے اور صحابہ کا یہ عقیدہ رکھنا کہ سکینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلام کرتا ہے یہ سب اشارے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رجال تکوین میں سے تھے اور آپ **مُوَفَّقٌ من الله** تھے، اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کے شامل حال تھی جو ہر لمحہ آپ کی رہنمائی کرتی تھی۔

"**فان یک**" اس کلام سے ظاہری طور پر تردد اور شک مترشح ہوتا ہے مگر یاد رکھو! یہ کلام بطور شک نہیں بلکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مبالغہ اور تاکید ہے کہ اس امت میں **ملهمین** بہت ہیں مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس میں خصوصی

امتیاز حاصل ہے، یہ کلام اس طرز پر ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ اگر انسانوں میں میرا کوئی دوست ہے تو وہ فلاں ہے اس سے دوسروں کی نفی مقصود نہیں ہوتی بلکہ مذکورہ شخص کا اختصاص مقصود ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سے شیطان نہیں گذر سکتا تھا

﴿۲﴾ وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ نِسْوَۃٌ مِنْ قُرَیْشٍ یُکَلِّمْنَہٗ وَیَسْتَکْثِرْنَہٗ عَالِیَۃً اَصْوَاتُھُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْحَکُ فَقَالَ اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ ھٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ کُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَکَ اِبْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ یَاعَدُوَّاتِ اَنْفُسِھِنَّ اَتَھَبْنَنِیْ وَلَاتَھَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیْہٍ یَاابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَالَقِیَکَ الشَّیْطٰنُ سَالِکًا فَجًّاقَطُّ اِلَّاسَلَکَ فَجًّاغَیْرَفَجِّکَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَقَالَ الْحُمَیْدِیُّ زَادَ الْبَرْقَانِیُّ بَعْدَ قَوْلِہٖ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَااَضْحَکَکَ)

اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے حجرۂ نبوی کے دروازے پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، اس وقت آپ کے پاس قریش کی چند خواتین یعنی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں، ان کی باتوں کا موضوع خرچہ میں اضافہ کا مطالبہ تھا اور وہ باتیں زور زور سے کر رہی تھیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر کے اندر داخل ہونے لگے تو وہ خواتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر پردہ کے پیچھے چلی گئیں۔ حضرت عمر اندر داخل ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ آپ کے دانتوں کو ہمیشہ خندان رکھے، آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس بات پر ہنسی آگئی کہ وہ عورتیں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور تمہاری آواز سنتے ہی پردے کے پیچھے بھاگ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: ارے اپنی جان کی دشمن عورتو! مجھ سے تو اس قدر خوف کا اظہار اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تم ذرا بھی نہیں ڈرتیں؟ ان خواتین نے جواب دیا: ہاں! کیونکہ تم نہایت سخت خو نہایت سخت گو ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن خطاب! چھوڑ دو اور کوئی بات کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر شیطان تمہیں دیکھ لیتا ہے تو اس راستہ سے کترا کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے جس پر تم چلتے ہو۔ (بخاری ومسلم) اور حمیدی نے کہا ہے کہ برقانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ یارسول للہ! کس چیز نے آپ کو ہنسایا ہے؟

توضیح: "عدوات انفسھن" یعنی اپنی جانوں کی دشمن! "أتھبنني" یعنی مجھ سے ڈرتی ہو اور بھاگ کر چھپ جاتی ہو

اور حضور اکرم ﷺ سے خوف نہیں کھاتی اور شور مچاتی ہو؟ ''أنت أفظ و أغلظ'' أفظ سخت خُلق اور سخت خُو کے معنی میں ہے۔ اغلظ یہ سخت گو کے معنی میں ہے یعنی آپ سخت خُو بھی ہو اور سخت گو بھی ہو اور رسول اللہ ﷺ ایسے نہیں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان عورتوں نے فظاظت اور غلاظت میں اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی خُو اور کلام میں بھی کچھ سختی تھی حالانکہ قرآن و حدیث کے اعلان کے مطابق آنحضرت ﷺ تو نہایت نرم خُو تھے؟

اس کا آسان جواب یہ ہے کہ یہاں اسم تفضیل کا صیغہ اصل فعل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس کا تقابل نہیں ہے یعنی فظاظت اور سختی آپ میں ہے حضور اکرم ﷺ میں نہیں ہے اسم تفضیل اصل فعل میں استعمال ہوتا رہتا ہے جیسے العسل احلیٰ من الخل. الصیف احر من الشتآء حالانکہ سرکہ میں کوئی میٹھاس نہیں ہوتی اور جاڑوں کے موسم میں کوئی گرمی نہیں ہوتی۔ ''إیه'' یہ لفظ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور ی ساکن ہے اور ہا پر زیر کی صورت میں تنوین ہے کبھی ہا پر سکون بھی ہوتا ہے اور یہ کلمہ ایھاً بھی پڑھا گیا ہے جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ؎

ایھاً والالٰہ لک شکاۃ ظاھر عنک عارھا

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ اس کلمہ کا ترجمہ اس طرح ہے ''حدث حدیثا ولا تلتفت الی جوابھن''.

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ وقیل ھو اسم فعل یطلب له الزیادۃ ای استزد علی ما انت علیه من التصلب. ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عمر! ان عورتوں کے جواب کی پروانہ کرو! نہ اس کی طرف توجہ دو بلکہ کوئی اور بات کرو! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جس کلام کو تم نے ان عورتوں سے کیا ہے اس کو جاری رکھو اور اس پر اضافہ کرو کیونکہ تمہاری شان اتنی عالیشان ہے کہ جس راستہ سے تمہارا گذر ہو اس پر شیطان نہیں گذر سکتا بلکہ وہ کترا کر دوسرے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ ابوزید سروجی نے اس لفظ کو ائت کے معنی میں استعمال کیا ہے چنانچہ اس نے کہا ایه بلا تمویه ای ائت الحدیث بلا کذب. قاموس الوحید میں اس لفظ کو اسم فعل قرار دے کر اس کا معنی یہ لکھا ہے ''ہاں کہتے رہو'' لیکن اگر یہ لفظ تنوین کے ساتھ ایھاً ہو جائے تو یہ کف کف بس بس! کے معنی میں ہوتا ہے۔

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرح لکھا ہے کہ اگر یہ لفظ اِیهِ ہو تو یہ اسم فعل امر کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اور اضافہ کرو لیکن اگر یہ لفظ ایھاً ہو تو یہ کف کف روکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، علامہ فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں لفظ ایھاً ہونا چاہئے جو بس بس! رک جا! رک جا! کے معنی میں ہوگا ای کف یا ابن الخطاب. علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز بہتر معلوم ہوتا ہے۔

جنت میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محل

﴿۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَهٗ فَاَنْظُرَ اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَلَيْكَ اَغَارُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک دیکھا کہ میرے سامنے رمیصاء زوجہ ابوطلحہ موجود ہیں۔ پھر میں نے قدموں کی چاپ سنی اور پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ مجھے بتایا گیا یہ بلال ہیں، اس کے بعد میں نے ایک عالیشان محل دیکھا جس کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ مجھ کو جنتیوں نے بتایا کہ یہ عمر ابن خطاب کا ہے، میں نے چاہا کہ محل میں جاؤں اور اس کو اندر سے بھی دیکھوں لیکن پھر مجھے تمہاری غیرت کا خیال آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا میں آپ سے غیرت کروں گا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "رمیصاء" ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رمیصاء کہتے ہیں اور غمیصاء بھی کہتے ہیں، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں، پہلے مالک بن نضر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جن سے حضرت انس پیدا ہوئے۔ اُحد میں جب حضرت مالک بن نضر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا بڑی شان والی عورت ہیں، حضور اکرم کی رضاعی خالہ تھیں۔

دین کے اعتبار سے حضرت عمر کی شان

﴿۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَادُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب کہ میں سو رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ سب کرتا پہنے ہوئے تھے جن میں بعض کے کرتے تو ان کے سینے تک تھے اور بعض کے کرتے ان سے بھی چھوٹے تھے۔ پھر جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے سامنے پیش ہوئے تو ان کا کرتا اتنا لمبا تھا کہ زمین سے گھسٹ رہا تھا، بعض صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی تعبیر آپ کیا بیان فرماتے ہیں؟ فرمایا: "دین و مذہب"۔

(بخاری ومسلم)

توضیح: "الـدیـن" عالم مثال میں قمیص کی مثال دین ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت طویل تھا اس لئے دین کی سب سے زیادہ خدمت آپ نے کی ہے اس لیے آپ کا دین زیادہ تھا اور کرتا لمبا تھا اس قسم کے فضائل جزئی ہوتے ہیں کلی نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی بزرگی

﴿۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ

فَشَرِبْتُ حَتّٰی اَنِّیْ لَاَرَی الرِّیَّ یَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَیْتُ فَضْلِیْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْعِلْمَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں سو رہا تھا کہ دودھ سے بھرا پیالہ لا کر مجھے دیا گیا، میں نے اس دودھ کو پیا، پھر میں نے دیکھا کہ (زیادہ ہونے کے سبب اس دودھ کی) تری اور تازگی میرے ناخنوں سے پھوٹ رہی ہے اور پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا، بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس دودھ کی تعبیر میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: "علم"۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "الرّی" سیرابی کو ری کہتے ہیں۔ "العلم" عالم مثال میں علم کی مثال دودھ کی ہے، اس قسم کی فضیلت کو شارحین جزئی فضیلت قرار دیتے ہیں، کلی فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

﴿۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ عَلٰی قَلِیْبٍ عَلَیْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَاشَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ نَزْعِهٖ ضُعْفٌ وَاللّٰہُ یَغْفِرُ لَہٗ ضُعْفَہٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا مِنَ النَّاسِ یَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَفِیْ رِوَایَةِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِیْ یَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّہٗ حَتّٰی رَوَی النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میں ایک بغیر من کے کنویں پر ہوں جہاں ڈول بھی رکھا ہوا ہے۔ میں نے اس کنویں سے پانی کھینچا جس قدر کہ اللہ نے چاہا، میرے بعد ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر نے ڈول سنبھالا اور کنویں سے پانی کھینچنے لگے لیکن وہ ایک یا دو ڈول سے زائد پانی نہیں کھینچ سکے دراصل پانی کھینچنے میں وہ سست اور کمزور پڑ رہے تھے، ان کی اس سستی و کمزوری کو اللہ تعالیٰ معاف کرے، پھر وہ ڈول ایک چرس میں تبدیل ہو گیا اور عمر ابن خطاب نے اس کو لے لیا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے کسی جوان اور قوی تر شخص کو ایسا نہیں پایا جو عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اس چرس کے ذریعہ پانی کھینچتا ہو، چنانچہ لوگوں نے اس جگہ کو اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنا لیا۔ ابن عمر کی روایت میں یوں ہے کہ پھر ابوبکر کے ہاتھ سے اس ڈول کو عمر ابن خطاب نے لے لیا جو اُن کے ہاتھ میں پہنچ کر چرس بن گیا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے کسی جوان اور قوی تر شخص کو ایسا نہیں پایا جو پانی کھینچنے کے اس کام میں عمر کی طرح چاق و چوبند اور کارگزار ہو، چنانچہ انہوں نے لوگوں کو سیراب کر ڈالا اور لوگوں نے اس جگہ کو اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنا لیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "قلیب" من اور منڈیر کے بغیر جو کنواں ہوتا ہے اس کو قلیب کہتے ہیں یعنی ویران کنواں، یہاں مطلق

کنواں مراد ہے یا ویران کنویں کے ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہل عزم اور حوصلہ والے لوگ ویران مقام کو آباد کر کے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ "ذنوبا" پانی نکالنے کے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں ذال پر زبر ہے۔ "او ذنوبین" یا دو ڈول نکال دیئے، یہ شک راوی کی طرف سے ہے یا "او" کا لفظ بل کے معنی میں ہے اس جملہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دوسالہ خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

"وفی نزعه ضعف" اس جملہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تنقیص مقصود نہیں ہے اور نہ ان پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے بلکہ اصلاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کی قلت کی طرف اشارہ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کی کثرت وطوالت کی طرف اشارہ ہے، اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ صدیق اکبر کے زمانۂ خلافت میں لوگوں کے ارتداد کا فتنہ آئے گا جس سے دین وحکومت کی کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بہرحال حضرت عمر کا دور خلافت چونکہ طویل تھا اس لئے اس میں مخلوق خدا اور دین اسلام کی بہت زیادہ خدمت ہوئی۔ "غربا" غین پر زبر ہے را پر سکون ہے بڑے ڈول کو کہتے ہیں جو بیل کی کھال سے بنایا جاتا ہے اس کو چرس بھی کہتے ہیں، اس جملہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے استحکام اور دین کی مضبوطی کی طرف اشارہ ہے اور مخلوق خدا کی خدمت کی طرف اشارہ ہے۔

"عبقریا" قوی اور پہلوان نابغۂ روزگار شخص کو عبقری کہتے ہیں۔ "بعطن" نصر اور ضرب سے عطن اونٹوں کے بیٹھنے کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹ پانی سے سیراب ہوکر آرام کے لئے بیٹھ جاتے ہیں یا پانی پینے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ اعطان الابل اونٹوں کے باڑے کو کہتے ہیں یعنی اتنا وافر پانی آ گیا کہ لوگوں نے اس کنوئیں کے پاس اونٹوں کے ٹھکانے بنالئے کہ پانی کی فراوانی کی وجہ سے اب یہی جگہ رہنے کے لئے قابل ہے۔

"یفری فریه" ای یعمل عمله ضرب یضرب سے ہے فریه میں فا پر فتحہ ہے اور را ساکن ہے اور یا پر فتحہ ہے تعجب خیز اور حیرت انگیز کام کو کہتے ہیں، را پر کسرہ یا پر شد بھی پڑھا گیا ہے اسی سے یہ آیت ہے۔ "لقد جئت شیئا فریّا ای عجیبًا" مطلب یہ کہ میں نے پانی نکالنے کے کام میں عمر جیسے نابغۂ روزگار شخص اور تعجب خیز کام کرنے والا چاق وچوبند کسی کو نہیں دیکھا۔

الفصل الثانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان وقلب سے حق کا ظہور

﴿۷﴾عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ.
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ یَقُوْلُ بِہٖ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر اوران کے قلب میں حق وصداقت جاری فرمادیا ہے۔(ترمذی) اورابوداؤد کی روایت میں جوحضرت ابوذر سے مروی ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھ دیا ہے۔اسی لئے وہ حق بات کہتے ہیں۔

توضیح: "علی لسان عمر" یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رجال تکوین میں سے تھے تکوینی امور میں انکو بڑی دسترس حاصل تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان اور دل پر حق جاری فرمادیا تھا،حق کا ٹھکانہ آپ کی زبان اور قلب ودماغ میں رکھا تھا۔ اس حدیث کے بعد والی حدیث میں بھی اسی قسم تکوین کی بات کہی گئی ہے۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی فرشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلام کررہا ہے،حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی فرشتہ عمر کی دونوں آنکھوں کے درمیان بیٹھا ہے جوان کو صحیح راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔

"سکینہ" سے پرسکون اور مدلل قابل اطمینان کلام بھی مراد ہے لیا جاسکتا ہے عمر کی بات سے مکمل اعتماد اور تسلی ہوجاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا

﴿۸﴾وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ مَاکُنَّا نُبْعِدُ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ. رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو بعید نہیں جانتے تھے کہ حضرت عمر کی زبان پر سکینت وطمانیت جاری ہوتی ہے۔اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

﴿۹﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْبِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا. (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دعا فرمائی: الٰہی!ابوجہل ابن ہشام یا عمر ابن الخطاب کے ذریعہ اسلام کو سربلند وغالب کردے چنانچہ اگلے ہی دن جب صبح ہوئی تو عمر ابن الخطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان بن گئے اور پھر مسجد حرام میں اعلانیہ نماز پڑھی گئی۔ (احمد،ترمذی)

آسمان تلے حضرت عمر سب سے افضل ہیں

﴿۱۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَکْرٍ یَاخَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَمَا اِنَّکَ اِنْ قُلْتَ ذٰلِکَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رَجُلٍ خَیْرٍ مِّنْ عُمَرَ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق نے سیدنا ابوبکر صدیق کو ان الفاظ میں مخاطب کیا: اے وہ ذات گرامی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب انسانوں سے بہتر ہے، سیدنا ابوبکر صدیق نے فرمایا عمر! اگر تم میرے بارے میں یہ کہتے ہو تو تم جان لو کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان تلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ افضل البشر بعدالانبیاء بالتحقیق ابوبکر الصدیق ہیں؟

اس اشکال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت اور یہ برتری حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے متعلق ہے گویا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور میں سب سے افضل تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت انکی عدالت وسیاست اور تدبیر وتدبر سے متعلق ہے گویا یہ جزئی فضیلت ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کلی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی منقبت

﴿۱۱﴾ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "لکان عمر" جس طرح پہلے تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیبی نظام اور تکوینیات کے آدمی تھے یہاں انکی جو منقبت بیان کی گئی ہے اس میں اسی طرف اشارہ ہے ہوسکتا ہے کہ استعداد کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کی وادی کے آدمی تھے مگر نئی نبوت ختم ہوگئی ہے اس لئے نبی نہیں آئے گا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں بن سکتے تو کسی اور کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوگا لہٰذا غلام احمد قادیانی جھوٹا دجال ہے۔

حضرت عمر کا رعب ودبدبہ

﴿۱۲﴾ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْہِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِیَةٌ

سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدَّفِّ وَاَتَغَنّٰى فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِیْ وَاِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِیٌّ وَهِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَاَلْقَتِ الدَّفَّ تَحْتَ اِسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَاعُمَرُ اِنِّیْ كُنْتُ جَالِسًا وَهِیَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِیَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ اَنْتَ يَاعُمَرُ اَلْقَتِ الدَّفَّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں تشریف لے گئے تھے جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو فتح وسلامتی کے ساتھ واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گیت گاؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر تم نے واقعی منت مان رکھی ہے تو دف بجالو ورنہ ایسا مت کرو۔ اس باندی نے دف بجانا شروع کر دیا۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے لیکن وہ باندی دف بجانے میں مشغول رہی پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ اس وقت بھی دف بجاتی رہی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تب بھی اس نے اپنا دف بجانا جاری رکھا اور پھر جب عمر آئے تو اس نے دف کو اپنے کولھوں کے نیچے سرکا دیا اور کولھوں کے بل بیٹھ گئی، اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! تم سے شیطان بھی خوف زدہ رہتا ہے۔ یہ باندی میری موجودگی میں دف بجا رہی تھی، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو اس وقت بھی، بجاتی رہی، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو اس وقت بھی دف بجاتی رہی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو اس وقت بھی بجاتی رہی مگر اے عمر! جب تم آئے تو اس باندی نے دف کو اٹھا کر چھپا دیا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "الدف" فصیح لغت میں دَف کے دال پر زبر پڑھا جاتا ہے اور فا ساکن ہے یہاں اس حدیث کے مضمون سے ذہن میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

سوال ❶: پہلا سوال یہ ہے کہ دف بجانا کوئی عبادت نہیں ہے اس کی نذر کیسے مانی گئی؟ نذر تو اس چیز کی مانی جاتی ہے جس کی نظیر عبادات اور مامورات میں موجود ہو!

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ معاملہ جہاد کا تھا تو جہاد پر جانا، فتح حاصل کرنا، دشمن کو مار بھگانا، اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرنا، یہ سب عبادات ہیں اس لئے اس کی نذر درست قرار دے دی گئی اور ایک حد تک دف بجانے اور نذر پوری کرنے کو برداشت کیا گیا، یہ معاملہ ناجائز سے نکل کر مباح کے زمرہ میں آ گیا۔

سوال ❷: اب سوال یہ ہے کہ دف بجانا لہو اور لغو کاموں میں شمار ہوتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف کیسے بجایا گیا؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جہاد کی خوشی میں، نیز آنحضرت ﷺ کے صحیح سالم لوٹنے اور فتح حاصل ہونے کی خوشی میں دف بجانا لہو ولعب سے خارج ہو گیا اور اس لونڈی نے ایک اچھی بنیاد اور اخلاص کے ساتھ یہ کام کیا اس لئے ایک حد تک برداشت کیا گیا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت شاید اس اباحت کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا کہ تجھ سے شیطان خوفزدہ ہو کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔

جلالِ فاروقی رضی اللہ عنہ

﴿۱۳﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَاعَائِشَةُ تَعَالَىْ فَانْظُرِىْ فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَىَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهَا مَابَيْنَ الْمَنْكِبِ اِلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ لِىْ اَمَاشَبِعْتِ اَمَاشَبِعْتِ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَا، لِاَنْظُرَ مَنْزِلَتِىْ عِنْدَهٗ اِذْطَلَعَ عُمَرُ فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَنْظُرُ اِلٰى شَيَاطِيْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْفَرُّوْا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ فَرَجَعْتُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پرشور آواز ہمارے کانوں میں آئی پھر ہم نے بچوں کا شوروغل سنا۔ رسول کریم ﷺ کھڑے ہو گئے، آپ نے دیکھا ایک حبشی عورت اچھل کود رہی ہے اور اس کے چاروں طرف بچے کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہ! آؤ یہ تماشہ تم بھی دیکھو۔ چنانچہ میں اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس کھڑی ہو گئی اور اپنا گال رسول کریم ﷺ کے کندھے پر رکھ کر آپ کے کندھے اور سر کے درمیان سے اس عورت کا تماشہ دیکھنے لگی، تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ مجھ سے پوچھتے کیا تمہارا جی نہیں بھرا کیا ابھی تمہارا جی نہیں بھرا؟ میں جواب دیتی کہ نہیں ابھی میرا جی نہیں بھرا در اصل میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے دل میں میرا کیا مقام ہے اور آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں، پھر اچانک عمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور پھر وہ لوگ جو اس عورت کا تماشہ دیکھ رہے تھے ان کو دیکھتے ہی ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ انسانوں اور جنوں کے شیطان عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں بھی وہاں سے ہٹ گئی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

توضیح: "لغطا" ایسی زوردار اور پرشور آواز کو لغط کہتے ہیں جس سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو صرف شور ہو رہا ہو۔

"حبشیة" ای امرأة منسوبة الی الحبش ایک کالی کلوٹی حبشی عورت تھی۔

"تزفن" ضرب یضرب سے مؤنث کا صیغہ ہے سخت دھکا دینے اور اچھلنے کودنے اور لات مارنے کو زفن کہتے ہیں اور ناچنے کو بھی کہتے ہیں مگر ناچنے کا معنی یہاں صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ممکن ہے کہ حد جواز کے درجہ میں کوئی تماشا تھا یا جہاد کی مشق تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی دکھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جمال و کمال کا رنگ غالب تھا تو تماشا چل رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رعب وجلال کا غلبہ تھا اور ویسے بھی یہ کھیل اب ضرورت سے زائد ہو رہا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد پر سب تتر بتر ہو گئے۔ "فارفض الناس" ارفضاض اسی بھاگنے اور تتر بتر ہونے اور منتشر ہو کر اپنی جگہوں کی طرف بھاگ جانے کو کہتے ہیں۔

الفصل الثالث

موافقات عمر رضی اللہ عنہ

﴿۱۴﴾ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی وَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ یَدْخُلُ عَلٰی نِسَائِکَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَهُنَّ یَحْتَجِبْنَ فَنَزَلَتْ اٰیَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْغَیْرَةِ فَقُلْتُ عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ فَنَزَلَتْ کَذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلَاثٍ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ وَفِی الْحِجَابِ وَفِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین باتوں میں میرے پروردگار کا حکم میری رائے کے مطابق نازل ہوا۔ پہلی بات تو یہ کہ میں نے عرض کیا تھا یارسول اللہ! اگر مقام ابراہیم کو ہم نماز پڑھنے کی جگہ بنائیں تو بہتر ہو۔ پس یہ آیت نازل ہوئی ﴿واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی﴾ اور بناؤ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ، اور میں نے عرض کیا تھا یارسول اللہ! آپ کی ازواج مطہرات کے سامنے نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ میں رہنے کا حکم فرمادیں تو بہتر ہوگا۔ پس پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور (تیسری بات یہ کہ) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں نے رشک وغیرت والے معاملہ پر اتفاق کرلیا تھا۔ تو میں نے کہا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت

جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا پس میرے انہی الفاظ ومفہوم میں آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین باتوں میں میرے پروردگار کا حکم میری رائے کے مطابق نازل ہوا۔ ایک تو مقام ابراہیم کے بارے میں دوسرے پردے کے بارے میں اور تیسرے بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "وافقت ربی" موافقت کا مطلب یہ ہے کہ جو بات اور جو حکم اللہ تعالیٰ کے ہاں پردۂ غیب میں مقرر تھا اور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مرضی کے موافق تھا اس کے ظاہر ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر اس کا ظہور ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار اور مطالبہ کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی مرضی کے مطابق وہ حکم بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمادیا اس معاملہ سے بھی واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکوینیات کے لوگوں میں سے تھے، یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کو دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کیونکہ آپ نے وافقنی ربی نہیں فرمایا حالانکہ حقیقت اسی طرح تھی مگر بطور ادب آپ نے فرمایا وافقت ربی یعنی میں نے چند اُمور میں اپنے رب کی مرضی کے مطابق بات کی اور میری رائے میرے رب کی رائے کے ساتھ موافق ہوگئی۔

"فی ثلاث" یہاں تین باتوں کا ذکر ہے اس سے حصر بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں موقع ومحل کے اعتبار سے تین کا بیان کرنا مطلوب تھا ورنہ موافقات عمر پندرہ سے زیادہ ہیں علماء امت نے موافقات عمر پر کئی کتابیں لکھی ہیں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس موافقات عمر کا ذکر کیا ہے۔

"فی الغیرۃ" اس لفظ میں واقعۂ عسل کی طرف اشارہ ہے جو مشہور واقعہ ہے، اس میں سورت تحریم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیات کے نزول سے پہلے ازواج مطہرات کے سامنے جو کچھ سنایا بعد میں قرآن کی آیت اسی طرح اتر آئی اسی طرح واقعۂ افک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا "**سبحانک هذا بهتان عظيم**" بعد میں قرآن کی آیت اسی طرح نازل ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چار اعزازات

﴿۱۵﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فُضِّلَ النَّاسَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ بِاَرْبَعٍ بِذِكْرِ الْاُسَارٰى يَوْمَ بَدْرٍ اَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ وَبِذِكْرِهِ الْحِجَابَ اَمَرَ نِسَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَقَالَتْ لَهُ زَيْنَبُ وَاِنَّكَ عَلَيْنَا يَاابْنَ الْخَطَّابِ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ فِيْ بُيُوْتِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَبِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِالْاِسْلَامَ بِعُمَرَ وَبِرَاْيِهٖ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ اَوَّلَ نَاسٍ بَايَعَهٗ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر چار باتوں کے سبب خصوصی فضیلت حاصل

ہے۔ ایک بات تو جنگ بدر کے قیدیوں کی بابت ان کی رائے تھی، ان کا کہنا تھا کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لو لا کتب من الله سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب الیم﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا کہ خطاء اجتہادی کا مرتکب مستوجب عذاب نہیں ہوگا تو جو کچھ فدیہ تم نے لیا تھا اس کی وجہ سے تم پر بڑی سزا واقع ہو جاتی۔ دوسری بات پردہ کی بابت ان کا مشورہ دینا تھا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو پردہ کی طرف متوجہ کیا تھا اس پر ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا تھا کہ اے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ پردہ میں رہنے کی بات ہم سے تم کہہ رہے ہو حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں اترتی ہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی ﴿واذا سألتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب﴾ یعنی اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ تیسری بات وہ دعا تھی جو ان کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی کہ الٰہی! عمر کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما۔ اور چوتھی بات ابوبکر کے حق میں ان کی رائے تھی کہ انہوں نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (احمد)

توضیح: "اساری یوم بدر" ۲ھ میں جب جنگ بدر کا واقعہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی بڑے بڑے ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہو گئے، مدینہ منورہ میں ان قیدیوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ مانگا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کیا جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ کفر کے سرغنے ہیں آپ میرے خاندان کے لوگ میرے ہاتھ میں دیدیں تاکہ میں ان کو قتل کر دوں بلکہ ہر خاندان والے اپنے اپنے رشتہ داروں کو مار دیں اس طرح کفار پر اسلام کا رعب بیٹھ جائے گا اور کفر کی جڑ کٹ جائے گی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے برعکس عام صحابہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے اور قتل کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا تھا مگر یہ شرط تھی کہ آئندہ سال تمہارے ستر آدمی مارے جائیں گے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض تھے مگر عام صحابہ کی رائے پر عمل ہو گیا جس پر اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق حکم بھیجا کہ اس طرح کرنا چاہئے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عذاب آجاتا تو عمر کے سوا کوئی نہ بچتا۔ "کتاب من الله" یعنی لوح محفوظ میں لکھا تھا کہ مجتہد کی غلطی پر مواخذ نہیں ہوتا یا یہ کہ اہل بدر پہلے سے معاف ہیں ان کا مواخذہ نہیں ہوگا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کی اجازت دے دی تھی کہ فدیہ لو یا قتل کر دو۔ اس لئے عذاب ٹل گیا ورنہ عذاب نمودار ہو گیا تھا۔ قرآن کی آیت ہے ﴿ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض﴾ الی ان قال ﴿لو لا کتاب من الله سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم﴾ "وبرأیه" یعنی عمر فاروق کی رائے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونا چاہئے آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں چند دلائل دیئے اور پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی پھر سب نے بیعت کر لی۔

جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلند درجے

﴿۱۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاکَ الرَّجُلُ اَرْفَعُ اُمَّتِیْ دَرَجَةً فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ وَاللّٰهِ مَاکُنَّا نَرٰی ذَالِکَ الرَّجُلَ اِلَّا عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ حَتّٰی مَضٰی لِسَبِیْلِه.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص میری امت میں جنت کا بلند تر مقام ومرتبہ پانے والا ہے۔ ابوسعید کا بیان ہے کہ اس شخص کے بارے میں بخدا ہمارا خیال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اس سے حضرت عمر ابن الخطاب کی ذات مراد ہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دنیا سے چلے گئے۔ (ابن ماجہ)

نیک کاموں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چستی

﴿۱۷﴾ وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ سَاَلَنِی ابْنُ عُمَرَ بَعْضَ شَانِهٖ یَعْنِیْ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ مَارَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِیْنَ قُبِضَ کَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰی انْتَهٰی مِنْ عُمَرَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت اسلم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ احوال وخصائل جاننے چاہے تو میں نے ان کو بہت سی باتیں بتائیں اور کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اچھے کاموں میں سب سے زیادہ سرگرم کار اور سب سے زیادہ نیک رہا ہو۔ (بخاری)

توضیح: "اسلم" حضرت اسلم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور خاص خادم تھے اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنے ابا جان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خصوصی احوال جاننا چاہے کیونکہ بسا اوقات خادم کو وہ کچھ معلوم ہوتا ہے جو بیٹے کو معلوم نہیں ہوتا، "فقال" اس قال کا فاعل اسلم ہے اور یہ جملہ **اخبرته** کی تفصیل ہے، بعض نسخوں میں **قال** ہے اگر یہ لفظ **فقلت** ہوتا تو **کنت** آسان ہوتا، بہرحال پورا بیان اسلم کا ہے "**اجد**" یعنی دین میں زیادہ جدوجہد کرنے والا اور نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والے تھے۔ "**واجود**" **ای احسن فی طلب الیقین** یعنی نیک کاموں میں محنت پر عمدہ یقین رکھتے تھے، محنت لگن اور شوق وچستی کے ساتھ نیک اعمال کرتے تھے۔ "**حتی انتھی من عمر**" اس جملہ کو سمجھنے کے لئے اصل عبارت کو دیکھنا پڑے گا اصل عبارت اس طرح ہے **ماراًیت احدا اجد واجود من عمر حتی انتھیٰ عمر ای مضی لسبیله.**

یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلتیں اس زمانہ سے وابستہ ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں "**قال السیوطی ای فی زمن خلافته لیخرج ابوبکر**"۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام فضائل جو یہ ہیں جزئی فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے اور عام فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

﴿۱۸﴾ وَعَنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّاطُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَاكُلُّ ذٰلِكَ لَقَدْصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَعَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَكْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَعَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّامَاذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّامَاذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّامَاتَرٰى مِنْ جَزَعِىْ فَهُوَمِنْ اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْاَنَّ لِىْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

اور حضرت مسور ابن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مارا گیا تو وہ بے چینی کا اظہار کرنے لگے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فزع اور بے صبری میں تسکین دی اور کہا کہ امیر المؤمنین! یہ سب (آپ کی شان کے شایاں) نہیں ہے، آپ تو وہ ہستی ہیں کہ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور بہت اچھی صحبت حاصل ہوئی، آپ نے رفاقت رسول کا کامل حق ادا کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں آپ سے جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی وخوش تھے پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت ومجالست آپ کو نصیب ہوئی اور ان کے ساتھ بھی آپ کی رفاقت بہت اچھی رہی یہاں تک کہ جب وہ آپ سے جدا ہوئے تو آپ سے خوش تھے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے آپ ہی کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور پھر آپ کو مسلمانوں کی خدمت ورفاقت کا موقع ملا اور ان کی خدمت ورفاقت کا فریضہ بھی آپ نے بڑی اچھی طرح نبھایا، اب اگر مسلمانوں سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ تمام مسلمان آپ سے راضی وخوش ہونگے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی رضا وخوشنودی کا جو ذکر کیا ہے تو بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان ہے جو اس نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھ پر کیا ہے، اسی طرح تم نے حضرت ابوبکر کی صحبت ورفاقت اور ان کی خوشنودی کا جو ذکر کیا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ایک بڑا احسان ہے جس کے ذریعہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھے سرفراز کیا۔ رہی میری بے صبری و بے قراری جو تم دیکھ رہے ہو تو یہ تمہارے اور تمہارے دوستوں اور ساتھیوں کے سبب سے ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس تمام زمین کے برابر سونا ہو تو میں اس کو اللہ کے عذاب کے بدلے میں قربان کردوں اس سے پہلے کہ میں اللہ کو (یا اللہ کے عذاب کو) دیکھوں۔ (بخاری)

توضیح: "لماطعن" یعنی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا۔ مختصر قصہ اس طرح ہے کہ مدینہ منورہ میں مغیرہ بن

شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجوسی غلام تھا جس کا نام فیروز تھا اور کنیت ابولؤلؤ تھی اس نے شکایت کی تھی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا پیشہ کیا ہے، اس نے کئی پیشے اور ہنر بتا دیئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ٹیکس اتنا زیادہ نہیں ہے تم تو بہت ماہر کاریگر ہو تمہاری کمائی بہت ہے۔ میں نے سنا ہے تم بہت اچھی چکی بناتے ہو میرے لئے ایک چکی بنادو، ابولؤلؤ چونکہ غصہ میں تھا تو اس نے کہا کہ اچھا میں تیرے لئے ایسی چکی تیار کرونگا کہ دنیا اس کو یاد رکھے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا ھذدنی العبد اس غلام نے مجھے موت کی دھمکی دیدی ہے پھر فجر کی نماز میں ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا یہ بدھ کا دن تھا اور ۲۷ ذوالحجہ ۲۳ھ کی تاریخ تھی تین دن تک آپ زخمی رہے اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

"یألم" الم درد کو کہتے ہیں یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخم کی وجہ سے شدید کرب اور فریاد کا اظہار فرما رہے تھے، عام شارحین نے یہی مطلب بیان کیا ہے میں بھی اس کو مانتا ہوں لیکن اس پوری حدیث کے دیکھنے اور اس کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُمور خلافت اور اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں بے چینی کا اظہار فرما رہے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھرپور طریقے سے آپ کو تسلی دے دی۔ "وکأنہ یجزعہ" عام شارحین لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کرب و درد پر ملامت فرما رہے تھے مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درد اور پریشانی کو دور فرما رہے تھے اور تسلی دے رہے تھے یہ مطلب زیادہ واضح ہے اور اس حدیث کے بالکل موافق ہے اور یألم کا مطلب جو میں نے بیان کیا ہے اس کے عین مطابق ہے، آنے والے جملے سب اسی پر موافق آرہے ہیں۔

"ولا کل ذلک" یعنی اے امیر المؤمنین! ان تمام پریشانیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ یہ بے قراری اور مستقبل کا اتنا خوف آپ کی شایان شان ہے، آپ تو وہ ہستی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے ساتھ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا وہ دونوں آپ سے راضی رہے پھر آپ نے مسلمانوں کی خدمت کی، انتقال کے بعد ان شاء اللہ سب مسلمان بھی آپ سے راضی اور خوش ہوں گے لہٰذا پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ "مَنٌّ مِنَ اللہ" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محض احسان تھا جو مجھ پر ہوا مجھے جو پریشانی ہے وہ آپ لوگوں کی وجہ سے ہے۔

"من اجلک" عام شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد فتنوں کے دروازے کھل جائیں گے لہٰذا مجھے آپ لوگوں کی فکر لاحق ہے اس لئے بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں ہوں کہ تمہارا کیا بنے گا؟ شارحین کا لکھنا اپنی جگہ مگر میں نے اس حدیث کے سمجھانے کی ابتداء سے جو کوشش کی ہے اس کے مطابق مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اُمور خلافت کے بارے میں بے چینی ظاہر فرما رہے تھے اور اس جملہ میں بھی اسی کا اظہار فرمایا ہے کہ اُمور خلافت میں کہیں حقوق اللہ یا حقوق العباد میں کوئی کوتاہی نہ ہوئی ہو چنانچہ دیگر روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس خلافت میں ثواب وعتاب میں معاملہ برابر سرابر ختم ہو جائے تو یہ میرے لئے اچھا ہوگا لا لی ولا علی نہ مجھے ثواب ملے نہ عذاب ملے۔ "طلاع

الارض" یہ طلوع سے ہے یعنی میرے پاس اتنا سونا ہو جس سے زمین کی سطح بھر جائے میں عذاب الٰہی کے دیکھنے سے پہلے پہلے اس کو خرچ کر دوں گا مگر عذاب کی شکل نہیں دیکھوں گا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق کا سر ان کے بیٹے ابن عمر کی گود میں تھا اور آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات میں یہ شعر پڑھ رہے تھے: ۔

ظَلُوْمٌ لِنَفْسِی غیرَ أَنِّی مُسْلِمٌ أُصَلِّیصَلٰوۃٌ کُلَّھَا وأَصُوْمُ

ترجمہ: میں نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے مگر پھر بھی میں مسلمان ہوں، اپنی تمام نمازیں پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق خوف و رجا کے پیکر اعظم تھے، فرماتے تھے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ تمام انسان جنت میں جائیں گے ایک آدمی دوزخ میں جائے گا تو مجھے خطرہ ہوگا کہ کہیں وہ میں نہ ہوں اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ سارے لوگ دوزخ میں جائیں گے صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو مجھے اُمید ہوگی کہ وہ ایک آدمی میں ہوں گا۔ شیعہ روافض نے حضرت عمر فاروق کے اس خوف و رجا کے جذبے اور اس اخلاص کو غلط نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کو مورد طعن ٹھہرانے کی کوشش کی ہے سچ ہے: ۔

فَعَیْنُ الرِّضَاءِ عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ وَلٰکِنَّ عَیْنَ السَّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا

ترجمہ: آدمی جب کسی سے خوش ہو تو آنکھیں ہر عیب سے اندھی رہتی ہیں مگر ناراض آنکھ کو صرف برائی نظر آتی ہے۔

مؤرخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

نوٹ: یہاں سے لیکر کتاب کے آخری باب "باب ثواب ھذہ الامۃ" کی آخری حدیث (نمبر ۱۲) تک تاریخیں مکرر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تاریخ میں دو مقامات سے سبق پڑھایا گیا ہے، مثلاً ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ کو اصل سبق "باب فی المعجزات" کی فصل ثانی حدیث نمبر ۴۹ سے ہوا ہے تو اسی تاریخ کو مناقب میں سے اس جگہ یعنی "باب مناقب ابی بکر و عمر" سے بھی درس ہوا ہے **وقس علی ھذا فلااشکال فی التکرار بین التواریخ!** اور یہ سلسلہ آخری درس جو ۹ رجب کو کتاب کی آخری حدیث سے ہوا ہے اس سے پہلے تک چلا ہے! **فافھم ولا تعجل فی الاشکال!!**

باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما

ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مناقب

صاحب مشکوٰۃ کا مناقب میں یہ طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے انفرادی مناقب متعلقہ صحابی کے ساتھ بیان فرمائے ہیں لیکن مناقب کی احادیث مشترکہ بھی ہوتی ہیں، صاحب مشکوٰۃ نے مشترکہ مناقب کو الگ ابواب میں جمع فرمادیا ہے چنانچہ صدیق اکبراور عمر فاروق کے انفرادی مناقب سے فارغ ہونے کے بعد اب ان دونوں کے مشترکہ مناقب بیان فرمارہے ہیں یہ اچھی ترتیب ہے۔

الفصل الاول

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق وعمر رضی اللہ عنہما پر اعتماد

﴿۱﴾عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ اَعْيٰى فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِحَرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِیْ غَنَمٍ لَّهٗ اِذْعَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ مِّنْهَا فَاَخَذَهَا فَاَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَارَاعِیَ لَهَا غَيْرِیْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ایک گائے کو ہانکتا ہوا لے جارہا تھا، جب وہ تھک گیا تو گائے پر سوار ہوگیا، گائے بولی ہماری تخلیق اس کام کے لئے نہیں ہوئی ہے، ہم تو زراعت وکاشت کاری کے کام میں آنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، لوگوں نے کہا سبحان اللہ! گائے بھی بات کرتی ہے، اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر وعمر بھی ایمان لاتے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص اپنی بکریوں کے ریوڑ کے درمیان تھا ناگہاں ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے

ایک بکری اٹھالے گیا، بکری کے مالک نے بھیڑیئے کا تعاقب کر کے اپنی بکری اس سے چھڑالی، بھیڑیا اس سے بولا: سبع کے دن بکریوں کا رکھوالا کون ہوگا، جب میرے سوا بکریوں کا چرانے والا کوئی نہ ہوگا، لوگوں نے کہا سبحان اللہ بھیڑیا اور بات کر رہا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر وعمر بھی ایمان لائے، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اعیی" یعنی جب آدمی تھک گیا تو گائے پر سوار ہوگیا، گائے نے انکار کیا اور باتیں کیں لوگوں نے تعجب کیا۔

"فانی او من" یہ شرط محذوف پر متفرع ہے جو جزاء واقع ہے یعنی اگر لوگ گائے کی باتوں پر تعجب کریں تو کرنے دو، میں اور ابوبکر اور عمر فاروق ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ معجزہ ظاہر ہوگیا ہے، آنحضرت ﷺ نے اپنے یقین کے ساتھ شیخین کے یقین کو جوڑ دیا یہ نہایت قرب اور قوت ایمان اور اطمینان واعتماد کی طرف اشارہ ہے اور اسی میں شیخین کی فضیلت ہے۔

"عدا الذئب" یہ عدوان اور تجاوز سے ہے یعنی بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ کردیا۔ "یوم السبع" اس کلمہ میں با پر پیش بھی ہے اور سکون بھی، اگر پیش ہے تو اس دن سے کوئی ایسے فتنے والا دن مراد ہے جس میں انسان، فتنوں کی وجہ سے اپنے مال مویشی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور سب جانور بھیڑیوں کے رحم وکرم پر رہ جائیں گے یا اس سے کوئی ایسا دن مراد ہے جس میں سارے لوگ مر جائیں گے اور بکریاں خالی رہ جائیں گی یا اس سے قیامت کے ابتدائی احوال مراد ہیں جس کی وجہ سے خوف کے مارے انسان اور حیوان اکٹھے ہو جائیں گے و اذا النفوس زوجت میں اسی کی طرف اشارہ ہے، ملا علی قاری نے اس توجیہ کو کمزور قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا کہ السبع اہل جاہلیت کی عیدوں میں سے عید کا ایک دن ہوتا تھا جس میں لوگ عید پر نکل کر جانوروں کو خالی چھوڑ دیا کرتے تھے، اس صورت میں سبع کے با پر سکون بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

﴿۲﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰہَ لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِہٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَہٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللّٰہُ مَعَ صَاحِبَیْکَ لِاَنِّیْ کَثِیْرًا مَّا کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُنْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں بھی ان لوگوں کے درمیان کھڑا تھا، جب حضرت عمر کا جسد خاکی تختۂ مرگ پر رکھا ہوا تھا اور لوگ کھڑے ہوئے ان کے حق میں دعائے خیر ومغفرت کر رہے تھے، اسی دوران اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے اپنی کہنی میرے مونڈھے پر رکھی، پھر اس شخص نے کہنا شروع کیا: اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ پر نازل ہو، بے شک میں پوری امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں کے ساتھ ہی رکھے گا کیونکہ میں رسول کریم ﷺ کی زبان سے اکثر یہی سنتا تھا کہ میں (فلاں جگہ) تھا اور ابوبکر وعمر بھی، میں نے (فلاں کام) کیا اور ادابوبکر وعمر

بھی، میں (فلاں مقام پر) گیا اور ابوبکر وعمر بھی، میں (فلاں مسجد یا فلاں مکان میں) داخل ہوا اور ابوبکر وعمر بھی، میں (فلاں مکان یا فلاں جگہ سے) باہر آیا اور ابوبکر وعمر بھی، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ الفاظ کہنے والے علی ابن ابی طالب تھے۔

(بخاری ومسلم)

توضیح: ''فدعوا اللّٰه'' یعنی لوگ انفرادی طور پر حضرت عمر کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

''کنت وابوبکر'' ان تمام جملوں میں اسم ظاہر کا اسم ضمیر پر عطف ہوا ہے حالانکہ نحات ضمیر متصل پر اسم ظاہر کے عطف کو ضمیر منفصل کی تاکید کے بغیر جائز نہیں کہتے بلکہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں ہاں اشعار میں گنجائش ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح عطف نظم اور نثر دونوں صورتوں میں راجح قول کے مطابق جائز ہے (مرقات)

❀❀❀❀❀

الفصل الثانی

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَیَتَرَاوَنَ اَهْلَ عِلِّیِّیْنَ کَمَا تَرَوْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ فِیْ اُفُقِ السَّمَآءِ وَاِنَّ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَاَنْعَمَا.

(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰی نَحْوَهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ، علیین والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم کنارۂ آسمان کے بہت روشن ستارہ کو دیکھتے ہو، اور ابوبکر وعمر علیین والوں میں سے ہیں، بلکہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے نیز اسی طرح کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے۔

''وانعما'' یعنی اعلیٰ علیین میں دونوں سب سے آگے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے یا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں جنت کی نعمتوں میں داخل ہوجائیں گے ''ای دخلا فی النعیم'' جس طرح عرب کہتے ہیں اشأم ای دخل فی الشام۔

ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما اہل جنت کے سردار ہیں

﴿۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ سَیِّدَا کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَلِیٍّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جتنے بھی ادھیڑ عمر والے ہوں خواہ وہ اگلوں میں سے ہوں

یا پچھلوں میں سے، ان سب کے سردار ابوبکر وعمر ہوں گے۔ سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ (ترمذی) اور ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

توضیح: ''کھول'' کاف اور ہا پر ضمہ ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد کھل ہے ۳۰ سال کی عمر سے جو شخص بڑھ جائے اس کو کھل کہتے ہیں ادھیڑ عمر کے لوگ مراد ہیں، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنت میں تو سارے لوگ جوان ہوں گے ادھیڑ عمر کا کوئی نہیں ہوگا تو ان کے سردار ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ادھیڑ عمر والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس دنیا سے ادھیڑ عمر میں رخصت ہوگئے ہوں گے، ابوبکر صدیق وعمر فاروق ان سب کے سردار ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جوانی میں دنیا سے اُٹھ کر گئے ہوں گے تو شیخین بطریق اولیٰ ان کے سردار ہوں گے۔ ''من الاولین'' اس سے سابقہ امتوں کے اس قسم کے لوگ مراد ہیں اور ''الآخرین'' سے اس امت کے لوگ مراد ہیں سوائے انبیاء کرام کے خواہ وہ سابقہ امتوں کے انبیاء ہوں یا آیندہ آنے والے حضرت عیسیٰ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف اشارہ

﴿۵﴾ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَا اَدْرِيْ مَابَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) فرمانے لگے: مجھے نہیں معلوم تمہارے درمیان زندگی اب کتنی باقی رہ گئی ہے لہٰذا تم لوگ میرے بعد ان دونوں کی پیروی کرنا اور وہ ابوبکر وعمر ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خصوصیت

﴿۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ يَرْفَعْ اَحَدٌ رَاْسَهُ غَيْرُ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانَا يَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو کوئی اپنا سر اوپر نہیں اٹھا سکتا تھا سوائے ابوبکر وعمر کے، یہ دونوں آپ کو دیکھتے ہی مسکرانے لگتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا اُٹھتے تھے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ اَحَدُهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَيْدِيْهِمَا فَقَالَ هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریف سے نکل کر مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ

ابوبکر وعمر میں سے ایک صاحب آپ کے دائیں طرف تھے اور ایک صاحب بائیں طرف اور آپ نے دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا: قیامت کے دن ہمیں اسی طرح اٹھایا جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۸﴾وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ مُرْسَلًا)

اور حضرت عبداللہ ابن حنطب کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دیکھ کر فرمایا: یہ دونوں بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

توضیح: "هذان السمع والبصر" شارحین نے اس جملہ کے کئی مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح جسم کے اعضاء میں سب سے عمدہ عضو آنکھ اور کان ہے اسی طرح دین اسلام کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق بمنزلہ آنکھ اور کان کے عمدہ اور مفید ثابت ہوں گے گویا دین میں ان کی حیثیت جسم میں آنکھ اور کان کی طرح ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں میرے لئے آنکھ اور کان ہیں میں ان کے ذریعہ سنتا اور دیکھتا ہوں یعنی یہ میرے مطیع، فرمانبردار وزیر اور مشیر ہیں یہ مطلب زیادہ بہتر ہے، محاورہ بھی اسی طرح ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کائنات میں غور کر کے حق کو سنتے ہیں اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

دو وزیر آسمان میں دو زمین میں

﴿۹﴾وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّاوَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرَائِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّاوَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں، پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔ (ترمذی)

خلافت علی منہاج النبوۃ کی مدت

﴿۱۰﴾وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَکْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ فَسَاءَهٗ ذٰلِکَ فَقَالَ

خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

اورحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اترا اور آپ کو اور ابوبکر کو تولا گیا تو آپ کا وزن زیادہ رہا، پھر ابوبکر اور عمر کو تولا گیا تو ابوبکر کا وزن زیادہ رہا اور پھر عمر اور عثمان کو تولا گیا تو عمر کا وزن زیادہ رہا۔ اس کے بعد ترازو کو اٹھالیا گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے اس خواب سے غمگین ہوگئے یعنی اس خواب نے آپ کو رنجیدہ بنادیا پھر آنحضرت نے فرمایا: یہ خلافت نبوت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطافرمادے گا۔ (ترمذی وابوداؤد)

توضیح: "فســــآء" خواب دیکھنے والے کے خواب سے یہ معلوم ہوگیا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور عمر فاروق کی وفات اور شہادت پر ختم ہوجائے گا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے اور اس پر بھی غمگین ہوگئے کہ شہادت عمر فاروق کے بعد فتنوں کا دور شروع ہوجائے گا، خلفاء راشدین کی خلافت کے لئے شاہ ولی اللہ نے یہ اصطلاح استعمال فرمائی ہے کہ آنحضرت کے عہد کو عہد نبوت سے یاد کیا ہے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق کے دور کو خلافت علی منہاج النبوۃ بطریق خاص سے یاد کیا ہے اور حضرت عثمان وعلی کی خلافت کو خلافت علی منہاج النبوۃ بطریق عام سے یاد کیا ہے لیکن اس کے بعد **ملک عضوض** کے نام سے یاد کیا ہے اس **ملک عضوض** سے حضرت معاویہ کی خلافت اور پھر عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اس حدیث میں خلافت کے الفاظ سے حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق کی خلافت علی منہاج النبوۃ کی طرف اشارہ ہے۔

الفصل الثالث

حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما جنتی ہیں

﴿۱۱﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَاطَّلَعَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) فرمانے لگے (دیکھو! ابھی) تمہارے سامنے ایک ایسا شخص آئے گا جو جنتیوں میں سے ہے، پس حضرت ابوبکر سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے، آپ نے پھر فرمایا (دیکھو! ابھی) تمہارے سامنے ایک ایسا شخص آئے گا جو جنتیوں میں سے ہے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے نظر آئے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نیکیاں

﴿۱۲﴾ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ بَیْنَا رَاْسُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجْرِیْ فِیْ لَیْلَۃٍ ضَاحِیَۃٍ اِذْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ فَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ. (رَوَاہُ رَزِیْنٌ)

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی جتنے آسمان پر ستارے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ عمر ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ اور ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (رزین)

باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

حُبُّ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ مُفْتَرَضٌ وحُبُّ اَصْحَابِهِ نُوْرٌ بِبُرْهَانِ
مَنْ كَانَ يَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ خَالِقُهُ لَا يَرْمِيَنَّ اَبَابَكْرٍ بِبُهْتَانِ
وَلَا اَبَا حَفْصِ نِ الفَارُوْقَ صَاحِبَهُ وَلَا الْخَلِيْفَةَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانِ
اَمَّا عَلِيٌّ فَمَشْهُوْرٌ فَضَائِلُهُ والبَيْتِ لا يَبْتَنِى اِلَّا بِاَرْكَانِ

فَلَوْ اَنَّ السَّمَآءَ دَنَتْ لِمَجْدٍ ومَكْرُمَةٍ دَنَتْ لَهُمُ السَّمَآءُ

نام و نسب: آپ کا نام عثمان ہے، والد کا نام عفان ہے، لقب ذوالنورین ہے، پانچویں پشت میں نبی اکرم ﷺ سے جا کر نسب ملتا ہے، آپ نبی مکرم ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

حلیہ مبارکہ: آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے چھ برس بعد ہوئی، صدیق اکبر کی محنت سے مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کا قد متوسط تھا اور رنگ سفید مائل بہ زردی تھا، چہرے پر چیچک کے چند نشان تھے، آپ کا سینہ کھلا اور داڑھی گھنی تھی۔ اسلام سے پہلے بھی آپ قریش میں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ حیاء میں آپ اپنی نظیر آپ تھے، سخاوت میں آپ ضرب المثل تھے نبی مکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، حضرت عمر فاروق کے بعد آپ خلافت کے لئے منتخب ہوئے اور بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت کو رونق دینے کے بعد ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ میں بڑی مظلومیت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع غرقد میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر بالکل نمایاں نظر آتی ہے ہر زائر اس کی زیارت کر سکتا ہے۔

کچھ حالات: قبول اسلام سے پہلے جاہلیت میں کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، نہ کبھی زنا کیا اور نہ کبھی بت کے سامنے سجدہ لگایا، حیا کا غلبہ تھا غسل کے لئے کپڑے اُتارتے تو کمرہ بند کر کے غسل خانہ میں بیٹھ کر غسل فرماتے، کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے بیعت اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے جب ہاتھ مَس ہوا تو مرتے دم تک اس ہاتھ کو شرم گاہ سے نہیں لگایا۔ تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے، جنگ بدر میں حضور اکرم ﷺ کے حکم پر پیچھے رہ گئے مگر بدری شمار ہوئے، اسلام پر اپنا ذاتی مال بے دریغ خرچ کیا، مسجد نبوی کی توسیع اور بئر رومہ کے خریدنے اور جیش عسرہ کی تیاری میں اپنا بے تحاشا مال اللہ تعالیٰ کی رضا میں لٹا دیا، فاروق اعظم کے بعد دین اسلام کو سنبھالا اور فارس کے اطراف اور افریقہ کی حدود میں بڑے غزوات کئے اور بہت سارے علاقے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ گئے، شاہ ایران یزدگرد آپ کے عہد میں مارا گیا، آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، آپ کی خلافت ابتدائی چھ سالوں میں سکون کے ساتھ چلتی رہی پھر عبداللہ بن سبا یہودی کے

منافقانہ پروپیگنڈوں میں مصر کے لوگ آ گئے اور بلوائیوں کا ایک گروہ مدینہ منورہ آ گیا، چالیس دن تک آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور پھر ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ میں آپ کو آپ کے گھر میں ۸۸ سال کی عمر میں گردن کی طرف سے ذبح کیا گیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کی تلوار نیام سے باہر آ گئی جو تا حال امت پر چل رہی ہے۔

الفصل الاول

کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟

﴿۱﴾عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِيْ بَيْتِهٖ كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ اَوْسَاقَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوّٰى ثِيَابَهٗ فَلَمَّاخَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ اَلَااَسْتَحْيِ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اِنْ اَذِنْتُ لَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ اَنْ لَّايَبْلُغَ اِلَيَّ فِيْ حَاجَتِهٖ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنے گھر میں اپنی رانیں یا پنڈلیاں کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ حضرت ابوبکر نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ نے ان کو اندر بلالیا اور اسی حالت میں لیٹے رہے، حضرت ابوبکر آپ سے باتیں کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ نے ان کو اندر بلالیا اور اسی طرح لیٹے رہے، حضرت عمر آپ سے باتیں کرتے رہے اور پھر جب حضرت عثمان نے حاضری کی اجازت چاہی تو رسول کریم ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا۔ جب حضرت عثمان چلے گئے تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر اندر آئے تو آپ نے نہ جنبش کی اور نہ ان کی پرواہ کی، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے تو آپ نے اس وقت بھی نہ حرکت کی اور نہ ان کی پرواہ کی، مگر جب حضرت عثمان اندر داخل ہوئے تو آپ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے

فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ عثمان بہت حیادار آدمی ہیں، میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے عثمان کو اسی حالت میں بلالیا تو وہ مجھ سے اپنا مقصد پورا نہیں کریں گے یعنی اگر وہ مجھ کو اس حالت میں دیکھیں تو غلبۂ ادب اور شرم وحیاء سے میرے پاس نہیں بیٹھیں گے اور جس مقصد سے یہاں آئے ہیں اس کو پورا کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ (مسلم)

توضیح: "کاشفا عن فخذیه" یہ بے تکلف بیٹھنے کی طرف اشارہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت کی رانیں بالکل کھلی ہوئی تھیں آپ نے خود رانوں کو عورت کہہ کر چھپانے کا حکم دیا ہے۔ "تھتش" ای لم تتحرک لا جله یعنی آپ نے کوئی اہتمام نہیں کیا جس طرح بے تکلفانہ انداز میں تھے اسی طرح رہے، بعض نے اس لفظ کا ترجمہ ہشاش بشاش سے کیا ہے یعنی ان کے لئے ہشاش بشاش نہیں ہوئے۔ "ولم تباله" یعنی کوئی اہتمام اور پرواہ نہ کی۔ "تستحیی منه الملائکة" کہتے ہیں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک قضیہ کے موقع پر حضرت عثمان کا سینہ کھل گیا تو فرشتے پیچھے ہٹ گئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان کو سینہ ڈھانکنے کا حکم دیا تو فرشتے واپس آگئے، حضور اکرم کے پوچھنے پر فرشتوں نے کہا کہ ان کے سینہ کھلنے کی وجہ سے ان سے حیاء کی بناء پر ہم پیچھے ہٹ گئے تھے، آنحضرت کے اہتمام کی ایک وجہ تو یہی حیاء عثمان تھی دوسرا مطلب یہ کہ حضرت عثمان کسی حاجت سے آئے تھے آنحضرت ﷺ اگر اسی طرح بے تکلف رہتے تو حضرت عثمان اپنی پیش درخواست نہ کر سکتے۔

الفصل الثانی

رفیق جنت

﴿۲﴾ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَرَفِيْقِيْ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَهُوَ مُنْقَطِعٌ)

اور حضرت طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق یعنی جنت میں عثمان ہیں کہ یہ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ نے بھی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے اور یہ منقطع ہے۔

توضیح: حضرت عثمان اگر آنحضرت کی رفاقت میں جنت میں ہوں گے تو یہ ان کا بڑا ذاتی اعزاز ہے اس کا مطلب یہ نہیں

ہے کہ آنحضرت کا کوئی اور رفیق نہیں ہوگا یہ اعزازات اور نوازشات کے تمغوں کی الگ الگ تقسیم ہے۔ایک تمغہ دوسرے تمغے کے منافی نہیں ہے:۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

راہ جہاد میں مالی قربانی

﴿۳﴾وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ ثَلٰثُمِائَةِ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَاعَلٰى عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَهٰذِهٖ مَاعَلٰى عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَهٰذِهٖ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عبدالرحمن ابن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس وقت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر تھا جب آپ جیش عسرہ کی مالی امداد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں کام آنے کے لئے سواونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو اس جنگ کے لئے امداد و معاونت کی طرف متوجہ اور راغب کیا تو حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ (پہلے سواونٹوں کے علاوہ مزید) دوسواونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے اللہ کی راہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، اس کے بعد پھر آنحضرت نے لوگوں کو اس جنگ کے لئے امداد و معاونت کے طرف متوجہ اور راغب کیا اور عرض کیا کہ: تین سواونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے اللہ کی راہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، پس میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی کریں ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی کریں اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

توضیح: "جیش العسرة" جیش لشکر کو کہتے ہیں اور العسرة تنگی کے معنی میں ہے اس سے غزوۂ تبوک مراد ہے جو ایک ماہ کی مسافت پر تھا، سخت گرمی کا موسم تھا، دور کا سفر تھا، مدینہ میں پھلوں اور فصلوں کے کاٹنے کا زمانہ تھا، نفیر عام بھی تھا، تیس ہزار کا لشکر تھا سواریوں کا مسئلہ تھا، جوتوں کا مسئلہ تھا، کھانے کی اشیاء کا مسئلہ تھا، ادھر جنگجو تین لاکھ رومیوں سے مقابلہ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی اہتمام سے چندہ کی بار بار اپیل کی اور حضرت عثمان نے اعزاز حاصل کیا۔ "احلاس" حلس کی جمع ہے اونٹ کے پالان اور کجاوہ کے نیچے جو پردہ ہوتا ہے وہ مراد ہے جس کو جھول کہتے ہیں۔ "اقتاب" قتب کی جمع ہے پالان کو کہتے ہیں اونٹ مع ساز وسامان مراد ہے۔ "علی" یہ نذر کے لئے استعمال کیا کہ مجھ پر نذر ہے کہ اتنا دوں گا، ابوعمرو نے

فرمایا کہ حضرت عثمان نے اس غزوہ میں نوسو پچاس اونٹ دیئے اور پچاس گھوڑے دیئے تاکہ ہزار پورے ہو جائیں۔ "ما علی عثمان" یہ دربار نبوی سے حضرت عثمان کو اعزازی تمغہ ملا کہ آج کے بعد اگر عثمان کوئی عمل نہ بھی کرے تو ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا یعنی عثمان کے سابقہ اور لاحقہ تمام خطائیں معاف ہیں، اس میں حضرت عثمان کے حسن خاتمہ اور جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان اعمال سے نوافل کے اعمال مراد ہیں کہ فرائض کے علاوہ عثمان اگر مرتے دم تک کوئی نفلی نیکی نہ کرے تو پرواہ نہیں یہ نیکی سب نوافل کے قائم مقام ہے۔ صحابۂ کرام ان اعزازات کے بعد اعمال میں کمزور نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے اعمال اور تیز ہو جاتے، اس حدیث کو دیکھ کر ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو حضرت عثمان پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ عثمان کی غلطیاں پہلے سے کالعدم قرار دی گئی ہیں، خلافت وملوکیت میں ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے حضرت عثمان کے خلاف بہت ہی غلیظ قلم استعمال کیا ہے، آنے والی حدیث میں بھی اسی طرح اعزازی جملہ ہے اس میں حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان نے ایک ہزار اشرفیاں نچھاور فرمائیں۔

ایک ہزار دینار نچھاور کیے

﴿۴﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فِيْ كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِيْ حَجْرِهٖ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِيْ حَجْرِهٖ وَيَقُوْلُ مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَالْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت جب کہ جیش عسرہ یعنی لشکر تبوک کا سامان جہاد تیار اور فراہم کیا جا رہا تھا، حضرت عثمان ایک ہزار دینار اپنے کرتہ کی آستین میں بھر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور ان کو آپ کی گود میں بکھیر دیا، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے آج کے اس مالی ایثار کے بعد عثمان سے اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہو جائے تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا یہ الفاظ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائے۔ (احمد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کا اعزاز

﴿۵﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُثْمَانَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِّنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندۂ خصوصی کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں سے بیعت لی اور رسول

کریم ﷺ نے فرمایا عثمان! اللہ اور اللہ کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا، پس رسول کریم ﷺ کا وہ ہاتھ جو حضرت عثمان کی طرف سے تھا، باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان ہاتھوں سے کہیں افضل و بہتر تھا جو اُن کی طرف سے تھے۔ (ترمذی)

توضیح: صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان کو بطور سفیر قریش کے پاس بھیجا تھا، قریش نے آپ کو کچھ وقت کے لئے محبوس رکھا ادھر مشہور ہوگیا کہ عثمان شہید کردیئے گئے اس کے بدلے کے لئے آنحضرت ﷺ نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے ڈیڑھ ہزار صحابہ سے بیعت لی حضرت عثمان چونکہ نہیں تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے بھی بیعت لی مگر اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور بیعت لی آپ ﷺ نے عثمان کے لئے یہ بیعت اس لئے لی کہ اس کی بہت بڑی فضیلت آنے والی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس احتمال پر بیعت لی کہ اگر وہ زندہ ہو تو وہ بھی اس بیعت میں شریک ہوجائے اور بیعت رضوان کی فضیلت پائے چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔

واقعۂ دار میں حضرت عثمان کا خطاب

﴿۶﴾ وَعَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ حِيْنَ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ يَجْعَلُ دَلْوَهٗ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ بِخَيْرٍ لَّهٗ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ وَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ اَنْ اَشْرَبَ مِنْهَا حَتّٰى اَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِاَهْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بُقْعَةَ اٰلِ فُلَانٍ فَيَزِيْدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَّهٗ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْهَا رَكْعَتَيْنِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِيْ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتّٰى تَسَاقَطَتْ حِجَارَةٌ بِالْحَضِيْضِ فَرَكَضَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اُسْكُنْ ثَبِيْرُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ شَهِدُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّيْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ)

اور حضرت ثمامہ ابن حزن قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسوقت حضرت عثمان کے مکان پر موجود تھا جب حضرت عثمان نے

اوپر سے جھانک کران باغیوں کومخاطب کیااور فرمایا: میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کرتم لوگوں سے پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب رسول کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھےتو اس وقت مدینہ میں رومہ کے کنویں کے علاوہ میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا، پھر آنحضرت ﷺ نے جب فرمایا تھا کہ کون شخص ہے جو رومہ کے کنویں کو خریدے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کا ڈول بنادے، اس نیکی اور بہتر اجر کے بدلہ میں جو اُس (کنویں کو خرید کر وقف کرنے والے) کو اس کنویں کے سبب جنت میں ملے گا تو میں ہی تھا جس نے اپنے اصل اور خالص مال سے اس کنویں کو خریدا اور آج مجھ کو اس کنویں کا پانی پینے سے روک رہے ہو، یہاں تک کہ میں سمندر کا (یعنی سمندر جیسا کھاری) پانی پینے پر مجبور ہو رہا ہوں، لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ! ہمیں اس کا علم ہے، پھر حضرت عثمان نے فرمایا میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کرتم سے پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب مسجد نبوی نمازیوں کی زیادتی کے سبب تنگ پڑنے لگی تھی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا: کون شخص ہے جو فلاں شخص کی اولاد کی زمین خریدے اور اس کے ذریعہ مسجد کی توسیع کردے، اس نیکی اور بہتر اجر کے بدلہ میں جو اس کو اس زمین کے سبب جنت میں ملے گا، پس یہ میں تھا جس نے اس زمین کو اپنے اصل اور خالص مال سے خریدا اور آج تم مجھ کو اسی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے روکتے ہو، لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ! ہمیں علم ہے، پھر حضرت عثمان نے فرمایا: میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کرتم سے پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ میں ہی تھا جس نے جیش عسرہ کی تیاری اپنے مال سے کرائی تھی؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ اے اللہ! ہمیں معلوم ہے، پھر حضرت عثمان نے فرمایا: میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کرتم سے پوچھتا ہوں، کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ رسول کریم ﷺ مکہ کی پہاڑی ثبیـــــر پر کھڑے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں بھی تھا اور جب وہ پہاڑی ہلنے لگی اور اس کے ہلنے سے پہاڑی پر پتھر نیچے کی سمت اور دامن کوہ میں گرنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے پہاڑی پر ٹھوکر ماری اور فرمایا: اے ثبیر ٹھہر جا حرکت نہ کر! اسوقت تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں، لوگوں نے کہا۔ ہاں اے اللہ! ہمیں اس کا علم ہے، پھر حضرت عثمان نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا: ان لوگوں نے میری باتوں کی تصدیق کی ہے، رب کعبہ کی قسم! میں یقیناً شہید ہوں، یہ الفاظ انہوں نے تین بار فرمائے۔ (ترمذی، نسائی، دارقطنی)

توضیح: "الـدار" حضرت عثمان کی خلافت کے پہلے چھ سال بحسن وخوبی گذر گئے پھر آپ سے وہ انگوٹھی بئر ادریس میں گر کر گم ہوگئی جو آنحضرت ﷺ کی تھی اور حضرات شیخین کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ میں آئی تھی، خلافت کے باقی چھ سالوں میں طرح طرح کی شورشیں شروع ہوگئیں، عبداللہ بن سبا یہودی جھوٹے الزامات لگا کر آپ کے گورنروں سے لوگوں کو بدظن کرتا رہا، مکہ ومدینہ میں اس کا پروپیگنڈہ ناکام ہوا تو یہ شام چلا گیا پھر کوفہ گیا مگر کسی جگہ اس کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی، پھر یہ خبیث مصر چلا گیا اور وہاں اس کا پروپیگنڈہ کامیاب ہوگیا، اس نے ایک لڑاکو دستہ تیار کیا اور مدینہ روانہ کیا، بلوائیوں کے اس گروہ میں محمد بن ابی بکر بھی تھے پہلے مذاکرات ہوئے اور کامیاب ہوگئے، مصر کا گورنر عبداللہ بن ابی سرح ہٹایا گیا اور گورنری کا پروانہ محمد بن ابی بکر کے ہاتھ دیا گیا کہ ان کے پہنچنے پر ان کو مصر کا گورنر مقرر کیا جائے، ادھر مروان بن حکم ایک سازشی آدمی تھا، اس نے حضرت عثمان کے گھوڑے پر ان کے غلام کو سوار کرا کر مصر روانہ کیا اور مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے نام لکھا کہ جونہی محمد بن

ابی بکر مصر پہنچ جائے اس کو قتل کردو۔ راستے میں یہ غلام پکڑا گیا تفتیش پر اس کے ہاتھ سے ایک خط نکلا جس پر حضرت عثمان کی انگوٹھی کی مہر تھی، محمد بن ابی بکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب واپس جاؤ اس بات کی تحقیق کریں گے چنانچہ یہ بلوائی مدینہ واپس آگئے اور حضرت عثمان سے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے؟ فرمایا میرا ہے! یہ غلام کس کا ہے؟ فرمایا میرا ہے! یہ مہر کس کی ہے؟ فرمایا میری انگوٹھی کی ہے! یہ خط کس کا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ یہ خط کس کا ہے؟ جب مدینہ کے لوگوں کے خط کے نمونے حاصل کر لئے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ خط مروان بن حکم نے لکھا ہے، بلوائیوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کردو، حضرت عثمان نرم مزاج تھے، فرمایا میں ایسا نہیں کر سکتا، اس پر بلوائیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا، چالیس دن تک دانہ پانی بند کیا اور محاصرہ جاری رکھا اس دوران حضرت عثمان نے کئی دفعہ بلوائیوں اور دیگر لوگوں سے گھر کی کھڑکی سے جھانک کر خطاب کیا ہے اور اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا معقول جواب دیا ہے، زیر بحث روایت اسی خطاب کا ایک حصہ ہے مگر اس میں حضرت عثمان نے اپنی منقبت، بشارت اور اپنی حیثیت اور پھر شہادت کو واضح کیا ہے تاہم بلوائیوں اور باغیوں نے آپ کو محصور رکھا اور چالیس دن کے محاصرہ کے بعد محمد بن ابی بکر اور دیگر بلوائی گھر کی عقبی دیوار میں نقب لگا کر اندر داخل ہو گئے اور آپ کو شہید کر دیا۔

"بئر رومة" یہ وادی عقیق میں مسجد قبلتین کے پاس ایک بڑا کنواں تھا جو ایک یہودی کا تھا حضرت عثمان نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، یہودی اس کنوئیں کا پانی مسلمانوں پر مہنگے داموں فروخت کرتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق پر تھے

﴿۷﴾ وَعَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِيْ ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت مُرّہ ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات سنے جن میں آپ نے وقوع پذیر ہونے والے پُرفتن حادثات کا ذکر فرمایا تھا، آپ نے ان فتنوں کا تعلق بالکل قریبی زمانہ سے قائم کیا، اس وقت کہ آپ ان کے ارشادات کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے سامنے سے گزرے تو آنحضرت نے فرمایا: یہ شخص ان ایام میں راہ راست پر ہوگا، حضرت مرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سن کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس شخص کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان ابن عفان ہیں، حضرت مرہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت عثمان کا چہرہ گھما کر آنحضرت کو دکھلایا اور پوچھا کہ کیا یہی صاحب ہیں، آنحضرت نے فرمایا: ہاں!۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

خلافت نہ چھوڑنا

﴿۸﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عُثْمَانُ اِنَّهٗ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَاِنْ

اَرَادُوکَ عَلٰی خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَة وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ)

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اے عثمان! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ شاید تمہیں ایک کرتہ پہنا دے پس اگر لوگ تمہارے اس کرتہ کو اتروانا چاہیں اور تمہیں اس پر مجبور کریں تو ان کی وجہ سے اس کرتہ کو نہ اتارنا۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ضمن میں ایک لمبا قصہ ہے۔

﴿۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيْهَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پُرفتن حادثات کا ذکر کیا اور حضرت عثمان کے حق میں فرمایا کہ یہ شخص ان حادثات میں مظلومانہ طور پر مارا جائیگا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے حسن غریب ہے۔

میں صبر کروں گا

﴿۱۰﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَهْلَةَ قَالَ قَالَ لِيْ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ اِلَيَّ عَهْدًا وَاَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت ابو سہلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دار کے دن حضرت عثمان نے مجھ سے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ کو وصیت کی تھی، پس میں اسی وصیت کے مطابق صبر و تحمل اختیار کئے ہوئے ہوں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

الفصل الثالث

ایک مصری کو حضرت ابن عمر کا دندان شکن جواب

﴿۱۱﴾ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ يُرِيْدُ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ

تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَاذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن موہب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص حج بیت اللہ کے ارادہ سے آیا، اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اس کو بتایا گیا کہ یہ اکابرین قریش ہیں، پھر اس نے پوچھا کہ ان میں یہ شیخ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا عبداللہ ابن عمر! تب اس مصری شخص نے کہا اے ابن عمر! میں تجھ سے کچھ سوالات کرنا اور ان کے جواب پانا چاہتا ہوں۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ عثمان جنگ احد کے دن بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر اس شخص نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ عثمان جنگ بدر میں غائب رہے تھے اور معرکہ میں شریک نہیں ہوئے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں۔ پھر وہ شخص بولا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عثمان بیعت رضوان کے موقع پر غائب تھے اور اس بیعت میں شریک نہیں ہوئے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! اس شخص نے کہا: اللہ اکبر! لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: آؤ میں تمہیں وضاحت کے ساتھ بتاتا ہوں، جنگ احد کے دن عثمان کے بھاگ کھڑے ہونے کے بارے میں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کی اس بات کو اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے اور بدر میں عثمان جو شریک نہیں ہوئے تھے تو اس کی یہ وجہ پیش آئی تھی کہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نکاح میں تھیں اور ان دنوں وہ سخت بیمار تھیں، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمہیں بھی وہی ثواب اور حصہ ملے گا جو اس جنگ میں شریک ہونے والوں میں سے کسی ایک شخص کو مل سکتا ہے، اب رہا بیعت رضوان میں عثمان کا شریک نہ ہونا تو کوئی اور شخص مکہ میں عثمان سے زیادہ عزت واثر رکھنے والا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اسی کو بھیجتے، اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو مکہ روانہ کیا اور عثمان کے مکہ جانے کے بعد بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ یہ میرا ہاتھ عثمان کے ہاتھ کے قائم مقام ہے اور پھر آپ نے اپنا وہ ہاتھ اپنے بائیں پر مار کر فرمایا: یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے، اس کے بعد حضرت ابن عمر نے اس مصری شخص سے کہا اب میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو اپنے ساتھ مصر لے جاؤ۔ (بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر ڈٹے رہے

﴿۱۲﴾وَعَنْ اَبِیْ سَهْلَةَ مَوْلٰی عُثْمَانَ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يُسِرُّ اِلٰی عُثْمَانَ وَلَوْنُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الدَّارِ قُلْنَا اَلَانُقَاتِلُ قَالَ لَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَیَّ اَمْرًا فَاَنَا صَابِرٌ نَفْسِیْ عَلَيْهِ.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوسہلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چپکے چپکے کچھ باتیں کررہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا جارہا تھا، چنانچہ جب دار کا دن آیا تو ہم نے عرض کیا کہ کیا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں سے لڑیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بات کی وصیت کی تھی اور میں اپنے آپ کو اس وصیت پر صابر وشاکر رکھے ہوئے ہوں۔

حضرت عثمان کی اطاعت کا حکم

﴿۱۳﴾وَعَنْ اَبِیْ حَبِيْبَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فِيْهَا وَاَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَسْتَاْذِنُ عُثْمَانَ فِی الْكَلَامِ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَامَ فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ فِتْنَةً وَاخْتِلَافًا اَوْقَالَ اِخْتِلَافًا وَفِتْنَةً فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ لَنَايَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْمَا تَاْمُرُنَا بِهٖ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَمِيْرِ وَاَصْحَابِهٖ وَهُوَ يُشِيْرُ اِلٰی عُثْمَانَ بِذٰلِكَ. (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت ابوحبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس وقت گئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس گھر میں محصور کردیئے گئے تھے، انہوں نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ باتیں کہنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی تب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تم لوگ فتنوں اور باہمی اختلافات کی آزمائش سے دوچار ہوگے یا آپ نے پہلے اختلاف کا اور پھر فتنوں کا لفظ ارشاد فرمایا۔ وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! پھر ان فتنوں اور اختلافات کے زمانہ میں ہمارا کون ہوگا ہم کیا کریں؟ ہم کیا کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امیر اور اس کے رفیقوں کی اطاعت وپیروی تم پر لازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کیا۔ ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

باب مناقب هؤلآء الثلاثة رضی اللہ عنہم

خلفاء ثلاثہ کے مناقب کا بیان

میں نے اس سے پہلے بھی لکھا ہے کہ بعض احادیث وہ ہیں جن میں مشترکہ مناقب کا بیان ہے، صاحب مشکوٰۃ نے کمال کیا ہے کہ خلط ملط مناقب کو جمع نہیں کیا بلکہ پہلے انفرادی ذاتی مناقب کو بیان کیا اور پھر مشترکہ مناقب کا ذکر کیا چنانچہ زیر بحث باب میں بھی اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان خلفاء ثلاثہ کے مناقب مشترکہ کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو پیش خدمت ہے۔

❀❀❀❀❀

الفصل الاول

تینوں خلفاء کو جنت کی بشارت

﴿۱﴾ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیر اس پر مارا اور فرمایا ارے احد! تھم جا، تیرے اوپر ایک نبی ہے، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری)

﴿۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ اچانک ایک شخص آیا، پھر اس نے پھاٹک کھولنے کے لئے کہا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ! پھاٹک کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دے دو، میں نے جا کر پھاٹک کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابوبکر ہیں، میں نے رسول کریم ﷺ کے کہنے کے مطابق ان کو جنت کی بشارت سنائی، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر ایک شخص نے آکر پھاٹک کھولنے کے لئے کہا، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ! پھاٹک کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دے دو، میں نے جا کر پھاٹک کھولا تو دیکھا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کے کہنے کے مطابق ان کو جنت کی بشارت سنائی، تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر ایک شخص نے آکر پھاٹک کھولنے کے لئے کہا، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ! پھاٹک کھول دو اور آنے والے شخص کو ان عظیم آفات و مصائب کے بعد جنت کی بشارت دے دو جن کا وہ (اپنی زندگی میں) شکار ہوگا، میں نے جا کر پھاٹک کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان تھے چنانچہ میں نے ان کو وہ بات سنائی جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی، حضرت عثمان نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر کہا اللہ ہی سے مدد طلب کی جانی چاہئے۔ (بخاری)

الفصل الثانی

﴿۳﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں ہم یوں کہا کرتے تھے ابوبکر اور عمر اور عثمان، اللہ ان سے راضی ہو! (ترمذی)

❀❀❀❀❀

الفصل الثالث

﴿۴﴾ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ كَاَنَّ اَبَابَكْرٍ نِيْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيْطَ عُمَرُ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَنِيْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا نَوْطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ الْاَمْرِ الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ آج کی رات ایک نیک شخص کو خواب میں دکھلایا گیا کہ جیسے ابوبکر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹکے ہوئے (یعنی جڑے ہوئے) ہیں اور عمر ابوبکر کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں اور عثمان عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے اٹھے تو ہم نے کہا کہ نیک شخص سے مراد تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور رہا بعض کا بعض کے ساتھ لٹکنا یعنی جڑنا، تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ تینوں حضرات اس مشن کے سربراہ ہوں گے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں بھیجا ہے۔
(ابوداؤد)

''نیط'' چمٹنے چپکنے اور جڑے رہنے کو نیط کہا گیا ہے، یہ ترتیب خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

مورخہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

اَمَّا علِیٌّ فَمَشْھُوْرٌ فَضَائِلُہٗ والبَیْتُ لا یَبْتَنِی اِلَّا بِاَرْکَانِ

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل تو بہت مشہور ہیں اور ایمان کی عمارت خلفاء کے چار ستونوں کے بغیر کھڑی نہیں ہوسکتی۔

نام و نسب: خلیفۂ چہارم کا مبارک نام ''علی'' ہے اور کنیت ابوالحسین اور ابوتراب ہے اور لقب اسد اللہ اور حیدر اور المرتضیٰ ہے، ابوتراب کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا شدہ ہے، آپ کا نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہے کیونکہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور ابوطالب کے صاحبزادے ہیں آپ والدہ اور والد دونوں جانب سے ہاشمی ہیں، آپ کے والد ابوطالب تو مسلمان نہیں ہوئے لیکن آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد مسلمان ہوگئی تھیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ حضرت علی بچپن ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور آغوش تربیت میں رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرزند کی طرح پالا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح کرا کر دامادی کا شرف بھی بخشا، حضرت علی صحابہ میں سب سے زیادہ فصیح اور اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے اور شجاعت و بہادری میں سب سے نمایاں مانے جاتے تھے۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر فائز ہوئے اور تین دن کم پانچ سال تک مسند خلافت پر متمکن رہ کر ۶۳ سال کی عمر میں ۱۸ رمضان ۴۰ھ میں عبدالرحمان بن ملجم خارجی کے ہاتھ سے، بمقام کوفہ بوقت فجر جام شہادت نوش فرمایا اور ہمیشہ کے لئے خلافت راشدہ کو رخصت کیا، کوفہ کے مقام نجف میں آپ کی قبر بتائی جاتی ہے، نجف میں اگرچہ آپ کا مزار بنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت اتنی ہے جو حیوۃ الحیوان میں لکھی ہے کہ ایک دفعہ ہارون الرشید اس جگہ سے گذر رہے تھے کہ ایک بوڑھا شخص ایک قبر کے پاس بیٹھا ہوا رو رہا تھا ہارون الرشید نے پوچھا تو بوڑھے نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، ہارون الرشید نے اس کی مرمت اور حفاظت کا حکم دے دیا، خوارج کے شاعر عمران بن حطان نے حضرت علی کے قاتل عبدالرحمان بن ملجم خارجی کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا تھا جس کے جواب میں اہلسنت کے ایک شاعر نے زبردست جواب دیا تھا دونوں جانب سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

قَالَ شَاعِرُ الخَوَارِجِ عِمْرَانُ بْنُ حَطَّان فی مَدْحِ عَبْدِالرَّحْمَان بْنِ مَلْجَم قاتِلِ عَلِیٍّ رضیَ اللّٰہ عنہ:۔

یَا ضَرْبَۃً من تقی ما اَرَادَبِھَا اِلَّا لِیُبْلِغَ من ذی العرش رضوانا

اِنِّی لَاَ ذْکُرُہٗ یَوْمًا فَاَحْسُبُہٗ اَوْفَی البَرِیَّۃِ عِنْدَاللّٰہِ مِیْزَانًا

أکرم بقوم بطون الارض اقبرھم لم یَخْلِطُوا دینَھم بَغْیًا وعَدْوَانًا

فَأَجَابَہ القاضِی أبو طیّب الطّبریُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ:۔

اِنّـی لَأَ بْـرَأُ مِـمَّـا انْـتَ قَـائِـلُـهُ فِـیْ اِبْـنِ مَـلْـجَـمِ نِ الـمـلعـون بُهْـتَـانَـا

اِنّـی لَأَ ذْکُـرُهُ یَـوْمًـا فَـالـعـنـه دیـنـا والـعـن عـمـران ابن حـطـانـا

عَـلَیْکَ ثُـمَّ عَـلَیْـهِ الـدَّهْـرُ متَّـصلاً لَـعَـائِـنُ اللہ اَسـراراً واعْـلانَـا

فَـانْـتُـم مـن كِلَابِ الـنَّـارِ جـاءَ لَـنَـا نَـصُّ الشَّـرِیْـعَةِ بُـرْهَـانًـا وتِبْـیَـانًـا

حلیہ: آپ کا قد پست تھا، جسم فربہ تھا، داڑھی بڑی اور گھنی تھی، پورا سینہ داڑھی کے نیچے آرہا تھا، آپ کا رنگ گندمی تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں آپ نے کوئی نکاح نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ سے آپ کے دو بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے اور دو بیٹیاں تھیں، غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور بڑے نمایاں کارنامے انجام دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی نے غسل دیا، حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں آپ کے وزیر اور مشیر رہے اور قضاء اسلامی پر فائز رہے، اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے کیا اور اپنے دور خلافت میں یہ فرمان جاری کیا کہ جو شخص مجھے ابوبکر اور عمر پر فضیلت دے گا تو میں اس پر بہتان طرازی کی حد جاری کروں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جب باغیوں نے حملہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مکمل دفاع کیا اور حضرات حسنین کو حفاظت پر مامور کیا، آپ کے دور خلافت میں آپس کی جنگوں کی وجہ سے کفار سے بیرونی جنگیں موقوف ہوگئیں، آپ ان تمام جنگوں میں حق پر تھے، طرف مقابل سے اجتہادی غلطی ہوئی جو ان شاء اللہ معاف ہوگی، ہاں خوارج تو باغی، اہل النار تھے۔ آپ بڑے زاہد تہجد گذار اور پرہیزگار، شب بیدار تھے روتے روتے رات گذارتے تھے۔ اپنی داڑھی پکڑ کر فرماتے تھے کہ اے دنیا! تو غدار ہے، میرے آگے سفر لمبا ہے ہائے افسوس! سفر لمبا ہے اور سفر کا خرچہ کم ہے اسی طرح صبح ہوجاتی تھی، آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے، ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فضیلت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا قرب بیان کیا تھا۔ آپ نے اشعار میں ان کو جواب دیا، لطف ناظرین کے لئے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ حُكِيَ اَنَّ مَعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ يَا أَبَا الحُسَيْنِ اِنَّ لِي فَضَائِلَ، أَنَا صِهْرُ رَسُولِ اللهِ و كَاتِبُهُ لِلْوَحْيِ. فَقَالَ عَلِيٌّ واللهِ مَا أَكْتُبُ إِلَيْهِ اِلَّاشِعْراً فَكَتَبَ.

مُـحَـمَّـدُ نِ الـنَّـبِـیُّ اَخِـیْ و صِهْـرِیْ وحَـمْـزَةُ سَیِّـدُ الشُّـهَـدَاءِ عَـمِّـیْ

وجَـعْـفَـرُ الَّـذِیْ یُـمْسِـیْ ویُضْـحِیْ یَـطِیْـرُ مَـعَ الـمَلَائِـكَةِ اِبْـنُ عَـمِّـیْ

وبِـنْـتُ مُـحَـمَّـدٍ سَـكَـنِـی و عُـرْسِـیْ مَشُـوْبٌ لَـحْـمُـهَـا بِـدَمِـیْ وَ لَـحْـمِـی

وسَـبْـطَـا اَحْـمَـد ابـنَـایَ مِـنْهَـا فَـمَـنْ مِـنْـكُـم لَـهُ سَهْـمٌ كَسَهْـمِـی

سَبَـقْـتُـكُـم اِلَـی اِلاسْلَامِ طَـرّاً غُلَامًـا بَـلَـغْـتُ اَو اَن حِـلْـمِـیْ

(شرح وقایہ، جلد ۲ ص ۳۳۰)

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَخْفُوْا هٰذِهِ الْأَشْعَارَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ لِئَلَّا يَمِيْلُوْا إِلٰى عَلِيٍّ.

بہر حال حضرت علی کے فضائل بہت زیادہ ہیں، اس کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ حضرت علی کی شان میں خوارج وغیرہ نے گھٹیا قسم کی باتیں کیں، طرح طرح کے طعن کئے اس لئے صحابہ کرام نے کھل کر آپ کے سارے فضائل عام کئے تو احادیث محفوظ ہوگئیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ روافض نے حضرت علی کے فضائل میں جھوٹی روایتیں گڑھ لیں، بہر حال بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔

❀❀❀❀❀

الفصل الاول

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربِ منزلت میں تشبیہ

﴿۱﴾عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے، بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "بمنزله هارون" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا چونکہ تبوک کا سفر لمبا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کی ضرورت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لئے حضرت علی کو مقرر فرمایا اس پر منافقین نے یہ اعتراض کیا کہ علی کو بھائی سمجھ کر پیچھے رکھا ہے تاکہ سفر کی مشقت سے بچ جائے نیز موت کے خطرہ سے دور رہے، جب حضرت علی کو اس کا علم ہوا تو آپ پریشان ہوگئے ویسے بھی آپ پریشان تھے کہ جہاد کے میدان سے پیچھے رکھے گئے، فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ طیبہ میں نکلتا تھا تو یا معذور لوگ نظر آتے تھے یا عورتیں اور بچے ہوتے تھے یا منافق گھومتے تھے، اس حالت سے پریشان ہو کر حضرت علی روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کچھ باہر مقام جرف میں افواج اسلامیہ کی ترتیب دینے میں مصروف تھے، حضرت علی نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو تسلی دی اور جواب میں فرمایا کہ کیا آپ اس پر خوش نہیں کہ آپ میرے پیچھے رہ جانے میں ایسے ہیں جس طرح حضرت موسی معراج

الٰہی کے لئے گئے تھے اور حضرت ہارون کو پیچھے چھوڑا تھا، یہ منافقین جھوٹے ہیں ہم نے آپ کی شان گھٹانے کے لئے یا آپ کی جان بچانے کے لئے آپ کو پیچھے نہیں چھوڑا اس کلام میں حضرت علی کی اس فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ قرب منزلت میں حضرت علی کو آنحضرت ﷺ نے اپنا بھائی قرار دیا ہے اور یہ تشبیہ اسی قرب منزلت میں ہے مگر اس میں شبہ ہوسکتا تھا کہ حضرت علی بھی حضرت ہارون کی طرح نبی بن جائیں اس وہم کو دور کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تشبیہ صرف اخوت میں ہے نبوت میں نہیں ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سوال: اس حدیث سے شیعہ شنیعہ اور رافضہ مرفوضہ بڑے زور وشور سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس میں حضرت علی کی خلافت کی بات کہی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد علی خلیفہ بلافصل ہوں گے، دیگر خلفاء نے علی سے خلافت کو غصب کیا، امت نے مزاحمت نہیں کی لہٰذا سب گمراہ ہوگئے، علی نے تو تقیہ سے کام لیا باقی سب کافر ہوگئے۔

جواب: اس بے جا سوال کا جواب یہ ہے کہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ حضرت علی کو غدیر خُم میں خلافت سونپی گئی تھی، اس وقت وہ خلیفہ بن چکے تھے جب وہ پہلے سے خلیفہ تھے تو اس موقع پر ان کو کون سی خلافت دی گئی؟ معلوم ہوا شیعہ جھوٹے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں تشبیہ صرف قرب منزلت میں ہے، نہ نبوت میں ہے اور نہ خلافت میں ہے کیونکہ حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ سے چالیس سال پہلے انتقال ہوگیا تھا، حضرت ہارون جب نہ بعد میں رہے، نہ ایک لمحہ کے لئے خلیفہ بنے تو اس سے خلافت علی کی طرف کیسے اشارہ ہوسکتا ہے، معلوم ہوا رافضی جھوٹے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ارشاد فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ کافی عرصہ تک دنیا میں حیات تھے، آپ ﷺ کی زندگی میں نہ حضرت علی خلیفہ ہوئے اور نہ ہوسکتے تھے، معلوم ہوا شیعہ جھوٹے ہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر اس طرح خلافت کی تصریح اور وصیت حضرت علی کے لئے تھی تو آپ کو حضور اکرم ﷺ کے بعد اس کا دعویٰ کرنا چاہئے تھا اور عوام کو بتادینا چاہئے تھا کہ خلافت میرا حق ہے، تم مجھ سے میرا حق غصب نہ کرو ورنہ میں اپنے حق پر تم سے لڑوں گا جب حضرت علی کی طرف سے نجی یا عام مجلسوں میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ہوا تو آج کل شیعہ اس عظیم بہتان اور اس بڑے طوفان کو کیوں سر پر اُٹھا رہے ہیں؟ معلوم ہوا شیعہ جھوٹے ہیں!! اگر شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ کیا تو عرض یہ ہے کہ اتنے بڑے مسئلے میں اور شریعت کے اتنے بڑے حکم کو اگر حضرت علی نے ڈر کے مارے چھپایا اور زبان سے اپنے ساتھیوں کے حلقہ میں بھی اس کا اظہار نہ کرسکے تو ایسے علی تو خلافت کے مستحق بھی نہیں تھے اور معاذ اللہ وہ بڑے گناہ کے مرتکب بھی ہوئے پھر اگر ایسا تھا تو حضرت علی نے اپنے خلیفہ برحق ہونے کے زمانے میں کیوں تقیہ نہ کیا اور حضرت عثمان بن عفان کے بعد جب آپ برحق خلیفۂ چہارم بنے تو آپ نے اس حق پر جنگ جمل کیوں لڑی؟ اور آپ نے اس حق پر جنگ صفین کیوں لڑی جس میں ہزاروں انسان مارے گئے؟!! معلوم ہوا شیعہ شیطان ہیں اور صرف شیطان کے لئے شیطانی کرتے ہیں۔

ملا علی قاری نے مرقات میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ شیعہ روافض کا یہ اعتراض اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے اور اس حدیث کی بنیاد پر شیعہ نے تمام صحابہ کو کافر کہا ہے لہٰذا شیعہ کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"وَلا شَکَّ فِیْ تَکْفِیْرِ هٰؤُلَاءِ لِاَنَّ مَنْ کَفَّرَ الْاُمَّةِ کُلَّهَا وَالصَّدْرَ الاوّلَ خُصُوْصاً فَقَدْ اَبْطَلَ الشَّرِیْعَةَ وَهَدَمَ الِاسْلَامَ وَلَا حُجَّةَ فِی الْحَدِیْثِ لَهُمْ". (مرقات، جلدنمبر ۱۰ ص نمبر ۴۵۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت ہے

﴿۲﴾ وَعَنْ زِرِّبْنِ حُبَیْشٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اِنَّهُ لَعَهِدَالنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیَّ اَنْ لَّا یُحِبَّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَایُبْغِضَنِیْ اِلَّامُنَافِقٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت زر بن جیش کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا (یعنی اگایا) اور ذی روح کو پیدا کیا، درحقیقت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یقین دلایا تھا کہ جو مؤمن ہوگا وہ مجھ سے محبت رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ مجھ سے عداوت رکھے گا۔ (مسلم)

توضیح: "فلق" دانہ پھاڑنے اور اس سے پودا اُگانے کے معنی میں ہے۔ "برأ" پیدا کرنے کے معنی میں ہے نسمة روح کو کہتے ہیں "انہ" یعنی شان یہ ہے "عهد" تاکیدی حکم اور پکی بات کو کہتے ہیں۔ "ان لا یحبنی" حضرت علی کا معاملہ عجیب پیچیدہ رہا ہے اور آج تک اسی طرح پیچیدہ ہے وہ اس طرح کہ انسانوں میں سے ایک فریق نے ان کو ان کے مقام سے نیچے گرایا اور ان پر سب وشتم کیا اور ایک فریق نے ان کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ ان کو خدا کے مقام پر لا کھڑا کیا، عام منافقین تو صحابہ سے حسد رکھتے تھے مگر علی سے کچھ زیادہ رکھتے تھے۔ پھر خوارج جو منافقین کی ایک قسم ہے اُنہوں نے حضرت علی کو کافر تک کہہ دیا اور گالیاں دیں، ادھر دوسری جانب حضرت علی کے وفاداروں میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا جنہوں نے حضرت علی کو خدا کے مقام تک پہنچا دیا جو آج کل شیعہ اور روافض کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں، شریعت مطہرہ نے آپ کے بارے میں معتدل راستہ بتا دیا کہ ان سے محبت رکھی جائے اور ان پر سبُّ وشتم نہ کیا جائے، زیر بحث حدیث میں اسی افراط وتفریط کے درمیانی راستہ کی نشان دہی کی گئی ہے اس باب میں آگے حدیث نمبر ۱۶ آرہی ہے اس میں تو واضح طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے علی! تیری مثال حضرت عیسیٰ کی طرح ہے جن پر یہود نے بہتان باندھ کر سبُّ وشتم کیا اور نصاریٰ نے اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ خدا کے مقام تک پہنچا دیا، ان احادیث میں حضرت علی سے محبت رکھنے کی ترغیب، راہ اعتدال کے اپنانے اور مخالفت وعداوت سے بچنے کی ترغیب ہے کہ خارجی اور ناصبی نہ بنو! اہل سنت کی طرح رہو اور رافضی وشیعہ نہ بنو! اہل سنت کی طرح رہو۔ شیعہ رافضیہ نے حضرت علی سے محبت رکھنے کی اس ترغیب کو بھی غلط رنگ دیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ علی سے محبت کی جو ترغیب احادیث میں ہے یہ دیگر صحابہ سے بغض وعداوت کی دعوت ہے یہ ان کا شیطانی خیال ہے ورنہ محبت کی یہ ترغیب دیگر صحابہ کے لئے بھی ہے، ابن عساکر نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ مِنَ الْاِیْمَانِ وَبُغْضُهُمَا کُفْرٌ وَ حُبُّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِیْمَانِ وبُغْضُهُمْ کُفْرٌ وَحُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَبُغْضُهُمْ کُفْرٌ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ" (ابن عساکر)

یاد رکھو! محبت اور چیز ہے اور رتبہ کی بلندی اور چیز ہے، حضرت علی کی محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیگر صحابہ کو گالی دو، یا ابو بکر و عمر کا رتبہ گھٹا دو۔

غزوۂ خیبر کے دن حضرت علی کا اعزاز

﴿۳﴾وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ الْبَرَاءِ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ)

اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا کہ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں، چنانچہ تمام صحابہ نے اس انتظار اور شوق میں پوری رات جاگ کر گزاری کہ دیکھئے کل صبح یہ سرفرازی کس کے حصہ میں آتی ہے، جب صبح ہوئی تو ہر شخص اس آرزو کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسی کو ملے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آنکھوں نے ان کو پریشان کر رکھا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی کو بھیج کر ان کو بلوالو، چنانچہ حضرت علی کو بلا کر لایا گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور وہ آنکھیں ایک دم اس طرح اچھی ہو گئیں جیسے ان میں کوئی تکلیف اور خرابی تھی ہی نہیں، اس کے بعد آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جائیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جاؤ! اور نرمی و بردباری کے ساتھ چل کر ان کے علاقہ میں پہنچو! پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو اللہ کے وہ حقوق بتاؤ جو اسلام میں ان پر عائد ہوتے ہیں، پس خدا کی قسم! یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے، وہ تمہیں ملنے والے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔　(بخاری و مسلم)

توضیح: ''یوم خیبر'' ۷ھ ہجری میں غزوۂ خیبر کا واقعہ پیش آیا تھا، پندرہ سو صحابہ نے اس غزوہ میں حصہ لیا تھا

خیبر میں یہود کے کئی مضبوط قلعے اور مضبوط ٹھکانے تھے، ایک ماہ تک حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام مورچوں میں تھے، ان قلعوں میں قلعہ قموص ایک مضبوط قلعہ اور بہت سخت تھا، کئی بار صحابہ نے اس کے توڑنے کی کوشش کی مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے ہر صحابی نے جھنڈے کے حصول کی تمنا کی مگر آنحضرت ﷺ نے یہ عظیم اعزاز حضرت علی کے ہاتھ میں دے دیا، حضرت علی نے جا کر قلعۂ قموص فتح کیا اور فاتح خیبر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

"یکونوا مثلنا" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہمارے جیسے مسلمان ہوجائیں، یہودیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوجائیں مثلنا میں تشبیہ صرف مسلمان ہونے میں ہے، ایمانی کیفیت میں نہیں ہے کیونکہ اس کیفیت کا تعلق انسان کے اپنے اپنے اخلاص کے ساتھ ہے، تبلیغی جماعت کے لوگ اس کو دلیل بناتے ہیں کہ ایمانی کیفیت میں جب تک لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے معیار پر نہیں آئیں گے اس وقت تک جہاد نہیں ہوگا، ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ غیر صحابی کبھی بھی کسی صحابی کے ایمان کی کیفیت کو نہیں پاسکتا ورنہ پھر صحابی کی شان کہاں رہ گئی؟

تبلیغی جماعت کے لوگ اس حدیث سے یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ دعوت دینا اور کسی کا ہدایت پر آنا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے لہٰذا دعوت دیتے رہو، جہاد کی بات چھوڑ دو، ان لوگوں کا یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ حضرت علی نے ایک گھنٹہ پہلے دعوت دے دی اور پھر فوراً لڑے، آپ رضی اللہ عنہ جہاد کو چھوڑ کر دعوت کی اُمید پر ستر سال تک نہیں بیٹھے تھے جس طرح تبلیغی جماعت والے بیٹھے ہوئے ہیں اور اس واقعہ کو جہاد کے منسوخ ہونے کے لئے بیان کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جملہ میں یہ ارادہ کیا کہ دعوت کے بغیر تلوار مار کر سب کو قتل کردوں اور جب تک وہ مسلمان نہیں ہوتے پیچھے نہ ہٹوں یعنی تلوار سے دعوت ہو زبان سے نہ ہو، آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا: "ثم ادعھم" یعنی پہلے اسلام کی دعوت دو اگر قبول نہ کیا تو پھر جزیہ کی دعوت دو اگر قبول نہ کیا تو پھر میدان میں لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ پھر آنحضرت ﷺ نے دعوت کا فائدہ بیان فرمایا کہ اگر تیرے ہاتھ پر ایک آدمی بھی ہدایت پر آگیا یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، ہر مسلمان کو سمجھ لینا چاہئے کہ خیبر کے یہود کو اسلام کی دعوت اس سے پہلے پہنچ چکی تھی میدان جہاد میں نئے سرے سے اس طرح دعوت دینا مستحب کے درجہ میں ہے جو جہاد کے آداب میں سے ہے، حضرت علی نے چونکہ ایک دم حملہ کرنے کا جذبہ ظاہر کیا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ ان کو جہاد کے آداب میں سے دعوت کا ادب بتادیا اگر یہاں دعوت واجب تھی تو آنحضرت خیبر میں قریباً ۲۵ دن تک لڑتے رہے آپ ﷺ نے یہ دعوت پہلے کیوں نہ دی؟ کہ آج حضرت علی کو دعوت دینے کا حکم دیا جارہا ہے اصل حقیقت وہی ہے کہ یہود خیبر کو واجب دعوت پہنچ چکی تھی یہ استحبابی دعوت تھی کبھی دی جاتی ہے کبھی نہیں دی جاتی باقی تبلیغی جماعت والوں کی دعوت کا جہاد کی دعوت سے کیا کام ہے ان کی دعوت پہلے تو دعوت نہیں بلکہ التماس ہے جو مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے اس پر جہاد موقوف نہیں ہے، جہاد سے پہلے جو دعوت ہوتی ہے اس کے تین جملے ہیں: (۱) مسلمان ہوجاؤ (۲) جزیہ قبول کرو (۳) میدان میں آکر لڑو۔ اس حدیث میں شیعہ بھی غلطی

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خیبر کو صرف حضرت علی نے فتح کیا! یہ غلط ہے! حضرت علی نے صرف ایک اہم قلعہ قموص کو فتح کیا تھا باقی ڈیڑھ ہزار صحابہ نے ایک ماہ تک جنگ لڑی تھی، زخمی اور شہید ہوئے تھے پھران کو مال غنیمت کا حصہ ملا تھا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ صرف علی نے خیبر فتح کیا حضرت علی تو احد میں بھی تھے وہاں پر عارضی شکست کیوں ہوئی؟ اسی طرح حنین کی جنگ میں بھی تھے ادھر عارضی شکست کیوں ہوئی؟ غلط بات نہ کرو! حضرت علی کی بڑی شان ہے مگر ان کو خدا نہ کہو، بندۂ خدا کہو!

الفصل الثانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علی کو کمال قرب حاصل تھا

﴿۴﴾عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں، نیز علی تمام اہل ایمان کے دوست و مددگار ہیں۔ (ترمذی)

توضیح: "وانا منہ" اس جملہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ کمال قرب و تعلق اور اخلاص یگانگت اور نسب حسب میں اشتراک کی طرف اشارہ کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ علی کے ساتھ میری قرابت بھی ہے مصاہرت بھی ہے، محبت بھی ہے! پھر یہ یاد رہے کہ یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف علی رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں فرمایا بلکہ سلمان فارسی کے لئے بھی ہے "سَلْمَانُ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ" "عَبَّاسُ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ" وغیرہ وغیرہ۔ "وَهُوَ وَلِيُّ" ولی کے کئی معانی آتے ہیں جس میں ایک محبوب کا بھی ہے، حضرت علی کے لئے یہی معنی استعمال کیا گیا ہے، ساتھ والی حدیث میں بھی یہ لفظ اسی محبوب کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس باب کی حدیث نمبر ۷ میں اس کی تفصیل ان شاء اللہ آرہی ہے۔

میں جس کا محبوب ہوں علی اس کا محبوب ہے

﴿۵﴾وَعَنْ زَيْدِبْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جس کا دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔ (احمد و ترمذی)

میرے معاہدات علی نمٹا سکتا ہے

﴿۶﴾ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ جُنَادَةَ)

اور حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، میری طرف سے (نبذ عہد کی ذمہ داری) کوئی ادا نہ کرے علاوہ میرے اور علی کے۔ (ترمذی) اور احمد نے اس روایت کو ابو جنادہ سے نقل کیا ہے۔

توضیح: "ولا یؤدی عنی" اس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ اپنا کمال قرب بیان فرمایا ہے اور لا یؤدی سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عرب کا دستور تھا کہ جو شخص کوئی معاہدہ یا معاملہ کرتا تھا تو اس کو خود وہی شخص ختم کرسکتا تھا یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ختم کرسکتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معاملات اور معاہدات کے جوڑنے توڑنے کی ذمہ داری حضرت علی پر ڈالی تھی چنانچہ ہجرت کی رات حضرت علی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے چھوڑا تا کہ امانتوں کے سپرد کرنے کے معاملات کو نمٹا سکیں۔ پھر قریش کے ساتھ جو معاہدے ہوئے تھے اس کے ختم کرنے یا تجدید کرنے کے اعلان کے لئے حضرت علی کو صدیق اکبر کے بعد روانہ فرمایا اس سفر میں حضرت علی امیر الحج نہیں تھے بلکہ صرف اعلان کرنے کے لئے مکہ آئے تھے، امیر الحج تو بدستور حضرت صدیق اکبر تھے، زیر بحث حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کردیا کہ میں اور علی ایک ہیں میرے معاملات و معاہدات میرے اور علی کے سوا کوئی اور ادا نہیں کرسکتا لفظ مولی کی تفصیل آیندہ حدیث نمبر ۱۷ میں آرہی ہے۔

حضرت علی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی قرار پائے

﴿۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ آخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ آخَيْتَ بَيْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُوَاخِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَحَدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حال میں آئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان تو بھائی چارہ قائم فرمادیا لیکن کسی سے میرا بھائی چارہ قائم نہیں کیا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت علی محبوب خدا تھے

﴿۸﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ

اِلَیکَ یَاْکُلُ مَعِی ھٰذَا الطَّیرَ فَجَاءَ ہُ عَلِیٌّ فَاَکَلَ مَعَہٗ. (رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَاحَدِیثٌ غَرِیبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پرندہ رکھا ہوا تھا، آپ نے دعا مانگی اے اللہ! تیری مخلوق میں جو بہت زیادہ تجھ کو محبوب ہو اس کو میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کا گوشت کھائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھایا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "باحب خلقک" محبوب ہونا اور چیز ہے اور مقام میں بلند ہونا اور چیز ہے، حضرت علی کے محبوب ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کسی کو خلیفہ بنانا منع تھا، یہ شیعہ شنیعہ کی خرافات میں سے ہے، آخر یہ حدیث بھی تو ہے کہ انسانوں میں آنحضرت کو حضرت عائشہ محبوب تھیں اور مردوں میں ان کا باپ صدیق اکبر محبوب تھے۔

﴿۹﴾وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کُنْتُ اِذَا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِیْ وَاِذَا سَکَتُّ اِبْتَدَأَنِیْ.
(رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَاحَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ سے جب بھی کچھ مانگتا تو آپ عطا فرما دیتے اور جب میں خاموش رہتا یعنی مانگنے سے حجاب برتتا تو آپ از خود دے دیتے تھے، اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت علی علم کا دروازہ تھے

﴿۱۰﴾وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَادَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا. (رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ

وَقَالَ ھٰذَاحَدِیثٌ غَرِیبٌ وَقَالَ رَوٰی بَعْضُھُمْ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ شَرِیْکٍ وَلَمْ یَذْکُرُوْا فِیْہِ عَنِ الصُّنَابِحِیِّ وَلَانَعْرِفُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الثِّقَاتِ غَیْرَ شَرِیْکٍ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس گھر کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض راویوں نے اس حدیث کو شریک تابعی سے نقل کیا ہے لیکن ان کی اس حدیث میں صنابحی کا ذکر نہیں ہے، نیز اس روایت کو ثقات میں سے شریک کے علاوہ کسی سے ہم نہیں جانتے۔

توضیح: "وعلی بابھا" اس حدیث میں حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی ہے، علم و قضاء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت علی ہی ایک دروازہ تھے اور باقی کہیں سے علم کے حصول کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا کیونکہ علم کا ایک دروازہ نہیں ہے کئی دروازے ہوسکتے ہیں ان میں سے حضرت علی بھی ایک تھے اور دیگر صحابہ بھی تھے آخر حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ اور حضرت ابی بن کعب کو بھی قرآن کے اعلیٰ ماہرین میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر کے بارے میں ہے "وکان اعلمنا" یعنی سب سے زیادہ عالم ابوبکر صدیق تھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: أَصْحَابِی

كَالنُّجُومِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ اس سے معلوم ہوا کہ علم کے کئی دروازے ہیں ایک دروازہ نہیں ہے، جنت کے آٹھ دروازے ہیں تو علم کے بھی کئی دروازے ہو سکتے ہیں ہر صحابی علم وہدایت کا روشن مینار ہوتا تھا، محدثین نے اس زیر بحث حدیث کی تفصیل میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَكْرٍ اَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيْطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا".

یعنی میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہے، عمر چہار دیواری ہے، عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے۔

﴿۱۱﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاانْتَجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ طائف کے دن رسول اللہ ﷺ نے علی کو بلایا اور ان سے سرگوشی کرنے لگے تو لوگوں نے کہا: اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ تو رسول اللہ ﷺ نے بڑی دیر تک سرگوشی کی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی کے ساتھ میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی)

خصوصی فضیلت

﴿۱۲﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَاعَلِيُّ لَايَحِلُّ لِاَحَدٍ يُجْنِبُ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِيْ وَغَيْرُكَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ فَقُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ مَامَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَايَحِلُّ لِاَحَدٍ يَسْتَطْرِقُهٗ جُنُبًا غَيْرِيْ وَغَيْرُكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو جائز نہیں کہ وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں مسجد میں آئے، علی بن منذر کا بیان ہے کہ میں نے ضرار ابن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے بتایا (اس کے معنی یہ ہیں کہ:) میرے اور تمہارے سوا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں مسجد کو گزرگاہ بنائے اور اس کے اندر سے آئے جائے۔ اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "لا یحل" مطلب یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں صرف میں اور علی مسجد کے راستے سے گذر سکتے ہیں کسی اور شخص کے لئے حلال نہیں کہ حالت جنابت میں مسجد نبوی میں گذر جائے چونکہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت علی کے گذرنے کا راستہ مسجد میں تھا باقی لوگوں کا نہیں تھا اس لئے یہ خصوصی اجازت دی گئی، یہی وجہ ہے کہ اس اجازت کو صرف مسجد نبوی کے ساتھ خاص کر کے مسجدی فرمایا دوسری کسی مسجد میں جانا جائز نہیں تھا کیونکہ یہ مجبوری دوسری جگہ نہیں تھی۔

آنحضرت ﷺ کی حضرت علی سے خاص محبت

﴿۱۳﴾ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ لَاتُمِتْنِيْ حَتّٰى تُرِيَنِيْ عَلِيًّا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کسی جنگی مہم پر ایک لشکر روانہ فرمایا تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، ام عطیہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر میں نے رسول کریم ﷺ کو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے سنا: الٰہی مجھ کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو علی کو (عافیت وسلامتی کے ساتھ واپس لا کر) مجھ کو نہ دکھادے۔ (ترمذی)

الفصل الثالث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت ہے

﴿۱۴﴾ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَّلَايُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ إِسْنَادًا)

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں رکھتا اور مومن علی سے بغض اور دشمنی نہیں رکھتا۔ اس روایت کو احمد وترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث باعتبار اسناد کے غریب ہے۔

توضیح: "مؤمن" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا کسی بھی مسلمان کے ایمان کی علامت ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ نظر رکھنی چاہئے کہ محبت رکھنے کے لئے شریعت نے اپنا ایک معیار مقرر کیا ہے، اسی معیار پر جو محبت ہوگی وہ ایمان کی علامت ہوگی وہ محبت ہرگز مطلوب نہیں جو شریعت کے قواعد کے منافی ہو جس طرح شیعہ روافض کی مصنوعی محبت ہے کہ حضرت علی کو اُلوہیت کے درجہ پر فائز کرتے ہیں ان سے مدد مانگتے ہیں بلکہ ان کو نبیوں سے اعلیٰ مانتے ہیں ان کو وصی رسول اللہ مانتے ہیں اور کیا کیا خرافات بکتے ہیں اور ان کے نقش قدم یعنی شریعت پر نہیں چلتے ہیں، روافض کے بڑے بڑے امام اور حجت اللہ داڑھی منڈاتے ہیں جب ان کے اماموں کا یہ حال ہے تو مقتدیوں کا کیا حال ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کے مترادف ہے

﴿۱۵﴾وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے علی کو برا کہا اس نے درحقیقت مجھ کو برا کہا۔ (احمد)

توضیح: "سبنی" یعنی حضرت علی کو گالی دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کے مترادف ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے لہٰذا علی کو گالی دینا کفر ہے، اگر کوئی شخص اس گالی کو حلال سمجھتا ہے تو یہ کفر ہے اور اگر گناہ سمجھتا ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے پھر یہ کلام وعید شدید اور تغلیظ وتشدید پر محمول ہے، ایک اور حدیث میں ہے "مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ" اور ایک حدیث میں ہے "مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي جُلِدَ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثال اور ایک پیشن گوئی

﴿۱۶﴾وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْكَ مَثَلٌ مِنْ عِيْسٰى اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا اُمَّهٗ وَاَحَبَّتْهُ النَّصَارٰى حَتّٰى اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَتْ لَهٗ ثُمَّ قَالَ يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهٗ شَنَاٰنِيْ عَلٰى اَنْ يَّبْهَتَنِيْ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم میں عیسیٰ علیہ السلام سے ایک طرح کی مشابہت ہے یہودیوں نے ان سے بغض وعناد رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا اور عیسائیوں نے ان سے محبت ووابستگی قائم کی تو اتنی (زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی) کہ ان کو اس مرتبہ ومقام پر پہنچا دیا جو ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دو شخص یعنی دو گروہ اس طرح ہلاک ہوں گے کہ ان میں سے ایک تو مجھ سے محبت رکھنے والا ہوگا اور اس محبت میں حد سے متجاوز ہوگا، مجھ کو ان خوبیوں اور بڑائیوں کا حامل قرار دے گا جو مجھ میں نہیں ہوں گی، اور ایک جو مجھ سے بغض وعناد رکھنے والا ہوگا (مجھے یقین ہے کہ) میرے بارے میں میری دشمنی سے مغلوب ہو کر مجھ پر بہتان باندھے گا۔ (احمد)

توضیح: "محب مفرط" محبت وہی معتبر ہے جو معتدل ہو اور شریعت اور قاعدہ وقانون کے مطابق ہو بعض شخصیات کے ساتھ لوگوں نے ایسا معاملہ کیا ہے کہ ایک فریق نے محبت کے جوش میں آکر ان کو عابد کے مقام سے اُٹھا کر معبود کے مقام پر لا کھڑا کر دیا اور دوسرے فریق نے عداوت کے جذبہ میں آکر ان کو عابد اور بندگی کے درجہ سے بھی نیچے گرا دیا حضرت عیسیٰ کے ساتھ یہود ونصاریٰ نے اسی طرح افراط وتفریط کا معاملہ کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیعہ اور خوارج نے اسی طرح افراط و تفریط کا معاملہ کیا زیر بحث حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت علی کے بارے میں دو فریق ہوں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو فریق ہوئے دونوں نے افراط وتفریط سے کام لیا اور گمراہ ہو گئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس کی مزید وضاحت فرمادی کہ میرے بارے میں دوفریق ہلاک ہونگے،ان میں سے ایک شیعہ روافض ہیں جو محبت کے نعرہ لگانے میں ہلاک وگمراہ ہوگئے دوسرے خوارج وناصبی ہیں جو بغض وعداوت میں گمراہ ہوگئے اہل سنت والجماعت راہ اعتدال پر محفوظ وسالم رہ گئے۔

"یقرظنی" یہ باب تفعیل تقریظ سے ہے ای یمدحنی یعنی میری حد سے زیادہ تعریف کرنے والا ہوگا اور میری شان کو انبیاء اور عام صحابہ سے بڑھا کر پیش کرنے والا یا مجھے الوہیت کے درجہ تک پہنچانے والا ہوگا جو چیزیں میری شایان شان نہیں ہے وہ میری طرف منسوب کرنے والا ہوگا۔ "شنئآنی" یعنی دل میں میری نفرت اور بغض رکھنے والا حتی کہ مجھ پر بہتان باندھنے والا ہوگا۔مسند احمد میں امام احمد نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: قَالَ عَلِیٌّ یُحِبُّنِی أَقْوَامٌ حَتّٰی یَدْخُلُوا النَّارَ فِی حُبِّی وَیُبْغِضُنِی أَقْوَامٌ حَتّٰی یَدْخُلُوا النَّارَ فِی بُغْضِی، حضرت علی کی ایک دعا کو بھی امام احمد نے یوں نقل کیا ہے قَالَ عَلِیٌّ أَللّٰهُمَّ الْعَنْ کُلَّ مُبْغِضٍ لَنَا وَ کُلَّ مُحِبٍّ لَنَا غَالٍ ان روایات سے شیعہ بہت مشکل میں پڑجائیں گے اگر وہ عقل رکھتے ہیں۔

غدیر خُم کا واقعہ

﴿۱۷﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِیْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِیَهٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَقَالَ لَهٗ هَنِیْئًا یَابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غدیر خم میں پڑاؤ کیا تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: یہ تم جانتے ہی ہو کہ اہل ایمان کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں؟ سب نے عرض کیا جی ہاں! اس کے بعد آپ نے یوں فرمایا تم جانتے ہی ہو کہ میں ایک ایک مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز ومحبوب ہوں! صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ تب آپ نے فرمایا اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے، الٰہی! تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی سے دشمنی رکھے، اس واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت علی سے ملے تو ان سے بولے: اے ابن ابی طالب! مبارک ہو تم تو صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی ہر مسلمان مرد وعورت کے دوست ومحبوب ہوگئے۔ (احمد)

توضیح: "بغدیر خم" مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ جحفہ ہے جس کو آج کل رابغ کہتے ہیں اس رابغ کے پاس ایک جگہ ہے اس کو "غدیر خم" کہتے ہیں یہ شارع قدیم بدر کے راستے سے گذرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے قریباً نوے کلومیٹر کے فاصلہ

پرواقع ہے۔ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اس قسم کے الفاظ اس سے پہلے حدیث نمبر ۵ میں بھی گذر گئے ہیں، یہ حدیث حضرت علی کی فضیلت میں ہے اس میں ایک لفظ "اولی" ہے اور دوسرا لفظ "مولی" ہے۔

سوال: شیعہ اس روایت میں لفظ مولیٰ کو اولیٰ بالخلافت اور خلیفہ کے معنی میں لیتے ہیں وہ کہتے ہیں، کہ حضرت علی خلیفہ بھی تھے یعنی آنحضرت کے بعد ان کی خلافت تھی خلفاء ثلاثہ اور صحابہ نے ان سے اس حق کو غصب کرلیا، شیعہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث خلافت علی پر نص صریح اور دلیل قاطع ہے کیا واقعی ایسا ہے؟

جواب: شیعہ کی اس غلط سوچ کا ایک جواب یہ ہے کہ لفظ مولیٰ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: مالک، ناصر، محبّ، رب، آقا، دوست، آزاد کردہ غلام اور چچازاد بھائی پر لفظ مولیٰ بولا جاتا ہے۔ اب یہاں اس حدیث میں ان معانی میں سے محبّ اور محبوب کا معنی لینا سب سے زیادہ واضح اور حدیث کے سیاق وسباق سے قریب تر ہے اور دوسری روایات کے بھی موافق ہے جہاں حضرت علی سے محبت رکھنے کا حکم ہے مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے وہ علی سے بھی محبت رکھے۔ اے اللہ! جو شخص علی سے محبت رکھتا ہے تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے بغض رکھتا ہے تو بھی ان سے بغض رکھنا۔ اس مطلب میں کس کا اختلاف ہوسکتا ہے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ ولایت علی کے ثبوت کے لئے شیعہ کے اصول وقواعد کے مطابق نص قطعی اور حدیث متواتر کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے اور نہ قطعی نص ہے کیونکہ اہل لغت میں سے کسی نے بھی مولیٰ کا معنی خلافت کا نہیں لیا ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ چلو فرض کرلو مولیٰ کا معنی حاکم اور خلیفہ کا ہے تو پھر اس حدیث کا ترجمہ اس طرح کرنا ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جس شخص کا خلیفہ ہوں علی بھی اس کا خلیفہ ہے۔ اے اللہ تو بھی اس شخص کا والی بن جا جو علی کا والی اور حاکم ہے حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے یہ نقصان اس سے ہوا کہ مولیٰ کو حاکم اور خلیفہ کے معنی میں لیا گیا اگر مولیٰ کو محب ومحبوب کے معنی میں لیا جائے تو پوری حدیث کا مطلب درست رہے گا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ جب اس لفظ میں ولایت علی اور حاکمیت علی کی تصریح اور وضاحت تھی تو حضرت علی نے زندگی میں خلفاء ثلاثہ کے دور میں کبھی اس سے اپنی خلافت کے لئے استدلال کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو شوریٰ میں باقاعدہ انتخاب ہوا تھا اس وقت اس حدیث کو پیش کرنے کی تو ضرورت بھی تھی اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی، معلوم ہوا لفظ مولیٰ میں خلافت کا مفہوم نہیں ہے البتہ محبت اور محبوب کا معنی اس میں پڑا ہے اور اسی محبت کا تذکرہ آنحضرت ﷺ نے کیا ہے کیونکہ آئندہ آنے والے واقعات میں حضرت علی کی ذات متنازع بننے والی تھی اور خوارج ومنافقین کی طرف سے ان کے ساتھ عداوت کی فضاء پیدا ہونے والی تھی جس کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے پہلے سے تنبیہ فرمادی بہرحال دین اسلام کے بارے میں شیعہ کا علم غلط ہوگیا ہے اور علم کے غلط ہوجانے سے آدمی گمراہ ہوجاتا ہے جبکہ عملی غلطی سے آدمی صرف گناہ گار ہوجاتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح

﴿۱۸﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَطَبَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ ثُمَّ خَطَبَهَا عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا کہ وہ کمسن ہے اور پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سے اپنے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے ان سے فاطمہ کا نکاح کر دیا۔ (نسائی)

توضیح: تفصیلی روایات میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے نہیں ہوا تو ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آمادہ کیا کہ آپ جا کر پیغام نکاح دیدو، حضرت علی نے جب پیغام نکاح دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں، پھر آپ نے دونوں کا نکاح کرا دیا اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شان کا بیان ہے بعض روایات میں ہے کہ ام ایمن نے حضرت علی کو ترغیب دی تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا کہ حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جائے۔

مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ

﴿۱۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ اِلَّا بَابَ عَلِيٍّ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے علاوہ اور سب دروازوں کو بند کرا دیا تھا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: اس سے پہلے مناقب ابی بکر میں اسی قسم کی ایک حدیث گذری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے علاوہ سب لوگوں کے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد کی طرف کھلتے تھے صرف حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھا لیکن یہاں اس حدیث میں حضرت علی کے بارے میں ہے کہ ان کے دروازہ کے علاوہ سب کو بند کر دیا جائے، دونوں حدیثوں میں یہ واضح تضاد ہے مگر علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ زیر بحث حدیث کا تعلق پہلے زمانہ سے ہے اور اس کے بعد مرض وفات میں آپ نے جو نیا حکم دیا تو اس میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کے علاوہ سب کے بند کرنے کا حکم فرما دیا نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت علی کو دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی ہو وہ اجازت باقی تھی کہ حضرت ابوبکر کو بھی اجازت مل گئی ہو تو اس نئے احادیث کا تعارض اس پرانی اجازت کے ساتھ نہیں ہے دونوں اجازتیں اپنی اپنی جگہ پر تھیں کوئی تعارض نہیں ہے!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرب منزلت

﴿۲۰﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَتْ لِيْ مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ لِاَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ اٰتِيْهِ بِاَعْلٰى سَحَرٍ فَاَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں مجھ کو ایک ایسی قدر و منزلت حاصل تھی جو خلقت میں کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ میں آپ کے ہاں علی الصبح پہنچ جاتا تھا اور کہتا: السلام علیک یا نبی اللہ! اگر آنحضرت ﷺ کھنکھار دیتے تو میں اپنے گھر واپس چلا آتا اور اگر آپ نہ کھنکھارتے تو میں آنحضرت ﷺ کے پاس چلا جاتا۔ (نسائی)

﴿۲۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِيْ وَاِنْ كَانَ مُتَاَخِّرًا فَارْفَعْنِيْ وَاِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَاقَالَ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِ اشْفِهٖ شَكَّ الرَّاوِيْ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجَعِيْ بَعْدُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا اور رسول کریم ﷺ میرے پاس سے گزر رہے تھے جب میں یہ دعا مانگ رہا تھا: الٰہی اگر میری موت کا وقت آ پہنچا ہو تو مجھ کو (موت دے کر) سکون عطا فرما اور اگر ابھی وقت نہیں آیا تو (صحت و تندرستی کی خوشی) عطا فرما اور اگر یہ بیماری امتحان و آزمائش ہے تو مجھے صبر و برداشت کی قوت دے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کیا دعا مانگ رہے تھے؟ میں نے دعا کے الفاظ آپ کے سامنے دوہرا دیئے۔ آپ نے اپنے پاؤں سے علی کو ٹھوکا دیا اور پھر یوں دعا فرمائی الٰہی! اس کو عافیت عطا فرما، یا فرمایا کہ اس کو شفا بخش۔ یہ راوی کا اظہار شک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کی اس دعا کے بعد پھر مجھ کو وہ بیماری کبھی لاحق نہیں ہوئی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حُبُّ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ مُفْتَرَضٌ — وَحُبُّ أَصْحَابِهِ نُوْرٌ بِبُرْهَانِ
مَنْ كَانَ يَعْلَمُ إِنَّ اللّٰهَ خَالِقُهُ — لَا يَرْمِيَنَّ أَبَابَكْرٍ بِبُهْتَانِ
وَلَا أَبَا حَفْصِنِ الْفَارُوْقَ صَاحِبَهُ — وَلَا الْخَلِيْفَةَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ
أَمَّا عَلِيٌّ فَمَشْهُوْرٌ فَضَائِلُهُ — وَالْبَيْتُ لَا يَبْتَنِي إِلَّا بِأَرْكَانِ

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب مناقب العشرة المبشرة

عشرہ مبشرہ کے مناقب کا بیان

"العشرة" دس کو کہتے ہیں اور "المبشرة" بشارت اور خوشخبری کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ دس خوش قسمت اور خوش نصیب نفوس قدسیہ جن کو ان کی زندگی میں آنحضرت ﷺ نے جنت کی خصوصی بشارت سنائی تھی۔ اس سلسلہ میں صاحب مشکوٰۃ نے تمام احادیث کو جمع فرما کر ایک عنوان کے تحت درج فرما دیا ہے جو بہت ہی عمدہ انداز ہے، اس ترتیب میں یہ مخفی اشارہ پڑا ہوا ہے کہ صحابہ کی جماعت میں سب سے افضل خلفاء راشدین ہیں اور پھر عشرہ مبشرہ ہیں ان نفوس قدسیہ کے نام آگے حدیث نمبر ۱۱ میں اس ترتیب سے مذکور ہیں (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت علی (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص (۹) حضرت سعید بن زید (۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، رضی اللہ عنہم۔

الفصل الاول

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے قابل لوگ

﴿۱﴾ عَنْ عُمَرَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا: اس امر یعنی منصب خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی مستحق نہیں جن سے رسول اللہ ﷺ راضی اور خوش اس دنیا سے تشریف لے گئے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نام لئے۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔ (بخاری)

توضیح: حضرت عمر فاروق پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے اپنے بعد خلافت کے لئے چھ اشخاص کی ایک شوریٰ بنائی کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیا جائے کیونکہ ان لوگوں سے حضور اکرم ﷺ راضی تھے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو بطور مبصر بیٹھنے کی اجازت فرمائی مگر کسی رائے دینے لینے یا انتخاب کے کسی معاملہ میں ان کی شرکت کو منع فرما دیا: آپ نے چند مسلح افراد

کو شوریٰ کے کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور فرمادیا کہ جب تک تشکیل خلافت نہیں ہوتی کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہ دو۔

﴿۲﴾ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰى بِهَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو بالکل بیکار اور شل تھا، انہوں نے اس ہاتھ سے غزوۂ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا تھا۔ (بخاری)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جانثاری

﴿۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِيْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِیَّ الزُّبَيْرُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو (دشمن کے) لوگوں کی خبر میرے پاس لائے؟ زبیر بولے: میں لاؤں گا! تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "یوم الاحزاب" اس سے جنگ خندق کا واقعہ مراد ہے، کفار قریش قریباً ایک مہینہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کوئی صحابی جائے اور کفار کی خفیہ خبر لائے تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ان کے کیا ارادے ہیں آپ نے اس مقصد کے لئے اعلان فرمایا کہ کون جانے کے لئے تیار ہے، سخت سردی کے ایام تھے، رات کا وقت تھا، تاریکی تھی، دشمن کا خطرہ تھا تو بار بار اعلان پر صرف حضرت زبیر اُٹھتے تھے اور جانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کسی اور کے بھیجنے کا تھا تو حضرت زبیر کو بٹھاتے اور پھر اعلان فرماتے، آخر میں آپ نے حضرت حذیفہ بن یمان کا نام لیا اور ان کو روانہ فرمادیا اور حضرت زبیر کی تعریف و اعزاز میں فرمایا کہ یہ میرے حواری ہیں، حواری خاص دوست کو کہتے ہیں، حضرت عیسیٰ کے خاص ساتھیوں کو حواریوں کہتے ہیں، حضرت زبیر جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے اور بصرہ میں آپ کی قبر ہے، ابن جرموز ملعون نے آپ کو شہید کیا تھا۔

﴿۴﴾ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِیْ بَنِیْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِیْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو بنی قریظہ میں جائے اور ان کے بارے میں ضروری معلومات لاکر مجھے دے، چنانچہ میں روانہ ہو گیا اور جب ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے ماں باپ دونوں مجھ پر جمع کر دیئے چنانچہ آپ نے فرمایا: میرے ماں باپ تم پر صدقے ہوں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "فانطلقت" بنو قریظہ کے واقعہ میں حضرت زبیر خبر لانے کے لئے چلے گئے تھے لیکن غزوۂ احزاب میں حضرت حذیفہ گئے تھے حضرت زبیر کو حضور اکرم ﷺ نے اجازت نہیں دی تھی بنو قریظہ کے ساتھ جنگ کا واقعہ جنگ خندق کے بعد پیش آیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۵﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِبْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَاسَعْدُ اِرْمِ فِدَاکَ اَبِيْ وَاُمِّيْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے نہیں سنا علاوہ سعد ابن مالک کے، چنانچہ جنگ احد کے دن میں نے آنحضرت کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے سعد تیر چلاؤ! میرے ماں باپ تم پر صدقے ہوں۔ (بخاری ومسلم)

﴿۶﴾ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پہلا عرب مسلمان ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آنحضرت کے رشتے کے ماموں تھے، فاتح عراق ہیں، کوفہ کے گورنر تھے، کچھ لوگوں نے آپ پر بے جا اعتراضات کیے، حضرت عمر فاروق نے تفتیش کے لئے بلایا، آپ نے اپنے چند خصوصیات کا ذکر فرمایا، اُنہیں خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ میں پہلا شخص ہوں کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کفار پر میں نے تیر چلایا تھا، ہم نے اسلام کے لئے بڑی مشقتیں اُٹھائیں ہیں آج یہ لوگ مجھ پر اسلام کے بارے میں کوتاہی کا الزام لگاتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر تو میری تباہی ہے۔ بہرحال ۱ھ میں عبید بن حارث کا سریہ اسلام کا پہلا سریہ تھا، حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کے لئے جنگی جھنڈا باندھا اور ساٹھ آدمیوں کو جہاد پر بھیجا اس میں حضرت سعد نے پہلا تیر کفار پر چلایا۔

"فداک ابی وامی" آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہ کے لئے فداک ابی کا لفظ استعمال فرمایا ہے لیکن اُمی کا لفظ استعمال نہیں کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے امی کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اس لئے یہ حضرات اس کو اپنا بڑا اعزاز قرار دیتے ہیں۔

﴿۷﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَهِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلَةً فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِيْ اِذْسَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدٌ قَالَ مَا جَاءَ بِکَ قَالَ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ خَوْفٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو رات بے خواب ہوئے اور پھر آپ فرمانے لگے کہ کاش! کوئی نیک بخت مرد میری نگہبانی کرتا! آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی، آپ نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے سوال کیا یہاں تم کیسے آگئے؟ سعد رضی اللہ عنہ بولے: میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت خوف پیدا ہوا لہٰذا میں یہاں حاضر ہو گیا ہوں کہ آپ کی نگہبانی کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد کو دعائیں دیں اور سو گئے۔ (بخاری و مسلم)

﴿۸﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: حضرت ابوعبیدہ کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے، اپنے باپ کو آپ نے جنگ بدر میں قتل کر دیا تھا اس پر امین هذه الامة کا لقب ملا دور عمر میں شام میں طاعون عمواس میں وفات پا گئے تھے۔

﴿۹﴾ وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَسُئِلَتْ مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ قَالَتْ اَبُوْبَكْرٍ فَقِيْلَ ثُمَّ مَنْ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ عُمَرُ قِيْلَ مَنْ بَعْدَ عُمَرَ قَالَتْ اَبُوْعُبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس وقت سنا جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ خلافت کے لئے کسی کو نامزد فرماتے تو آپ کی نگاہ انتخاب کس پر جاتی؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا ابوبکر کو خلیفہ بناتے۔ پھر پوچھا گیا کہ ابوبکر کے بعد کس کا نمبر ہوتا؟ آپ نے فرمایا عمر کا نمبر آتا پھر پوچھا گیا کہ حضرت عمر کے بعد کس کا نمبر آتا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں ابوعبیدہ بن الجراح کا۔ (مسلم)

حراء پہاڑ پر نبی اور شہداء

﴿۱۰﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ وَزَادَ بَعْضُهُمْ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَلَمْ يَذْكُرْ عَلِيًّا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر حراء پہاڑ پر کھڑے تھے کہ پتھر حرکت کرنے لگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ٹھہر جا، تیرے

اوپر کوئی دوسرا نہیں کھڑا ہے۔ یا نبی ہے یا صدیق ہے یا شہداء ہیں اور بعض راویوں نے اور سعد بن ابی وقاص کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور علی کا ذکر نہیں کیا۔ (مسلم)

الفصل الثانی

عشرہ مبشرہ کی ترتیب

﴿۱۱﴾ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سعد ابن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید ابن زید جنت میں ہیں، اور ابوعبیدہ بن الجراح جنت میں ہیں۔ (ترمذی) اور ابن ماجہ نے اس روایت کو سعید ابن زید سے نقل کیا ہے۔

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے خصوصی امتیازات

﴿۱۲﴾ وعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَقْرَؤُهُمْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَرُوِيَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلًا وَفِيْهِ وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری امت میں ابوبکر ہی میری امت کے لوگوں کے حق میں سب سے زیادہ مہربان اور سب سے بڑے دردمند ہیں اور میری امت کے لوگوں میں عمر اللہ کے دین کے معاملات میں سب سے زیادہ سخت ہیں اور میری امت کے لوگوں میں عثمان سب سے سچے حیادار ہیں اور میری امت کے لوگوں میں سب

سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں اور میری امت کے لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے اور سب سے بڑے ماہر تجوید قرآن، ابی ابن کعب ہیں اور میری امت کے لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (احمد و ترمذی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس حدیث کو معمر نے بھی قتادہ سے بطریق ارسال نقل کیا ہے اور اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میری امت کے لوگوں میں حق کے مطابق سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔

نوٹ: اس حدیث میں جن صحابہ کا ذکر ہے ان میں سے کچھ عشرہ مبشرہ میں سے نہیں ہیں مگر خصوصی امتیازات کے حوالہ سے ان کا نام اس باب میں آ گیا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت

﴿۱۳﴾ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَةُ تَحْتَهُ حَتّٰى اِسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی کریم ﷺ کے جسم پر دو زرہیں تھیں، آپ نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا لیکن اوپر چڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکے، طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے تا آنکہ آنحضرت ﷺ ان کے اوپر چڑھ کر چٹان پر پہنچ گئے اور پھر میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا۔ (ترمذی)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۱۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَقَدْ قَضٰى نَحْبَهٗ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے طلحہ بن عبیداللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: جس شخص کی خواہش ہو کہ اس انسان کو دیکھے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ مردہ ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس انسان (طلحہ) کو دیکھے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص ایسے شہید کا دیدار کرنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھے۔ (ترمذی)

توضیح: "وقد قضی نحبه" یعنی حقیقت میں وہ مردہ ہے اس نے اپنا مطلوب جو شہادت ہے وہ پالیا ہے یعنی جو شخص کسی زندہ شہید کو دیکھنا چاہتا ہے وہ طلحہ کو دیکھ لے چونکہ جنگ احد میں حضرت طلحہ کے جسم پر اتنے زخم لگے تھے کہ جسم کا کوئی چھوٹا

حصہ سالم نہیں بچا تھا، اتنے کثرت سے زخم لگنے کے بعد گویا وہ زندہ چلنے پھرنے والا شہید ہے، حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوگئے تھے۔

﴿۱۵﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنِيْ مِنْ فِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَایَ فِي الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے سنے۔ کہ ابوطلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت وخصوصیت

﴿۱۶﴾ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِيْ يَوْمَ اُحُدٍ اَللّٰهُمَّ اُشْدُدْ رَمْيَتَهُ وَاَجِبْ دَعْوَتَهُ. (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی غزوۂ احد کے دن یوں دعا فرمائی: اے اللہ! اس (سعد) کی تیراندازی میں شدت وقوت عطا فرما اور اس کی دعا قبول فرما۔ (شرح السنۃ)

﴿۱۷﴾ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَادَعَاكَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، اے اللہ! سعد جب تم سے دعا مانگے اس کو قبول فرما۔ (ترمذی)

﴿۱۸﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَاجَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاهُ وَاُمَّهُ اِلَّالِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ اُحُدٍ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَقَالَ لَهُ اِرْمِ اَيُّهَاالْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو سعد کے علاوہ کسی کے لئے جمع نہیں کیا، چنانچہ غزوۂ احد کے دن ان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: تیر چلائے جا، تجھ پر میرے ماں باپ صدقے۔ نیز آپ نے سعد کو مخاطب کر کے یوں بھی فرمایا تھا: تیر پھینکے جا اے جواں مرد!۔ (ترمذی)

توضیح: "الغلام الحزور" جوان مرد کے معنی میں ہے ہٹا کٹا چست وچالاک اور ہوشیار جوان حَزوّر کہلاتا ہے، احد کے دن حضرت سعد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **فداک ابی و امی** فرمایا تھا۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے **فداک ابی و امی** کے یہ الفاظ حضرت زبیر کے لئے بھی استعمال فرماتے ہیں پھر یہاں دوسروں سے نفی کیسے آگئی؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سماع اور اپنی معلومات کی بنیاد پر کیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ احد کے دن آنحضرت نے صرف سعد کے لئے یہ الفاظ جمع فرمائے ہیں حضرت زبیر کے لئے جنگ بنو قریظہ میں جمع فرمائے تھے جس طرح اس باب کی حدیث نمبر۵ میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ماموں

﴿۱۹﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ فَلْيُرِنِيْ اِمْرُأٌ خَالَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ كَانَ سَعْدٌ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَتْ اُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ فَلِذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ وَفِي الْمَصَابِيْحِ فَلْيُكْرِمَنَّ بَدَلَ فَلْيُرِنِيْ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سعد ابن ابی وقاص آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں! اگر کوئی شخص ایسا ماموں رکھتا ہے تو وہ مجھ کو دکھائے! اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ سعد بنی زہرہ سے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی والدہ بھی بنی زہرہ سے تھیں اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، نیز مصابیح میں "فلیرنی" (تو وہ مجھے کو دکھائے؟) کے بجائے "فلیکرمن" (تو وہ اپنے اس ماموں کی تکریم کرے) کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

الفصل الثالث

راہ جہاد میں سب سے پہلا تیر، کس نے چلایا؟

﴿۲۰﴾عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُنَا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا الْحُبْلَةُ وَوَرَقُ السَّمُرِ وَاِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَالَهُ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْابِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَقَالُوْا لَايُحْسِنُ يُصَلِّيْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ فرماتے سنا: یقیناً میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے (وہ زمانہ) دیکھا ہے جب ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ مصروف جہاد رہا کرتے تھے

اور ہمارے پاس خوراک نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، ہاں کیکر کی پھلیاں اور کیکر کی پتیاں ضرور مل جاتی تھیں اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہم لوگ بکری کی مینگنیوں کی مانند خشک پاخانہ کرتے تھے جس میں رطوبت اور چکناہٹ کا نام تک نہ ہوتا تھا، پھر زمانہ بھی دیکھنا پڑ رہا ہے کہ بنو اسد مجھ کو اسلام کے بارے میں نصیحت کرتے ہیں تو پھر اس میں کیا شبہ کہ میں حرماں نصیب ہی رہا اور میرا کیا دھرا اکارت ہوا۔ بنو اسد نے حضرت عمر فاروق سے سعد کی چغل خوری اور شکایت کی تھی اور کہا تھا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "رمی بسھم" یہ سریۂ عبید بن حارث کی طرف اشارہ ہے، یہ اسلام کا پہلا دستہ تھا جو حضور اکرم ﷺ نے ۱ھ میں ابوسفیان کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، آنحضرت ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جنگی جھنڈا باندھا۔ ۶۰ آدمیوں پر مشتمل اس سریہ میں حضرت سعد بھی تھے، اس موقع پر کفار سے باقاعدہ جنگ تو نہیں ہوئی مگر حضرت سعد نے اسلامی تاریخ اور جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں کفار پر پہلا تیر چلایا اسی خصوصیت کا تذکرہ آپ یہاں فرما رہے ہیں، اس سے پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں یہاں کچھ تفصیل لکھتا ہوں کہ حضرت سعد کو حضرت عمر فاروق نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، کوفہ کے کچھ لوگوں کی طرف سے حضرت سعد پر کچھ اعتراضات کئے گئے تھے یہ بد باطن لوگ تھے، اُنہوں نے کہا کہ سعد نمازوں میں سستی کرتے ہیں، مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتے، جہاد پر نہیں جاتے، حضرت عمر فاروق نے آپ کو مدینہ منورہ بلا کر فرمایا کہ سعد! آپ سے شکایتیں ہیں یہاں تک کہ نماز کی بھی شکایت آگئی ہے؟ حضرت سعد نے اپنے تزکیہ میں اپنے چند کارناموں کا ذکر فرمایا اور پھر کہا کہ اگر ان لوگوں کے الزامات درست ہیں پھر تو میرے یہ اعمال ضائع ہوگئے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ آپ کے بارے میں میرا گمان اسی طرح تھا جس طرح آپ صفائی پیش کر رہے ہیں لیکن اہل کوفہ سے میرے نمائندے گھر گھر جا کر پوچھیں گے تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔ چنانچہ دو سرکاری آدمی حضرت سعد کے ساتھ کوفہ روانہ ہوگئے اور گھر گھر جا کر اُنہوں نے حضرت سعد سے متعلق پوچھا سب نے حضرت سعد کی بہت تعریف کی مگر ایک بوڑھے نے کہا کہ جب تم لوگ قسم کھلا کر پوچھتے ہو تو میں کہہ دوں گا کہ سعد نمازوں اور تقسیم اموال میں گڑبڑ کرتے ہیں، اس پر حضرت سعد نے کہا کہ اگر تم نے یہ اعتراض شہرت حاصل کرنے کے لئے کیا ہے تو میں تیرے لئے بددعا میں کہتا ہوں کہ اے اللہ! اس شخص کی عمر دراز فرما اور اس کو فاقوں میں مبتلا فرما اور اس کو ذلیل وخوار فرما! یہ تینوں بددُعائیں اس شخص کو لگ گئیں، عمر اتنی لمبی ہوگئی کہ آنکھوں کے آبرو آنکھوں پر آ کر گر گئے جب کسی سے بات کرتا تھا تو ہاتھوں سے آبرو کو اوپر اُٹھا کر دیکھنے لگتا تھا، فقر وفاقہ میں زندگی گذرتی تھی، موت نہیں آتی تھی مگر اسی حالت میں زمین پر گھسٹتا ہوا چھوٹی چھوٹی بچیوں کو پکڑ لیا کرتا تھا اور اپنے جسم کے ساتھ رگڑتا تھا اور ذلیل وخوار ہو رہا تھا جب کوئی اس سے پوچھتا کہ شرم کرو یہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہتا تھا کہ کیا کروں؟ سعد کی بددُعا لگ گئی ہے۔ زیر بحث حدیث میں "فاصبحت بنو اسد تعزرنی" کے الفاظ میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے تعزرنی زجر وتوبیخ اور ڈانٹنے کے معنی میں ہے۔ عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بلاوجہ مساجد کے اماموں پر اعتراضات نہ کریں، بعض کی دل آزادی سے تباہی آجاتی ہے۔ "الحبلة" کیکر کے درخت میں ایک قسم بے کار پھلیاں ہوتی ہیں جو انسان کے کھانے کی نہیں ہوتی وہ مراد ہیں اور ورق السمر سے اسی کیکر کے

پتے مراد ہیں، الزام دور کرنے کے لئے اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے۔

"ورق السمر" ان الفاظ سے سریہ خبط کی طرف اشارہ ہے جس میں صحابہ کرام نے پتے کھائے تھے اور پاخانہ کے بجائے بکریوں کی طرح مینگنیاں ہوتی تھیں۔ "خلط" جوڑ اور قوام کو کہتے ہیں جب غذا میں چکناہٹ نہ ہو تو پاخانہ آپس میں جڑتا نہیں اور مینگنیاں بن کر پاخانہ آتا ہے۔

﴿۲۱﴾ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُنِيْ وَاَنَا ثَالِثُ الْاِسْلَامِ وَمَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنِّيْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے بارے میں جانتا ہوں، اسلام کی فہرست میں میرا نمبر تیسرا ہے اور کوئی شخص اس دن سے دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا جس دن کہ میں نے اسلام قبول کیا تھا اور پھر سات دن تک میں اسلام کا تہائی حصہ بنا رہا۔

(بخاری)

توضیح: حضرت سعد سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام کو قبول کر چکے تھے۔ حضرت سعد تیسرے آدمی ہیں، جنہوں نے اسلام کو قبول کیا اور پھر سات دن تک کوئی اور مسلمان نہیں ہوا گویا حضرت سعد ثلث اسلام یعنی ایک تہائی اسلام تھے۔ حضرت سعد نے اپنی معلومات کے اعتبار سے ایسا فرمایا اور احرار کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے ورنہ چند غلام بھی آپ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے پھر تو آپ کا نمبر تیسرا نہیں بن سکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمار وغیرہ احرار بھی آپ سے پہلے مسلمان ہوئے ہوں لہٰذا پھر وہی جواب ہوگا کہ آپ نے اپنے علم کی بنیاد پر جو فرمایا وہ صحیح فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مالی قربانی

﴿۲۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَائِهِ اِنَّ اَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِيْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ اِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصِّدِّيْقُوْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَعْنِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَقَى اللّٰهُ اَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابْنُ عَوْفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا: تمہارا معاملہ کچھ اس نوعیت کا ہے کہ مجھ کو میرے بعد فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے خرچ پر وہی صبر کریں گے جو صابر ہیں اور صدیق ہیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرت کی مراد وہ لوگ ہیں جو صدقہ دینے والے اور کار خیر کرنے والے ہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے حضرت ابوسلمہ تابعی کے سامنے کہا اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرمائے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آنحضرت کی ازواج مطہرات کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار دینار میں بیچا گیا تھا۔ (ترمذی)

توضیح: "الصدیقون" یعنی صدقہ کرنے والے لوگ مراد ہیں یہ لفظ صدقہ سے ہے صدق سے نہیں ہے "سلسبیل الجنة" جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کا نام ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بڑے تاجر اور بڑے فیاض، تارک الدنیا صحابی تھے، حضورا کرم ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات پر کھلے دل سے بڑا مال خرچ کیا، چالیس ہزار دینار کی قیمت کا باغ ازواج مطہرات کو دیا بلکہ ترمذی میں ہے کہ چار لاکھ درہم یا دینار کا باغ آپ نے ازواج مطہرات کے مصارف کے لئے وقف کیا تھا ایک روایت میں ہے کہ حضورا کرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک مرتبہ اپنے پورے مال کا آدھا اور نقد میں سے چار ہزار دینار یا درہم آنحضرت ﷺ کے سامنے لاکر پیش کیا پھر چار ہزار دینار لاکر دیا پھر پانچ گھوڑے جہاد میں لاکر دیئے پھر جہاد فی سبیل اللہ میں ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں لاکر پیش کیں، ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ڈیڑھ لاکھ دینار صحابہ کرام پر تقسیم کئے۔

پھر جب رات کا وقت آیا تو آپ نے قلم اور کاغذ لے کر اپنے مال کی ایک فہرست بنائی کہ یہ مال انصار اور مہاجرین کے لئے ہے جب مال کا حساب ہو گیا تو آپ نے اپنے بدن کے کپڑوں کے بارے میں لکھا ہے کہ قمیض فلاں کو دی جائے، عمامہ فلاں کو دے دیا جائے اس طرح اُنہوں نے سارا مال اللہ کی رضا کے لئے لٹا دیا اور سو گئے، صبح جب نماز کے لئے گئے تو آنحضرت کے پاس جبرئیل امین آئے اور فرمایا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کو میرا اسلام کہو اور ان سے وہ فہرست لے کر قبول کرلو جو اُنہوں نے رات کو بنائی ہے اور پھر یہ فہرست ان کو واپس کردو اور کہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا مال قبول کرلیا اب تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مال پر نگران اور وکیل ہو جہاں چاہو خرچ کرو اور ان کو جنت کی بشارت سنادو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے تھے، اسی فیاضی کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو دُعا دے رہی ہیں اور حضورا کرم ﷺ نے خاص دُعا فرمائی جو ساتھ والی حدیث میں مذکور ہے۔ "یحثوا" سخاوت اور نچھاور کرنے کے معنی میں ہے یہ ساتھ والی روایت کا لفظ ہے۔

﴿۲۳﴾ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَزْوَاجِهِ اِنَّ الَّذِىْ يَحْثُوْا عَلَيْكُنَّ بَعْدِىْ هُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ

اور حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اپنی بیویوں سے یوں فرماتے سنا: حقیقت یہ ہے کہ میری وفات کے بعد جو شخص مٹھیاں بھر بھر کرتم پر خرچ کرے گا یعنی پوری فراخ دلی اور کامل سخاوت کے ساتھ تمہارے مصارف میں اپنا مال خرچ کرے گا وہ صادق الایمان، صاحب احسان ہے، خداوند، عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کر۔ (احمد)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سچے امین تھے

﴿۲۴﴾ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْعَثْ اِلَيْنَا رَجُلًا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ

اَبَاعُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نجران کے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے پاس ایسے شخص کو بھیجئے جو امانت دار ہو یعنی ہمارے حقوق میں کوئی خیانت نہ کرے، آپ نے فرمایا یقیناً میں ایک ایسے شخص کو تمہارے طرف بھیجوں گا جو امین ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو امانت دار کہا جائے۔ لوگ اس شرف کے حصول کی تمنا اور انتظار کرنے لگے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا۔ (بخاری ومسلم)

خلافت کے لئے موزوں ترین صحابہ

﴿۲۵﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ نُّؤَمِّرُ بَعْدَكَ قَالَ اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَابَكْرٍ تَجِدُوْهُ اَمِيْنًا زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا رَاغِبًا فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْهُ قَوِيًّا اَمِيْنًا لَايَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَلَااُرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَاْخُذُ بِكُمُ الطَّرِيْقَ الْمُسْتَقِيْمَ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا یارسول اللہ! آپ کے بعد ہم کس کو اپنا امیر و سربراہ بنائیں؟ آپ نے فرمایا اگر تم میرے بعد ابوبکر کو اپنا امیر و سربراہ بناؤ گے تو ان کو امانت دار، دنیا سے بے پرواہ اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے، اگر عمر کو اپنا امیر و سربراہ بناؤ گے تو ان کو بہت مضبوط، امین اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے خوف پاؤ گے اور اگر علی کو اپنا امیر و سربراہ بناؤ گے درآنحالیکہ میرے خیال میں تم ان کو اپنا امیر و سربراہ بنانے والے نہیں ہو، تاہم جب بناؤ گے تو ان کو راہ راست دکھانے والا بھی پاؤ گے اور کامل ہدایت یافتہ بھی جو تمہیں صراط مستقیم پر چلائیں گے۔ (احمد)

توضیح: "ولا اراکم فاعلین" اس جملہ کا ترجمہ تو یہ ہے کہ میں نہیں دیکھ رہا کہ تم اس طرح کرلو گے۔ اس جملہ میں حضرت علی کی خلافت پر ایک تبصرہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم حضرت علی کو نزاع کے بغیر خلیفہ نہیں بناؤ گے چنانچہ اس ضمن میں حضرت عثمان کی خلافت کی طرف اشارہ ہوگیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کی خلافت کے انتخاب کے موقع پر تم علی کو خلیفہ نہیں بناؤ گے بلکہ عثمان کو بناؤ گے۔

اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم میرے بعد متصل بلافصل حضرت علی کو خلیفہ نہیں بناؤ گے اس لئے کہ تقدیر الٰہی میں ایسا مقرر ہے کہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق پہلے خلیفے ہوں گے کیونکہ اگر علی پہلے خلیفہ بن گئے تو ان کی عمر لمبی ہے وہ اب تک خلیفہ ہوں گے کہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان بن عفان مرجائیں گے تو ان کو خلافت کا موقع نہیں ملے گا حالانکہ ان کی خلافت مقرر شدہ ہے لہٰذا مجھے خیال نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم علی کو پہلے خلیفہ نہیں بناؤ گے لہٰذا خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق ہوں گے، ان کے بعد عمر فاروق خلیفہ بن جائیں گے پھر عثمان خلیفہ ہوں گے اور آخر میں علی کو خلافت ملے گی۔

اے اللہ! جدھر علی ہو اُدھر ہی حق رہے

﴿۲۶﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ زَوَّجَنِي اِبْنَتَهُ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِيْ فِي الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَالَهُ مِنْ صَدِيْقٍ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے اپنی بیٹی عائشہ کا نکاح مجھ سے کر دیا اپنی اونٹنی پر سوار کر کے مجھ کو دار ہجرت لے آئے، غار ثور میں میرے ساتھ رہے اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے وہ حق بات کہتے ہیں خواہ کسی کو تلخ ہی کیوں نہ لگے اور حق گوئی نے ان کو اس حال پر پہنچا دیا کہ ان کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے ان سے تو فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اے اللہ حق کو علی کے ساتھ رکھ کہ جدھر علی رہے ادھر ہی حق رہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں چند نزاعی صورتیں پیش آئیں ہیں: پہلی صورت جنگ جمل کی ہے اس میں علی حق پر تھے، مد مقابل میں بڑے بڑے صحابہ اجتہادی خطاء پر تھے، پھر جنگ صفین کا واقعہ آیا اس میں بھی حضرت علی حق پر تھے، مد مقابل کے لوگ اجتہاد پر تھے پھر خوارج کے ساتھ طویل جنگوں کا سلسلہ رہا اس میں بھی حضرت علی حق پر تھے، اور مد مقابل خوارج باطل پر تھے زیر بحث حدیث میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لئے دعا فرمائی اسی طرح آپ کی زندگی رہی، اس حدیث میں حضرت علی کی حقانیت کو عجیب مؤثر انداز سے بیان کیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ علی حق کے ساتھ گھومے بلکہ یہ فرمایا: کہ جہاں علی ہو حق گھوم گھوم کر علی کی طرف جائے! سبحان اللہ کتنا بڑا اعزاز ہے!۔ کہنے والے نے سچ کہا:

أَمَّا عَلِيٌّ فَمَشْهُوْرٌ فَضَائِلُهُ وَالْبَيْتُ لَا يَبْتَنِيْ إِلَّا بِأَرْكَانِ

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

باب مناقب اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اہل بیت کے مناقب کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾. (الاحزاب ۳۳)

قال الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ:

لو کان رفضًا حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافض

یادر ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے مذکورہ عنوان کے تحت عموم اور خصوص دونوں سے کام لیا ہے بعض روایات وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اہل بیت نبی میں داخل ہیں اسی طرح اس باب کے تحت آپ نے کچھ وہ احادیث بھی نقل فرمائی ہیں جو خصوصی طور پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل بیت صرف یہی چار افراد ہیں عام بنو ہاشم نہیں ہیں اسی عنوان کے تحت صاحب مشکوٰۃ نے حضرت زید اور حضرت اُسامہ کا ذکر بھی کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت وسعت ہے اور اہل محبت وقرابت بھی اس میں داخل ہیں، اس کے ساتھ ساتھ صاحب مشکوٰۃ نے ازواج مطہرات کے لئے الگ عنوان قائم کیا ہے اور ان کا الگ تذکرہ کیا ہے، ان تمام متفرقات اور کچھ تضادات کو متفق کرنے کے لئے علماء نے فرمایا ہے کہ لفظ ''بیت'' کی تین حیثیتیں اور تین اطلاقات ہیں۔

(۱) اول بیت نسب ہے (۲) دوم بیت ولادت ہے (۳) اور سوم بیت سکنیٰ ہے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بنو ہاشم یعنی عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت کے لئے **اهل بیت نسب** ہیں جس کو گھرانہ اور خاندان کہا جاتا ہے اس کے بعد آنحضرت کی اولاد کو **اهل بیت ولادت** کہتے ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سرفہرست ہیں اگرچہ حضرت علی اہل بیت نسب میں بھی آتے ہیں لیکن علماء نے ان کو بیت ولادت میں شمار کیا ہے یہ سلسلۂ ولادت ہے یادر ہے کہ شہرت کی وجہ سے اُنہیں چار کا نام خصوصی طور پر سلسلۂ ولادت میں لیا جاتا ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تین بیٹیاں وغیرہ سب اہل بیت ولادت میں داخل ہیں جیسے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو **اهل بیت سکنی** کہا جائے گا جس کو اہل خانہ کہتے ہیں، تمام ازواج مطہرات اسی بیت سکنی میں داخل ہیں اگرچہ اہل بیت کا پہلا مصداق ازواج مطہرات اور اہل خانہ ہی ہوتا ہے لیکن اس طرح تقسیم سے قرآن کریم اور احادیث میں استعمال شدہ لفظ **اهل البیت** کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ (خلاصہ از مظاہر حق)

الفصل الاول

مباہلہ کی دعوت

﴿۱﴾ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَائَكُمْ دَعَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِیْ. (رواه مسلم)

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿قل تعالوا ندع الخ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور کہا: اے میرے مولیٰ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم)

توضیح: "ثم نبتهل" ابتهال سے ہے گڑگڑا کر دعا مانگنے کو کہتے ہیں اور باهل مباهله سے ہے ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے کے معنی میں ہے، عرب کا دستور تھا کہ جب کسی معاملہ میں تنازع ہوتا تو طرفین اپنے اپنے بیویوں بچوں کو گھر سے نکال کر کھلے میدان میں لاکر ایک دوسرے کی ہلاکت کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نجران کے کچھ عیسائی پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ کے لئے مدینہ منورہ آگئے تھے کئی دنوں تک بحث چلتی رہی اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ نازل فرمادی اور حضور اکرم کو حکم دیا کہ ان عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دے دو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر سے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور ان کو مباہلہ کی دعوت دیدی، ان کے پادری بھی میدان میں آگئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان نورانی چہروں کو جب دیکھا تو ان کے بڑے نے کہا کہ خبردار مباہلہ نہ کرو کیونکہ یہ لوگ اگر خدا سے یہ دعا کرے کہ فلاں پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا کوشش کرو کہ معاہدہ ہوجائے، جزیہ قبول کرو اور واپس ہوجاؤ چنانچہ یہی ہوا جزیہ مان کر عیسائی واپس چلے گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو سارے مسخ ہوجاتے اور آگ ان کو جلا کر خاک کردیتی۔

اس مباہلہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہم کو اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں، اوپر جو لکھا گیا کہ اہل بیت کے تین اطلاقات ہیں تو یہ اہل بیت ولادت والا اطلاق ہے خوب سمجھ لو!

اہل بیت ولادت کا ایک اور اطلاق

﴿۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهٗ ثُمَّ جَائَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. (رواه مسلم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے، اس وقت آپ کے بدن مبارک پر ایک سیاہ بالوں کی کملی تھی جس پر اونٹ کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، اتنے میں حسن بن علی آگئے تو آپ نے ان کو اپنی

کملی کے اندر لے لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کملی کے اندر لے لیا، پھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو آپ آن نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا اور پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان بھی کملی کے اندر لے لیا اور پھر یہ آیت پڑھی ﴿انما یرید اللہ لیذھب عنکم الخ﴾ یعنی اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم کو گناہوں اور برائیوں کی پلیدی سے بچائے اور تم کو ایسا پاک صاف رکھے جیسا کہ پاک صاف رہنا چاہئے۔ (مسلم)

ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی شان

﴿۳﴾وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاهِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ.
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ابراہیم کا انتقال ہوا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی یعنی دایہ (مقرر ہوگئی) ہے۔ (بخاری)

توضیح: حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا تھے۔ آنحضرت کو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بطور عطیہ ایک لونڈی دی تھی اس کا نام ماریہ قبطیہ تھا اسی لونڈی کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوگئے تھے، سولہ سترہ ماہ کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا تھا، اسی کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ چونکہ ان کے دودھ پینے کا زمانہ تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرمایا جو ابراہیم کو جنت میں دودھ پلا رہی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اب سے موجود ہے اور پاکیزہ لوگ اب بھی جنت میں داخل کئے جاتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

﴿۴﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهٗ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ مَاتَخْفٰی مِشْیَتُهَا مِنْ مِشْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهَا قَالَ مَرْحَبًا بِاِبْنَتِیْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِیْدًا فَلَمَّا رَاٰی حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِیَةَ فَاِذَا هِیَ تَضْحَكُ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ قَالَتْ مَاكُنْتُ لِاُفْشِیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ فَلَمَّا تُوُفِّیَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَیْكِ بِمَالِیْ عَلَیْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا اَخْبَرْتِیْنِیْ قَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِیْنَ سَارَّنِیْ فِی الْاَمْرِ الْاَوَّلِ فَاِنَّهٗ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ كَانَ یُعَارِضُنِی الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَّاِنَّهٗ عَارَضَنِیْ بِهِ الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اَرٰی الْاَجَلَ اِلَّا اقْتَرَبَ فَاتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ فَاِنِّیْ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَالَكِ فَبَكَیْتُ فَلَمَّا رَاٰی جَزْعِیْ سَارَّنِی الثَّانِیَةَ قَالَ یَافَاطِمَةُ اَلَاتَرْضَیْنَ اَنْ تَكُوْنِیْ سَیِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَسَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُقْبَضُ فِیْ وَجَعِهٖ فَبَكَیْتُ ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِهٖ اَتْبَعُهٗ فَضَحِكْتُ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ فاطمہ آئیں، ان کی چال کی وضع اور ہیئت رسول کریم ﷺ کی چال کی وضع اور ہیئت سے مختلف نہیں تھی۔ بہر حال آنحضرت نے جب فاطمہ کو دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی مرحبا! پھر آپ نے ان کو بٹھالیا اور چپکے چپکے ان سے باتیں کیں، اتنے میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور زور زور سے روئیں۔ آپ نے دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت رنجیدہ ہوگئی ہیں تو پھر آپ ان سے سرگوشی کرنے لگے اور فاطمہ ایک دم کھلکھلا کر ہنس دیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ تم سے آنحضرت ﷺ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے تھے؟ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنے والی نہیں ہوں۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ تم پر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر کہنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگتی کہ مجھ کو اس سرگوشی کے بارے میں بتادو جو آنحضرت ﷺ نے تم سے کی تھی۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں: ہاں! اب میں بتاتی ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے جو پہلی بات سرگوشی کی تھی تو اس میں مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل مجھ سے سال بھر میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال انہوں نے مجھ سے دوبار دور کیا اور اس کا مطلب میں نے یہ نکالا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے، پس میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا، بلاشبہ میں تمہارے لئے بہترین پیش رو ہوں۔ اس پر میں رونے لگی تھی اور پھر جب آپ نے مجھ کو بہت زیادہ مضطرب اور بے صبر پایا تو دوبارہ مجھ سے سوگوشی کی اور اس وقت یوں فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم جنت میں عورتوں یا اس امت کی عورتوں کی سردار بنائی جاؤ اور ایک روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ جب آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو اس میں یہ فرمایا تھا کہ آپ اس بیماری میں وفات پاجائیں گے اس پر میں رونے لگی تھی، پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کی اس میں مجھ کو یہ بتایا تھا کہ آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے میں ہی آپ سے جا کر ملوں گی چنانچہ میں ہنسنے لگی تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "سارھا" یعنی چپکے سے کان میں کوئی بات فرمادی "سرہ" یعنی آنحضرت ﷺ نے جب کان میں آہستہ فرمادی تو یہ راز کی بات بن گئی اور راز کو فاش کرنا جائز نہیں ہے۔ "**عزمت علیک**" یعنی میں تجھے خدا کی قسم کھلاتی ہوں اور ماں ہونے کے ناتے کا واسطہ بھی دیتی ہوں کہ مجھے بتادو حضور اکرم ﷺ نے کیا فرمایا تھا، اب تو حضرت کی وفات کے بعد راز بھی راز نہیں رہا۔

"فنعم" یعنی حضور کی وفات کے بعد اب بتاؤنگی اب راز نہیں رہا۔

"**سیدۃ النساء اھل الجنۃ**" حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آپس کی فضیلت میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ ان میں علی الاطلاق کون افضل ہیں؟ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ کی افضلیت میں علماء کے تین مسلک ہیں، سب سے راجح مسلک یہ ہے کہ حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ سے افضل ہیں، بعض علماء نے دونوں کا رتبہ یکساں قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اس بارے

میں سکوت اختیار کیا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس افضلیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ پیغمبر کے گوشت کا ٹکڑا ہے اور میں پیغمبر کے گوشت کے ٹکڑے پر کسی کو فضیلت نہیں دے سکتا، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے ان خواتین کے بارہ میں لکھا ہے کہ معتبر مسلک یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ ہیں بعض دوسرے علماء نے ایک اچھی بات لکھی ہے کہ دراصل حیثیات اور اعتبارات مختلف ہیں انہیں حیثیات اور اعتبارات کی بنیاد پر فضیلت دینے میں تعبیرات مختلف آگئیں ہیں، حضرت خدیجہ اقدم ایمانًا ہیں، حضرت عائشہ اشدها حبًا ہیں اور حضرت فاطمہ بضعة جسدًا ہیں!

بہرحال حضرت فاطمہ کا نکاح ۲ھ میں ہوا تھا اور حسن اور حسین ومحسن اور زینب ورقیہ اور ام کلثوم آپ کے بطن سے پیدا ہوئے، بعد میں ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تو حضرت عمر فاروق حضرت علی کے داماد ہیں اگرچہ شیعہ جلتے رہیں گے۔

﴿۵﴾وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُرِيْبُنِيْ مَااَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَااٰذَاهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت مسور ابن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو خفا کیا اس نے مجھے خفا کیا اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں جو چیز فاطمہ کو بری معلوم ہوتی ہے وہ مجھ کو بھی بری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز فاطمہ کو دکھ دیتی ہے وہ مجھ کو دکھ دیتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تھا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام خطبہ میں یہ کلام فرمایا تھا، یہ نکاح منع نہیں تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول کی بیٹی ایک جگہ ایک نکاح میں جمع کرنا مناسب نہیں اور اس میں فاطمہ کے فتنہ وآزمائش میں پڑنے کا خطرہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو درد پہنچنے کا خطرہ ہے تو ان عارضی اُمور کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ورنہ اسلام میں منع نہیں تھا۔

کتاب اللہ اور اہل بیت کو مضبوط پکڑو

﴿۶﴾وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ كِتَابُ اللّٰهِ هُوَحَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهٗ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک دن مکہ و مدینہ کے درمیان پانی والے ایک مقام پر کہ جس کو خم کہا جاتا تھا خطاب عام کے لئے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے آپ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر لوگوں کو نصیحت فرمائی، ان کو اللہ کا ثواب وعذاب یاد دلایا اور پھر فرمایا بعد ازاں! اے لوگو! آگاہ ہو! میں تمہارے ہی مانند ایک انسان ہوں، وہ وقت قریب ہے جب میرے پروردگار کا فرستادہ آئے اور میں اپنے پروردگار کا حکم قبول کروں میں تمہارے درمیان دو عظیم بھاری چیزیں چھوڑ جاؤں گا جن میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، پس تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑلو! غرض کہ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کے تئیں خوب جوش دلایا اور اس کی طرف راغب کیا، پھر فرمایا: اور (اُن دو عظیم چیزوں میں سے دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب ہوگا، میں دوبارہ تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب ہوگا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے، جو شخص کتاب اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ راہ راست پر رہے گا اور جو شخص اس کو چھوڑ دے گا تو وہ گمراہ رہے گا۔ (مسلم)

حضرت جعفر کا لقب

﴿۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلٰى اِبْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ ذِى الْجَنَاحَيْنِ.
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب کے صاحبزادے عبداللہ کو سلام کرتے تو یوں کہتے: اے دو بازوؤں والے کے بیٹے! تجھ پر سلامتی ہو۔ (بخاری)

توضیح: رومیوں کے ساتھ ۸ھ میں مقام موتہ پر جنگ موتہ ہوئی تھی، اس مشہور جنگ میں حضرت زید بن حارثہ کی شہادت کی وجہ بعد امیر ہونے کی حیثیت سے جنگی جھنڈا حضرت جعفر کے ہاتھ میں تھا، ایک کافر نے آپ پر حملہ کیا اور ہاتھ کاٹ دیا آپ نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لیا کافر نے اس کو بھی کاٹ دیا، آپ نے جھنڈا منہ اور سینہ میں تھام لیا اس نے آپ کی کمر پر حملہ کر دیا جس سے آپ کے جسم کے دو ٹکڑے ہوگئے اور شہید ہوگئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت میں دو پر عطا کئے جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں اُڑنے لگے اسی اعتبار سے ان کو ذو الجناحین یعنی دو پروں والا کہتے ہیں یہاں جعفر کا بیٹا عبداللہ مراد ہے۔

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت

﴿۸﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حسن ابن علی آپ کے کاندھے پر سوار تھے اور آپ فرمارہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ (بخاری ومسلم)

﴿۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَةٍ مِّنَ النَّهَارِ حَتّٰى اَتٰى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ اَثَمَّ لُكَعُ اَثَمَّ لُكَعُ يَعْنِیْ حَسَنًا فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَاءَ يَسْعٰى حَتّٰى اِعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں باہر نکلا، جب آپ حضرت فاطمہ کے گھر میں پہنچے تو پوچھا: کیا یہاں مُنّا ہے؟ کیا یہاں مُنّا ہے؟ آپ کی مراد حضرت حسن تھے، ابھی آپ نے چند ہی لمحے گزارے تھے کہ حسن دوڑتے ہوئے آئے، پھر حسن آنحضرت ﷺ کے گلے سے اور آنحضرت ﷺ حسن رضی اللہ عنہ کے گلے سے لپٹ گئے اور پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا خدایا! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔ (بخاری ومسلم)

''الکع'' اصل لغت کے اعتبار سے تو لکع الام کے ضمہ اور کاف کے زبر کے ساتھ غلام کو کہتے ہیں پھر احمق اور خسیس پر اس کا اطلاق ہوگیا، پھر چھوٹے بچوں میں بھی استعمال ہونے لگا، یہاں بطور شفقت چھوٹے بچے کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی یہاں چھوٹو ہے؟ یہاں مُنّا ہے؟

﴿۱۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّعَلَيْهِ اُخْرٰى وَيَقُوْلُ اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اس حال میں منبر پر دیکھا کہ حسن ابن علی آپ کے پہلو میں تھے، کبھی تو آپ لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسن بن علی کی طرف دیکھنے لگتے اور فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے، امید رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری)

توضیح: ''ان یصلح'' یہ صلح سے بنا ہے، آنحضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حسن کوئی معمولی ہستی نہیں ہے، یہ بڑے سردار ہیں ان کی وجہ سے ان شاء اللہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہوگی اور یہ خود صلح کرے گا، یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوگئی جب حضرت علی شہید کردیئے گئے اور حضرت حسن نے خلافت سنبھال لی قریباً چھ ماہ تک آپ خلیفہ رہے پھر آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کرلی اور خلافت سے دست بردار ہوگئے اور مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے، حضرت حسن کے ساتھ چالیس ہزار مسلح مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ہر قسم جنگ اور مقابلہ کا عہد کرچکے تھے لیکن حضرت حسن نے فرمایا کہ

میں اس امت کے خون کا ایک قطرہ بھی گرانا نہیں چاہتا بغیر کسی مجبوری اور بغیر کسی لالچ کے آپ نے خلافت چھوڑ دی اور مسلمانوں کو متحد رکھا اگر چہ اس زمانہ کے منافق قسم کے شیعہ نے اس اقدام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت حسن کو برا بھلا کہہ دیا اور سامنے آکر کہا "السلام علیک یا عار المؤمنین" حضرت حسن نہایت صبر وتحمل سے فرمایا: اختار العار علی النار! آج تک شیعہ اس معاہدہ کی وجہ سے حضرت حسن سے ناراض ہیں اور شاید بعد میں اسی معاہدہ کی پاداش میں شیعہ نے ان کو زہر کھلا کر شہید کر دیا اور آج تک ان کی حمایت میں ایک جلوس نہیں نکالا کیونکہ اندر سے یہ اس پر خوش ہیں۔ اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کی جماعتوں کو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی عظیم جماعتیں قرار دیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں جانب سے مسلمان تھے، حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ اجتہادی خطا پر تھے۔

مکھی مارنے کی فکر ہے حسین کی نہیں

﴿۱۱﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهٗ يَقْتُلُ الذُّبَابَ قَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْاَلُوْنِیْ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَیَّ مِنَ الدُّنْيَا.

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت عبدالرحمن بن ابی نعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ کسی شخص نے ان سے محرم کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ پوچھنے والے نے مکھی کو مار ڈالنے کا حکم دریافت کیا تھا۔ اسپر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عراق یعنی کوفہ کے لوگ مجھ سے مکھی مار ڈالنے کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو مار ڈالا جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (بخاری)

﴿۱۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَقَالَ فِی الْحُسَيْنِ اَيْضًا كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا حسن بن علی کے علاوہ کوئی نہیں تھا نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین کے بارے میں بھی کہا ہے کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۱۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَدْرِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَفِیْ رِوَايَةٍ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ کو اپنے سینۂ مبارک سے لپٹا کر یوں دعا فرمائی تھی، اے اللہ! اس کو حکمت عطا فرما اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ خداوند! اس کو کتاب اللہ کا علم عطا فرما۔ (بخاری)

﴿۱۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءً فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی رکھا، پس جب آپ نکلے تو فرمایا یہ کس نے رکھا ہے؟ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا کر دے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۱۵﴾ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُنِيْ فَيُقْعِدُنِيْ عَلٰى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ عَلٰى فَخِذِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ اسامہ کو اور امام حسن کو پکڑ کر فرماتے اے اللہ ان دونوں سے محبت فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اسامہ نے کہا رسول اللہ ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی ران مبارک پر بٹھاتے اور حضرت حسن بن علی کو دوسری ران مبارک پر بٹھاتے پھر ان دونوں کو ملا کر فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کہ میں بھی ان پر مہربان ہوں۔ (بخاری)

﴿۱۶﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَحْوَهٗ وَفِيْ اٰخِرِهٖ اُوْصِيْكُمْ بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ صَالِحِيْكُمْ)

اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک فوج روانہ کی اور اس پر اسامہ بن زید کو امیر بنا کر بھیجا تو کچھ لوگوں نے اس کی امارت پر طعنہ زنی کی، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگ اس کی امارت پر معترض ہوئے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ (زید) کی امارت پر بھی طعنہ زنی کر چکے ہو اور اللہ کی قسم! وہ (زید) امارت کے قابل بھی تھا اور تمام لوگوں سے مجھے محبوب وعزیز تر بھی تھا اور اس کے بعد یہ (اسامہ) بھی مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب وعزیز تر ہے (بخاری

ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں اسی طرح ہے اور اس کے آخر میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ لوگو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ یقیناً یہ تمہارے نیک لوگوں میں سے ہے!

توضیح: حضرت زید بن حارثہ کو ظالموں نے ان کے والدین سے چرا کر غلام بنایا تھا اور مکہ میں لا کر فروخت کر دیا تھا جب حضرت خدیجہ کے ہاتھ میں آ گیا تو آپ نے بطور تحفہ حضور اکرم ﷺ کو دیا، وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ان کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا وہ آ گئے اور حضور اکرم ﷺ سے مانگا کہ یہ غلام نہیں ہے پھر بھی ہم آپ کو معاوضہ دیدیں گے، آپ ان کو چھوڑ دیں حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ خود جاتا ہے تو میری اجازت ہے، مفت میں لے جاؤ مگر میں ان پر جبر نہیں کر سکتا، حضرت زید نے اپنے رشتہ داروں سے کہا میں نہیں جاتا، اُنہوں نے کہا کہ یہاں غلامی پر راضی ہو وہاں آزادی اور والدین ہیں کیا بات کرتے ہو؟ اُنہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے، وہ لوگ چلے گئے حضرت زید سے حضور اکرم ﷺ اتنے خوش ہوئے کہ ان کو آزاد بھی کیا اور اپنا متبنیٰ منہ بولا بیٹا بنا لیا اور ہمیشہ ان کو جہاد کا امیر بنا کر رخصت کیا کرتے تھے ۸ھ میں ان کو امیر بنا کر غزوۂ موتہ پر بھیجا وہاں یہ شہید ہو گئے ان کے بیٹے اُسامہ تھے ان کو موتہ مقام پر رومیوں سے جہاد کے لئے امیر بنا کر روانہ فرما دیا، اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ چھوٹا بھی ہے، ناتجربہ کار بھی ہے ان کو بڑے بڑے لوگوں پر کیسے امیر بنا دیا، اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ان کنتم تطعنون" یعنی اگر آج ان کی امارت و قیادت پر تم کو اعتراض ہے تو ان کے باپ کی امارت پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا، اُسامہ امارت کے قابل ہے اور مجھے ان سے محبت ہے، آگے حدیث نمبر ۴۰ میں پوری تفصیل آ رہی ہے، اس وقت حضرت اسامہ کی عمر سترہ سال تھی۔

﴿۱۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ الْبَرَآءِ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهٖ)

اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم لوگ اس (زید) کو صرف زید بن محمد ہی کہہ کر بلایا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "تم ان کو ان کے باپ کے ناموں کی نسبت سے پکارا اور بلایا کرو۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت براء کی حدیث جس میں آپ نے حضرت علی کو فرمایا: "انت منی" باب بلوغ الصغیر وحضانتہ میں گزر چکی ہے۔

الفصل الثانی

کتاب اللہ اور میرے اہل بیت کو مضبوط پکڑو

﴿۱۸﴾عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ. (رواہ الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے حج کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی قصواء نامی اونٹنی پر خطبہ دیتے سنا کہ آپ نے فرمایا: لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد، میرے اہل بیت (ترمذی)

﴿۱۹﴾وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِّيْ فِيْهِمَا. (رواہ الترمذی)

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں میرے بعد جب تک تم انہیں پکڑے رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک ان میں دوسری سے عظیم تر ہے۔ وہ ایک تو اللہ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری اولاد میرے گھر والے ہیں اور وہ الگ الگ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وہ میرے پاس آ پہنچیں گے، پس تم لوگ سوچ لو کہ تم میرے بعد ان سے کیا معاملہ کرتے ہو اور کیسے پیش آتے ہو! (ترمذی)

﴿۲۰﴾وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ. (رواہ الترمذی)

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمایا کہ جو کوئی ان سے لڑے میں اس سے لڑوں گا اور جو کوئی ان سے مصالحت رکھے میں اس سے مصالحت رکھوں گا۔ (ترمذی)

حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم ﷺ کی محبت

﴿۲۱﴾وَعَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَاَلْتُ اَيُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا. (رواہ الترمذی)

اور حضرت جمیع بن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا فاطمہ سے، پھر میں نے پوچھا اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: فاطمہ کے شوہر سے۔ (ترمذی)

توضیح: "قالت فاطمة" حضرت عائشہ کے منصف مزاج ہونے کا اندازہ لگایئے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو آنحضرت کا سب سے زیادہ محبوب قرار دیا حالانکہ وہ یہ بھی کہہ سکتی تھیں کہ حضور اکرم کو سب سے زیادہ محبوب میں ہوں اور میرے باپ تھے اور یہ بات اپنی جگہ صحیح بھی تھی کیونکہ صحیح حدیث میں اسی طرح وارد ہے مگر حضرت عائشہ نے نہایت انصاف اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا اور اس اعزاز کا مستحق حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو قرار دیا، اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث اور اس حدیث میں تعارض ہے جس میں سوال کرنے والے کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ عورتوں میں عائشہ محبوب ہے اور مردوں میں ان کا باپ محبوب ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ اصل بات تو حضرت پاک ﷺ کی ہے، حضرت عائشہ نے تو اپنے اندازے سے فرمایا ہے، ان کو ایسا ہی کہنا چاہئے تھا لہٰذا اس میں کوئی تعارض نہیں ہے باقی کسی کا محبوب ہونا اور چیز ہے اور مقام اور رتبے والا ہونا دوسری چیز ہے، بہت سارے لوگ محبوب ہوتے ہیں مگر رتبہ دوسروں کا بلند ہوتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۲۲﴾ وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ اَنَّ الْعَبَّاسَ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَاَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا وَلِقُرَيْشٍ اِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوْهٍ مُبْشِرَةٍ وَاِذَا لَقُوْنَا لَقُوْنَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِحْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَايَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ اٰذٰى عَمِّىْ فَقَدْ اٰذَانِىْ فَاِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِى الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُطَّلِبِ)

اور حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ایسی کیا بات پیش آگئی جس سے تمہیں اتنا غصہ آرہا ہے؟ حضرت عباس بولے: اے اللہ کے رسول! ہمارے (یعنی بنو ہاشم) اور (باقی) قریش کے درمیان کیا ہے کہ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو کشادہ روئی سے ملتے ہیں اور جب ہمارے ساتھ ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے، رسول کریم ﷺ سخت غصہ ہوئے یہاں تک کہ غصہ کی شدت سے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، پھر حضرت عباس سے مخاطب ہوکر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا اگر وہ تم کو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دوست نہیں رکھے گا اور پھر فرمایا! جان لو جس شخص نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا کیونکہ کسی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے (ترمذی) اور مصابیح میں مطلب بن ربیعہ ہے۔

﴿۲۳﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبَّاسُ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔ (ترمذی)

﴿۲۴﴾وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ اِذَا كَانَ غَدَاةُ الْاِثْنَيْنِ فَأْتِنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتّٰى اَدْعُوَلَكُمْ بِدَعْوَةٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهٗ وَاَلْبَسَنَا كِسَاءً ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِيْ وَلَدِهٖ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ رَزِيْنٌ وَاجْعَلِ الْخِلَافَةَ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: پیر کے دن صبح کے وقت تم اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آنا تا کہ میں تمہارے لئے دعا کروں جس کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو نفع پہنچائے۔ چنانچہ صبح کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ہم سب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر مبارک ہم سب کو اُڑھائی اور پھر یوں دعا فرمائی: اے اللہ! عباس کو اور ان کی اولاد کو بخش دے اور ظاہر و باطن کی ایسی بخشش عطا فرما جو کوئی گناہ باقی نہ چھوڑے۔ الٰہی! عباس کو ان کی اولاد میں قائم و محفوظ رکھو۔ (ترمذی) اور رزین نے اس دعاء کے آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ امارت و بادشاہی کو ان کی اولاد میں باقی رکھ۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۲۵﴾ وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرَئِيْلَ مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دو بار حضرت جبرئیل کو دیکھا اور رسول کریم ﷺ نے ان کے حق میں دو مرتبہ دعا فرمائی۔ (ترمذی)

﴿۲۶﴾وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ دَعَالِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّؤْتِيَنِيَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے میرے لئے دو مرتبہ یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو حکمت عطا فرمائے۔ (ترمذی)

حضرت جعفر کی فضیلت

﴿۲۷﴾وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ جَعْفَرٌ يُحِبُّ الْمَسَاكِيْنَ وَيَجْلِسُ اِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُوْنَهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَنِّيْهِ بِاَبِي الْمَسَاكِيْنِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب مساکین سے محبت رکھتے تھے، وہ ان کے پاس بیٹھتے اور ان سے باتیں

کرتے اور مساکین ان سے باتیں کیا کرتے تھے۔ اور رسول کریم ﷺ نے ان کی کنیت ابو المساکین رکھ چھوڑی تھی۔ (ترمذی)

﴿۲۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَعْفَرًا يَطِيْرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلٰئِكَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

حسنین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں

﴿۲۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

توضیح: "سید شباب اهل الجنة" عام خیال اس طرف جاتا ہے کہ جو لوگ جوانی میں شہید ہو گئے ہیں حسن و حسین رضی اللہ عنہم جنت میں ان کے سردار ہوں گے، علامہ طیبی نے بھی یہی بات لکھی ہے مگر بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں سارے لوگ جوان ہوں گے ان تمام اہل جنت کے سردار حسن اور حسین ہوں گے یہ بات بہت اچھی ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کو بھی اہل جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کا سردار قرار دیا گیا ہے تو اب تضاد پیدا ہو گیا کہ کون سردار ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعزازات ہیں کئی لوگوں کو اعزازات دیئے جائیں گے لہٰذا سینکڑوں لوگ بھی سردار ہو سکتے ہیں یہ بھی سردار ہیں وہ بھی سردار ہیں کوئی منافات نہیں ہے۔

﴿۳۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَيَّ مِنَ الدُّنْيَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ سَبَقَ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ حسن اور حسین میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (ترمذی) یہ حدیث فصل اول میں گزر چکی ہے۔

﴿۳۱﴾ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَاِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ اِبْنَايَ وَابْنَا اِبْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اورحضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں رات میں اپنی کسی ضرورت سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ کسی چیز کو اپنے ساتھ لپیٹے ہوئے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چیز کیا تھی؟ پھر جب میں اپنی ضرورت کو پورا کر چکا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا چیز آپ نے لپیٹ رکھی ہے؟ آپ نے اس چیز کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حسن وحسین ہیں جو آپ کی دونوں کوکھوں پر تھے اور پھر آپ نے فرمایا: دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، خداوند! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ہر اس شخص کو محبوب رکھ جو ان دونوں کو محبوب رکھے۔ (ترمذی)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب، حسین کی شہادت

﴿۴۲﴾وَعَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ وَهِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ مَایُبْکِیْکِ قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت سلمیٰ بیان کرتی ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی کیا دیکھتی ہوں کہ وہ رو رہی ہیں میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا یعنی خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ کا سر اور ڈاڑھی گردآلود ہے، پھر جب میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ گردآلود کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں ابھی حسین کے قتل گاہ میں موجود تھا (اور وہاں دیکھ رہا تھا کہ میرے جگر کے ٹکڑے کو ظالموں نے کس بے دردی کے ساتھ شہید کیا)۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔
شہادت حسین کی تفصیل آگے حدیث نمبر ۴۶ میں آرہی ہے۔

حَسَنَیْنْ سے حضور اکرم ﷺ کی محبت

﴿۴۳﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ اَهْلِ بَیْتِکَ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَکَانَ یَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِیْ لِیَ ابْنَیَّ فَیَشُمُّهُمَا وَیَضُمُّهُمَا اِلَیْهِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون شخص آپ کو سب سے زیادہ عزیز ومحبوب ہے تو آپ نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ، پھر آپ ان دونوں کے جسموں کو سونگھتے اور ان کو اپنے گلے سے لگاتے۔ ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۳۴﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا اِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک حسن اور حسین آگئے وہ دونوں سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے اور اس طرح چل کر آرہے تھے کہ گر پڑتے تھے، چنانچہ رسول کریم ﷺ منبر سے اتر آئے اور ان دونوں کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور پھر ان کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے: کہ ﴿انما اموالکم واولادکم فتنة﴾ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے اپنی بات وعظ ونصیحت اور بیان احکام ومسائل کا سلسلہ منقطع کیا اور منبر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھا لیا۔ (ترمذی، ابوداود، نسائی)

توضیح: "فتنة" فتنہ کا اطلاق مختلف معنوں میں ہوتا ہے: محبت کے طور پر اولاد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح یہاں ہوا ہے۔ "یعثران" منہ کے بل گرنے کو عثر کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے، یعنی کبھی چل کر آتے ہیں کبھی گر جاتے ہیں جیسے بچے ہوتے ہیں۔

﴿۳۵﴾ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت یعلی ابن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور جس شخص نے حسین سے محبت رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔ (ترمذی)

توضیح: "سبط" سین پر زیر ہے اور با ساکن ہے شاخ کو بھی کہتے ہیں اور اولاد کو بھی کہتے ہیں، قبیلہ کو بھی کہتے ہیں، پوری امت کو بھی کہتے ہیں یعنی حسین اگرچہ ایک ہے لیکن یہ امتوں میں سے پوری امت ہے، اس کی نسل پھیلے گی، یہاں یہ معنی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

﴿۳۶﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَلْحَسَنُ اَشْبَهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: حسن تو رسول کریم ﷺ کے سر سے لے کر سینہ تک کے حصہ میں بہت مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سینہ کے بعد سے جسم کے باقی حصہ میں بہت مشابہ ہیں۔ (ترمذی)

توضیح: "اشبه" باب افعال سے فعل ماضی کا صیغہ ہے جو شابہ کے معنی میں ہے یعنی حضرت حسن چونکہ بڑے تھے تو مشابہت میں ان کو اوپر والا حصہ مل گیا اور حضرت حسین چھوٹے تھے تو ان کو نچلا حصہ پاؤں اور ٹانگوں کی مشابہت حاصل

ہوگئی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں صاحبزادے اپنے والدین سے مشابہ نہیں تھے بلکہ نانا کے مشابہ تھے۔

فاطمہ اور حسنین کی عظیم فضیلت

﴿۳۷﴾وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِأُمِّيْ دَعِيْنِيْ اٰتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُصَلِّيْ مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَاَسْأَلُهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلِيْ وَلَكِ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِيْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاحَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَ لِأُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَاشَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آج مغرب کی نماز جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھوں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کروں کہ وہ میرے اور آپ کے لئے بخشش کی دعا مانگیں پس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، آپ نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ پھر عشاء کی نماز پڑھی، اور جب آپ نماز سے پھرنے لگے تو میں آپ کے پیچھے چلنے لگا پس جب آپ نے میری آواز (یعنی میرے قدموں یا جوتوں کی آواز) سن لی۔ تو فرمایا کون ہے کیا حذیفہ ہے؟ اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو عفو و بخشش سے نوازے۔ (دیکھو!) یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس (فرشتہ) نے اپنے پرور دگار سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ (زمین پر آ کر مجھ کو سلام کرے اور مجھ کو یہ خوش خبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اچھی سواری اچھا سوار

﴿۳۸﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهِ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَاغُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص بولا اے منّے! کیسی اچھی سواری پر تم سوار ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور وہ سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔ (ترمذی)

توضیح: "ونعم الراکب" کہنے والے آدمی نے فضیلت کو آنحضرت کے ساتھ خاص کیا کہ یہ مرکب اور سواری بہت اچھی ہے کیونکہ یہ اللہ کے رسول ہیں جس پر اے حسن تو سوار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فضیلت کو حضرت حسن کی طرف منتقل

کیا اور فرمایا کہ مرکوب کے ساتھ ساتھ یہ راکب اور سوار حسن بھی بہترین اور بہت اچھا ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۳۹﴾وَعَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ فَرَضَ لِاُسَامَةَ فِیْ ثَلٰثَةِ اٰلَافٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فِیْ ثَلٰثَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِيْهِ لِمَ فَضَّلْتَ اُسَامَةَ عَلَیَّ فَوَاللّٰهِ مَاسَبَقَنِیْ اِلٰی مَشْهَدٍ قَالَ لِاَنَّ زَيْدًا كَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْکَ وَكَانَ اُسَامَةُ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْکَ فَاٰثَرْتُ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی حِبِّیْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اسامہ بن زید کی سالانہ تنخواہ تین ہزار پانچ سو درہم مقرر کی اور اپنے فرزند کی تین ہزار درہم، اس پر عبداللہ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی حالانکہ بخدا اسامہ نے کسی مشہد میں مجھ پر سبقت و بازی حاصل نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسامہ کا باپ (زید) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے باپ (یعنی مجھ) سے زیادہ عزیز و محبوب تھے اور اسامہ حضور اکرم کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ لہٰذا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۴۰﴾وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْعَثْ مَعِیَ اَخِیْ زَيْدًا قَالَ هُوَذَا فَاِنِ انْطَلَقَ مَعَکَ لَمْ اَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَااَخْتَارُ عَلَيْکَ اَحَدًا قَالَ فَرَاَيْتُ رَاْیَ اَخِیْ اَفْضَلَ مِنْ رَّاْيِیْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زید موجود ہے، اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اس کو منع نہیں کرتا۔ زید نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں آپ پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتا، جبلہ کہتے ہیں کہ میں نے مان لیا کہ: میرے بھائی کی عقل میری عقل سے بڑھی ہوئی ہے۔ (ترمذی)

توضیح: اس سے پہلے حدیث نمبر ۱۶ کے تحت بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے متعلق کچھ لکھا جا چکا ہے یہاں پھر اشارہ کروں کہ حضرت زید یمن کے باشندے تھے، بچپن میں آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے ان کو چرا کر مکہ کے بازار میں غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خرید لیا جب حضرت خدیجہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو اُنہوں نے بطور خادم حضرت زید کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، حضرت زید بن حارثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غلامی کی زندگی گذار رہے تھے اور ان کے والدین ان کے لئے بے انتہاء رو رہے تھے ان کو

معلوم نہیں تھا کہ زید کہاں ہے؟

حضرت زید کے والد ثابت نے بطور فریاد ایک قصیدہ پڑھا چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ أَدْرِ مَا فَعَلَ أَحَيٌّ فَيُرْجَى أَمْ أَتَى دُونَهُ الْأَجَلُ

ترجمہ: میں زید پر رو رہا ہوں مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔

فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِيْ وَإِنِّيْ لَسَائِلٌ أَغَالَكَ بَعْدِيْ السَّهْلُ أَمْ غَالَكَ الْجَبَلُ

ترجمہ: اللہ کی قسم! مجھے کچھ بھی معلوم نہیں مگر میں پوچھتا رہتا ہوں کہ تجھے میدانی علاقے میں موت آ گئی یا پہاڑ میں موت آ گئی ہے۔

وَيَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ لَكَ الدَّهْرُ أَوْبَةٌ فَحَسْبِيْ مِنَ الدُّنْيَا رُجُوْعُكَ لِيْ بَجَلْ

ترجمہ: اے کاش! مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی میں کبھی تجھے واپس آنا ہے پس مجھے دنیا کی تمام نعمتوں میں تیرا زندہ لوٹنا ہی کافی ہے۔

باپ کے یہ اشعار جب زید نے سنے تو جواب میں آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

اَحِنُّ اِلٰى أَهْلِيْ وَاِنْ كُنْتُ نَائِيًا بِأَنِّيْ قَعِيْدُ الْبَيْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ

ترجمہ: میں اگر چہ دور ہوں اور بیت اللہ کے پاس مقیم ہوں مگر پھر بھی گھر والے یاد آتے ہیں۔

فَاِنِّيْ بِحَمْدِ اللّٰهِ فِيْ خَيْرِ أُسْرَةٍ كِرَامُ مَعْدٍ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں معد بن عدنان کے بہترین اور معزز گھرانے میں مقیم ہوں۔

فَكُفُّوْا مِنَ الْوَجْدِ الَّذِيْ قَدْ شَجَاكُمْ وَلَا تَعْمَلُوْا فِي الْأَرْضِ نَصَّ الْأَبَاعِرِ

ترجمہ: پس آپ لوگ اس غم سے باز آ جاؤ جس میں تم مبتلا ہو اور زمین میں مجھے تلاش کرنے کے لئے اونٹ نہ دوڑاؤ۔

خدا کا کرنا ایسا تھا کہ یہ اشعار ان کے والد تک پہنچ گئے، اشعار میں آپ نے بتایا تھا کہ میں حرم کے پاس ٹھہرا ہوا ہوں تب حضرت زید کا بھائی جبلہ بن حارثہ مکہ آیا اور حضرت زید کو مانگا جس طرح پہلے لکھا جا چکا ہے، حضرت زید نے جانے سے انکار کیا، حضور اکرم ﷺ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اور حضرت زینب سے ان کا نکاح کرا دیا وہ رشتہ ٹوٹ گیا تو پھر آنحضرت نے ان کا نکاح ام ایمن سے کرا دیا ان کے بطن سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو امیر بنا کر غزوۂ موتہ پر روانہ کر دیا وہاں حضرت زید ۸ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں شہید کر دیئے گئے۔

حضور اکرم ﷺ کی اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت

﴿۴۱﴾ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَيَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَاَعْرِفُ اَنَّهُ يَدْعُولِيْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں جب کہ رسول کریم ﷺ بہت زیادہ کمزور اور نحیف ہو چکے تھے، میں اور دوسرے لوگ مدینہ میں اترے، میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ پر خاموشی طاری تھی، چنانچہ آپ زبان سے کچھ نہیں بولے تاہم رسول کریم ﷺ نے یہ ضرور کیا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر مجھ پر رکھتے اور پھر آسمان کی طرف اٹھاتے، میں سمجھ گیا کہ آنحضرت ﷺ میرے حق میں دعا فرما رہے ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

توضیح: "ثقل" مرض الموت کی شدت کی طرف اشارہ ہے۔ "هبط" ملاقات اور عیادت کے لئے آنے اور اُترنے کے معنی میں ہے۔ "اُصمت" یعنی شدت مرض کی وجہ سے آپ غنودگی میں تھے اور باتیں بند ہوگئی تھیں یہ ایک حالت کا واقعہ ہے ورنہ دوسری حالت میں آنحضرت ﷺ نے حضرت اُسامہ کے لئے جنگی جھنڈے باندھ کر رخصت فرمایا تھا اور یہ آخری ملاقات تھی لیکن شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ کا لشکر جب مدینہ سے کچھ باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور آنحضرت کی بیماری میں شدت آگئی تو اس وقت حضرت اسامہ عیادت کے لئے حاضر ہوئے تھے یہ اس وقت کی بات ہے کہ شدت مرض کی وجہ سے اب آنحضرت ﷺ کلام نہیں کر سکتے تھے۔ "یرفعھا" یعنی ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اور اشارہ فرماتے جس سے میں نے اندازہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ مجھے دُعا فرما رہے ہیں۔

﴿۴۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَرَادَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنَحِّيَ مُخَاطَ اُسَامَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَعْنِيْ حَتّٰى اَنَا الَّذِيْ اَفْعَلُ قَالَ يَاعَائِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی رینٹ کو صاف کرنا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ آپ رہنے دیجئے یہ کام میں کردوں گی۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! تم اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھو کیونکہ میں اس کو عزیز و محبوب رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

"مخاط" رینٹ اور ناک کی آلائش کو مخاط کہتے ہیں۔

﴿۴۳﴾ وَعَنْ اُسَامَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِذْجَآءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَا لِاُسَامَةَ اِسْتَاْذِنْ لَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَاجَاءَ بِهِمَا قُلْتُ لَاقَالَ لٰكِنِّيْ اَدْرِيْ اِئْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ اَيُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ قَالَا مَاجِئْنٰكَ نَسْأَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ قَالَ اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ مَنْ قَدْاَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلْتَ عَمَّکَ اٰخِرَھُمْ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا سَبَقَکَ بِالْھِجْرَۃِ.

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَذُکِرَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ فِیْ کِتَابِ الزَّکٰوۃِ)

اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت کے طلب گار تھے، چنانچہ ان دونوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے (جوان دنوں چھوٹی عمر کے تھے) کہا کہ تم رسول کریم ﷺ سے ہمارے لئے حاضری کی اجازت طلب کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس حاضری کی اجازت کے طلب گار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ دونوں کس مقصد سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا مجھ کو معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں، جاؤ ان دونوں کو اندر بلالاؤ۔ چنانچہ دونوں حضرات اندر آئے اور بولے کہ یارسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں یہ سوال لے کر آئے ہیں کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون شخص آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ بنت محمد مجھ کو زیادہ محبوب ہے، ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا تعلق آپ کے گھر والوں یعنی آپ کی اولاد وازواج سے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے گھر والوں میں سے وہ شخص میرے نزدیک زیادہ عزیز و محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام وفضل کیا اور میں نے بھی اس کو انعام واحسان سے نوازا اور وہ اسامہ بن زید ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر اسامہ رضی اللہ عنہ کے بعد کون شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ حضرت عباس بولے: یارسول اللہ! آپ نے اپنے چچا اپنے گھر والوں میں آخر میں رکھا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے ہجرت میں تم پر سبقت کی ہے۔ (ترمذی) اور روایت "ان عم الرجل صنو ابیه" پیچھے کتاب الزکوۃ میں نقل کی جاچکی ہے۔

توضیح: "ماجئناک نسألک" یعنی ہم آپ کی اولاد کی محبوبیت کے بارے میں سوال نہیں کرتے، بلکہ آپ کے دیگر اقارب اور رشتہ داروں کے بارے میں معلوم کرتے ہیں کہ ان میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اُسامہ رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے چچا کو پیچھے ڈال دیا، حضور ﷺ نے فرمایا: کہ علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے پہلے ہجرت فرمائی ہے اس لئے سبقت لے گیا اسی سبقت کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوں اشارہ کیا:

سَبَقْتُکُمْ عَلَی الْاِسْلَامِ طُرًّا زَمَانًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حِلْمِیْ

الفصل الثالث

﴿۴۴﴾ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ وَمَعَهُ عَلِيٌّ فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر عصر کی نماز پڑھ کر باہر نکلے اور چلنے لگے۔ اس وقت ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت ابوبکر نے جب حضرت حسن کو دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھالیا بولے، میرا باپ قربان ہو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔ علی کے مشابہ نہیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے۔ (بخاری)

توضیح: "لیس شبیھا بعلی" یعنی حضرت حسن اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، حضرت علی کے مشابہ نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جسمانی مشابہت نہیں تھی لہٰذا اس حدیث سے شیعہ شنیعہ کے فرقہ غرابیہ پر رد ہوگیا ہے جو کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی آپس میں ایسے مشابہ تھے جس طرح ایک کوا دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے اس لئے جبرئیل فرق نہ کر سکے اور وحی بجائے علی کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے آئے اور نبوت اس طرف چلی گئی، بعض بدبخت شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی سے کیا اور اس کے بدلے ان سے نبوت لے لی، فلعنة الله على هؤلاء الكفرة الفجرة لعنًا كبيرًا و دمّرهم تدميرًا.

(کیم رجب ۱۴۱۸ھ)

یزید کی حیثیت اور قاتل حسین، ابن زیاد کی بدبختی

﴿۴۵﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا قَالَ اَنَسٌ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِقَضِيْبٍ فِيْ اَنْفِهٖ وَيَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا فَقُلْتُ اَمَا اِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے سامنے لا کر ایک طشت میں رکھا گیا تو وہ بدبخت اپنی چھڑی سے اس سر مبارک کو چھیڑنے لگا، پھر اس نے ان کے حُسن کے بارے میں کچھ کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا خدا کی قسم! یہ وہ مقدس انسان ہے جو اہل بیت میں سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

مشابہ تھا، اس وقت حضرت حسین کا سر مبارک وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔ (بخاری) اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اس وقت میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا جب حضرت حسین کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا، ابن زیاد ان کی ناک پر چھڑی مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا ایسا حُسن میں نے کبھی نہیں دیکھا، میں نے کہا تجھے معلوم بھی ہے یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح حسن غریب ہے۔

توضیح: ''عبید اللہ بن زیاد'' یزید کی طرف سے عبداللہ ابن زیاد بصرہ کا گورنر تھا مگر یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے بطور خاص عبیداللہ ابن زیاد کو فوراً بصرہ سے ہٹا کر کوفہ کا گورنر بنا دیا تا کہ ابن زیاد ذاتی دلچسپی سے حسین کو قتل کر دے، یہ بد بخت کوفہ آ گیا پہلے اس نے مسلم بن عقیل کو شہید کیا اور قصر امارت پر قبضہ کیا اور اس کے بعد فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر حضرت حسین کو کربلا کے میدان میں شہید کیا۔ حضرت حسین کا سر تن سے جدا کیا گیا اور پلیٹ میں رکھا گیا اور ابن زیاد پر پیش کیا گیا اس بد بخت کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اس کو حضرت حسین کی ناک اور آنکھ میں چبھو رہا تھا اور بطور استہزاء کہہ رہا تھا کہ کیا ہی خوبصورت ہے؟ حسین بہت خوبصورت ہے؟ اچھا وہ خوبصورت یہ ہے؟ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا۔ ''فی حسنہ شیئاً'' اس لفظ کا یہی مطلب ہے کہ بطور استہزاء وہ حضرت حسین کے حسن میں کچھ بکواس کر رہا تھا، کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ابن زیاد کو مختار بن عبید نے قتل کیا اور اس کا سر لا کر لوگوں کے سامنے اسی مسجد کے چبوترے پر رکھا اچانک شور ہو گیا کہ آ گیا آ گیا! جب دیکھا گیا تو ایک سانپ آیا اور ابن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور پھر نکل گیا، دو تین مرتبہ ایسا ہو گیا لوگ بھاگ گئے۔ حضرت حسین پر وار کرنے والے قاتل کا نام سنان ابن انس نخعی ہے، اس بد بخت نے جب حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا تو یہ شعر پڑھا: ؎

أوقــر رِكـــابــي فِـضَّةً وَذَهَبَـــا

اِنِّـــي قَتَـلْـتُ الْـمَـلِكَ الْـمُـحَجَبَـا

قَتَـلْــتُ خَيْــرَ الـنَّـــاسِ أُمًّـــا وَأَبَـــا

ترجمہ: میری سواری کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے بڑے محفوظ بادشاہ کو قتل کیا جو نسب حسب میں سب سے بہتر تھا۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید نے یہ شعر پڑھا: ؎

نُـفَـلِّـقُ هَـامًـا مِـنْ رِجَـالٍ أَعِـزَّةٍ　　　عَـلَـيْـنَـا وَكَـانُـوْا أَعَـقَّ وَأَظْـلَـمَـا

ترجمہ: ہم باعزت لوگوں کی کھوپڑیاں اُڑاتے ہیں، اس لئے کہ وہ ہمارے حق میں بے حد نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔

یزید کے بارے میں صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تحقیق

سورۃ محمد کی آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر میں علامہ روح المعانی نے یزید اور قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یزید پر لعنت بھیجنا کیسا ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے اس پر کیونکر لعنت نہ بھیجی جائے گی، بیٹے نے کہا ابا جان! میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں یزید پر کہیں بھی لعنت نہیں ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فساد کرنے اور صلہ رحمی توڑنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور یزید نے جو کچھ حضرت حسین کے ساتھ کیا ہے اس سے بڑا فساد کیا ہوسکتا ہے اور اس سے زیادہ صلہ رحمی کا توڑنا کہاں ہوسکتا ہے۔

(روح المعانی، جلد ۹ صفحہ ۷۲)

علامہ روح المعانی مزید لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص پر معین اور نامزد کر کے لعنت بھیجنا جائز ہے مگر اس میں کچھ اختلاف ہے پس جمہور کے نزدیک کسی معین شخص پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فاسق ہو یا غیر فاسق وہ خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو جبکہ اس کی موت کفر پر یقینی نہ ہو۔ ہاں جس کی موت یقینی طور پر کفر پر آئی ہو اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے جیسے ابوجہل وغیرہ مگر شیخ الاسلام علامہ بلقینی رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ ایک فاسق فاجر شخص پر بھی یقین کے ساتھ لعنت بھیجنا جائز ہے، کئی احادیث میں اس کے شواہد موجود ہیں۔

علامہ روح المعانی لکھتے ہیں کہ ہم علامہ بلقینی کی تحقیق کی روشنی میں یزید کی لعنت میں کوئی تردد نہیں کریں گے کیونکہ یزید کی صفات خبیثہ اور کبائر کا ارتکاب حد سے زیادہ ہے، اس نے اپنے دور اقتدار میں اہل مکہ اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا، حسین کے قتل پر جو خوشی کا اظہار کیا ان کے گھر والوں کی جو توہین کی وہ اس پر لعنت کے لئے کافی ہے۔ علامہ مزید لکھتے ہیں کہ یزید پر لعنت بھیجنے اور اس کے کفر پر علماء کی ایک جماعت کی تصریحات موجود ہیں انہیں میں سے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ ہیں اور ان سے پہلے قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ ہیں۔

علامہ تفتازانی نے کہا ہے کہ ہم یزید کی لعنت میں بلکہ اس کے ایمان میں کوئی توقف نہیں کرتے، اس پر اور اس کے اعوان وانصار پر اللہ کی لعنت ہو، علامہ آلوسی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ یزید کی لعنت پر علامہ سیوطی کی تصریح بھی موجود ہے۔ اور ابن وردی کی تاریخ میں اور کتاب الوافی بالوفیات میں لکھا ہے کہ جب عراق سے حضرت حسین کے پس ماندگان عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر یزید کے پاس پہنچ گئے تو یزید ان کو دیکھنے کے لئے مقام جیرون تک باہر آ گیا حضرت حسین اور علی بن حسین کے بچے اور عورتیں گرفتار تھیں، حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر نیزوں پر اٹھالئے گئے تھے کہ ایک کوے نے کائیں کائیں کی آوازیں شروع کیں اس پر یزید نے یہ شعر پڑھے:

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُوْلُ وَأَشْرَفَتْ ۔۔۔ تِلْكَ الرُّؤُسُ عَلٰى شَفَا جَيْرُوْنٍ

ترجمہ: جب یہ سواریاں قریب آ کر نمودار ہوئیں اور مقام جیرون کے کنارے پر نیزوں پر اُٹھائے ہوئے سر آ گئے۔

نَعِبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ أَوْلَا تَقُلْ فَقَدِ اقْتَضَيْتُ مِنَ الرَّسُوْلِ دُيُوْنِي

ترجمہ: تو ایک کوّے نے نحوست کی آواز دی، میں نے کوّے سے کہا کہ تو بول یا نہ بول میں نے رسول سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا۔

علامہ روح المعانی فرماتے ہیں کہ بدر کی جنگ میں یزید کا دادا عتبہ وغیرہ مارا گیا تھا، یزید نے ان اشعار میں اسی بدلے کا ذکر کیا ہے علامہ لکھتے ہیں کہ اگر یہ اشعار صحیح ثابت ہو جائیں تو اس سے یزید کافر ہو جائے گا اسی طرح کچھ اور اشعار بھی یزید نے پڑھے ہیں اس سے بھی اس کا کافر ہونا ثابت ہو جائے گا۔ (روح المعانی، جلد ۹ صفحہ ۲۷)

بہر حال جمہور علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ یزید کا کفر پر مرنا یقینی نہیں ہے لہٰذا اس پر مرنے کے بعد لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ روح المعانی اپنی تحقیق میں مزید فرماتے ہیں کہ دوسری طرف امام غزالی اس طرف گئے ہیں کہ یزید پر لعنت بھیجنا حرام ہے بلکہ مسلمانوں کی دُعائیں اس کو شامل ہیں کیونکہ وہ مسلمان ہو کر مرا ہے۔

علامہ سفارینی نے امام غزالی کا قول رد کیا ہے، علامہ روح المعانی نے سفارینی کے قول کو پسند کیا ہے جس میں آپ نے امام غزالی کے قول کو رد کیا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید پر لعنت بھیجنا مکروہ ہے ادھر ابوبکر بن العربی المالکی نے یزید کی بہت حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ **"ان الحسین قتل بسیف جده"** یعنی آنحضرت کے فرمان کے مطابق بغاوت کے تحت حسین قتل کر دیئے گئے، اس کلام کی وجہ سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پر تنقید سے زیادہ سخت انداز میں ابن عربی پر تنقید کی ہے (ابن عربی اس تنقید کا مستحق بھی ہے)۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پورے اختلاف کا خلاصہ اس طرح نکال کر لکھا ہے کہ جو کچھ یزید کے بارے میں کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض حضرات یزید کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے اس پر لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے تاہم وہ اہل بیت کے بارے میں معصیت کا مرتکب ہوا ہے وہ اس کا مجرم ہے۔ علماء کا دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ یزید مسلمان ہے مگر کراہت کے ساتھ اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا بغیر کراہت بھی جائز ہے تیسرا طبقہ کہتا ہے کہ یزید کافر اور ملعون ہے اس پر لعنت جائز ہے۔ چوتھا طبقہ کہتا ہے کہ یزید پاک وصاف ہے اس نے جو کچھ کیا ہے وہ کوئی گناہ نہیں تھا۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ میرے غالب گمان میں یزید خبیث نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق نہیں کی تھی اور اس نے جن مکروہ افعال کا ارتکاب کیا تھا جیسے بیت اللہ اور اس کے بسنے والوں کے ساتھ جو کچھ کیا اور مدینہ اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا اور ذاتی طور پر وہ جن قبائح کا مرتکب ہو رہا تھا یہ اس کے عدم تصدیق پر اس سے بڑھ کر دلیل ہے کہ کوئی شخص قرآن پاک کے اوراق کو گندگی اور غلاظت میں پھینک دے اور کافر ہو جائے، مجھے ذرا بھی شبہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ یزید کے یہ کافرانہ افعال اس زمانے کے بزرگ اور پائے کے مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں تھے لیکن اُنہوں نے اس لئے صبر کیا کہ وہ مغلوب ومجبور تھے اور وہ صبر کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے تا کہ

اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حکم اپنے انجام تک پہنچ جائے۔
اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یزید خبیث مسلمان تھا اور کافر نہیں تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اپنے اوپر گناہوں کے اتنے انبار جمع کر لئے تھے جس کو بیان کرنا احاطۂ بیان میں نہیں آسکتا۔ میں تو کھل کر یزید پر لعنت کا قائل ہوں اور ان پر خصوصی تعیین کے ساتھ لعنت کو جائز مانتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ یزید نے ان کبائر کے ارتکاب کے بعد کوئی توبہ بھی نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے زیادہ کمزور ہے، اس لعنت میں یزید کے ساتھ ابن زیاد اور ابن سعد اور ان کی جماعت برابر کی شریک ہے۔ "**فلعنة الله عزوجل عليهم اجمعين وعلى انصارهم واعوانهم وشيعتهم ومن مال اليهم الى يوم الدين**". (روح المعانی، جلد ۹ صفحہ ۷۲)
علامہ روح المعانی مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یزید پر خصوصیت کے ساتھ لعنت بھیجنے سے ڈرتا ہے تو وہ اجمالی طور پر اس طرح لعنت بھیجا کرے کہ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ رَضِيَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ آذىٰ عِتْرَةَ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اس طرح عموم کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے اور یزید اس عموم کا پہلا مصداق بنے گا۔ (حوالہ بالا)
علامہ روح المعانی کی تحقیق ناظرین کے سامنے ہے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ دو باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں: ایک یہ کہ مرنے کے بعد کسی پر لعنت بھیجنا یا نہ بھیجنا اس متعلقہ شخص کے خاتمہ پر مبنی ہے، اگر وہ شخص کفر پر مرا ہے تو لعنت جائز ہے اور اگر ایمان پر مرا ہے تو لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے، جمہور امت اس پر قائم ہے کہ یزید کا خاتمہ کفر پر یقینی نہیں ہے لہٰذا لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جس شخص کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو اس شخص کا فاسق وفاجر ہونا یقینی ہو جاتا ہے یزید کا معاملہ ایسا ہی ہے، اس کی نظیر یہ پیش کی جاتی ہے کہ جس شخص کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو وہ شخص یقینی طور پر کامل ولی ہوتا ہے جس طرح حضرت لقمان کا معاملہ ہے لہٰذا یزید کا فاسق و فاجر ہونا یقینی ہے اور حضرت لقمان کا ولی ہونا یقینی ہے۔
سوال: یہاں ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یزید حضرت معاویہ کا بیٹا ہے حضرت معاویہ نے ان کو ولی عہد بنایا تھا لہٰذا یزید کو برا کہنا جائز نہیں ہے؟۔
جواب: یہ شبہ غلط ہے اس لئے کہ بہت سارے انبیاء کرام ایسے گذرے ہیں جن کے بیٹے کافر ہو گئے تھے اس سے اس کے باپ پر کوئی طعن نہیں آسکتا جیسے حضرت نوح کا بیٹا کنعان کافر تھا اور کافر مرا ہے، یزید پہلے اچھا ہوگا بادشاہ بن جانے کے بعد خراب ہو گیا ہوگا، اس میں حضرت معاویہ کا کیا قصور ہے؟ دوسرا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے لئے مغفرت کی بشارت دی گئی ہے جبکہ اس غزوہ میں یزید شریک تھا لہٰذا اس کا بڑا مقام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت اس غزوہ میں شریک ہونے والے مجاہدین کے آئندہ مستقبل میں صالح رہنے اور متقی و پرہیزگار رہنے کے ساتھ مشروط ہے ورنہ فرض کرلو اگر کوئی شخص اس غزوہ میں شریک ہو گیا اور پھر بعد میں مرتد ہو گیا تو کیا وہ بھی مغفور لھم یعنی مغفرت پانے والوں میں شمار ہوگا؟

اس سوال کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ کا لشکر روانہ کیا تو یزید کو حکم دیا کہ تم بھی جاؤ! اس نے بہانہ کیا کہ میں بیمار ہوں اور نہیں گیا بعد میں جب لشکر والوں کو سخت تکلیف پہنچی تو یزید نے خوشی میں یہ اشعار پڑھے:۔

لَسْتُ أُبَالِیْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ بِفَرْ قَدونَةَ مِنْ حِمّی وِمِنْ حَوْمٍ

ترجمہ: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجاہدین کی اس جماعت کو مقام فرقدونہ میں بخار چڑھ آیا اور جسم میں پھوڑے نکل آئے۔

اِذَا جَلَسْتُ عَلَی الْاَنْمَاءِ مُتَّکِأً بِدِیْرِ مَرَّانَ عِنْدَ أُمِّ کُلْثُوْمَ

ترجمہ: جبکہ میں دیر مران مقام میں ام کلثوم کے ساتھ مخمل کے غالیچوں سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوں۔

یزید کے یہ اشعار جب حضرت معاویہ تک پہنچ گئے تو آپ نے یزید کو زبردستی سے اس غزوہ میں شرکت کے لئے روانہ کردیا گویا یزید غزوہ قسطنطنیہ میں جانے کا قائل ہی نہ تھا تو بشارت کیسے ملے گی؟ بہرحال کربلا میں حضرت حسین کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ اسلام کی سفید چادر پر ایک بدنما دھبہ ہے جس سے یزید بری الذمہ نہیں ہوسکتا آج نہ یزید ہے نہ اس کی حکومت ہے! اور قتل حسین کا خون اس کی گردن پر ہے، نواسۂ رسول اگر حکومت بھی مانگتا تو یزید کو کیا حق تھا کہ وہ حکومت پر قائم رہتا! یہ یزید کی بڑی غلطی تھی علامہ اقبال نے کہا ہے:۔

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شہادت حسین سے متعلق ایک خواب ایک پیشن گوئی

﴿۴۶﴾ وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَاَیْتُ حُلْمًا مُنْکَرًا اللَّیْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ اِنَّهُ شَدِیْدٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ رَاَیْتُ کَاَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِکَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِیْ حَجْرِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتِ خَیْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حَجْرِکِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَیْنَ وَکَانَ فِیْ حَجْرِیْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ یَوْمًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِیْ حَجْرِهِ ثُمَّ کَانَتْ مِنِّی الْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِیْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ یَانَبِیَّ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَالَکَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ وَاَتَانِیْ بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ۔

اور حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو حضرت عباس کی زوجہ اور آنحضرت ﷺ کی چچی ہیں روایت ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بولیں کہ یا رسول اللہ! آج کی رات میں نے ایک ڈراونا خواب دیکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ام فضل نے عرض کیا کہ سخت ڈراونا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آخر وہ کیا ہے؟ ام

فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے دیکھا کہ گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔
رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا اور مبارک خواب دیکھا ہے کہ ان شاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور اس لڑکے کو تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ چنانچہ فاطمہ کے ہاں لڑکا (حسین) پیدا ہوا اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اس لڑکے کو میری گود میں دیا گیا، پھر ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور حسین کو آپ کی گود میں دے کر ذرا دوسری طرف متوجہ ہوگئی اور پھر کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کردے گی۔ میں نے پوچھا کیا اس بیٹے کو؟ آپ نے فرمایا ہاں بلکہ جبرئیل تو میرے پاس اس خاک زمین سے کچھ مٹی بھی لے کر آئے تھے اور وہ مٹی سرخ تھی۔

توضیح: "حلمًا" خواب کو حلم کہتے ہیں خصوصاً جبکہ خواب پراگندہ ہو۔ "منکرًا" یعنی ڈراؤنا، ہیبت ناک خواب دیکھا ہے۔ "انہ شدید" یعنی اتنا ڈراؤنا اور سخت ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ "حجری" گود کو حجر کہتے ہیں پرورش کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں گود مراد ہے آنے والے لفظ میں دونوں معنی لئے جاسکتے ہیں۔ "التفاتۃ" یعنی میری نگاہ دوسری طرف چلی گئی۔ "تہریقان" یعنی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

"ستقتل ابنی" آنحضرت کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوگئی اور یزید کے حکم پر عبید اللہ بن زیاد بصرہ سے فوری طور پر آیا اور کوفہ کا گورنر بن گیا اور اس نے ذاتی دلچسپی اور بغض وعداوت کی بنیاد پر حضرت حسین کو شہید کردیا، آپ کے اسی ۸۰ ساتھی بھی مقام کربلا میں آپ کے ساتھ شہید کردیئے گئے، اسلام کی سفید چادر پر قتل حسین ایک بدنما سیاہ دھبہ ہے جو یزید کی گردن پر ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے ۔۔۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شہادت حسین کے بعد ایک ہاتف غیبی نے یہ اشعار سنائے۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ الرَّسُوْلُ لَكُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

ترجمہ: اگر تم سے رسول اللہ ﷺ یہ سوال کرے کہ تم نے حسین کے ساتھ یہ کیا کیا حالانکہ تم بہترین امت میں تھے۔

بِعِتْرَتِیْ وَأَوْلَادِیْ بَعْدَ مُفْتَقِدِیْ ۔۔۔ مِنْهُمْ أُسَارَیْ وَمِنْهُمْ ضَرَجُوْا بِدَمِ

ترجمہ: میری وفات کے بعد تم نے میرے اہل بیت اور میری اولاد کے ساتھ یہ کیا کیا؟ کہ ان میں سے کچھ تو گرفتار ہیں اور کچھ اپنے خون میں لت پت پڑے ہیں۔

شہادت حسین سے متعلق حضرت ابن عباس کا خواب

﴿۲۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَاهٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ

لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْيَوْمِ فَاُحْصِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتَ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِکَ الْوَقْتَ.

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَاَحْمَدُ الْاَخِيْرَ)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن دوپہر میں، میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی سونے والا کسی کو دیکھتا ہے (یعنی خواب میں دیکھا) کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج قتل گاہ حسین میں صبح سے اب تک اس بوتل میں اکٹھا کررہا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس وقت کو یاد رکھا چنانچہ (جب قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر آئی) تو میں نے پایا کہ شہادت حسین کا المیہ اسی دن اور اسی وقت پیش آیا تھا جب میں نے مذکورہ خواب دیکھا تھا۔ ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور اس دوسری روایت کو احمد نے بھی نقل کیا ہے۔

توضیح: "فاحصی ذلک الوقت" یہ حضرت ابن عباس کا کلام ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے خواب دیکھا تھا اس کی تاریخ میں نے یاد رکھی پھر جب حضرت حسین کی شہادت کی خبر آئی تو معلوم ہوا کہ اسی تاریخ میں آپ کو شہید کر دیا گیا تھا جس وقت میں نے خواب دیکھا تھا۔ "التقطه" یہ حضور اکرم ﷺ کا کلام ہے جو خواب میں ہوا ہے۔ "فاجد" مضارع کا صیغہ لائے ہیں تاکہ اس سے ایک عجیب وغریب کیفیت سامنے آجائے۔

اللہ ورسول ﷺ اور اہل بیت سے محبت رکھو

﴿۴۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِیْ لِحُبِّیْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے محبت رکھو کیونکہ وہی تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے اور جس وجہ سے تم اللہ سے محبت رکھتے ہو مجھ سے محبت رکھو اور میرے اہل بیت کو میری محبت کی وجہ سے عزیز ومحبوب رکھو۔ (ترمذی)

توضیح: "یغذوکم" ای یرزقکم وہ تمہیں رزق دیتا ہے، انسان کے ساتھ جب کوئی دوسرا انسان احسان کرتا ہے تو وہ اس کا غلام بن جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا چاہئے! "لحب اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کی بنیاد پر مجھ سے محبت رکھو کیونکہ میں ان کا رسول ہوں، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو کیونکہ میں تمہارا رسول ہوں۔

اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی ہے

﴿۴۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِیْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یوں بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یاد رکھو! تمہارے حق میں میرے اہل بیت کی وہی اہمیت ہے جو نوح کی کشتی کی ہے جو اُس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پالی اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ (احمد)

توضیح: "مثل سفینة نوح" اہل بیت کی تشبیہ کشتی نوح کے ساتھ اس لئے دی گئی ہے کہ حضرت نوح کی کشتی اپنے تمام سواروں کو اللہ کے حکم سے بچا کر لے گئی اور کشتی کے مخالف سارے غرق ہو گئے یہاں بھی جو لوگ اہل بیت سے عقیدت رکھیں گے وہ بچ جائیں گے اور جو عقیدت کی اس کشتی میں نہیں بیٹھیں گے وہ غرق ہو جائیں گے لیکن یہاں اہل بیت سے محبت و تعلق رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کے حکم کے مطابق تعلق ہو، اپنی خواہشات کے مطابق تعلق نہ ہو جس طرح شیعہ کی محبت ہے جو درحقیقت محبت و عقیدت نہیں بلکہ ایک قسم عداوت ہے، پوری شریعت کا انکار کیا اور اہل بیت کی محبت کو اس کے لئے ڈھال بنادیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کی تشبیہ کشتی نوح سے دی ہے اور صحابہ کرام کی تشبیہ آسمان کی ستاروں سے دی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ کشتی صحیح سمت میں تب چلے گی جبکہ ستاروں سے رہنمائی حاصل کی جائے یعنی اہل بیت اور صحابہ دونوں سے محبت رکھے۔

ادھر تبلیغی جماعت والے بھی کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کشتی نوح ہے جو اس میں آ گیا بچ گیا ورنہ غرق ہو گیا ان کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ یہ خود کشتی نوح نہیں بنے، کس قرآن و حدیث نے ان کو کشتی نوح کہا ہے؟ یہ تو ان کی صرف تمنائیں ہیں اور بے جا اپنی تعریفات ہیں حقیقت کچھ اور ہے۔ ملا علی قاری کے چند الفاظ بھی ملاحظہ ہوں جو اس حدیث کی تشریح میں اُنہوں نے لکھے ہیں فرمایا: "وَتَوْضِيحُهُ أَنَّ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ السَّفِينَةَ كَالْخَوَارِجِ هَلَكَ مَعَ الْهَالِكِيْنَ فِيْ أَوَّلِ وَهْلَةٍ وَمَنْ دَخَلَهَا وَلَمْ يَهْتَدِ بِنُجُوْمِ الصَّحَابَةِ كَالرَّوَافِضِ ضَلَّ وَوَقَعَ فِيْ ظُلُمَاتٍ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا"۔ یعنی اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ جو لوگ اس کشتی میں نہیں بیٹھے وہ ہلاک ہو گئے؟ لیکن جو لوگ اہل بیت کی کشتی میں بیٹھ گئے مگر صحابہ کے ستاروں سے رہنمائی حاصل نہیں کی تو وہ بھی ایسے اندھیروں میں ڈوب گئے کہ نکلنا ممکن نہیں۔

(مؤرخہ ۲ رجب ۱۴۱۸ھ)

باب مناقب ازواج النبی ﷺ

ازواج مطہرات کے مناقب کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾. (الاحزاب: ۶)

ازواج مطہرات بیت سکنیٰ کی قسم اہل بیت میں داخل ہیں، صاحب مشکوۃ نے مناقب اہل بیت کے بعد مستقل باب میں ازواج مطہرات کا ذکر کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت سے خارج ہیں، اہل بیت کا پہلا مصداق تو ازواج مطہرات ہیں لیکن ازواج کے مناقب کا سلسلہ زیادہ لمبا تھا الگ احادیث تھیں اس لئے صاحب مشکوۃ نے اہتمام کے ساتھ الگ عنوان کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے کئی شادیاں کی تھیں اور اپنی امت کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے لہٰذا اس امت میں عورتوں کے حقوق کی وضاحت اور اس کا اہتمام تمام امتوں سے زیادہ ہے۔ حضرت عیسیٰ نے شادی نہیں کی تھی لہٰذا ان کے مذہب میں عورتوں کے حقوق کی وہ تفصیل نہیں مل سکتی، جو تفصیل حضور اکرم کی امت میں مل سکتی ہے۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور نام:

آنحضرت کی کل ازواج کی تعداد گیارہ تھی اور آپ کی وفات کے وقت ۹ بیویاں موجود تھیں، آپ کی تمام بیویاں گیارہ تھیں جن کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے حضور اکرم ﷺ کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا، ہجرت نبوی سے تین سال پہلے مکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۲) حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے مکہ میں آنحضرت ﷺ کا نکاح ہوا تھا ۵۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۰ھ میں ان سے آنحضرت کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور مدینہ میں یکم ہجری میں رخصتی ہوئی ۵۷ھ میں ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ (۴) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آنحضرت کا نکاح ۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا اور ۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آنحضرت کا نکاح ۳ھ میں ہوا چند ہی ماہ بعد ان کا انتقال ہوا۔ (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آپ کا نکاح ۴ھ میں ہوا اور حضرت ام سلمہ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا ایک قول کے مطابق ۶۲ھ میں ہوا۔ (۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آنحضرت کا نکاح ۵ھ میں ہوا اور ان کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا۔ (۸) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے ساتھ آنحضرت کا نکاح حبشہ میں نجاشی بادشاہ کے ذریعہ سے ہوا، نجاشی نے چار ہزار درہم دیکر نکاح پڑھایا ۴۴ھ میں ام حبیبہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (۹) حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، غزوۂ بنی المصطلق میں قید ہو کر آئیں ۶ھ میں یہ غزوہ ہوا، آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور ۶ھ میں ان سے نکاح کیا، ان کے خاندان کے سینکڑوں لوگ غلام تھے صحابہ کرام

نے سب کو آزاد کیا کہ یہ اب آنحضرت کے سسرال کے لوگ بن گئے ہیں ۵۶ھ میں حضرت جویریہ کا انتقال ہوا۔ (۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابن عباس کی خالہ تھیں ۷ھ میں آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا، مکہ و مدینہ کے درمیان وادی فاطمہ کے پاس مقام سرف میں نکاح ہوا، اسی جگہ میں شب زفاف ہوئی، اسی جگہ میں ان کا ۶۱ھ میں انتقال ہو گیا اور اسی جگہ میں برلب سڑک ان کی قبر بنی ہے بندۂ عاجز نے اس کی قبر کی زیارت کی ہے۔ (۱۱) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۷ھ میں غزوۂ خیبر میں قید ہوگئیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے خیبر سے واپسی پر راستے میں نکاح کیا ۵۲ھ میں ان کا انتقال ہوا ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے صرف دو یعنی خدیجۃ الکبریٰ اور زینب بنت خزیمہ کا انتقال آنحضرت کی موجودگی میں ہوا، باقی نو کا انتقال آنحضرت کے انتقال کے بعد ہوا۔ ازواج مطہرات کے علاوہ آنحضرت کی چار کنیزائیں بھی تھیں ان میں سے ایک کا نام حضرت ماریہ قبطیہ تھا، دوسری کا نام حضرت ریحانہ تھا اور دو اور تھیں۔

تعدادِ ازواج کی حکمت:

آنحضرت کی کثرت ازواج پر بھی اعداء اسلام اور ملحدین اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی زیادہ شادیاں کرنا دنیا کی محبت اور تعیش اور عیش و عشرت کی علامت ہے ایک نبی کے لئے یہ کیا مناسب ہے کہ اتنی زیادہ شادیاں کرے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جتنی شادیاں کی ہیں وہ نفسانی خواہش کے تحت نہیں تھیں بلکہ اس کے دیگر نیک مقاصد تھے، اگر آپ صرف خواہش نفس کے لئے شادیاں کرتے تو آپ ﷺ اپنی جوانی کی عمر میں پہلی شادی ایسی خاتون سے نہ کرتے جن کی عمر چالیس سال تھی اور دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں، پھر جب تک وہ زندہ تھیں آپ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد بھی آپ نے دوسری شادی ایک بیوہ خاتون سے کی یہاں تک کہ آپ کی گیارہ بیویوں میں سے صرف ایک زوجۂ محترمہ کنواری تھیں جس کا نام عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جوانی اور پیغمبرانہ طاقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اس سے بھی زیادہ شادیاں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کے چالیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی تھی اس کے باوجود آپ نے چند بیوہ خواتین کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھا یہ آپ کی بڑی قربانی تھی، یہود نا بہبود نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر تو اعتراض نہیں کیا جنہوں نے سو سو بیویوں کے ساتھ شادی کی تھی اور محمد عربی کی چند شادیوں پر اعتراض کرتے ہیں جبکہ عرب میں ان شادیوں کا عام رواج تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرب کے جس قبیلہ میں شادی کی وہ قبیلہ اسلام کے قریب ہوا اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عداوت میں کمی آگئی اور بہت سارے مسلمان ہو گئے، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے ان کے خاندان کے تین سو غلام آزاد کر دیئے گئے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک عظیم پیغمبر تھے، ان کی تعلیمات ہمہ گیر تھیں، گھریلو تعلیمات کو امت کے سامنے

پیش کرنے کے لئے ازواج مطہرات کی اشد ضرورت تھی تا کہ ازدواجی زندگی کے مخفی گوشوں سے متعلق عائلی شرعی نظام اور تدبیر منزل سے متعلق تمام پہلو باہر کے معاشرے تک آسانی سے پہنچ جائیں اور چونکہ یہ کام اسلامی نظام اور اس کے مسائل پر مشتمل بہت بڑا اور وسیع کام تھا جس کو ایک یا دو خواتین آسانی سے سرانجام نہیں دے سکتی تھیں اس لئے عقلی اور شرعی تقاضا تھا کہ اس کام کو سنبھالنے کے لئے خواتین کی اچھی خاصی ایک جماعت ہو، اس مقصد اور اس حکمت کے تحت آنحضرت ﷺ نے کئی شادیاں کیں اور الحمد للہ یہ کام بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچ گیا جبکہ اس پورے مبارک نظام سے عیسائی اور مسیحی اقوام محروم ہیں، ان کے ہاں نہ بیویوں کے حقوق کا کوئی تعین ہے اور نہ عورتوں سے متعلق حیض ونفاس اور طلاق ونکاح اور عدت ونفقاتِ زوجات کا کوئی معقول نظام ہے اس لئے کہ ان کے نبی حضرت عیسیٰ نے کوئی شادی نہیں کی تھی لہٰذا وہ اس نظام کا عملی نمونہ اپنی امت کے سامنے پیش نہیں کر سکتے تھے، تعلیمات کی حد تک کچھ ہوگا مگر آج وہ بھی عیسائیوں کے ہاتھ میں نہیں ہے اس لئے اُنہوں نے یہ قوانین خود اپنی طرف سے بنا لئے۔ ہم اپنے مبارک پیغمبر ﷺ کے ان مبارک طریقوں پر پوری دنیا کے سامنے فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

جہاں تک آپ کی تقلید ہے اسی حد تک سلیقۂ بشریت بشر کو ملتا ہے

الفصل الاول

خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

﴿۱﴾عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَاءِ هَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَاءِ هَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَشَارَ وَكِيْعٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مریم بنت عمران اپنی امت میں سب سے بہتر عورت ہیں اور خدیجہ بنت خویلد اپنی امت میں سب سے بہتر عورت ہیں۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں ابوکریب نے یہ بیان کیا کہ حضرت وکیع نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا کہ اس حدیث کے مطابق یہ دونوں خواتین اپنی امتوں میں زمین وآسمان کے درمیان کی تمام عورتوں دنیا بھر کی عورتوں سے افضل واشرف ہیں۔

توضیح: "خیر نسائها مریم" یہاں مضاف الیہ میں مؤنث کی ضمیر ہے جس کا مرجع پہلے نہیں ہے تو یہ اضمار قبل الذکر ہے، اس کا کیا جواب ہے؟ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے کلام سے اس کے دو جواب معلوم ہوتے ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ یہ ضمیر دنیا کی طرف راجع اور دنیا ان الفاظ میں سے ہے جس کی طرف اضمار قبل الذکر جائز ہے تو اصل عبارت اس طرح ہے: خیر نسآء الدنیا ای فی زمانها مریم، اپنے زمانے کی عورتوں میں حضرت مریم دنیا کی ساری عورتوں سے افضل تھیں۔ ملا علی قاری نے اس کے بعد دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ خیر نسائها خبر مقدم ہے اور مریم مبتدا موخر ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے "مریم خیر نسآء زمانها" اس طرح اضمار قبل الذکر کا اعتراض ختم ہو گیا۔ ملا علی قاری نے اس کو پسند کیا ہے۔ اس سے وہ سوال بھی ختم ہو گیا کہ حضرت مریم کو جب پوری دنیا کی عورتوں پر فضیلت دی گئی تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کہاں گئی؟ کیونکہ جب اپنے اپنے زمانے کی فضیلت کی بات ہوئی تو کوئی اعتراض نہ رہا۔ ملا علی قاری نے ان خواتین کے درمیان فضیلت کا فیصلہ ایک روایت سے بھی کیا ہے وہ روایت یہ ہے۔ "خَدِيْجَةُ خَيْرُ نِسَآءِ عَالَمِهَا وَمَرْيَمُ خَيْرُ نِسَآءِ عَالَمِهَا وَفَاطِمَةُ خَيْرُ نِسَآءِ عَالَمِهَا" (ترمذی ونسائی مرسلا) یعنی خدیجہ اپنے زمانے میں سب سے بہتر تھی، مریم اپنے زمانے میں سب عورتوں سے بہتر اور فاطمہ اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہے۔

"واَشَارَ وَكِيْعٌ اِلَى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" اس سے راوی نے اسی اشکال کو دور کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وکیع نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ضمیر آسمان وزمین یعنی دنیا اور زمانہ کی طرف لوٹتی ہے۔

﴿۲﴾وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتٰى جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْطَعَامٌ فَاِذَا اَتَتْکَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَاصَخَبَ فِيْهِ وَلَانَصَبَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! ابھی خدیجہ آرہی ہیں، ان کے ساتھ ایک برتن ہے جس میں سالن ہے یا کھانا ہے جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو آپ ان کے پروردگار کی طرف سے اور میری طرف سے بھی ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان کو جنت میں ایک محل کی خوش خبری سنا دیجئے جو خولدار موتی سے بنا ہے اور اس محل میں نہ شوروغل ہے نہ تکلیف وتھکان ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "قصب" ای لؤ لؤ مجوف واسع. کالقصر المنیف یعنی ایک عالیشان محل کی بشارت دیدو جو گول اور خولدار موتی کا بناہوا ہوگا۔ "لاصخب" چیخ وپکار اور شوروغل کو صخب کہتے ہیں۔ "ولا نصب" تعب وتکان کو نصب کہتے ہیں، یہ چیزیں وہاں نہیں ہونگی۔

﴿۳﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ وَمَارَاَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ تَكُنْ فِي الدُّنْيَا اِمْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةَ فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وُلْدٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں جتنی غیرت اور جتنا رشک میں حضرت خدیجہ سے کرتی تھی اتنا کسی بیوی سے نہیں، حالانکہ میں نے حضرت خدیجہ کو دیکھا بھی نہیں تھا البتہ آنحضرت ﷺ ان کو بہت یاد کرتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ بکری ذبح کرتے اور اس کے اعضاء کاٹ کر بوٹیاں بناتے پھر اس گوشت کو ان عورتوں کے ہاں بھجواتے جو حضرت خدیجہ کی سہیلیاں تھیں، اکثر اوقات میں آپ سے کہہ دیا کرتی تھی کہ آپ تو خدیجہ کے تئیں اس قدر شائستگی اور محبت کرتے ہیں جیسے دنیا میں ایک خدیجہ کے علاوہ خوبیوں والی اور کوئی عورت نہیں۔ آپ فرماتے وہ تو واقعی اس طرح کی تھیں اور ایسی تھیں اور پھر میری اولاد بھی تو انہی کے بطن سے ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "ماغرت" غیرت حمیت اور ذلت کے کاموں سے انکار کے معنی میں ہے۔ "ماغرت علی خدیجۃ" پہلے جملہ میں جو لفظ "ما" ہے وہ نفی کے معنی میں ہے اور دوسرے جملہ میں "ما" موصولہ یا مصدر یہ ہے "ای ما غرت مثل الذی غرتها اومثل غیرتی علیها" "صدائق" صدیقة کی جمع ہے، سہیلی کو کہتے ہیں۔

"انها کانت وکانت" یعنی خدیجہ ایسی ہی تھی، ان کا کیا کہنا تم جو کہہ رہی ہو خدیجہ ایسی ہی تھی، آنحضرت ﷺ اس جملہ کو تاکید کے لئے مکرر لائے ہیں ای کانت صوّامة قوامة محسنة مشفقة. "منها ولد" اس جملہ میں نفسیاتی انداز سے آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ کو جواب دیا ہے کہ جو کچھ بھی ہو خدیجہ سے میری اولاد ہے تمہارا تو کوئی بچہ بھی نہیں ہے، آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

﴿۴﴾وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاعَائِشُ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ يُقْرِئُکِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَيَرٰى مَالَا اَرٰى. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اورحضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! یہ جبرئیل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں، عائشہ نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ. حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرت ان کو دیکھ رہے تھے اور میں ان کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''هذا جبرائیل یقرئک السلام'' حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کے پہنچانے کا واسطہ بنے، یہ الگ مصلحت ہے اور حضرت جبرئیل سلام کرنے والے بنے یہ الگ فضیلت ہے حضرت خدیجہ کو جبرئیل نے سلام خود نہیں کیا بلکہ پیغام دیا اور حضرت عائشہ کو خود سلام کیا، ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل امین کو سلام کرنے کا حکم ملا ہوگا، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کا کتنا بلند مقام ہے۔ ''هُوَيَرٰى'' یعنی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ کچھ دیکھ پا رہے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

﴿۵﴾وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُکِ فِى الْمَنَامِ ثَلٰثَ لَيَالٍ يَجِیْءُ بِکِ الْمَلَکُ فِیْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِیْ هٰذِهِ اِمْرَاَتُکَ فَکَشَفْتُ عَنْ وَجْهِکِ الثَّوْبَ فَاِذَا اَنْتِ هِیَ فَقُلْتُ اِنْ يَّکُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ يُمْضِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: تین رات مسلسل تمہیں میرے خواب میں لایا گیا جس کی صورت یہ تھی کہ ایک فرشتہ نہایت شاندار ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر کو میرے سامنے لاتا اور مجھ سے کہتا کہ یہ تمہاری بیوی ہے اور جب میں (تصویر کا) پردہ اٹھا کر تمہارا چہرہ دیکھتا تو ہوبہو تمہارا چہرہ ہوتا تھا، پھر میں کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی اس کو پورا کرے گا یعنی اس معاملہ کو تکمیل تک وہی پہنچائے گا اور اس عورت سے میرے نکاح کے اسباب پیدا فرمادے گا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: ''اریتک'' یعنی تین رات مسلسل تم مجھے خواب میں دکھائی گئی۔ ''فی سرقة من حریر'' سرقة میں سین، را اور قاف تینوں حروف پر زبر ہے، ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ ''فقال لی'' یعنی فرشتہ نے مجھے بتایا کہ یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔ ''فاذا انت هی'' یعنی ایک تصویر مجھے ریشمی کپڑے میں لاکر دی گئی میں نے جب کپڑا کھولا تو وہ تصویر تیری ہی تھی۔ ''یمضه'' یعنی میں نے فرشتہ سے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پراگندہ خواب نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمائے گا اور یہ نکاح ہوجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دوفریق

﴿۶﴾ وَعَنهَا قَالَتْ اِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُم يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ اِنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيُهْدِهٖ اِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ فَاَرْسَلْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يٰبُنَيَّةُ اَ لَا تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاَحِبِّيْ هٰذِهٖ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ فِيْ بَابِ بَدْءِ الْخَلْقِ بِرِوَايَةِ اَبِيْ مُوْسٰى)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ وہ اپنے ہدیے اور تحائف اس دن پیش کریں جو عائشہ کی باری کا دن ہو اور اس سے ان کا مقصد صرف رسول اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی بیویاں دو ٹولیوں میں منقسم تھیں (اور ان میں سے ہر ٹولی یکساں مزاج یکساں رائے اور یکساں طرز معاشرت واختلاط رکھنے والی بیویوں پر مشتمل تھی) ایک ٹولی تو وہ تھی جس میں عائشہ، حفصہ، صفیہ، اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسری ٹولی وہ تھی جس میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں تھیں۔ پس ام سلمہ کی ٹولی نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات چیت کی اور ان سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ آپ لوگوں سے یہ فرمادیں کہ کوئی ہدیہ وتحفہ پیش کرنا چاہے وہ پیش کردے چاہے آپ کسی جگہ ہوں خواہ عائشہ کے گھر میں ہوں خواہ کسی اور بیوی کے گھر میں تاکہ عائشہ اور دوسری بیویوں کے درمیان سے امتیاز اٹھ جائے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی اور آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں تکلیف نہ پہنچاؤ! (تم شاید نہیں جانتی کہ) اس وقت میرے پاس وحی نہیں آتی جب میں کسی بیوی کے لحاف یا چادر میں ہوتا ہوں سوائے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں یارسول اللہ! میں اللہ کے حضور اس بات سے توبہ کرتی ہوں کہ آپ کو تکلیف پہنچاؤں! پھر ام سلمہ کی ٹولی کی عورتوں نے فاطمہ کو بلوایا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا چنانچہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بارے میں آپ سے گفتگو کی اور ہوسکتا ہے کہ وہ اس بات سے لاعلم ہی ہوں کہ اس سے پہلے ام سلمہ آنحضرت کی خدمت میں جاچکی ہیں اور آنحضرت ان کو کن الفاظ میں جواب دے چکے ہیں، بہرحال آنحضرت ﷺ نے فاطمہ کی گفتگو سن کران سے فرمایا: میری بیٹی! کیا تو اس سے محبت

نہیں رکھتی جس سے میں محبت رکھتا ہوں؟! فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت رکھو اور کسی ایسی بات کا ذکر نہ کرو جس سے عائشہ کو ناگواری ہو۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت انس کی رایت کردہ حدیث "فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الاطعمة" باب بدا الخلق میں ابو موسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی جا چکی ہے۔

توضیح: "یتحرون" تحری سوچ و بچار اور بہتر شئی کی جستجو کو کہتے ہیں، مراد انتظار ہے کہ عام لوگ اپنے تحفے تحائف بھیجنے میں حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے تاکہ آنحضرت کو زیادہ خوشی ہو۔ "حزبین" حزب گروہ اور فریق کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میلان طبع اور ہم مزاج ہونے کے اعتبار سے ازواج مطہرات کے دو فریق تھے، یہ کوئی عداوت اور حسد کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ دینی اور دنیوی فوائد کے حصول کے لئے خود بخود اس طرح تقسیم بن گئی تھی اور چونکہ ازواج مطہرات صفت بشریت سے متصف تھیں اور آپس میں سوکنیں تھیں تو اگر بشریت کوئی چیز ہے اور اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تو گھریلو نظام میں اس طرح دو فریق کا بننا کوئی عیب نہیں ہے چنانچہ فریق اول میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں ان میں حضرت عائشہ کی حیثیت نمایاں تھی اور فریق ثانی میں حضرت ام سلمہ، حضرت زینب، حضرت ام حبیبہ حضرت میمونہ اور حضرت جویریہ تھیں جن میں حضرت ام سلمہ ظاہری طور پر نمایاں تھیں مگر اصل بات حضرت زینب کے پاس ہوتی تھی۔

"وسائر نساء" سائر باقی اور دیگر کے معنی میں ہے، باقی ازواج مطہرات کی تعداد پانچ تھی لیکن دو فریقوں میں حضرت زینب بنت خزیمہ شریک نہیں تھیں ان کا انتقال بھی جلدی ہو چکا تھا لہٰذا یسائر نساء سے مراد فریق ثانی کی ازواج ہیں، اس حدیث کے ظاہر سے جو معلوم ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ تھا کہ لوگ اپنے ہدایا کو حضرت عائشہ کی باری کے ساتھ مختص نہ کریں کیونکہ اس میں باقی ازواج کی قدر و قیمت پر کچھ نہ کچھ اثر پڑ سکتا ہے ویسے احساس کمتری میں پڑنے کا خطرہ بھی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مفروضوں کو رد فرمایا اور حضرت عائشہ کی عظیم فضیلت بیان فرمائی کہ یہ اتنی پاکیزہ خاتون ہے کہ اس کے ساتھ ایک بستر میں ہوتے ہوئے مجھ پر وحی آتی ہے۔

❀❀❀❀❀

الفصل الثانی

دنیا کی خواتین میں افضل ترین خواتین

﴿۷﴾ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِّسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَاٰسِیَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں سے چار عورتوں کے مناقب وفضائل کا جان لینا تمہارے لئے کافی ہے اور وہ مریم بنت عمران یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، اور فرعون کی بیوی آسیہ۔ (ترمذی)

توضیح: "مریم" یہاں ایک مسئلہ اُس فضیلت کا ہے جو ساری دنیا کی عورتوں کے درمیان ہے کہ ان میں سب سے افضل کون ہے؟ پھر دوسرا مسئلہ اُس فضیلت کا ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے افضل کون ہے؟ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقایہ میں لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام جہاں کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت مریم اور حضرت فاطمہ ہیں اور ازواج مطہرات میں سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ ہیں پھر ان میں سے آپس میں کون زیادہ افضل ہیں تو ایک قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سب سے افضل ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنا بہتر ہے۔ صحیح بخاری ج ا ص ۵۳۲ کے حاشیہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ کے درمیان فضیلت میں اور پھر حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ کی فضیلت میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک نے تو مطلقاً حضرت فاطمہ کو افضل قرار دیا ہے، امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا عقیدہ اور اختیار کردہ قول یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت فاطمہ ہیں پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ ہیں، بخاری کے محشی نے کہا ہے کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں سکوت بہتر ہے کیونکہ یہاں کوئی قطعی دلیل نہیں ہے جو ہے وہ ظنیات ہیں جو متعارض ہیں لہٰذا فیصلہ مشکل ہے اس مسئلہ کو میں اس سے پہلے صفحہ ۴۷۹ پر بھی لکھا ہے ویسے افضل اور غیر افضل ایک نوع ہے اس کے تحت کئی افراد آسکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جنت میں حضرت مریم آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں گی۔

﴿۸﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِهَا فِیْ خِرْقَةٍ مِّنْ حَرِیْرٍ خَضْرَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَتُکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل سبز ریشمی کپڑے پر ان کی یعنی عائشہ کی تصویر رسول اللہ کو خواب میں دکھانے لائے اور کہا کہ یہ تمہاری بیوی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (ترمذی)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

﴿۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ لَهَا بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ اِنِّيْ اِبْنَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَاِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَاِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيْمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت صفیہ کو معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُن کو یہودی کی بیٹی کہا ہے تو وہ رونے لگیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے آئے تو وہ اس وقت بھی رو رہی تھیں، آپ نے ان سے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کے کہنے کا غم نہ کرو حقیقت تو یہ ہے کہ تم پیغمبر کی بیٹی ہو، تمہارا چچا بھی پیغمبر تھا اور اب تم ایک پیغمبر کی بیوی ہو، تو حفصہ کس چیز میں تجھ پر فخر کرتی ہے پھر آپ نے حفصہ کو متنبہ کیا کہ اے حفصہ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے! (ترمذی، نسائی)

توضیح: "بنت یہودی" حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آئیں تھیں، آپ نے انہیں آزاد کیا اور ازواج میں داخل فرمایا، سوکنوں میں آپس کی چشمک بہر حال ایک غیر اختیاری بشری معاملہ ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بنت یہودی کہہ دیا کیونکہ ان کا باپ حیی بن اخطب ایک مشہور سردار یہودی تھا جو حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھا جس طرح حضرت صفیہ اپنی ذات کے اعتبار سے ایک سردار خاندان کے معزز خاتون تھیں اسی طرح حضرت صفیہ دینی اعتبار سے بھی ایک جامع شخصیت کے مالکہ تھیں، حضرت حفصہ کے نسبی طعن دینے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کی دلجوئی اور خاطر داری کے لئے فرمایا کہ تیرے پاس تو وہ اعزازات ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں ہیں، تم ایک نبی ہارون کی بیٹی ہو دوسرے نبی موسیٰ کی بھتیجی ہو تیسرے نبی محمد کی بیوی ہو اب ان کا تم پر کس چیز میں فخر رہ گیا؟ کہتے ہیں کہ حضرت صفیہ سالن پکانے میں ہوشیار تھیں!

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

﴿۱۰﴾ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضِحْكِهَا فَقَالَتْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے سال ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو اپنے قریب بلایا اور ان سے چپکے چپکے کچھ

باتیں کیں تو وہ رونے لگیں، پھر آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ان سے اسی سرگوشی کے انداز میں باتیں کیں تو اب وہ ہنسنے لگیں جب حضور اکرم کا انتقال ہوگیا تو میں نے فاطمہ سے رونے اور ہنسنے کے بارے میں پوچھا تو فاطمہ نے بتایا کہ پہلے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے بارے میں مجھ کو آگاہ کیا تھا جس کو سنکر میں رونے لگی تھیں پھر آپ نے جب مجھ کو بتایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا جنت کی ساری عورتوں کی سردار ہوں تو ہنسنے لگی تھی۔ (ترمذی)

❀❀❀❀❀

الفصل الثالث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علمی مقام

﴿۱۱﴾ عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ قَالَ مَااِشْتَکَلَ عَلَیْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَائِشَۃَ اِلَّاوَجَدْنَا عِنْدَھَا مِنْہُ عِلْمًا. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَاحَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کسی حدیث یا دینی مسائل سے متعلق کسی بات میں کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حضرت عائشہ سے رجوع کرتے اور ہمیں اس حدیث یا مسئلہ سے متعلق کافی علم حضرت عائشہ سے مل جاتا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

﴿۱۲﴾ وَعَنْ مُوْسَی بْنِ طَلْحَۃَ قَالَ مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَۃَ.

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت موسیٰ بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(مورخہ ۱۳ رجب ۱۴۱۸ھ)

باب جامع المناقب

اجتماعی مناقب کا بیان

یعنی جس شخص کی جو بھی خوبی اور فضیلت ہوگی وہ اس باب میں بیان کی جائے گی چنانچہ کسی خاص تخصیص کے بغیر اس باب میں مہاجرین کی فضیلت کی بات ہوگی، انصار کی فضیلت کا بیان ہوگا، عشرہ مبشرہ اور خلفاء راشدین اور اہل بیت اور ازواج مطہرات اور دیگر مشہور صحابہ کا تذکرہ ہوگا گویا تمام صحابہ واہل بیت کے اجتماعی مناقب کا بیان ہے۔ یہ باب بہت لمبا ہے اور اس میں کل ستر احادیث جمع ہیں۔

الفصل الاول

عبداللہ بن عمر کی فضیلت

﴿۱﴾عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّ فِیْ یَدِیْ سَرَقَةً مِّنْ حَرِیْرٍ لَااَهْوِیْ بِهَا اِلٰی مَکَانٍ فِی الْجَنَّةِ اِلَّاطَارَتْ بِیْ اِلَیْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلٰی حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخَاکِ رَجُلٌ صَالِحٌ اَوْاِنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور میں ریشمی ٹکڑے کے ذریعہ جنت کے جس محل کی طرف بھی جانا چاہتا ہوں وہ ٹکڑا مجھ کو اڑا کر وہاں تک پہنچا دیتا ہے، پھر میں نے یہ خواب اپنی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا اور انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ تمہارا بھائی مرد صالح ہے یا یہ الفاظ فرمائے: حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ مرد صالح ہے۔ (بخاری ومسلم)

عبداللہ بن مسعود کی فضیلت

﴿۲﴾وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ اِنَّ اَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَّسَمْتًا وَهَدْیًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَابْنُ اُمِّ عَبْدٍ مِنْ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ بَیْتِهٖ اِلٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَیْهِ لَانَدْرِیْ مَایَصْنَعُ فِیْ اَهْلِهٖ اِذَا خَلَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ وقار اور میانہ روی اور حسن سیرت میں رسول کریم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے

والا آدمی ام عبد کا بیٹا ہے، اس وقت سے کہ اپنے گھر سے باہر آتے اور اس وقت تک کہ جب وہ اپنے گھر واپس جاتے گھر والوں کے درمیان یعنی گھر میں اہل وعیال کے ساتھ وہ کس حال میں رہتے یہ ہم کو معلوم نہیں۔ (بخاری)

توضیح: "اشبہ الناس" یعنی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ "دلّا" دال پر زبر ہے لام پر شد ہے اصل میں طریقہ خو اور عادت کو کہتے ہیں، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں سنجیدگی اور وقار کے معنی میں ہے۔ "سمتاً" سین پر زبر ہے میم ساکن ہے سیرت اور عادت کو کہتے ہیں مگر قاضی عیاض کے قول کے مطابق یہاں اس سے تمام اُمور میں میانہ روی مراد ہے۔

"ھدیاً" سیرت اور حالت اور ہدایت ورہنمائی کو کہتے ہیں، قاضی عیاض کے قول کے مطابق یہاں یہ لفظ حسن سیرت کے ساتھ راہ راست پر ٹھیک چلنے کے معنی میں ہے، شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ یہ تینوں الفاظ معنی ومفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں اور عام طور پر ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں۔ "لا بن ام عبد" حضرت عبداللہ بن مسعود کی والدہ کی کنیت ام عبد تھی، ابن ام عبد سے حضرت عبداللہ بن مسعود مراد ہیں۔ "لابن" کے لفظ میں لام ابتدائیہ تاکید کے لئے ہے۔ "من حین یخرج" یہ جار مجرور اس سے پہلے اشبہ کے لفظ کے ساتھ متعلق ہے اس جملہ سے حضرت حذیفہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان صفات میں آنحضرت ﷺ سے ان کی مشابہت اس وقت تک مسلسل جاری رہتی تھی جب تک وہ ہمارے سامنے ہوتے تھے اور جب تک وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوجاتے لیکن جب اپنے گھر میں داخل ہوجاتے اور خالی رہ جاتے تو اس کے بعد ہم نہیں جانتے کہ اپنے گھر کے اندر وہ کیسے رہتے؟ آیا اُنہیں صفات پر باقی رہتے تھے یا نہیں؟ یہ غیب کی بات ہے اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر ظاہری زندگی ان کی بہت ہی پاکیزہ اور نبی کے مشابہ تھی۔

﴿۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْیَمَنِ فَمَکَثْنَا حِیْنًا مَانُرٰی اِلَّااَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰی مِنْ دُخُوْلِہٖ وَدُخُوْلِ اُمِّہٖ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے مدینہ منورہ آئے تو یہاں دربار نبوت پر ایک عرصہ تک مقیم رہے، اس دوران ہم نے ہمیشہ یہی خیال کیا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گھر والوں میں سے ایک آدمی ہیں کیونکہ ہم ان کو اور ان کی والدہ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں وقت بے وقت آتے جاتے دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

وہ چار صحابہ جن سے قرآن سیکھنے کا حکم تھا

﴿۴﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْتَقْرِؤُا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَاُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن ان چار آدمیوں سے حاصل

کرواوران سے پڑھو عبداللہ ابن مسعود سے اور حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے اور ابی بن کعب سے اور معاذ بن جبل سے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن مسعود، عمار اور حذیفہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

﴿۵﴾ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا شَيْخٌ قَدْ جَآءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَآءِ قُلْتُ اِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ يَعْنِيْ عَمَّارًا اَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ يَعْنِيْ حُذَيْفَةَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں ملک شام پہنچا اور دمشق کی جامع مسجد میں حاضر ہوا تو وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور پھر میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھ کو نیک ہمنشین میسر فرما! پھر میں ایک جماعت میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اچانک ایک بزرگ آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ مشہور صحابی حضرت ابودرداء ہیں، میں یہ سن کر خوشی سے کھل اٹھا اور حضرت ابودرداء سے بولا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھ کو نیک ہمنشین میسر فرما اور اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا نیک ہمنشین مجھ کو میسر فرما دیا، یہ سن کر حضرت ابودرداء نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں اور وہیں سے آیا ہوں حضرت ابودرداء بولے کیا تمہارے ہاں ابن ام عبد یعنی ابن مسعود نہیں ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے اٹھاتے تھے اور تکیہ اور وضو کا لوٹا سنبھالتے تھے اور کیا تمہارے یہاں وہ صاحب نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی لسان مبارک کے ذریعہ شیطان سے پناہ وامان عطا کی ہے یعنی عمار اور کیا تمہارے یہاں وہ صاحب نہیں ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس راز کا محرم ہونے کا شرف حاصل ہے جس کو ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا یعنی حذیفہ۔ (بخاری)

توضیح: "من انت" ای من این انت آپ کہاں سے آئے ہو اور تم کون ہو؟ "اولیس فیکم" حضرت ابودرداء نے اپنے جواب میں اس سائل سے کہا کہ کوفہ میں اتنی بڑی ہستیاں موجود ہیں، ان کی موجودگی میں میری مجلس کو غنیمت سمجھنا سمجھ میں نہیں آتا، وہ تو بہت بڑے لوگ ہیں، تجھے ان سے فیض حاصل کرنا چاہئے، اس جواب میں متعلم کے لئے یہ ادب بتایا گیا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے گاؤں اور اپنے شہر کے بڑے عالم سے علم حاصل کرے اور پھر دوسری جگہ سفر کرے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

﴿۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَرَاَيْتُ امْرَاَةَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةً اَمَامِيْ فَاِذَا بِلَالٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابوطلحہ کی بیوی ام سلیم کو دیکھا، پھر میں نے اپنے آگے قدموں کی چاپ سنی تو کیا دیکھتا ہوں کہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں جو آگے جنت میں چلے جارہے ہیں۔ (مسلم)

کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے

﴿۷﴾وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَايَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْنَا قَالَ وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَاتَطْرُدِالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم چھ آدمی تھے، مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ تم ان لوگوں کو دور رکھو تاکہ یہ لوگ ہم پر جری اور دلیر نہ ہو جائیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھ آدمیوں میں ایک تو میں تھا، ایک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، ایک شخص قبیلہ ہذیل کا تھا اور دو آدمی اور تھے جن کے نام میں نہیں بتاتا۔ بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہا کہ آئے، پھر آپ نے اس بارے میں سوچا ہی تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿ولا تطرد الذين الخ﴾ یعنی ان لوگوں کو نہ ہٹائیے جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے اور پکارتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد اپنے رب کی خوشنودی چاہنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ (مسلم)

توضیح: "اطرد" امر کا صیغہ ہے بھگانے کے معنی میں ہے۔ "لایجترؤن" یعنی آپ کی نشست میں اگر یہ لوگ ہوں اور ہم آپ سے ایمان سے متعلق گفتگو کریں تو یہ لوگ بھی باتیں کریں گے، اگر باتیں نہ بھی کریں تب بھی نشست میں ہمارے برابر بیٹھے ہوں گے، ہم نہیں چاہتے کہ یہ حقیر لوگ ہم سے کلام کرنے یا نشست میں ایک ساتھ بیٹھنے کی جرأت کریں۔

"ورجلان لست اسميهما" یعنی دو آدمی اور بھی تھے مگر میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا ہو، علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو آدمی حضرت خباب اور حضرت عمار تھے، حضرت سعد نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان کے نام لینے سے گریز فرمایا۔

"فحدث" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں یہ خیال گذرا کہ اگر ان فقراء کے ہٹانے اور بھگانے سے قریش کے سردار مسلمان ہو سکتے ہیں تو کیا ان کو مجلس سے الگ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس موقع پر قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں ﴿ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه الخ﴾.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش آوازی

﴿۸﴾وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَااَبَامُوْسٰى لَقَدْ اُعْطِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابوموسیٰ! تمہیں ایسی خوش آوزی عطا کی گئی ہے جو داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "مزمار" اصل میں مزمار گانے کے اس ساز کو کہتے ہیں جو بانسری دف اور طنبور کے ساتھ ہو مگر یہاں صرف خوش الحانی اور خوش آوازی مراد ہے جس کو اردو میں لے کہتے ہیں۔ "من آل داؤد" اس جملہ میں لفظ ال زائد ہے جس کو مقحم کہتے ہیں زائد اس لئے ہے کہ خوش آوازی اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو دی تھی ال داؤد کو نہیں دی تھی۔

حفاظ قرآن صحابہ

﴿۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَبُوْزَيْدٍ قِيْلَ لِاَنَسٍ مَنْ اَبُوْزَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِىْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جن چار صحابہ نے قرآن کو جمع کیا یعنی پورا قرآن حفظ یاد کیا وہ ہیں، ابی بن کعب معاذ بن جبل زید بن ثابت اور ابوزید، حضرت انس سے پوچھا گیا کہ ابوزید کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا میرے ایک چچا ہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "جمع القرآن" یعنی قرآن کو مکمل طور پر جس نے حفظ کیا تھا وہ چار آدمی تھے یہ کسی خاص شہرت کی وجہ سے کہا گیا ہے ورنہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کی بڑی تعداد قرآن کریم کے حافظ تھے اس کلام میں حصر بھی نہیں ہے اور نہ اس کا مفہوم مخالف لیا جاسکتا ہے کہ اور کوئی حافظ نہیں تھا، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جن ستر صحابہ اور قراء کو بیر معونہ میں شہید کیا گیا تھا وہ حفاظ قرآن تھے جنگ یمامہ میں سینکڑوں صحابہ حافظ قرآن شہید ہوئے تھے نیز خلفاء راشدین حافظ قرآن تھے لہٰذا یہاں حصر نہیں ہے۔ "عمومتی" عم کی طرف منسوب ہے مراد چچا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر کی فضیلت

﴿۱۰﴾ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِىْ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَايُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْابِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمْرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا ہجرت کرنا، اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے جذبہ کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں رکھتا تھا، چنانچہ ہمارے اس عمل کا اجر وثواب اللہ کے نزدیک ثابت وقائم ہوگیا۔ پھر

ہم میں سے بعض لوگ تو وہ ہیں جو کوئی بھی اجر وانعام پائے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے جن میں سے ایک مصعب بن عمیر ہیں، وہ احد کے دن شہید ہوئے اور ان کے لئے کوئی ایسا کپڑا بھی میسر نہ ہوا جس میں ان کو کفنایا جاتا، ان کے جسم پر چیتے کی کھال جیسی سپید وسیاہ دھاریوں والی صرف ایک چادر تھی جب ہم مصعب کے سر کو ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور ان کے پاؤں کو ڈھانکتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: کملی سے سر کی طرف کو ڈھانک دو اور پاؤں پر اِذخر ڈال دو اور ہم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جن کا پھل پختہ ہو گیا اور وہ اس پھل کو چن رہے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اینعت" باب افعال سے ایناع پھلوں کے پکنے کو کہتے ہیں، مراد فوائد اور منافع کا حصول ہے "یھدبھا" ضرب اور نصر سے پھلوں کے توڑنے اور چن چن کر کاٹنے کو کہتے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر قریشی، عبدری، اکابر صحابہ میں سے ہیں، بالکل ابتداء میں اسلام قبول کیا تھا حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف فرمائی آنحضرت ﷺ کے حکم سے مدینہ گئے اور وہاں دین اسلام پھیلایا آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ مکہ میں شاہانہ لباس پہنا کرتے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد فقیرانہ زندگی اختیار فرمائی۔ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کے دفاع میں کھڑے تھے کہ شہید ہو گئے۔ "الاذخر" یہ ایک قسم گھاس ہے جس کو لوہار اپنی بھٹی میں رکھ کر کوئلے میں آگ بھڑکاتا ہے، لوگ قبروں میں مردوں کے نیچے رکھتے ہیں اور مسجدوں میں نمازیوں کے لئے ڈالتے ہیں پشتو میں اس کو "بروزہ" کہتے ہیں شاید وہی ہو کالا ڈھا کہ میں اس گھاس کو میں نے دیکھا ہے یہ "بروزہ" کے مشابہ ایک قسم گھاس ہے (از راقم)۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۱۱﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا سعد بن معاذ کے مرنے پر عرش ہل گیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سعد بن معاذ کے مرنے پر رحمٰن کا عرش ہل گیا۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اهتز عرش الرحمن" اهتزاز ہلنے اور جھومنے کو کہتے ہیں، حضرت سعد بن معاذ کی شہادت پر عرش خوشی سے جھومنے لگا کہ اب سعد کی مبارک روح اوپر آسمانوں میں آئے گی، اس سے حضرت سعد کی بڑی شان معلوم ہوتی ہے یہ انصار کے سردار تھے جنگ خندق میں ان کو تیر لگا تھا بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ حضرت سعد بن معاذ ہی نے کیا تھا ۵ھ میں شہید ہو گئے اور بقیع غرقد میں دفن کئے گئے ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے آگئے تھے۔

﴿۱۲﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهُ يَمَسُّوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَاَلْيَنُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ریشمی کپڑے کا جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ کے صحابہ اس جوڑے پر ہاتھ پھیر پھیر کر اس کی نرمی اور ملائمت پر تعجب اور حیرانی کا اظہار کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم اس کپڑے کی نرمی اور ملائمت پر کیا تعجب کر رہے ہو؟ جنت میں سعد بن معاذ کو جو رومال ملے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ نرم اور ملائم ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور اکرم ﷺ کی دُعا

﴿۱۳﴾ وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّهَا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسٌ خَادِمُكَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰهِ اِنَّ مَالِيْ لَكَثِيْرٌ وَاِنَّ وَلَدِيْ وَوَلَدَ وَلَدِيْ لَيَتَعَادُّوْنَ عَلٰى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ام سلیم سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ انس ہے جس کو آپ کا خادم بنا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر رہی ہوں۔ اس کے لئے دعا فرما دیجئے۔ آپ نے یہ دعا فرمائی خدایا اس کے مال کو زیادہ کر، اس کی اولاد کو بڑھا اور جو نعمتیں تو نے اس کو عطا کی ہیں ان میں برکت دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا مال نہایت بہتات اور نہایت برکت کے ساتھ ہے۔ اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد آج شمار میں سو سے کچھ زیادہ ہیں۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "لیتعادون" تجاوز کے معنی میں ہے۔ "علی نحو المأۃ الیوم" یعنی آج میری اولاد ایک سو سے کچھ زائد ہیں، حضرت انس نے جس وقت یہ تعداد بتائی ہے اس کے بعد بھی ان کی اولاد کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ وہ ایک روایت میں خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو صلبی اولاد عطا فرمائی ہے ان کی تعداد ایک سو پچیس ہے اس کے علاوہ دو بچیاں ہیں ایک اور روایت میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ بصرہ میں حجاج بن یوسف کی آمد سے پہلے پہلے میں نے اپنی اولاد میں سے ۱۲۰ کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا تھا اور مال کی کثرت کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ پھلوں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ میرے باغات سال میں دو دفعہ پھل دیتے تھے۔ حضرت انس کی اولاد کی تعداد بیان کرنے میں راویوں کے درمیان اختلاف ہے اس لئے پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۱۴﴾ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ مَاسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں کہ جو زمین پر چلتا ہو نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "یمشی علی وجہ الارض" یعنی جو اس وقت زندہ ہو اور زمین کی سطح پر زندہ چلتا پھرتا ہو۔ "الا لعبداللہ بن سلام" یعنی عبداللہ بن سلام کے علاوہ زندہ و تابندہ چلتا پھرتا کوئی آدمی اس وقت نہیں ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی ہو۔ یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے علاوہ بہت سارے صحابہ ایسے ہیں جن کو جنت کی بشارت ان کی زندگی میں دی گئی تھی، خاص کر عشرہ مبشرہ تو مشہور ہیں تو حضرت سعد نے عبداللہ بن سلام میں حصر کر کے دوسروں کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید اس وقت عشرہ مبشرہ کو جنت کی بشارت نہیں ملی تھی اور عبداللہ بن سلام کو مل گئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام کی جنت کی بشارت اجمالی اور استنباطی ہے، یہ عشرہ مبشرہ کی طرح صریحی بشارت نہیں ہے ساتھ میں آنے والی حدیث کے قصہ میں استنباطی بشارت کی تفصیل ہے لہٰذا عشرہ مبشرہ کی بشارت سے تعارض نہیں ہے۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد نے اپنی سماعت کی نفی کی ہے، اس سے دیگر کی بشارت کی نفی نہیں ہوسکتی۔

﴿۱۵﴾ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى وَجْهِهٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّكَ حِيْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَايَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ مَالَايَعْلَمُ فَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَاَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ كَاَنِّيْ فِيْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسْطُهَا عَمُوْدٌ مِنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهٗ فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِي السَّمَآءِ فِيْ اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لِيْ اِرْقَهْ فَقُلْتُ لَااَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِيْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ مِنْ خَلْفِيْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِيْ اَعْلَاهُ فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ اِسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ اَلْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ، اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَي الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے جن کے چہرہ سے خشوع ظاہر تھا۔ بعض نے کہا یہ صاحب جنتی ہیں، پھر ان صاحب نے دو رکعت نماز پڑھی اور دونوں رکعتیں ہلکی مختصر پڑھیں اور پھر مسجد سے چلے گئے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا اور ان سے بولا کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو بعض لوگوں نے کہا تھا کہ یہ صاحب جنتی ہیں ان صاحب نے کہا بخدا کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس بات کو کہے جس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور وہ خواب میں نے حضور کے سامنے بیان کیا تھا کشادگی اور تروتازگی وشادابی کا ذکر کیا اور اس باغ کے بیچوں بیچ لوہے کا ایک ستون ہے کہ جس کا نیچے کا سرا زمین کے اندر ہے اور اس کے اوپر کا سرا آسمان میں ہے اور اس ستون کے اوپر ایک حلقہ ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اوپر چڑھو! میں نے کہا میں چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا، تب ایک خادم میرے پاس آیا جس نے پیچھے سے میرے کپڑے اٹھائے اور میں اوپر چڑھنے لگا،

یہاں تک کہ میں اس ستون کی آخری بلندی تک پہنچ گیا اور اس حلقہ کو پکڑ لیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ اس حلقہ کو مضبوط پکڑے رہنا اور پھر میری آنکھ کھل گئی اس حال میں کہ وہ حلقہ میرے ہاتھ میں تھا جب نبی کریم ﷺ کے سامنے میں نے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا وہ باغ دین اسلام ہے اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ عروۃ الوثقی ہے۔ پس تم اپنی زندگی کے آخری لحہ تک اسلام پر ثابت قدم رہو گے اور وہ صاحب حضرت عبداللہ بن سلام تھے۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اثر الخشوع" یعنی تقویٰ اور خوف خدا کا اثر نمایاں تھا۔ "تجوز فیھا" یعنی اختصار کے ساتھ جلدی جلدی دو رکعت نماز پڑھ لی۔ "ماینبغی" یعنی کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ آخرت کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کرے کہ فلاں شخص جنتی ہے یا دوزخی ہے یہ اس کے علم سے باہر ہے۔ "عروۃ" دستے کو کہتے ہیں یعنی اس ستون کے اوپر کے حصہ میں ایک دستہ کڑا اور حلقہ تھا۔ "ارقہ" یعنی اس ستون پر چڑھ جا۔ یہ سمع یسمع سے امر کا صیغہ ہے اور ہا سکتہ کے لئے ہے یا ہا ضمیر ہے جو عمود کی طرف لوٹتی ہے۔ "منصف" میم پر زیر ہے نون ساکن اور صاد پر زبر ہے نو عمر نوجوان غلام کو کہا جاتا ہے۔

خطیب صحابہ ثابت بن قیس کی فضیلت

﴿۱۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ مَاشَاْنُ ثَابِتٍ اَيَشْتَكِيْ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس انصار کے خطیب تھے جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿یاایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی﴾ تو ثابت اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آنا جانا بند کر دیا، پس نبی کریم ﷺ نے سعد بن معاذ سے پوچھا کہ ثابت کو کیا ہوا کیا وہ بیمار ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ جب ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے رسول کریم ﷺ کے الفاظ نقل کئے تو ثابت نے کہا کہ یہ آیت ﴿یاایھا الذین الخ﴾ نازل ہوئی اور تم جانتے ہی ہو کہ تم میں سے سب سے زیادہ میری ہی آواز رسول کریم ﷺ کی آواز سے بلند ہے لہٰذا میں تو دوزخی ہوں، سعد نے آکر نبی کریم ﷺ سے ثابت کے الفاظ نقل کئے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ثابت تو جنتی ہے۔ (مسلم)

توضیح: ثابت بن قیس بن شماس خطیب صحابہ تھے طبعی طور پر ان کی آواز بلند تھی لہجہ بھی بھاری تھا اس لئے اس آیت کے نزول کے بعد آپ گھبرا گئے اور گھر میں بیٹھ گئے کہ میں تو تباہ ہو گیا اس پر آنحضرت ﷺ نے جنت کی بشارت سنا دی، اس

حدیث میں بظاہر یہ اشکال ہے کہ حضرت معاذ جو اس حدیث کے راوی ہیں ۵ھ میں وفات پا چکے تھے اور یہ آیت ۹ھ میں نازل ہوئی ہے تو اس واقعہ کو وہ کیسے بیان کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا یہ ٹکڑا پہلے نازل ہو گیا تھا اور ﴿یا ایھا الذین امنوا لاتقدموا الخ﴾ جو حصہ ہے وہ اس کے بعد نو ہجری میں نازل ہوا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۱۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالُوْا مَنْ هٰؤُلَاءِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ.وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْكَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک سورۂ جمعہ نازل ہوئی اور جب یہ آیت آئی ﴿و آخرین منهم لمایلحقوا بهم﴾ (اور ان میں کچھ دوسرے لوگ وہ ہیں جو ابھی ان سے آ کر نہیں ملے ہیں) تو صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو بلاشبہ ان لوگوں میں کتنے ہی اس کو پالیتے اور حاصل کرتے۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "اذ نزلت" یعنی سورت جمعہ کی آیت نمبر ۳ جب نازل ہوئی جس میں آئندہ آنے والے لوگوں کو صحابۂ کرام کی صفات میں شامل کیا گیا ہے پوری آیت اس طرح ہے ﴿واخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم﴾ اس پر صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے جن کو ہماری صفات میں شامل کیا گیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی اولاد میں سے یہ لوگ ہوں گے۔ "الثریا" کہکشاں ستاروں کو ثریا کہتے ہیں بلندی میں اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی فارس کے ایک شہر "رامہرمز" کے باشندوں سے تعلق رکھتے تھے مذہباً مجوسی تھے ان کا باپ بڑا جاگیردار اور آتشکدۂ ایران کا نگران تھا ان کا اسلامی نام سلمان ہے اور کنیت ابو عبداللہ ہے باپ کے مذہب سے نفرت تھی بھاگ گئے اور یہودی بن گئے پھر عیسائی ہو گئے تلاش حق میں اپنے عیسائی استاد سے معلومات کرتے رہے۔ اس نے ان سے کہا کہ اب ہدایت دنیا سے رخصت ہو گئی ہے، ہدایت کا نیا مینار حجاز سے روشن ہو گا تم مدینہ چلے جاؤ اور وہاں نبی آخر زمان کی آمد کا انتظار کرو ان کی نبوت کی نشانی ایک تو مہر ختم نبوت ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ وہ صدقہ قبول نہیں کرے گا مدینہ روانہ ہوتے ہوئے راستہ میں چند ظالموں نے ان کو پکڑ لیا اور غلام بنا دیا اور لا کر مدینہ کے یہود پر فروخت کر لیا خود فرماتے ہیں کہ میں دس آقاؤں کے ہاتھوں میں فروخت ہو کر بدلتا رہا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل بیت میں شامل کیا وہ اپنے

آپ کوسلمان الاسلام کہتے تھے حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے صدقہ لائے حضرت نے خودنہیں کھایا صحابہ کو کھلایا دوسرے دن تحفہ لائے حضور نے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا سلمان فارسی نے مہر نبوت بھی دیکھ لی تو مسلمان ہو گئے ان کے آقا یہودی نے ان کو مکاتب بنایا مگر بدل کتابت یہ رکھا کہ کھجور کے سو درخت لگاؤ جب اس میں پھل آ جائے تم آزاد ہو گے۔اس پرتو بڑا عرصہ لگتا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے درخت لگائے تو ایک سال میں پھل آ گیا اور سلمان آزاد ہو گئے کہتے ہیں کہ ان کی پوری عمر تین سو سال تھی انہوں نے حضرت عیسیٰ کے ایک صحابی حواری کو بھی دیکھا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ ڈھائی سو سال کی عمر میں مدائن میں وفات پائی ہے۔

﴿۱۸﴾وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا يَعْنِيْ اَبَاهُرَيْرَةَ وَاُمَّهُ اِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْ اِلَيْهِمَا الْمُؤْمِنِيْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے دعافرمائی اے اللہ! اپنے اس چھوٹے بندے یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کواوراس کی ماں کو اپنے مؤمن بندوں کا محبوب بنا اور اہل ایمان کوان کا محبوب بنادے۔ (مسلم)

کمزور مسلمانوں کی شان

﴿۱۹﴾وَعَنْ عَائِذِبْنِ عَمْرٍو اَنَّ اَبَاسُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَّبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَااَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ يَااَبَابَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ يَااِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ قَالُوْا لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَااَخِيْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان، صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صہیب رومی اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرے تو ان تینوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے ادائے حق میں اس دشمن خدا کی گردن ابھی نہیں اڑائی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے! تم قریش کے اس بڑے آدمی کے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہو جو اپنی قوم کا سردار بھی ہے۔پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوبکر! تم نے شاید ان تینوں کو ناراض کر دیا ہے اور اگر تم نے ان کو ناراض کیا ہے تو خدا کی قسم! تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان تینوں کے پاس آئے اور بولے اے میرے بھائیو! کیا تم مجھ سے غصہ اور ناراض ہو گئے ہو؟ ان تینوں نے جواب دیا نہیں، اے میرے بھائی۔اللہ آپ کو معاف کرے۔ (مسلم)

توضیح: "ما اخذت سیوف اللّٰہ" یعنی مسلمانوں کے ہاتھوں میں جو اللہ تعالیٰ کی تلواریں جہاد کے لئے تیار ہیں کیا اب تک ان تلواروں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوسفیان کی گردن نہیں اُڑائی؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات اس وقت فرمائی جب

کہ ابوسفیان مکہ مکرمہ سے صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ منورہ آیا تھا اس وقت ابوسفیان مسلمان نہیں ہوا تھا اس وقت ان فقیروں نے جذبۂ جہاد کے تحت یہ جملہ کہہ دیا اس پر حضرت ابوبکر نے ناراضگی کا اظہار کیا اور پھر جا کر حضور اکرم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے ان درویشوں اور غریبوں کو ناراض کیا ہے تو یاد رکھو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے اس پر صدیق اکبران کے پاس گئے اور معذرت کر کے معافی مانگی اُنہوں نے صدق دل سے معاف کر دیا اس سے ان خاک نشینوں کی شان واضح ہوگئی! سچ ہے:

اس دور میں کچھ خاک نشینوں کی بدولت باقی اسلام کی عظمت کا نشان ہے

کئی احادیث میں انصار کی فضیلت

﴿۲۰﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایمان کی نشانی انصار سے محبت رکھنا اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (بخاری ومسلم)

﴿۲۱﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْاَنْصَارُ لَايُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَايُبْغِضُهُمْ اِلَّامُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ انصار سے وہی محبت رکھتا ہے جو مؤمن ہے اور انصار سے وہی شخص عداوت و دشمنی رکھتا ہے جو منافق ہے پس جو شخص انصار کو محبوب رکھے گا اللہ اس کو محبوب رکھے گا اور جو شخص انصار سے دشمنی رکھے گا اللہ اس سے دشمنی رکھے گا۔ (بخاری ومسلم)

﴿۲۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ.مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِي رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ اَلْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُمِنْ دِمَائِهِمْ فَحُدِّثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ اَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاحَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ فَقَالَ فُقَهَاءُهُمْ اَمَّا ذَوُوْا رَأْيِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا اُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيْثَةٌ اَسْنَانُهُمْ قَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَدَعُ الْاَنْصَارَ وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثِيْ

عَهْدٍ بِكُفْرٍ اَتَأَلَّفُهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ اِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار کے بعض لوگوں نے اس وقت شکوہ کا اظہار کیا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قبیلہ ہوازن کا وہ مال غنیمت عطا کیا جو عطا کرنا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کئی لوگوں کو سو سو اونٹ دینا شروع کئے۔ چنانچہ انصار میں سے بعض لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشے آپ قریش کو تو عطا کر رہے ہیں اور ہم کو نہیں دے رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے؟ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں جب ان لوگوں کا شکوہ لایا گیا تو آپ نے ان تمام انصار کو بلا بھیجا اور ان کو اپنے اس خیمہ میں جمع کیا جو چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ ان کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں بلایا گیا تھا۔ جب سب انصار جمع ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا وہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھ کو پہنچائی گئی ہے؟ ان (انصار) میں جو عقل مند و دانا لوگ تھے وہ بولے: یا رسول اللہ! ہم میں عقلمند اور ذی رائے لوگوں نے کچھ نہیں کہا، ہاں! ہم میں سے کچھ نوعمر اور نوجوان لوگوں نے یہ بات ضرور کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشے! آپ قریش کو تو (اتنا زیادہ) عطا کر رہے ہیں اور ہم انصار کو (زیادہ) نہیں دے رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ابھی ابھی کافر تھے انہی کو میں دے رہا ہوں، ان کا دل ملاتا ہوں (اس کے علاوہ اور کوئی مقصد یا جذبہ کار فرما نہیں) اور اے انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال واسباب لے کر یہاں سے لوٹیں اور تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے مکانوں کو واپس جاؤ۔ انصار بول اٹھے: ہاں یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: جنگ حنین میں مال غنیمت میں نقد اموال کے علاوہ چالیس ہزار بکریاں ملی تھیں اور پھر چوبیس ہزار اونٹ ہاتھ لگے تھے اور چھ ہزار آدمی گرفتار ہو گئے تھے **جعرانہ** مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مال کو تقسیم کیا تو بعض نو مسلم قریش کو آپ نے بہت کچھ دیا، ابو سفیان کو ایک سو اونٹ دیئے اس نے اپنے بیٹے معاویہ کے لئے مانگا تو آپ نے سو اونٹ مزید دیئے، پھر اس نے دوسرے بیٹے کے لئے مانگا تو آپ نے سو اونٹ ان کو مزید دیئے، جب انصار کے نوجوان مجاہدین نے یہ شفقت اور مہربانی دیکھی تو حیران رہ گئے کہ جن لوگوں کے خون سے ہماری تلواریں رنگین ہیں ابھی خشک بھی نہیں ہوئیں اور آنحضرت ہمیں چھوڑ کر ان پر احسان فرما رہے ہیں یہ شکایت آنحضرت تک پہنچی تو آپ نے سب کو ایک جگہ اکٹھا فرمایا اور ایک بلیغ خطبہ دیا اور حقیقت حال کو واضح کیا، اس پر انصار دھاڑیں مار مار کر روئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بھی بتایا کہ تمہارے اوپر دوسروں کو ترجیح آئندہ بھی دی جائے گی مگر تم صبر کرو یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو، انصار سے متعلق احادیث میں اس خطبہ کے کچھ کچھ جملے بعد آتے رہیں گے عجیب خطبہ ہے۔

﴿۲۳﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْاَنْصَارِ

وَلَوْسَلَکَ النَّاسُ وَادِیًا وَسَلَکَتِ الْاَنْصَارُ وَادِیًا اَوْشِعْبًا لَسَلَکْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهَا اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا، اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسرے راستہ پر چلیں یا یہ فرمایا کہ کسی اور انصار دوسری پہاڑی، درہ میں چلیں تو میں اسی راستہ پر یا اسی پہاڑی، درہ میں چلوں گا جو جماعت انصار کا راستہ ہے۔ انصار تو شعار کے مانند ہیں اور دوسرے لوگ دثار کے مانند! تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر بلا استحقاق فضیلت دی جائے گی تو تم صبر کئے رہنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر آ کر ملو۔ (بخاری)

توضیح: اس حدیث میں بھی اسی بلیغ خطبہ کے چند جملے ہیں۔ "شعبا" شعب گھاٹی کو کہتے ہیں اس کی جمع شعوب ہے۔ "شعار" یہ شعر سے ہے بالوں کو کہتے ہیں۔ جسم کے بالوں سے لگا ہوا کپڑا مراد ہے جو عموماً بنیان ہوتا ہے یا قمیض ہوتی ہے "دثار" یہ دثر سے ہے، موٹے کپڑے کو کہتے ہیں جو عام کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے جیسے کوٹ، واسکٹ چادر وغیرہ، اس کلام کا مقصد ہے کہ انصار قرب ومنزلت کے اعتبار سے آنحضرت کو سب سے زیادہ قریب ہیں گویا انصار حضور اکرم ﷺ کے دل گردے ہیں اور باقی لوگ ظاہری اعضا کی مانند ہیں۔

﴿۲۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَلْقَی السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ اَخَذَتْهُ رَاْفَۃٌ بِعَشِیْرَتِهٖ وَرَغْبَۃٌ فِیْ قَرْیَتِهٖ وَنَزَلَ الْوَحْیُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُمْ اَمَّا الرَّجُلُ اَخَذَتْهُ رَاْفَۃٌ بِعَشِیْرَتِهٖ وَرَغْبَۃٌ فِیْ قَرْیَتِهٖ کَلَّا اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ هَاجَرْتُ اِلَی اللّٰهِ وَاِلَیْکُمْ اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا قُلْنَا اِلَّاضِنًّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُصَدِّقَانِکُمْ وَیُعْذِرَانِکُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ہم لوگ رسول کریم ﷺ کی معیت میں تھے، آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ مشرکین میں سے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے وہ امن میں ہے، انصار کہنے لگے کہ اس شخص (یعنی آنحضرت) پر اپنی قوم کے تئیں مروت ومہربانی اور اپنی بستی والوں کے تئیں رغبت وچاہت کا جذبہ غالب آ گیا چنانچہ رسول کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: تم نے یہ کہا ہے کہ اس شخص پر اپنی قوم کے تئیں مروت ومہربانی اور اپنی بستی والوں کے تئیں رغبت وچاہت کا جذبہ غالب آ گیا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے! حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے، اب تو زندگی بھی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے، ان انصار نے عرض کیا بخدا! ہم نے یہ بات صرف اس لئے کہی کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے پر وس پر ہم کو بخل تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہیں راست گو مانتے ہیں

اور تمہاری یہ معذرت قبول کرتے ہیں۔ (مسلم)

توضیح: "یوم الفتح" اس سے فتح مکہ کا دن مراد ہے۔ "دار ابی سفیان" ۸ھ میں نبی اکرم ﷺ اپنے دس ہزار مجاہد صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لئے تشریف لائے، ابوسفیان کو اندازہ تھا کہ اہل مکہ مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ صلح کی غرض سے مذاکرات کے لئے اور اپنی قوم قریش کو بچانے کے لئے آنحضرت کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت عباس نے ان کو آنحضرت کی اونٹنی پر سوار کرایا اور مکہ کے قریب ایک جگہ مرّ الظهران تک اس کو لے گئے جہاں حضور اکرم ﷺ نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ جب ابوسفیان نے زبانی طور پر اسلام قبول کر لیا تو حضرت عباس نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ شخص جاہ پسند ہے قوم کا لیڈر بھی ہے اس کو کچھ اعزاز دیدیں تاکہ یہ اپنی قوم کو بتا سکے کہ ان کے بچاؤ کے لئے ابوسفیان نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے اسی موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا "من دخل دار ابی سفیان فهو آمن" یعنی جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہوگا، ابوسفیان نے کہا یہ امن کافی نہیں ہے میرے گھر میں میری پوری قوم کہاں سما سکتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے، ابوسفیان نے کہا کہ مسجد حرام میں بھی سارے لوگ نہیں آسکتے ہیں تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "من اغلق علیه الباب فهو امن" یعنی جس نے گھر اک دروازہ بند کیا وہ امن میں ہے جس نے ہتھیار پھینک دیا وہ امن میں ہے تب ابوسفیان نے کہا کہ ہاں یہ امن مکمل ہے۔ اس پر انصار نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو قومی اور خاندانی اور معاشرتی محبت نے پکڑ لیا اب ہم رہ گئے، حضور اکرم ﷺ اپنوں میں چلے گئے، اس پر آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ میری موت اور میری زندگی آج کے بعد تمہارے ساتھ ہے زندگی بھی تمہارے ہاں گذاروں گا اور موت بھی تمہارے ہاں آئے گی۔

"الا ضنا باللہ" یعنی ہم نے یہ جملہ کسی دنیوی مقصد یا خودغرضی کے لئے نہیں کہا بلکہ اس حرص کے تحت کہا ہے کہ آپ ہم سے جدا نہ ہو جائیں اور اس عظیم نعمت سے ہم محروم نہ رہ جائیں۔ "یصدقانکم" یعنی اللہ و رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور اس مقصد میں تم کو معذور سمجھتے ہیں۔

﴿۲۵﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی صِبْیَانًا وَنِسَاءً مُقْبِلِیْنَ مِنْ عُرُسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ یَعْنِی الْاَنْصَارَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (انصار کے) بچوں اور عورتوں کو دعوت طعام سے واپس آتے دیکھا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا خداوند: (میں تجھ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اے انصار!) تمام لوگوں میں تم میرے نزدیک محبوب ترین ہو، تمام لوگوں میں تم میرے نزدیک محبوب ترین ہو، آنحضرت ﷺ کی مراد تمام انصار سے تھی۔
(بخاری و مسلم)

توضیح: "من عرس" شادی کی دعوت سے انصار کے بچے اور عورتیں آرہی تھیں، حضور اکرم ﷺ سامنے کھڑے

ہو گئے اور فرمایا۔ "اللّٰھم انتم" اس جملہ میں التفات ہے اصل عبارت اس طرح ہے "اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ تَعۡلَمُ صِدۡقِی فِیۡمَا اَقُوۡلُ فِی حَقِّ الۡاَنۡصَارِ" اس جملہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے بطور التفات انصار کو مخاطب کیا اور فرمایا اَنۡتُمۡ مِنۡ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ.

فراق حبیب میں انصار کا رونا

﴿۲۶﴾ وَعَنۡهُ قَالَ مَرَّ اَبُوۡبَکۡرٍ وَالۡعَبَّاسُ بِمَجۡلِسٍ مِنۡ مَجَالِسِ الۡاَنۡصَارِ وَهُمۡ یَبۡکُوۡنَ فَقَالَا مَایُبۡکِیۡکُمۡ قَالُوۡا ذَکَرۡنَا مَجۡلِسَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ اَحَدُهُمَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَاَخۡبَرَهٗ بِذٰلِکَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ وَقَدۡ عَصَّبَ عَلٰی رَاۡسِهٖ حَاشِیَةَ بُرۡدٍ فَصَعِدَ الۡمِنۡبَرَ وَلَمۡ یَصۡعَدۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ الۡیَوۡمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثۡنٰی عَلَیۡهِ ثُمَّ قَالَ اُوۡصِیۡکُمۡ بِالۡاَنۡصَارِ فَاِنَّهُمۡ کَرِشِیۡ وَعَیۡبَتِیۡ وَقَدۡ قَضَوۡا الَّذِیۡ عَلَیۡهِمۡ وَبَقِیَ الَّذِیۡ لَهُمۡ فَاقۡبَلُوۡا مِنۡ مُحۡسِنِهِمۡ وَتَجَاوَزُوۡا عَنۡ مُسِیۡئِهِمۡ. (رَوَاهُ الۡبُخَارِیُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس، انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے تو (دیکھا کہ) وہ اہل مجلس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے ان سے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے درمیان نبی کریم ﷺ کی مجلس ہمیں یاد آگئی تھی۔ ان دونوں میں ایک صاحب نبی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اس حالت میں حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے کہ چادر کا ایک کونہ بطور پٹی سر مبارک پر باندھ رکھا تھا، پھر آپ منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد پھر آپ کو منبر پر چڑھنا نصیب نہیں ہوا۔ پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی کامل ثناء بیان کی اور پھر فرمایا: میں تم کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ انصار میرا معدہ اور میری گٹھڑی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان پر جو حق تھا اس کو انہوں نے ادا کر دیا اور جو کچھ ان کا ہے وہ اللہ کے ہاں باقی ہے پس ان کے نیک لوگوں کا عذر قبول کرو اور ان کے برے لوگوں اور برے کاموں سے درگزر کرو۔ (بخاری)

توضیح: "ذکرنا مجلس النبی" یعنی جب آنحضرت ﷺ بیمار نہیں تھے ہم سب اکٹھے بیٹھے تھے اب بیماری کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ گھر سے باہر نہیں آسکتے، آپ کی مجلس جب یاد آگئی تو رونا آگیا "عصب" سر پر پٹی باندھنے اور کپڑا لپیٹنے کو کہتے ہیں۔

"حاشیة بردہ" یعنی اپنی چادر کا کنارہ بطور پٹی سر مبارک پر باندھ رکھا تھا۔

"کرشی" کاف پر زبر ہے را پر زیر ہے ایک نسخہ میں کاف پر کسرہ ہے اور را ساکن ہے ای بطانتی یعنی انصار میرا باطن ہیں جس میں دل گردہ آنتیں سب آجاتی ہیں، یہ عربی محاورہ کے تحت خاص الخاص، رازدار اور قریب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

"وعیبتی" عیبة اصل میں صندوقچہ اور اس گھڑے کو کہتے ہیں جس میں ضروری سامان رکھا جاتا ہے، عرب لوگ عیبہ بول کر دل اور سینہ مراد لیتے ہیں جس سے رازداری کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ انسان کے راز اس کے دل اور سینہ میں ہوتے ہیں۔

﴿۲۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِّيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيْهِ قَوْمًا وَيَنْفَعُ فِيْهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَلْيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی اس بیماری کے دوران کہ جس میں آپ نے وفات پائی، حجرۂ مبارک سے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اول آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اوراس کی ثنا بیان کی پھرفرمایا: امابعد پس جان لو کہ مستقبل میں مسلمانوں کی تعداد بڑھے گی اور انصار کی تعداد کم ہوجائے گی یہاں تک دوسرے لوگوں میں ان کا تناسب کھانے میں نمک کے برابر رہ جائے گا۔ پس اے مہاجرین! تم میں سے جوشخص کسی بھی طرح کے اقتدار کا مالک بنے اوراس کے سبب وہ کچھ لوگوں یعنی نیکوکاروں کوفائدہ پہنچانے اور کچھ لوگوں یعنی خطا کاروں کو نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہواس شخص کو چاہئے کہ انصار کے نیکوکاروں کو قبول کرے اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرے۔ (بخاری)

توضیح: "ویقل الانصار" چونکہ انصار نصرت سے ہے اور نصرت محمد عربی ﷺ اور مہاجرین کی نصرت مراد ہے تو انصار ہونا ایسا وصف ہے کہ جس کو یہ وصف حاصل ہوگیا بس اسی کو حاصل ہوگیا جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی نصرت کی تھی وہ لوگ اسی زمانے تک خاص تھے کسی اور کی نصرت سے انصار کا وصف حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے انصار میں سے جو مرجاتا ہے ان کی جماعت گھٹتی ہے ایک وقت ایسا آجائے گا کہ انصار میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں جہاد میں انصار کے لوگوں کے زیادہ شہید ہونے کی طرف اشارہ ہو اور واقعی انصار ہر معرکہ میں زیادہ شہید ہوئے ہیں۔ رہ گئے مہاجرین تو ہجرت کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہے لہٰذا مہاجرین گھٹتے نہیں قیامت تک جو ہجرت کرے گا مہاجر کے وصف سے متصف ہوگا۔

"فمن ولی" یعنی تم سے اگر کوئی شخص صاحب اقتدار ہو اور وہ نفع ونقصان کی حیثیت میں ہوجائے ان کو چاہئے کہ انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان سے درگذر کرے۔

﴿۲۸﴾ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَ لِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اورحضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! انصار کو، انصار کے بیٹوں کو اور انصار کے پوتوں کو بخش دے۔ (مسلم)

﴿۲۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِالْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت ابی اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: انصار کے بہترین گھر یعنی ان کے افضل قبائل بنونجار پھر بنوعبدالاشہل پھر بنوحارث بن خزرج اور پھر بنوساعدہ ہیں، اور انصار کے تمام ہی قبیلوں میں بھلائی اور نیکی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حاطب بن ابی بلتعة کی فضیلت وقصہ

﴿۳۰﴾وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاَبَامَرْثَدٍ بَدَلَ الْمِقْدَادِ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا يَتَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلَى الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَامَعِيَ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاحَاطِبُ مَاهٰذَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَاتَعْجَلْ عَلَيَّ اِنِّيْ كُنْتُ امْرَاً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَةٌ يَّحْمُوْنَ بِهَا اَمْوَالَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ بِمَكَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِيْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ فِيْهِمْ يَدًا يَّحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ وَمَافَعَلْتُ كُفْرًا وَّلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ وَلَا رِضًى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَدْشَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے مجھ کو زبیر کو اور مقداد کو اور ایک روایت میں مقداد کے بجائے ابومرثد کا ذکر کیا۔ روانگی کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم لوگ سفر کر کے روضہ خاخ پہنچو، وہاں ایک عورت ملے گی جو اونٹ کی سواری پر کجاوہ میں بیٹھی ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہوگا تم لوگ اس سے حاصل کر کے لے آؤ۔ چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے روضہ خاخ پہنچے اور اس عورت کو جالیا۔ ہم نے کہا لاؤ خط نکال کر ہمارے حوالہ کرو! وہ عورت بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا تو خط نکالتی ہے یا ہم تیرے کپڑے اتروائیں تب اس عورت نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر ہمارے حوالہ کر دیا اور ہم اس خط کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اس میں لکھا تھا: حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ میں سے مشرکین کے نام اور پھر آگے حاطب نے مشرکین مکہ کو رسول خدا ﷺ کے بعض اہم اقدامات اور منصوبوں کے بارے میں معلومات فراہم کی تھیں۔ چنانچہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ارے حاطب یہ کیا ہے؟ حاطب بولا یا رسول اللہ! میرے

بارے میں عجلت نہ کیجئے (میری پوری بات سنے بغیر اس حرکت کی پاداش میں میرے متعلق کفر اور سزا کا فیصلہ نہ کیجئے) دراصل میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کے لوگوں میں باہر سے آکر مل گیا ہوں جب کہ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں وہ مکہ والوں سے قربت رکھتے ہیں اور مشرکین مکہ اس قرابت کا لحاظ کر کے مکہ میں ان مہاجرین کے مال وجائیداد اور ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں، پس اس بناء پر کہ میرے اور مشرکین مکہ کے درمیان نسبی وقرابتی تعلق معدوم ہے میں نے چاہا کہ ان کے لئے کوئی ایسا کارنامہ انجام دوں جس کے بدلے میں وہ مکہ میں میرے قرابتداروں کی حفاظت کریں میں نے یہ حرکت اس وجہ سے نہیں کی کہ میں کافر ہوں، نہ اس وجہ سے کہ میں مرتد ہو گیا ہوں اور نہ اس وجہ سے کہ اسلام کے بعد اب کفر مجھ کو اچھا لگتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حاطب نے تمہارے سامنے بالکل سچا بیان دیا ہے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس حقیقت پر نظر رکھو کہ حاطب غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے اور تمہیں حقیقت حال کا کیا علم ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اپنی خصوصی نظر کرم ومغفرت سے نواز رکھا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم جو چاہو کرو، حقیقت تو یہ ہے کہ جنت تمہارے لئے واجب ہو گئی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں تم کو بخش چکا ہوں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ترجمہ: ﴿اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو الخ﴾۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "**ابا مرثد الغنوی**" ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت مقداد کو بھیجا، دوسری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابومرثد کو بھیجا تو یہ بظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چار آدمیوں کو روانہ فرمایا تھا یعنی حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت مقداد اور حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہم اجمعین تو بعض روایات میں ابومرثد کا ذکر ہے مقداد کا نہیں اور بعض میں حضرت مقداد کا ذکر ہے ابومرثد کا نہیں ہے یہ تعارض نہیں روایت بیان کرنے والوں نے کبھی کسی کو ذکر کیا کسی کو نہیں کیا۔

"**روضة خاخ**" مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ کے راستہ میں واقع ہے۔ "**ظعينة**" جو عورت اونٹ پر سوار ہو کر سفر پر نکل جائے اس کو ظعینہ کہتے ہیں اس عورت کا نام سارہ تھا یا ام سارہ تھا قریش کی آزاد کردہ عورتوں میں سے ایک تھی۔ "**يتعادى**" دوڑنے اور دوڑانے کے معنی میں آیا ہے۔ "**لتلقين**" اس عورت نے خط کے ہونے کا انکار کیا تو صحابہ نے ان سے کہا کہ خط نکال دو ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے تم جھوٹ بولتی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ آنحضرت کے فرمان کے سامنے کسی چیز کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ "**من عقاصها**" **عقاص عقيصة** کی جمع ہے سر کی چوٹی کے بالوں کے گچھے کو کہتے ہیں امرأ القیس نے اپنی محبوبہ کے بارے میں کہا:

غَدَائِرُهَا مُسْتَشْزِرَاتٌ اِلَى الْعُلىٰ تَضِلُّ الْعِقَاصُ فِى مُثْنىً وَمُرْسَلٍ

ایک روایت میں ہے کہ "**اخرجته من حجزتها**" یعنی اپنے پچھلے حصہ دبر کے پاس نرم کمر سے خط نکال کر دیا، دونوں روایات میں یہ تطبیق ہے کہ اس عورت کے لمبے بال تھے اس نے پہلے اس خط کو بالوں کے گچھے میں باندھ لیا اور پھر اس کو کمربند کے نیچے دبا

دیا تو دونوں اطلاق درست ہیں خواہ عقاصھا کہہ دو خواہ عجز تھا کہہ دو۔

"ببعض امر رسول الله" فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے ارادہ کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ حضرت عائشہ تک کو پتہ نہیں تھا کہ آنحضرت کہاں جہاد پر جارہے ہیں؟ بلکہ مدینہ کے راستوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے تاکہ کوئی آدمی اہل مکہ کے سامنے آنحضرت کی مہم سے متعلق راز فاش نہ کرے کیونکہ اگر قریش کو پہلے پتہ چلتا تو وہ خوب تیاری کرتے تو خوب جنگ ہوتی اور بہت زیادہ خون بہہ جاتا۔ آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ بے خبری میں قریش پر حملہ ہوجائے تاکہ کم سے کم خون گر جائے اور حرم شریف کا تقدس برقرار رہے امر رسول سے مراد یہ ہے کہ حضرت حاطب نے اندازہ سے بتایا کہ رسول اللہ کسی مہم پر جارہے ہیں ہوسکتا ہے مکہ پر حملہ ہو تو یاد رکھو تم حق کے اس سیلاب کو روک نہیں سکتے ہو مگر میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے بچاؤ کا انتظام کرلو۔ "یدا" اس کی جمع ایادی ہے احسان وانعام کو کہتے ہیں۔

"وما یدریک" ای ایُّ شئی یعلمک انه مستحق للقتل. "علی اهل بدر" یعنی حاطب بدری صحابی نہیں ہیں اور شاید اللہ تعالیٰ نے پہلے سے معلوم کیا کہ اہل بدر کے اعمال گمراہ کن نہیں ہوسکتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم کو بخش دیا جو چاہو کرو اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ کوئی غلط کام نہیں کریں گے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل بدر ایسے شہزادے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر ناز و انداز کو نظر انداز کردیتا ہے بس ان کی محبوبیت کے سامنے ہزار گناہ معاف ہیں شاعر نے اس کی مکمل تصویر اس طرح کھینچ لی ہے۔

وَاِذَ الْحَبِیْبُ اَتٰی بِذَنْبٍ وَاحِدٍ ‌‌ ‌ جَآءَتْ مَحَاسِنُه بِاَلْفِ شَفِیْعٖ

ترجمہ: جب معشوق عاشق کے سامنے ایک جرم کرتا ہے تو اس کے محاسن ایک ہزار سفارشی لاکر جرم معاف کرادیتا ہے۔

بدر میں شریک صحابہ کی شان

﴿۳۱﴾ وَعَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ قَالَ جَآءَ جِبْرَئِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِیْکُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ کَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَکَذَالِکَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلٰئِکَةِ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت رفاعہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کو آپ اپنوں میں سے کس طبقہ کے لوگوں میں شمار کرتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہم ان کو سب سے اعلیٰ وسب سے بہتر مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں یا آپ نے اسی طرح کے کچھ اور الفاظ میں جواب دیا۔ حضرت جبرئیل بولے اسی طرح ان فرشتوں کا مقام بلند ہے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (بخاری)

بیعت رضوان کی فضیلت

﴿۳۲﴾ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اِنْ شَآءَ

اَللّٰہُ اَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّاوَارِدُهَا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْهِ يَقُوْلُ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَايَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اَحَدًا الَّذِيْنَ بَايَعُوْا تَحْتَهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اورام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ جو شخص بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ان میں ان شاء اللہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو دوزخ کی آگ میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو دوزخ پر وارد نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پھر ہم ان لوگوں کو دوزخ میں جانے سے بچائیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی شخص ان شاء اللہ دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوگا اور اصحاب شجرہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "اصحاب الشجرہ" صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی وہ کیکر کا درخت تھا کیکر کے اس درخت کو قرآن کریم میں تحت الشجرۃ کے نام سے یاد کیا ہے یہاں اسی بیعت اور بیعت کرنے والوں کا ذکر ہے یہ بیعت اس وقت لی گئی جب آنحضرت ﷺ کو بتایا گیا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان کو گرفتار کیا ہے اور پھر قتل کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے انتقام لینے اور کفار سے لڑنے پر صحابہ سے بیعت لی بعد میں معلوم ہوا کہ عثمان صحیح سالم ہیں۔ اس بیعت کی بڑی فضیلت ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ "بایعناہ علی الموت". یعنی ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ عثمان کا بدلہ لیں گے ورنہ جان کی بازی لگائیں گے۔

﴿۳۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ اَلْفًا وَاَرْبَعَ مِائَةٍ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر ہماری تعداد ایک ہزار اور چار سو تھی ہمارے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا آج کے دن تم زمین والوں میں سب سے بہتر لوگ ہو۔ (بخاری ومسلم)

﴿۳۴﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ فَاِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَاحُطَّ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ مَغْفُوْرٌ لَهُ اِلَّاصَاحِبَ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ فَاَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا تَعَالَ يَسْتَغْفِرْلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ اَجِدَ ضَالَّتِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِيْ صَاحِبُكُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ فِيْ بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ثنیة المراد پر جو چڑھے گا اس کے گناہ اسی طرح معاف کردیئے جائیں گے جیسے بنی اسرائیل کے گناہ معاف کردیئے گئے تھے تو سب سے پہلے جو لوگ اس پر چڑھے وہ ہمارے گھوڑے یعنی قبیلہ خزرج کے (گھڑسوار) تھے۔ اس کے بعد آگے پیچھے سب لوگ چڑھے، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب کو بخش دیا گیا علاوہ اس شخص کے جو سرخ اونٹ والا ہے (یعنی منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کی بخشش نہیں ہوئی) ہم اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آؤ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم رسول کریم ﷺ سے تمہارے حق میں بخشش و مغفرت کی درخواست کریں، مگر وہ بولا حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی گمشدہ چیز پاؤں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے کہ تمہارے صاحب میرے لئے بخشش و مغفرت چاہیں۔ (مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابی بن کعب الخ'' فضائل قرآن کے بعد والے باب میں نقل کی جاچکی ہے۔

توضیح: ''من یصعد'' یہ صعود سے ہے چڑھنے کے معنی میں ہے۔ ''الثنية'' دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی کو ثنیة کہتے ہیں اور مراد ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور حدیبیہ کے درمیان ہے، یہ گھاٹی اسی جگہ کی طرف منسوب ہے اس لئے ثنية المرار کہا گیا ۶ ہجری میں آنحضرت ﷺ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوگئے ڈیڑھ ہزار صحابہ ساتھ تھے لیکن جب آپ حدیبیہ مقام پر پہنچ گئے تو کفار قریش نے آپ کو عمرہ کرنے سے روکا یہ الگ ایک تفصیل طلب قصہ ہے لیکن زیر بحث حدیث میں جو تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ ثنیة المراد ایک دشوار گذار بلند و بالا گھاٹی تھی آنحضرت ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے پیچھے کفار قریش مورچہ زن نہ ہوں اور اچانک حملہ کر کے نقصان نہ کردیں اس لئے آپ نے بطور ترغیب اور بطور انعام یہ فرمایا کہ اس گھاٹی پر چڑھ کر دشمن کے احوال کو جو شخص معلوم کرلے گا اس کے اتنے گناہ ساقط ہوجائیں گے جتنے گناہ بنی اسرائیل کے معاف ہوگئے تھے، اب سوال یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے گناہ کہاں معاف ہوگئے تھے؟ تاریخ میں اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا تو علماء نے جواب دیا ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ''اریحا'' شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر تم عجز و انکساری کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے حطة کا نعرہ لگاتے ہوئے سر جھکا کر داخل ہوگئے تو وعدہ ہے کہ تمہارے گناہ معاف کردوں گا، بنی اسرائیل نے اس وعدہ پر عمل نہیں کیا اور اریحا میں داخل ہوتے وقت سجدہ کے بجائے سرین کے بل داخل ہونے لگے اور حطة کے بجائے حنطة کے الفاظ بولنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔

یہاں حضور اکرم ﷺ نے ماحط عن بنی اسرائیل کے الفاظ سے ان کے گناہ معاف کرنے کے وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر بنی اسرائیل اس وعدہ کو پورا کرتے تو ان کے سارے گناہ معاف ہوجاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور وعدہ خلافی کی لہٰذا تم میں سے جو شخص ثنية المراد پر چڑھ کر دشمن کے احوال معلوم کرے گا ان کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔ ''خیل بنی الخزرج'' حضرت جابر خود بنو خزرج سے تعلق رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ثنية المراد پر چڑھنے کی سعادت سب سے پہلے ہمارے قبیلہ خزرج کے شہسواروں نے حاصل کی۔ ''ثم تتام الناس'' یہ صیغہ تمام کے معنی میں۔ ہے ای تتابع یعنی اس کے بعد لوگ

دھڑ ادھڑ اتباع کرتے ہوئے چلے گئے، آنحضرت ﷺ نے بشارت سنادی کہ جواس میں گئے سب کے سب ہر گناہ سے صاف ہوگئے۔ ”الا صاحب الجمل الاحمر“ سرخ اونٹ کے مالک کی مغفرت نہیں ہوگی، سرخ اونٹ کے مالک سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول مراد ہیں، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا کہ آجاؤ اور حضور اکرم ﷺ سے استغفار کی دُعا مانگو۔ جواب میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی ہے، میں اس کی تلاش میں جارہا ہوں اگر مجھے میری گمشدہ اونٹنی مل گئی تو وہ میرے لئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہارے نبی میرے لئے استغفار کریں۔

”صاحبکم“ کی جو اصطلاح اس وقت تھی یہ کفار استعمال کیا کرتے تھے، وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ یہ نبی تمہارا ساتھی اور بڑا ہے ہمارا نہیں ہے، اس منافق نے بھی کفار والی اصطلاح استعمال کی۔

الفصل الثانی

شیخین اور ابن مسعود کی فضیلت

﴿۳۵﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِىْ مِنْ اَصْحَابِىْ اَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْىِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَفِىْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ مَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ بَدَلَ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے، وہ ابوبکر اور عمر ہیں، عمار بن یاسر کی سیرت اور ان کی راہ وروش اختیار کر کے سیدھی سچی راہ پر چلو اور ام عبد کے بیٹے کے عہد کو مضبوط پکڑو اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت حذیفہ سے مروی ہے ”ام عبد کے بیٹے کے عہد کو پکڑو“ کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ: ابن مسعود تم سے جو حدیث بیان کریں اس میں ان کو راست گو جانو۔ (ترمذی)

توضیح: ”اقتدوا“ یعنی میرے بعد شیخین کی اقتدا کرو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے کئی اشارات اور بعض تصریحات میں حضرت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کو بیان کیا ہے اس حدیث میں بھی واضح اشارہ ہے۔ ”بعهد ابن ام عبد“ عہد سے وصیت ونصیحت اور دینی احکام اور مسائل مراد ہیں ایک اور حدیث میں ہے ماحدثکم ابن ام عبد فصد قوہ. ایک روایت

میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "رضیت لامتی مارضی به ابن ام عبد" زیر بحث حدیث اور اس قسم کی دیگر روایات کی وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے اجتہادی مسائل اور فقہ کی بنیاد حضرت ابن مسعود کی روایات اور ان کی ترجیحات پر رکھی ہے حضرت ابن مسعود نے شیخین کی خلافت کو بلا چوں وچرا قبول فرمایا تھا۔

﴿۳۶﴾وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِّنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ لَاَمَّرْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا: اگر میں مشورہ کے بغیر کسی کو امیر وحاکم بناتا تو لوگوں کا امیر وحاکم ام عبد کے بیٹے یعنی عبداللہ ابن مسعود کو بناتا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

توضیح: "مؤمرا" امیر بنانے کے معنی میں ہے یعنی اگر عام مشورہ کے بغیر میں کسی کو کسی کام پر امیر مقرر کرتا تو ابن مسعود کے کمالات وصفات کے پیش نظر میں ان کو امیر بنا دیتا، اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء اربعہ امیر بنائے گئے حضرت ابن مسعود کبھی امیر نہیں بنے تو زیر بحث حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کی امارت کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے بلکہ اس میں امیر عام کے بجائے کسی اور امارت کی طرف اشارہ ہے جس طرح جہادی مہمات اور غزوات کی تشکیلات میں کسی کو امیر بنایا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر عام مشورہ نہ ہوتا تو میری رائے یہ ہوتی کہ ابن مسعود ہی کو ہمیشہ جماعت کا امیر بنایا جائے۔

(مؤرخہ ۴ رجب ۱۴۱۸ھ)

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے مخصوص فضائل

﴿۳۷﴾وَعَنْ خَيْثَمَةَ ابْنِ اَبِي سَبْرَةَ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَسَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَلِيْ اَبَاهُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ اِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِيْ فَقَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ جِئْتُ اَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَاَطْلُبُهُ فَقَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُجَابُ الدَّعْوَةِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ صَاحِبُ طَهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَيْهِ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّارُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلْمَانُ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ يَعْنِي الْاِنْجِيْلَ وَالْقُرْاٰنَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب مدینہ آیا تو میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ مجھ کو نیک ہم نشین میسر ہو (ایسا نیک بخت مل جائے جو ہمنشین بننے کی کامل استعداد وصلاحیت رکھتا ہو اور اس کی ہمنشینی سے استفادہ کیا جا سکتا ہو) چنانچہ حق

تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ جیسی ہستی مجھ کو میسر فرمائی جن کی صحبت وہم نشینی میں نے اختیار کی اور میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ مجھ کو نیک ہمنشین میسر ہو اور اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر کے آپ جیسا ہمنشین مجھ کو میسر فرمایا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں کوفہ کا رہنے والا ہوں اور یہاں اس لئے آیا ہوں کہ خیر کا متلاشی اور خیر کا طلب گار ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہارے درمیان سعد بن مالک نہیں ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں کیا تمہارے یہاں عبداللہ ابن مسعود نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے مسواک و نعلین مبارک اپنے پاس رکھا کرتے تھے! کیا تمہارے یہاں حذیفہ نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے محرم اسرار تھے، کیا تمہارے یہاں عمار جیسی ہستی نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعہ شیطان سے امن وتحفظ عطا کیا اور کیا تمہارے یہاں سلمان نہیں ہیں جو دو کتابوں یعنی انجیل اور قرآن کے ماننے والے ہیں؟ (ترمذی)

﴿۳۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْبَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْعُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ ابْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر بھی کیا اچھا آدمی ہے! عمر بھی کیا اچھا آدمی ہے! ابو عبیدہ بن الجراح بھی کیا اچھا آدمی ہے! اسید بن حضیر بھی کیا اچھا آدمی ہے! ثابت بن قیس بن شماس بھی کیا اچھا آدمی ہے! معاذ بن جبل بھی کیا اچھا آدمی ہے! معاذ بن عمرو الجموح بھی کیا اچھا آدمی ہے!۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۳۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَةٍ عَلِیٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے اور وہ علی، عمار اور سلمان ہیں۔ (ترمذی)

﴿۴۰﴾ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عَمَّارٌ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْذَنُوْا لَهٗ مَرْحَبًا بِالطَّیِّبِ الْمُطَیَّبِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمار نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اندر آنے دو پاک و پاکیزہ شخص کو خوش آمدید!۔ (ترمذی)

توضیح: "الطیب" ذات کے اعتبار سے پاکیزہ مراد ہے۔ "المطیب" صفات وعادات واخلاق کے اعتبار سے پاکیزہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت عمار ظاہراً اور باطناً پاکیزہ انسان ہیں۔

﴿۴۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاخُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ اِلَّااخْتَارَ اَشَدَّهُمَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عمار کو جب کبھی دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا اختیار دیا گیا تو اس نے ہمیشہ سخت ترین اور مشکل کام کو اختیار کیا۔ (ترمذی)

توضیح: "اشدھما" ایک روایت میں ایسرھما ہے یعنی آسان کام کو اختیار فرماتے تھے،ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اشدھما کا تعلق حضرت عمار کی ذات سے ہے کہ وہ زیادہ ثواب کے حصول کی غرض سے سخت ترین کام کو اپنی ذات کے لئے اختیار کرتے تھے لیکن دوسرے اشخاص کے اعتبار سے آسان کام اختیار کرتے تھے تاکہ اورلوگوں کے لئے وہ کام باعث مشقت نہ بنے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں فرشتے آگئے

﴿۴۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُوْنَ مَااَخَفَّ جَنَازَتَهُ ذٰلِكَ لِحُكْمِهٖ فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهٗ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھا کر لوگ چلے تو منافقوں نے کہا کہ اس کا جنازہ کتنا ہلکا ہے یہ اس فیصلہ کی وجہ سے ہے کہ جو اس نے بنو قریظہ کے بارے میں دیا تھا۔منافقوں کی یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:اس کے جنازے کو فرشتے اٹھائے لئے جارہے تھے۔ (ترمذی)

توضیح: "لحکمه فی بنی قریظه"بنو قریظہ مدینہ میں رہنے والے بااثر یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے،حضرت سعد بن معاذ کے ان لوگوں سے پرانے تعلقات تھے،جنگ خندق کے بعد جب ان یہود کا محاصرہ ہوگیا تو اُنہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو اپنا حکم تسلیم کرلیا کہ یہ جو فیصلہ کرے ہمیں منظور ہے آپ آگئے اور تورات کے مطابق فیصلہ سنادیا کہ عورتوں بوڑھوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور لڑنے والے جوانوں کو قتل کیا جائے، جب یہ فیصلہ نافذ ہوگیا تو منافقین بہت ناراض ہوگئے، جب حضرت سعد بن معاذ کا انتقال ہوگیا اور جنازہ اُٹھایا گیا تو منافقین نے کہا کہ سعد کا جنازہ بھاری نہیں ہلکا ہے گویا ان کے ایمان میں فرق آگیا ہے کیونکہ اس نے بنو قریظہ کے بارے میں جو فیصلہ کیا تھا وہ ظالمانہ فیصلہ تھا،اس بات کی اطلاع کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ اس لئے ہلکا معلوم ہورہا ہے کہ فرشتے جنازہ کو اُٹھائے ہوئے ہیں کہتے ہیں، کہ ان کی نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتے آئے تھے۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۴۳﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَااَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ

وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ ابوذر سے بڑھ کر سچی زبان کے آدمی نہ نیلگوں آسمان نے سایہ کیا اور نہ غبار آلود زمین نے ان سے بڑھ کر سچے آدمی کو اٹھایا۔ (ترمذی)

توضیح: "اصدق" زیادہ سچے کو اصدق کہتے ہیں۔ "اظلت" سایہ کرنے کے معنی میں ہے۔ "الخضراء" نیلگون آسمان کو خضراء کہتے ہیں۔ "الغبراء" غبار آلود زمین کو غبراء کہتے ہیں، ابوذر غفاری اس امت کے سب سے زیادہ زاہد، تارک الدنیا انسان تھے، وہ ایک وقت سے دوسرے وقت کے لئے کھانے کے رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اس پر لوگوں کو لاٹھی سے مارا کرتے تھے، اسلام سے پہلے حنفاء میں سے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام میں کچھ عرصہ رہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ ان کو مدینہ بلائیں جب حضرت ابوذر غفاری مدینہ آئے، تو حضرت صحابہ وتابعین سے زہد کے بارے میں جھگڑتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ سے چند میل باہر "زبدہ" مقام پر چلے جانے کو کہا آپ چلے گئے اور وہیں پر انتقال ہو گیا وہیں پر مدفون ہیں، آپ زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

﴿۴۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِیْ لَهْجَةٍ اَصْدَقَ وَلَا اَوْفٰی مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ شِبْهِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ یَعْنِیْ فِی الزُّهْدِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی ایسے بولنے والے پر نہ تو نیلگوں آسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے اس کو اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو اور اللہ اور اللہ کے رسول کا حق ابوذر سے زیادہ ادا کرنے والا ہو جو عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہیں یعنی زہد میں۔ (ترمذی)

توضیح: "اقلت" اُٹھانے کو اقلال کہتے ہیں یہ باب افعال سے ہے قرآن میں حتّٰی اذا اقلت سحابًا اسی سے ہے۔

علم کے چار بڑے مینار

﴿۴۵﴾ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ الْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةٍ عِنْدَ عُوَیْمِرٍ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِیْ کَانَ یَهُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّهٗ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِی الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ علم چار آدمیوں سے حاصل کرو، عویمر سے جن کی کنیت ابودرداء ہے، سلمان فارسی سے، عبداللہ بن مسعود سے اور عبداللہ بن سلام سے جو یہودی تھے اور پھر انہوں نے اسلام قبول کیا، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ (عبداللہ بن سلام) جنت کے دس شخصوں میں سے دسواں شخص ہے۔ (ترمذی)

توضیح: "عاشر عشرة" دس شخصوں میں سے دسواں شخص ہے۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام گویا دس اشخاص جو عشرہ مبشرہ ہیں ان میں کسی ایک کی مانند ہے، دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن سلام جنت میں داخل ہونے والوں میں سے دسویں آدمی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ یہود کے جو بڑے بڑے سردار جنت میں جائیں گے ان میں سے ایک عبداللہ بن سلام ہوں گے۔

حضرت حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی فضیلت

﴿۴۶﴾ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِاسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا اَقْرَأَكُمْ عَبْدُاللّٰهِ فَاقْرَءُوْهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ بولے کہ یارسول اللہ! اگر آپ اپنے سامنے ہی صحابہ میں سے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیتے تو اچھا ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کردوں اور پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو تم عذاب میں پکڑے جاؤ گے تاہم حذیفہ تم سے جو کچھ کہیں یا جو حدیث بیان کریں اس کو سچ جانو اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تم کو جو کچھ پڑھائیں اس کو پڑھو۔ (ترمذی)

توضیح: "لواستخلفت" ای لو جعلت احدًا بعدک خلیفة لکان حسنًا. یعنی صحابہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! اگر آپ اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمائے تو یہ اچھا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلوب حکیم کے تحت جواب دیا کہ تمہارا یہ سوال اچھا نہیں ہے نہ تم کو اس میں پڑنے کی ضرورت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ مناسب وقت میں جس کو مقرر کرے گا تم اس کو مان لوگے اور تمہارا اس پر اتفاق ہو جائے گا لیکن فرض کرلو اگر میں کسی کو اب سے خلیفہ مقرر کرلوں گا اور بعد میں تمہاری رائے اس کے مخالف ہوگئی تو تم سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے، اس لئے اس سوال میں نہ پڑو نہ خلافت کی بات کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو، کتاب وسنت اپنانے میں حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود کی اقتدا کرو، ان دو کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ حضرت حذیفہ صاحب سر رسول اللہ تھے اور حضرت ابن مسعود احکام شریعت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، اس میں ان دونوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۴۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاتَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَسَكَتَ عَنْهُ وَاَقَرَّهُ عَبْدُالْعَظِيْمِ)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب فتنہ لوگوں کو گھیرتا ہے تو مجھ کو خوف رہتا ہے کہ کوئی شخص اس کے اثر سے محفوظ نہ رہے گا علاوہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے چنانچہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فتنہ تم کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے تاہم عبدالعظیم نے اس حدیث کو ثابت کیا ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۴۸﴾وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ يَاعَائِشَةُ مَااُرٰى اَسْمَاءَ اِلَّاقَدْ نُفِسَتْ وَلَاتُسَمُّوْهُ حَتّٰى اُسَمِّيَهُ فَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے گھر میں چراغ جلتے دیکھا تو فرمایا کہ: عائشہ! میرے خیال میں اسماء کے بچہ پیدا ہوا ہے، تم لوگ اس بچہ کا نام نہ رکھنا جب تک میں نام نہ رکھوں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا اور کھجور کے ذریعہ اپنے دست مبارک سے اس بچہ کو تحنیک کیا۔ (ترمذی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۴۹﴾وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمِيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِبِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو راہ راست دکھانے والا اور راہ راست پایا ہوا بنا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۵۰﴾وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمَ النَّاسُ وَاٰمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے تو اسلام قبول کیا اور عمرو بن العاص ایمان لائے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں۔

توضیح: "اسلم الناس و آمن عمرو بن العاص" اس کلام کا ایک مطلب یہ ہے کہ اور لوگوں سے تو جنگیں ہوئیں تب کہیں جا کر وہ مسلمان ہوئے لیکن عمرو بن العاص تو برضا اور رغبت خود مسلمان ہو گئے۔ اس کلام کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اور لوگوں کو ایمان و اسلام کی دعوت دی گئی تو وہ مسلمان ہو گئے لیکن عمرو بن العاص نے اسلام کی حقانیت اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ادراک کیا اور قلب میں قبولیت اور ایمان کا ایک جذبہ پیدا ہوا اور دوڑ دوڑ کر مدینہ چلا آیا اور ایمان قبول کیا، کہتے ہیں کہ حبشہ کے نجاشی نے ان سے کہا کہ تعجب ہے اے عمرو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے کے چچا کے بیٹے ہیں اور تم ان کی حقیقت و حقانیت سے اب تک بے خبر ہو؟ مکہ کے کفار نے حضرت عمرو بن العاص کو سفیر بنا کر حبشہ بھیجا تھا کہ مکہ سے حبشہ کی طرف بھاگے ہوئے مسلمانوں کو واپس لاؤ وہاں پر جب عمرو بن العاص اپنے مشن میں ناکام ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں ایمان کا نور موجزن

ہوا اور وہ ایمان لے آئے، اس طرح اُنہوں نے علی وجہ البصیرۃ ایمان کو دل و جان سے قبول کیا اور بہت عمدہ طریقہ سے آنحضرت ﷺ سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی، شاید اسی کی طرف اشارہ ہو کہ اور لوگوں نے ''اسلام'' قبول کیا مگر عمرو بن عاص ایمان لائے!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شہید والد کی فضیلت

﴿۵۱﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَاجَابِرُ مَالِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا قُلْتُ اُسْتُشْهِدَ اَبِيْ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا قَالَ اَفَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَالَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاكَ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَاكَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّامِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَاَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا قَالَ يَاعَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ قَالَ يَارَبِّ تُحْيِيْنِيْ فَاُقْتَلَ فِيْكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَايُرْجَعُوْنَ فَنَزَلَتْ فَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا اَلْاٰيَةَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: جابر! کیا بات ہے کہ میں تم کو افسردہ و غمگین دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد کو غزوۂ احد میں شہید کر دیا گیا اور وہ کنبہ اور قرضہ چھوڑ گئے ہیں، گویا میری پریشانی اور افسردگی کے کئی سبب پیدا ہو گئے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں اس معاملہ کی خبر دے کر تمہیں خوش نہ کر دوں جو اللہ نے تمہارے والد کے ساتھ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیا ہے حجاب کے پیچھے سے کیا ہے مگر تمہارے والد کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور پھر ان سے رُوبرو کلام فرمایا اور فرمایا: اے میرے خاص بندے! میرے فضل و کرم کے سہارے آرزو کر، میں تجھ کو عطا کروں گا! تمہارے والد گویا ہوئے: میرے پروردگار! مجھ کو زندہ کر کے دنیا میں پھر بھیج دیں تاکہ تیری راہ میں لڑتا ہوا ایک مرتبہ پھر مارا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس بارے میں یہ حقیقت ملحوظ رہنی چاہئے کہ میرا یہ حکم پہلے سے نافذ ہے کہ جو مر چکے ہیں دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیں گے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو الخ۔

توضیح: ''منکسرا'' یعنی غمگین اور افسردہ دل ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ ''کفاحا'' کاف پر زیر ہے آمنے سامنے گفتگو کو کہتے ہیں یعنی تیرے ابا جان عبداللہ جو احد میں شہید ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور بلا واسطہ اور بلا قاصد ان سے کلام کیا، معلوم ہوا کہ احد کے شہداء سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا مگر پردہ کے پیچھے سے کیا صرف حضرت جابر کے والد عبداللہ کو پردہ کے اندر بلایا اور آمنے سامنے کلام فرمایا۔

﴿۵۲﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِسْتَغْفَرَلِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے میرے لئے پچیس مرتبہ مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ (ترمذی)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۵۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَايُؤْبَهُ لَهُ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی لوگ ہیں جو پراگندہ حال، خاک آلودہ بال اور دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں، کوئی نہ ان کی پیروی کرتا ہے اور نہ ان کی طرف ملتفت ہوتا ہے لیکن اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس قسم میں سچا کرتا ہے اور ایسے ہی لوگوں میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے نقل کیا ہے۔

توضیح: "اشعث" پراگندہ بال شخص کو اشعث کہتے ہیں۔ "اغبر" غبار آلود بدن کو اغبر کہتے ہیں اس کا مادہ غبار ہے۔ "ذی طمرین" طا پر زیر ہے ثوب طمر پھٹے پرانے کپڑے کو کہتے ہیں، میم ساکن ہے یہاں دو پرانے کپڑوں سے قمیص اور ازار مراد ہے۔ "لایؤبہ" یا پر ضمہ ہے اور واؤ ساکن ہے وبہ یوبہ وبھًا باب فتح سے لایبالی کے معنی میں ہیں ایک لغت میں ہمزہ ساکن ہے آخر میں با ہے جس پر فتحہ ہے اس صورت میں یہ باب افعال سے ہوگا (مصباح اللغات) یعنی ایسا شخص ہو کہ معاشرہ میں کوئی شخص اس کو اہمیت نہیں دیتا ہو، گمنام بوسیدہ حال ہو کسی شمار میں نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتنا بڑا مقام ہوتا ہے کہ اگر وہ از خود قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم میں اس کو سچا اور بری الذمہ بنا دیتا ہے انہیں افراد میں سے ایک براء بن مالک ہے۔

حضرت براء بن مالک حضرت انس کے حقیقی بھائی ہیں، فضلاء صحابہ میں سے ہیں، عرب کے نامور بہادروں اور پہلوانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت کے ساتھ شریک رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی شجاعت اور طاقت عطا فرمائی تھی کہ ایک جنگ میں انہوں نے تنہا ایک سو کفار کو واصل جہنم کیا تھا۔ جنگ یمامہ میں اہم قلعہ کے فتح کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو مسلح کر کے روئی کی بوری میں باندھ لیا اور منجنیق کے ذریعہ سے صحابہ نے ان کو قلعہ کے اندر پھینک دیا انہوں نے اندر جنگ لڑ کر قلعہ فتح کیا آپ ۲۰ھ میں شہید ہو گئے تھے۔

اہل بیت اور انصار کی فضیلت

﴿۵۴﴾ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ عَيْبَتِيَ الَّتِيْ اٰوِيْ اِلَيْهَا اَهْلُ بَيْتِيْ وَاِنَّ كَرِشِيَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَاقْبَلُوْا عَنْ مُحْسِنِهِمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جان لو! میرے خاص لوگ اور میرے محرم اسرار و امین کہ جن کے درمیان میں ٹھکانا حاصل کرتا ہوں میرے اہل بیت ہیں اور میرے ولی و دوست انصار ہیں، پس تم ان انصار

کے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگذر کرو اور ان کے نیکو کاروں کے عذر قبول کرو۔ اس روایات کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"آوی" ٹھکانہ پکڑنے کے معنی میں ہے "کـــرشـــی" کاف پر زبر اور زیر دونوں جائز ہے را ساکن بھی ہے اور کسرہ بھی جائز ہے۔ باقی الفاظ کی تشریح گذر چکی ہے۔

﴿۵۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایُبْغِضُ الْاَنْصَارَ اَحَدٌ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

﴿۵۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ قَوْمَکَ السَّلَامَ فَاِنَّهُمْ مَاعَلِمْتُ اَعِفَّةٌ صُبُرٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ کو فرمایا تھا کہ: تم اپنی قوم کو میرا اسلام پہنچا دو، کیونکہ جہاں تک مجھ کو علم ہے کہ وہ پاک باز اور صابر لوگ ہیں۔ (ترمذی)

توضیح: "اقـرأ" اقـراء سے ہے سلام کہنے اور سلام پہنچانے کے معنی میں ہے عام نسخوں میں اقرأ مجرد کے ابواب میں سے آیا ہے۔ "اعفة" عفیف کی جمع ہے پاکباز لوگ مراد ہیں جو ہر قسم سوال اور فحاشی سے پاک ہوں۔ "صُبـر" یہ صابر کی جمع ہے میدان جہاد وغیرہ مشکلات میں ثابت قدم اور صبر کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ "مـاعلمت" کے جملہ میں ما موصولہ ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے انهم میں ضمیر جمع ہے یہ حرف ان کے لئے اسم ہے اور اعفة خبر ہے۔

اہل بدر وحدیبیہ کی فضیلت

﴿۵۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْکُوْ حَاطِبًا اِلَیْهِ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَذَبْتَ لَایَدْخُلُهَا فَاِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَیْبِیَّةَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کا غلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے حاطب کی سخت شکایت کی اور بولا کہ یا رسول اللہ! حاطب ضرور دوزخ میں جائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی اس بات میں جھوٹا ہے، حاطب دوزخ میں نہیں جائیں گے کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک رہے ہیں۔ (مسلم)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

﴿۵۸﴾وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلاهٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَايَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَ اللّٰهُ اِنْ تَوَلَّيْنَا اُسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَايَكُوْنُوْا اَمْثَالَنَا فَضَرَبَ عَلٰى فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَقَوْمُهٗ وَلَوْكَانَ الدِّيْنُ عِنْدَالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِّنَ الْفُرْسِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے یہ آیت ﴿ان تتلوا یستبدل قوما غیر کم الخ﴾ تلاوت فرمائی تو بعض صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم رُوگردانی کریں تو ان کو ہماری جگہ کھڑا کردیا جائے اور وہ ہماری طرح نہ ہوں؟ آنحضرت نے سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا: وہ لوگ یہ سلمان اور اس کی قوم والے ہیں، اگر دین ثریا پر بھی ہوتو فارس کے لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کرلیں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت ثابت ہوسکتی ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہل فارس میں سے تھے۔

اہل عجم کی فضیلت

﴿۵۹﴾وَعَنْهُ قَالَ ذُكِرَتِ الْاَعَاجِمُ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَابِهِمْ اَوْبِبَعْضِهِمْ اَوْثَقُ مِنِّیْ بِكُمْ اَوْبِبَعْضِكُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے عجمی لوگوں کا ذکر ہوا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: میں ان عجمی لوگوں یا ان میں سے بعض لوگوں پر تم سے یا تمہارے بعض لوگوں سے زیادہ اعتماد و بھروسہ رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

توضیح: "او ببعضهم" میں "او" شک کے لئے ہے، راوی کوشک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کونسا لفظ استعمال فرمایا تھا؟ مطلب یہ ہے کہ میں سارے اہل ایمان عجم کے بارے میں یا بعض کے بارے میں اتنا پُر امید ہوں اور ان پر مجھے اتنا اعتماد واطمینان ہے جو تم عرب پر اتنا نہیں ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس کلام کے مخاطب بعض عرب تھے جو ایک خاص قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے آنحضرت ﷺ نے جہاد کے ایک موقع پر ان لوگوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے مال خرچ کرنے میں سستی کی اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ کلام فرمایا لہٰذا یہ کلام عام صحابہ کرام کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ایک خاص طبقہ کے بارے میں ہے، عام صحابہ کی شان ہی اور ہے وہ آنحضرت ﷺ پر فدا تھے ان کے مقابلے میں کسی اور کا کیا تصور ہوسکتا ہے:

ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

الفصل الثالث

آنحضرت ﷺ کے خاص خاص لوگ

﴿۶۰﴾عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ وَرُقَبَاءَ وَاُعْطِيْتُ اَنَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَايَ وَجَعْفَرُ وَحَمْزَةُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو سات نہایت مخصوص برگزیدہ ترین لوگ اور اس کی ہر حالت میں نگہبانی وحفاظت کرنے والے عطا کئے جاتے تھے لیکن مجھ کو ایسے لوگ چودہ عطا کئے گئے ہیں، (راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے آنحضرت کا ارشاد نقل کیا تو) ہم نے ان سے پوچھا کہ وہ چودہ کون کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایک تو میں ہوں اور میرے دونوں بیٹے ہیں جعفر بن ابی طالب ہیں، حمزہ بن عبد المطلب ہیں، ابوبکر ہیں، عمر ہیں، مصعب بن عمیر ہیں، بلال ہیں، سلمان ہیں، عمار ہیں، عبد اللہ ابن مسعود ہیں، ابوذر ہیں، اور مقداد رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ترمذی)

"نجباء" نجیب کی جمع ہے برگزیدہ اور خاص خاص لوگوں کو کہتے ہیں۔ "رقباء" یہ رقیب کی جمع ہے نگران اور محافظ کو کہتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شان

﴿۶۱﴾وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَمَّارِبْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ فَاَغْلَظْتُ لَهُ فِي الْقَوْلِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ خَالِدٌ وَهُوَيَشْكُوْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ يُغْلَظُ لَهُ وَلَايَزِيْدُهُ اِلَّا غِلْظَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ لَايَتَكَلَّمُ فَبَكٰى عَمَّارٌ وَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَاتَرَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ وَقَالَ مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ خَالِدٌ فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رِضٰى عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهٗ بِمَا رَضِيَ فَرَضِيَ.

اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے درمیان گفتگو چل رہی تھی کہ میں نے ان کے خلاف ایک سخت بات کہہ دی، چنانچہ عمار میری شکایت لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے، وہ نبی کریم ﷺ سے شکایت کر رہے تھے کہ ادھر سے خالد بھی آگئے۔ راوی کا بیان ہے کہ خالد، عمار کو سخت سست کہنے لگے اور ان کی سخت کلامی میں اضافہ ہوتا رہا، اس وقت نبی کریم ﷺ چپ چاپ بیٹھے سن رہے تھے، ایک حرف زبان سے نہ فرماتے تھے۔ عمار مارے غصہ کے صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے اور رونے لگے اور بولے یا رسول اللہ! کیا آپ دیکھ نہیں رہے؟ نبی کریم ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: جو شخص عمار رضی اللہ عنہ

سے دشمنی رکھے گا اس کو اللہ دشمن رکھے گا اور جو شخص عمار سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں باہر آیا اور اس وقت کوئی چیز میری نظر میں عمار کے راضی وخوش ہو جانے سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر نہیں تھی، پھر یہ ہوا کہ میں نے عمار کو راضی وخوش کرنے کے لئے ان کے ساتھ ایسا سلوک اور ایسا رویہ اختیار کیا کہ وہ مجھ سے راضی اور خوش ہو گئے۔

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی شان

﴿۶۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَالِدٌ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنِعْمَ فَتَى الْعَشِيْرَةِ. (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: خالد اللہ بزرگ وبرتر کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، وہ اپنے قبیلہ کا بہترین جوان ہے، ان دونوں روایتوں کو احمد نے نقل کیا ہے۔

"نعم فتى العشيرة" یعنی وہ اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے بہترین جوان ہیں۔ بنو مخزوم قریش کی ایک شاخ ہے حضرت خالد کا تعلق بنو مخزوم سے تھا، حضرت عکرمہ بھی مخزومی ہیں۔

﴿۶۳﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِیٌّ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلٰثًا اَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ اَمَرَنِیْ بِحُبِّهِمْ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور یہ بتایا کہ وہ بھی ان چاروں سے محبت رکھتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں بھی ان چاروں کے نام بتا دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ایک تو علی ہیں، یہ الفاظ آپ نے تین بار فرمائے، پھر فرمایا: ایک ابوذر ہیں، ایک مقداد ہیں اور ایک سلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں ان چاروں سے محبت رکھوں اور یہ بتایا کہ وہ بھی ان چاروں سے محبت رکھتا ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

﴿۶۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِیْ بِلَالًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے ابوبکر، ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا ہے یعنی بلال کو۔ (بخاری)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ

﴿۶۵﴾ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ اِنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِیْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِیْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِیْ لِلّٰهِ فَدَعْنِیْ وَعَمَلَ اللّٰهِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا تھا کہ: اگر آپ نے اپنی ذاتی خوشی کے لئے مجھ کو خریدا تھا تو مجھ کو اپنے پاس رکھ لیجئے لیکن اگر آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے مجھ کو خریدا تھا تو پھر مجھ کو اللہ کے کام کے لئے چھوڑ دیجئے۔ (بخاری)

توضیح: "نـفـسـک" اس حدیث کے سمجھنے کے لئے ایک پس منظر اور مختصر سا قصہ سمجھنا ضروری ہے، حضرت بلال مکہ مکرمہ میں غلام تھے جب آپ مسلمان ہوئے تو ان کے آقاؤں نے ان کو بہت زیادہ سزائیں دیں، اُمیہ بن خلف رات بھر ان کو مارتا تھا اور دن میں تپتی ریت اور گرم سنگریزوں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھتا تھا اور اردگرد آگ جلاتا تھا اور مطالبہ کرتا تھا کہ اسلام چھوڑ دو حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال کے عوض کئی غلام دے کر حضرت بلال کو ان کے آقاؤں سے خرید لیا اور پھر آزاد کیا حضرت بلال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں لگے رہے اور مسجد نبوی میں اذان پر مامور ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو حضرت بلال نے کہا کہ اب محبوب کے بغیر محبوب کے شہر میں رہنا دشوار ہورہا ہے اس لئے مدینہ منورہ کی اس در و دیوار سے دور کسی جگہ آئندہ کی زندگی گزاروں گا، اس غرض سے آپ نے شام جانے کا ارادہ کیا کہ وہاں جہاد بھی کروں گا اور زندگی بھی گزاروں گا، ادھر حضرت صدیق اکبر ان کو شام جانے سے منع کررہے تھے کیونکہ اذان کے لئے یہ سب سے زیادہ موزوں بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بھی تھے۔

اس موقع پر حضرت بلال نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لئے خریدا تھا تو مجھے یہاں مدینہ میں روک دو اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خریدا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے کاموں کے سرانجام دینے کے لئے آزاد چھوڑ دو کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں جہاد کروں، حضرت صدیق نے ان کو اجازت دیدی اور حضرت بلال لشکر اسلام کے ساتھ مل کر دمشق کی طرف چلے گئے اور ۱۸ھ یا ۲۰ھ میں وہیں پر انتقال ہوگیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی عجیب قربانی

﴿۶۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَاعِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِکَ وَقُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّضِيْفُهٗ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِیْ قَالَ فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَیْءٍ وَنَوِّمِيْهِمْ فَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاَرِيْهِ اَنَّا نَاْكُلُ فَاِذَا اَهْوٰی بِيَدِهٖ لِيَاْكُلَ فَقُوْمِیْ اِلَی السِّرَاجِ كَیْ تُصْلِحِيْهِ فَاَطْفِئِيْهِ فَفَعَلَتْ فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ

اَوْضَحِکَ اللّٰہُ مِنْ فُلَانٍ وَ فُلَانَۃٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِثْلُہٗ وَلَمْ یُسَمِّ اَبَاطَلْحَۃَ وَفِیْ اٰخِرِھَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں نہایت پریشان حال اور تکلیف و مشقت میں گرفتار ہوں، آنحضرت نے کسی آدمی کو اپنے بیوی کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میرے پاس پانی کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں ہے، پھر آپ نے ایک دوسری بیوی کے پاس آدمی بھیجا اور انہوں نے بھی وہی جواب بھجوایا جو پہلی بیوی نے بھیجا تھا اور اس طرح سب بیویوں کے ہاں سے ایسا ہی جواب آیا۔ تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص اس آدمی کو مہمان بنائے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ (یہ سن کر) انصار میں کے ایک شخص کہ جن کو ابو طلحہ کہا جاتا تھا، کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! اس آدمی کو میں اپنا مہمان بناؤں گا اور پھر ابو طلحہ اس شخص کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ ان کی بیوی بولیں، بس اتنا ہے کہ بچوں کی ضرورت کو ایک حد تک پورا کردے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر سلائے رکھنا اور جب ہمارا مہمان کھانے کے لئے گھر میں آئے تو ایسا ظاہر کرنا کہ گویا ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں اور جوں ہی ہمارا مہمان لقمہ اٹھانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھائے تو تم یہ ظاہر کر کے کہ جیسے چراغ کی بتی کو ٹھیک کرنے اور اس کی روشنی بڑھانے کا ارادہ ہے، چراغ کی طرف جانا اور چراغ گل کر دینا، چنانچہ ان کی بیوی نے ایسا ہی کیا اب یہ صورت بنی (دسترخوان پر) بیٹھے تو تینوں لیکن کھانا صرف مہمان نے کھایا، ان دونوں میاں بیوی نے بھوکے رات گزاری، پھر جب صبح ہوئی اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فلاں مرد اور فلاں عورت کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو بہت پسند لگا، یا یہ فرمایا کہ اس کام پر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آگئی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے نام کا ذکر نہیں ہے نیز اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اسی واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ویؤثرون علی انفسھم الخ﴾ یعنی وہ لوگ جو اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود حاجت مند اور بھوکے ہوں الخ۔ (بخاری ومسلم)

توضیح: "انی مجھود" یعنی میں بے بس، مجبور، مصیبت زدہ فقیر ہوں۔ "فعللیھم" یعنی اپنے بھوکے بچوں کو بہلا کر سلا دو اور کھانا مہمان کے لئے لا دو اور پھر اصلاح کے بہانے سے چراغ کو بجھا دو اور کھانا مہمان کو کھلا دو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ "طاویین" یعنی میاں بیوی خالی پیٹ بھوکے سو گئے، مہمان کو اندھیرے میں پتہ ہی نہ چلا کہ ان دونوں نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔

"عجب اللہ او ضحک" یہ دونوں لفظ متشابہات میں سے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ حجاب کے حکم آنے سے پہلے کا زمانہ تھا جس میں یہ قصہ پیش آیا۔

﴿۶۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا يَا اَبَاهُرَيْرَةَ فَأَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ نِعْمَ عَبْدُاللّٰهِ هٰذَا وَيَقُوْلُ مَنْ هٰذَا فَأَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ بِئْسَ عَبْدُاللّٰهِ هٰذَا حَتّٰى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ نِعْمَ عَبْدُاللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر پڑاؤ کیا تو اس وقت (جبکہ رسول کریم ﷺ اپنے خیمہ کے اندر آرام فرمارہے تھے اور میں خیمہ کے باہر تھا) لوگ ادھر ادھر جانے لگے، چنانچہ رسول کریم ﷺ پوچھتے تھے کہ اے ابوہریرہ! یہ گزرنے والا کون شخص ہے۔ اور میں آپ کو بتاتا تھا کہ فلاں شخص ہے! پھر آپ فرماتے کہ: یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے۔ یا آپ پوچھتے کہ یہ کون شخص ہے؟ اور میں آپ کو بتاتا کہ فلاں شخص ہے تو آپ فرماتے: یہ اللہ کا برا بندہ ہے۔ یہاں تک کہ جب خالد بن ولید گزرے اور آپ نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو میں نے بتایا کہ خالد بن ولید ہیں۔ آپ نے فرمایا: خالد بن ولید اللہ کا اچھا بندہ ہے، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ (ترمذی)

﴿۶۸﴾ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ انصار نے عرض کیا یارسول اللہ! جس طرح ہر نبی کے کچھ تابعدار تھے، اسی طرح آپ کے تابعدار ہم لوگ ہیں، آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تابعداروں کو بھی ہم سے کردے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا کردی۔ (بخاری)

سب سے زیادہ شہید انصار سے تھے

﴿۶۹﴾ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ وَقَالَ اَنَسٌ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِىْ بَكْرٍ سَبْعُوْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: قبائل عرب میں سے کسی قبیلہ یا قوم کے بارے میں ہمیں یہ علم نہیں کہ اس کے شہیدوں کی تعداد انصار کے شہیدوں سے زیادہ ہو اور قیامت کے دن انصار سے زیادہ باعزت مانے جائیں، حضرت انس کا بیان ہے احد کی جنگ میں ستر انصار شہید ہوئے، بیر معونہ میں ستر انصار شہید ہوئے اور یمامہ کی جنگ میں جو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں (مسلیمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی) تھے ستر انصار شہید ہوئے۔ (بخاری)

اہل بدر کے عطایا

﴿۷۰﴾ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ اٰلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَاُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو لوگ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان میں سے ہر ہر شخص کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار درہم تھا جو بیت المال سے ادا کیا جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کو دوسرے تمام لوگوں پر ترجیح دیتا ہوں۔ (بخاری)

توضیح: "عطاء البدریین" صدیق اکبر نے بدر میں شریک مجاہدین کے لئے بیت المال سے سالانہ پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا تھا، یہ وظیفہ دوسروں سے زیادہ تھا تا کہ اہل بدر کی فضیلت ثابت ہو جائے اس کے بعد حضر عمر فاروق نے بھی اس فضیلت کو عملی طور پر برقرار رکھا بلکہ قولی طور پر اس کا اعلان بھی فرمایا اور عزم کیا کہ میں اس فضیلت کو برقرار رکھوں گا۔

تَسْمِيَةُ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ الْبُخَارِيِّ

اہل بدر میں سے ان چند صحابہ کے نام جو بخاری میں مذکور ہیں

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلة﴾. (آل عمران: ۱۲۳)

۲ھ میں بدر کا واقعہ پیش آیا تھا، قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ کی طرف واپس آرہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۱۳ صحابہ اپنے ساتھ لئے اور اس قافلہ کے پکڑنے کے لئے بدر کی طرف روانہ ہوئے، جلدی نکلنے کی وجہ سے ان صحابۂ کرام کے پاس جنگی ساز وسامان نہ ہونے کے برابر تھا باقاعدہ کسی جنگ کی صورت نہیں تھی اس لئے بھی اسلحہ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ صرف قافلہ پکڑنا تھا مگر قافلہ نے چالاکی سے اپنی جان بچالی اور کفار قریش کو خوفناک پیغام بھیجا کہ ہم لٹ گئے اگر قافلہ بچانا ہے تو جلدی پہنچ جاؤ مسلمانوں نے ہمارا راستہ روک رکھا ہے۔

ابو جہل نے اعلان کیا اور ایک ہزار لشکر مع ساز وسامان لے کر بدر کی طرف روانہ ہوا، دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور قافلہ دوسرے راستے سے بچ نکلا۔ اب باقاعدہ ایک مسلح لشکر سے ان بے سروسامان چند سو صحابہ کا مقابلہ سر پر آگیا، مقابلہ جب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت فرما کر ان کو غلبہ عطا کیا، ستر کفار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوگئے، چند صحابۂ کرام بھی شہید ہوگئے، جن صحابہ نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے ان کو اہل بدر کہتے ہیں، ان کی بہت بڑی شان ہے۔ اسی وجہ سے محدثین بڑے اہتمام کے ساتھ ان میں سے چند کے نام یا سب کے نام اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں، صاحب مشکوۃ نے بھی ایسا کیا ہے۔

اہل بدر کی تعداد:

جنگ بدر میں شریک صحابۂ کرام کی تعداد میں کچھ اختلاف ہے بعض علماء نے ان کی تعداد ۳۱۵ بتائی ہے، بعض روایات میں ۳۱۷

کی تعداد بتائی گئی ہے، بعض علماء نے ۳۶۵ کا ذکر کیا ہے، بعض روایات میں ۳۱۴ کا ذکر ہے مگر ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اہل بدر میں سے صرف ۴۵ کے نام ذکر کیا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان کو اہل بدر میں حضور اکرم ﷺ نے شامل فرمایا ہے وہ حضور اکرم کی صاحبزادی کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں حضور اکرم کے حکم سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اہل بدر کے ناموں کے خواص:

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے ناموں میں عجیب خاصیت اور عجیب برکت رکھی ہے، کہا جاتا ہے کہ ان ناموں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ دُعا کو قبول فرماتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کتنے ہی اولیاء اللہ کو اہل بدر کے اسماء کی برکت سے ولایت ملی ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل بدر کے ناموں کی برکت سے جن مریضوں نے اپنے لئے صحت کی دُعا مانگی ہے اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی خواص ہیں صاحب مظاہر حق نے دُعا کے انداز سے اہل بدر کے ۳۱۴ نام مظاہر حق میں ذکر کئے ہیں اور پھر آخر میں الگ دُعا بھی نقل فرمائی ہے۔ اہل بدر کے ناموں پر مشتمل چھوٹے چھوٹے کتابچے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

اسماء بعض البدريين

اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عُثْمَانَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقِ الْقُرَشِيُّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِيُّ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبْنَتِهٖ رُقَيَّةَ وَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبِ الْهَاشِمِيُّ اِيَاسُ بْنُ بُكَيْرٍ بِلَالُ ابْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٌ لِّقُرَيْشٍ اَبُوْحُذَيْفَةَ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِيُّ حَارِثَةُ بْنُ الرُّبَيِّعِ الْاَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَحَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَارَةِ خُبَيْبُ ابْنُ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيُّ خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِالْمُنْذِرِ اَبُوْلُبَابَةَ الْاَنْصَارِيُّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ زَيْدُ ابْنُ سَهْلٍ اَبُوْطَلْحَةَ الْاَنْصَارِيُّ اَبُوْزَيْدِ الْاَنْصَارِيُّ سَعْدُ ابْنُ مَالِكِ الزُّهْرِيُّ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلِ الْقُرَشِيُّ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفِ الْاَنْصَارِيُّ ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِيُّ وَاَخُوْهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدِ الْهُذَلِيُّ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفِ الزُّهْرِيُّ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ عُبَادَةُ ابْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِيُّ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُوَيِّ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرِو الْاَنْصَارِيُّ عَامِرُبْنُ رَبِيْعَةَ الْعَنَزِيُّ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ الْاَنْصَارِيُّ عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيُّ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكِ الْاَنْصَارِيُّ قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيُّ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو

بْنِ الْجَمُوْحِ مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْهُ مَالِکُ ابْنُ رَبِیْعَۃَ اَبُوْاُسَیْدِ الْاَنْصَارِیُّ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَۃَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ ابْنِ عَبْدِمُنَافٍ مُرَارَۃُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ مَعْنُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْکِنْدِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُھْرَۃَ ھِلَالُ بْنُ اُمَیَّۃَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ.

چند مخصوص اہل بدر کے اسماء گرامی

نبی محمد ابن عبداللہ ہاشمی ﷺ عبداللہ ابن عثمان یعنی ابوبکر صدیق قریشی، عمر ابن خطاب عدوی، عثمان ابن عفان قریشی جنہیں نبی ﷺ نے اپنی دختر رقیہ کی تیمارداری کے لئے پیچھے چھوڑا اور ان کے لئے حصہ الگ رکھا، علی ابن ابی طالب ہاشمی، بلال ابن رباح یعنی ابوبکر صدیق کے غلام، حمزہ ابن عبدالمطلب ہاشمی، ایاس بن بکیر، حاطب ابن ابی بلتعہ جو قریش کے حلیف تھے، ابوحذیفہ ابن عقبہ ابن ربیعہ قریشی، حارثہ ابن ربیعہ انصاری جو بدر کے دن شہید ہوئے اور وہ حارثہ ابن سراقہ ہیں جو نگرانی میں مقرر تھے، خبیب ابن عدی انصاری، خنیس ابن حذافہ سہمی، رفاعہ ابن رافع انصاری، رفاعہ ابن عبدالمنذر، ابولبابہ انصاری، زبیر بن العوام قریشی، زید بن سہل، ابوطلحہ انصاری، ابوزید انصاری، سعد ابن مالک زہری، سعد ابن خولہ قریشی، سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل قریشی، سہل ابن حنیف انصاری، ظہیر ابن رافع انصاری اور ان کے بھائی، عبداللہ ابن مسعود ہذلی، عبدالرحمٰن ابن عوف زہری، عبیدہ ابن حارث قریشی، عبادہ ابن صامت انصاری، عمرو ابن عوف جو بنی عامر ابن لوی کے حلیف تھے، عقبہ ابن عمرو انصاری، عامر ابن ربیعہ عنزی، عاصم ابن ثابت انصاری، عویم بن ساعدہ انصاری، عتبان ابن مالک انصاری، قدامہ ابن مظعون، قتادہ ابن نعمان انصاری، معاذ ابن عمرو ابن جموح، معوذ ابن عفراء اور ان کے بھائی مالک ابن ربیعہ، ابواسید انصاری، مسطح ابن اثاثہ ابن عباد بن عبدالمطلب ابن عبدمناف، مرارہ ابن ربیع انصاری، معن بن عدی انصاری، مقداد ابن عمرو کندی جو بنی زہرہ کے حلیف ہیں، ہلال ابن امیہ انصاری۔

(اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی رہے)۔ آمین

(مؤرخہ ۵ رجب ۱۴۱۸ھ)

باب ذكر اليمن والشام وذكر اويس القرني

یمن، شام اور اویس قرنی کا بیان

''الیمن'' یمن ان شہروں اور بستیوں کو کہا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ کی دائیں جانب پر واقع ہیں آج کل یمن ایک مستقل ملک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو جزیرہ نمائے عرب کے جنوب میں واقع ہے، اگرچہ موجودہ یمن ان تمام خطوں پر مشتمل نہیں ہے جن پر عہد قدیم میں یمن محیط تھا لیکن اب بھی عہد قدیم کے کئی مرکزی بڑے حصے یمن میں شامل ہیں، یمن کی طرف جب کسی چیز کی نسبت ہوتی ہے تو کہتے ہیں: یمنی، یمان، یمانی۔

''الشام'' شام ان شہروں اور بستیوں پر مشتمل ایک مشہور ملک ہے جو بیت اللہ سے بائیں جانب واقع ہے آج کل شام کو ''سوریا'' اور ''سیریا'' کہا جاتا ہے دنیا کے کافروں کی یہ کوشش ہے کہ اسلام کے تاریخی مقامات کے ناموں کو مسلمانوں کے ذہنوں سے نکال دیں چنانچہ ''شام'' کا نام ''سوریا'' رکھا ''حبشہ'' کا ''ایتھوپیا''، ''جبل الطارق'' کا ''جبرالٹر'' اور ''قسطنطنیہ'' کا نام ''استنبول'' رکھا۔

''قرن'' یمن میں ایک بستی کا نام قرن ہے، قاف اور را دونوں پر زبر ہے، اسی بستی کو حضرت اویس قرنی کے اجداد میں سے ایک شخص قرن بن رومان نے آباد کیا تھا، اویس قرنی اسی بستی کی طرف منسوب ہیں، ایک اور جگہ قرن المنازل ہے جو طائف میں واقع ہے اور اھل نجد کے لئے میقات ہے جس کے قاف پر زبر اور را ساکن ہے، اویس قرنی کا اس سے تعلق نہیں ہے اگر کسی نے لکھا ہے تو وہ غلط فہمی ہے۔

الفصل الاول

حضرت اویس قرنی کی فضیلت اور شخصیت

﴿۱﴾ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا يَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهُ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِالدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ

خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص یمن سے تمہارے پاس آئے گا جس کا نام اویس ہوگا، وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑے گا، اس کے بدن میں سفیدی (یعنی برص کی بیماری) تھی اس نے اللہ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن سے سفیدی کو ختم کر دیا، ہاں صرف ایک درہم یا ایک دینار کے بقدر سفیدی باقی رہ گئی ہے، پس تم میں سے جو شخص اس سے ملے اس کو چاہئے کہ اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، تابعین میں بہترین شخص وہ ہے جس کا نام اویس ہے۔ اس کی ایک ماں ہوگی اور اس کے بدن پر برص کا نشان ہے، پس تم اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا۔ (مسلم)

توضیح: "غیر ام لہ" یعنی یمن میں اس کے اہل وعیال میں سے اس کا کوئی رشتہ دار نہیں صرف اس کی ایک ماں ہے، اس کی خدمت میں رہتا ہے اس لئے میری زیارت کے لئے نہیں آیا۔ "بیاض" یعنی اس کے جسم میں برص کی بیماری تھی پورا جسم سفید تھا اس نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تو ایک دینار یا درہم کی جگہ سفید رہ گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر مدنظر رہے یا اس لئے کہ ان کے تعارف کے لئے نشانی رہ جائے چنانچہ آنحضرت ﷺ کی نشاندہی پر حضرت عمر نے ان کو اسی سفید نشان سے پہچان لیا۔ "خیر التابعین" آنحضرت ﷺ نے ان کو تابعین میں سب افضل قرار دیا کیونکہ یہ ایسے تابعی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے، عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے نیز علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا جبہ بطور ہدیہ ان کے لئے بھیجا تھا، علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نعتیہ کلام میں فرمایا ہے:

تو جامہ رسانیدی اویس قرنی را قرنی را قرنی را

بعض واعظین علماء اپنے وعظوں میں کہتے ہیں کہ جب اُحد کے میدان میں آنحضرت کے دندان مبارک شہید ہو گئے تو اویس قرنی نے پتھر لے کر اپنے سامنے کے کئی دانت توڑ ڈالے تاکہ آنحضرت ﷺ سے محبت کا اظہار ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اویس قرنی کو ثواب اور فضیلت عبادت کی وجہ سے افضل تابعین فرمایا ہو اور سعید بن مسیب جو افضل تابعین میں سے ہیں وہ کثرت علم کے اعتبار سے افضل ہوں۔ "فمروہ" یعنی اُسے کہنا کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں اویس بن عامر قرنی سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے کچھ چیدہ چیدہ باتیں یہاں نقل کرتا ہوں اس حدیث کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلسل اس جستجو اور تلاش میں رہے کہ اویس قرنی سے ملاقات ہو جائے ایک دفعہ حضرت عمر اور اویس قرنی کی ملاقات ہوئی سوال وجواب ہوا، اور گفتگو اس طرح ہوئی:

حضرت عمر فاروق: کیا تم اویس بن عامر ہو؟ وہ بولے جی ہاں! میں وہی ہوں، حضرت عمر نے پوچھا: کیا تم قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہو اور قرنی ہو؟ وہ فرمانے لگے ہاں! حضرت عمر نے پوچھا: کیا تم کو برص کا مرض لاحق تھا؟ فرمانے لگے جی ہاں! اس کے بعد حضرت عمر نے آنحضرت ﷺ کی پوری حدیث سنادی جو اویس قرنی سے متعلق تھی جس میں دُعا کرانے کی بات تھی، حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے جب دُعائے مغفرت کی درخواست کی تو اویس قرنی بولے کہ اے امیر المؤمنین: آپ کیا فرما رہے ہیں؟ مجھ جیسا آدمی آپ کے لئے دُعائے مغفرت کرے؟ حضرت عمر نے فرمایا: یقیناً تمہیں میرے لئے دُعائے مغفرت کرنی ہے! تب حضرت اویس نے فاروق اعظم کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اویس قرنی سے پوچھا کہ اویس! اب بتاؤ کہاں جانا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: میں کوفہ جانا چاہتا ہوں! حضرت عمر نے پوچھا کیا تمہارے بارے میں کوفہ کے حاکم کو کچھ لکھ دوں؟ حضرت اویس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! مجھے میرے گمنامی کے حال پر چھوڑ دیجئے!

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے آواز دی، میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کو اویس کہا جائے گا، تم اس کو دیکھو گے تو خدا یاد آجائے گا، جب تم ان سے ملو تو ان کو میرا اسلام کہہ دینا اور ان سے اپنے لئے دُعائے مغفرت کی درخواست کرنا، وہ اللہ تعالیٰ سے اتنے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرے گا جیسے ربیعہ اور مضر کے لوگ ہیں، حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے بعد میں اس شخص کی تلاش میں رہا مگر مجھے عہد نبوی میں یہ شخص نہیں ملا، پھر میں نے صدیق اکبر کی خلافت میں اس شخص کو تلاش کیا مگر مجھے نہیں ملا، پھر جب میرا عہد امارت کا دور آیا تو میں اور تیزی سے اس کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ دنیا کے مختلف شہروں کے قافلوں سے میں پوچھا کرتا تھا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا نام اویس ہو، قبیلہ مراد سے اس کا تعلق ہو اور قرن کا رہنے والا ہو؟ اسی تلاش کے دوران ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ جس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں وہ میرا چچازاد بھائی ہے لیکن وہ اس طرح خستہ حال ہے اور اس درجہ کا کمتر اور بے حیثیت آدمی ہے کہ آپ جیسے عظیم انسان کا اس کے بارے میں پوچھنا آپ کے شایان شان نہیں ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ تم جو حقارت آمیز کلمات اس کے حق میں بولتے ہو یہ تمہارے لئے باعث ہلاکت ہیں، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے یہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ دور سے ایک اونٹ سوار آتا ہوا نظر آیا، اونٹ پر بوسیدہ پالان تھا، بیچ میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے جسم کا کچھ حصہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ڈھکا ہوا تھا اور کچھ خالی تھا اس کو دیکھتے ہی مجھے خیال آیا کہ یہی شخص اویس قرنی ہوگا۔ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا اور پوچھا تم اویس قرنی ہو؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! مَیں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں سلام بھیجا ہے، اس شخص نے کہا: ”**وعلی رسول اللہ السلام وعلیک یا امیر المؤمنین**“ اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تم میرے لئے دُعائے مغفرت کرو! اس کے بعد میرا یہ معمول ہوگیا کہ ہر سال حج کے موقع پر اویس سے ملاقات کرتا تھا، اپنے احوال واسرار ان سے بیان کرتا تھا اور وہ اپنے احوال واسرار مجھ سے بیان کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس قرنی تکوینیات کے لوگوں میں سے تھے جس طرح حضرت عمر فاروق رجال تکوین میں سے تھے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کی ملاقات کی ترغیب دی تھی، یہ رجال الغیب کا الگ ایک نظام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بہت کوشش کی کہ اویس قرنی کو کچھ ہدیہ دیکر تعاون کریں مگر اویس قرنی نے بالکل انکار فرمایا البتہ یہ درخواست کی کہ میرے احوال کو پوشیدہ رکھیں اس کا چرچا نہ ہو۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے کچھ لوگوں سے کہا

کہ اویس قرنی سے دُعا کراؤ! وہ لوگ گئے بہت مشکل سے کسی ویرانے میں اویس کو پایا اور پورا قصہ سنا دیا تو اویس کہنے لگے کہ حضرت عمر نے میرا چرچا کیا یہ کہہ کر صحراء کی طرف چلے گئے اور بالکل غائب ہو گئے!!

ایک روایت میں ہے کہ "جنگِ نہاوند" میں حضرت اویس قرنی شہید ہو گئے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ صف میں کھڑے لڑ رہے تھے کہ شہید ہو گئے، حضرت اویس قرنی کے مزید بہت سارے عجیب احوال بھی ہیں۔ حضرت عمر کے ہدیہ کا جب آپ نے انکار کیا تو فرمانے لگے: میرے پاس یہ دو پھٹے پرانے کپڑے ہیں، پرانے جوتے بھی ہیں جس میں پیوند لگے ہیں، میرے پاس چار درہم بھی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو تب آ کر آپ سے عطیہ وصول کرلوں گا پھر فرمایا کہ انسان کی حالت تو اس طرح ہے کہ جب یہ ایک ہفتے کے لئے آرزو کرتا ہے تو اس کی آرزو مہینہ بھر کے لئے دراز ہو جاتی ہے اور جب مہینہ بھر تک کے لئے آرزو کرتا ہے تو آرزو سال بھر تک کے لئے دراز ہو جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ قناعت سے آدمی اچھی زندگی گذار سکتا ہے اور حرص سے کچھ نہیں بنتا!

اہل یمن کی فضیلت

﴿۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاکُمْ اَهْلُ الْیَمَنِ هُوَ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَاَلْیَنُ قُلُوْبًا اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَالْحِکْمَةُ یَمَانِیَّةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّکِیْنَةُ وَالْوَقَارُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں جو زیادہ رقیق القلب اور زیادہ نرم دل ہیں، ایمان یمن کا ہے اور حکمت بھی یمنی ہے اور فخر اور تکبر کرنا اونٹ والوں میں ہے، جب کہ اطمینان و تحمل اور وقار بکری والوں میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: باب بدء الخلق اور باب وفات النبی ﷺ میں اور دیگر مواضع میں اس حدیث کی تشریح و توضیح ہو چکی ہے۔ "ارق" رقیق سے ہے نرم و شفیق اور باریک اور لطیف کے معنی میں ہے۔ "افئدة" اس کا مفرد فؤاد ہے، دل کے اندر کے حصہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے حکمت سے مراد علم ہے یعنی اس زمانہ کے اہل یمن اسی طرح تھے، قیامت تک اہل یمن کے لئے یہ فضیلت نہیں ہے، بعض قلیل لوگ اب بھی ایسے ہوں گے جو ان صفات سے متصف ہونگے!

کفر کا سرغنہ مشرقی علاقوں میں ہے

﴿۳﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاْسُ الْکُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَهْلِ الْخَیْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِیْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّکِیْنَةُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کفر کا سرا مشرق کی طرف ہے، فخر و تکبر گھوڑے والوں اور اونٹ

والوں اور چلّانے والوں میں ہے، جو اونٹ کے بالوں کے خیموں میں رہتے ہیں اور نرمی و مسکینی بکری والوں میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "رأس الکفر" یعنی کفر کی چوٹی اور کفر کا سر اور لیڈر اور سرغنہ مشرق میں ہے، مدینہ منورہ سے جو علاقے مشرق کی جانب پڑتے ہیں، وہ فارس و ایران اور روس وغیرہ ہیں، انہیں علاقوں میں یاجوج ماجوج کا مرکز ہے اور انہیں علاقوں سے دجال کا خروج ہوگا۔ "الفدادین" چیخنے چلاّنے والے صحرائی جنگلی لوگ مراد ہیں۔ "اهل الوبر" یعنی اونٹوں کے بالوں کے خیموں میں رہنے والے جٹ لوگ ہونگے، اس سے وہی صحرائی جنگلی لوگ مراد ہیں۔

فتنوں کی جگہ مشرق ہے

﴿۴﴾وَعَنْ اَبِی مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ ھٰھُنَا جَاءَ تِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّادِیْنَ اَھْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِیْ رَبِیْعَۃَ وَمُضَرَ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مشرق کی سمت ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ: فتنے اس جگہ سے آئے ہیں اور بدزبانی و سنگدلی چلانے والوں اور خیمہ نشینوں میں ہے جو اونٹوں اور گایوں کی دموں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں یہ لوگ ربیعہ اور مضر قبائل میں سے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

توضیح: "الجفاء" گنوار پن کو کہتے ہیں "غلظ القلوب" تعلیم و تہذیب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہوں گے، یہ صفت ان زمینداروں کی ہوگی جو چیخنے چلانے والے ہوں گے، جانوروں پر چیختے چلاتے ہونگے اور جانوروں کے بالوں سے بنے ہوئے خیموں میں رہتے ہونگے اور گائے بیل اور انٹوں کی دُموں کے ساتھ لگے رہتے ہونگے یہ صحرائی جنگلی لوگ ربیعہ سے بھی ہوں گے اور قبیلہ مضر سے بھی ہوں گے۔

سنگدلی اہل مشرق میں ہے

﴿۵﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِی الْمَشْرِقِ وَالْاِیْمَانُ فِیْ اَھْلِ الْحِجَازِ. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنگدلی اور سخت گوئی مشرق میں ہے اور ایمان حجاز والوں میں ہے۔ (مسلم)

شام و یمن کے لئے دُعا

﴿۶﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا

فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهٗ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ هُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ.
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوں دعا فرمائی: خدایا! ہمیں ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور خدایا! ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے نجد کے بارے میں بھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی: خدایا! ہمیں ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور خدایا! ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ نے دوبارہ عرض کیا یارسول اللہ! اور ہمارے نجد کے بارے میں بھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ تیسری بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہاں زلزلے ہوں گے فتنے ہوں گے، اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔ (بخاری)

"نجد" ریاض کے اطراف کے اکثر علاقے نجد میں آتے ہیں، یہ حجاز سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ شیطان کے سینگ سے شیطان کی جماعت مراد ہے جو کوئی فتنہ پرور جماعت ہوگی۔

❀❀❀❀❀

الفصل الثانی

﴿۷﴾ عَنْ اَنَسٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْیَمَنِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یمن کی سمت نظر اٹھائی اور پھر یوں دعا فرمائی: خدایا اہل یمن کے دلوں کو متوجہ فرما اور ہمارے صاع اور ہمارے مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما۔ (ترمذی)

شام کی فضیلت

﴿۸﴾ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِلشَّامِ قُلْنَا لِاَیٍّ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّ مَلٰئِکَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَیْهَا. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ: خوش بختی ہو اہل شام کو، ہم نے پوچھا وہ کس وجہ سے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ رحمٰن کے فرشتے شام کی سرزمین اور اس کے رہنے والوں پر اپنا پر

پھیلائے ہوئے ہیں۔ (احمد،ترمذی)

﴿۹﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ نَحْوِ حَضْرَمَوْتَ اَوْمِنْ حَضْرَمَوْتَ تَحْشُرُ النَّاسَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَاتَاْمُرُنَا قَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اورحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عنقریب حضرموت کی سمت سے یا یہ فرمایا کہ حضرموت سے ایک آگ نمودار ہوگی اور وہ آگ لوگوں کو جمع کرے گی اور ہانک کرلے جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! پھر ہمارے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں شام میں چلے جانا چاہئے۔ (ترمذی)

﴿۱۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ هِجْرَةٌ بَعْدَهِجْرَةٍ فَخِيَارُ النَّاسِ اِلٰى مُهَاجَرِ اِبْرَاهِيْمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَخِيَارُاَهْلِ الْاَرْضِ اَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ اِبْرَاهِيْمَ وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُاَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ تَقْذِرُهُمْ نَفْسُ اللّٰهِ تَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ تَبِيْتُ مَعَهُمْ اِذَا بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ اِذَا قَالُوْا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اورحضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی، پس بہترین شخص وہ ہوگا جو اس جگہ ہجرت کر کے جائے گا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے گئے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ روئے زمین کے بہترین لوگ وہ ہوں گے جو اس جگہ ہجرت کر کے جانے کو خوب لازم پکڑیں گے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے گئے تھے۔ اور روئے زمین پر اس کے بدترین لوگ یعنی کفار وفجار رہ جائیں گے جن کو ان کی زمین پھینکی گی اور اللہ کی ذات ان کو پلید سمجھے گی اور آگ ان کو سوروں اور بندروں کے ساتھ اکٹھا کر کے ہانک لے جائے گی اور وہ آگ انہیں کے ساتھ رات گزرائے گی جہاں ان کی رات آئے گی اور ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔ (ابوداؤد)

توضیح: "تلفظھم" یہ صیغہ ضرب یضرب سے ہے اس کا مادہ لفظ ہے جو پھینکنے کے معنی میں ہے۔ "ارضوھم" یہ جمع ہے اس کا مفرد ارض ہے، زمین کو کہتے ہیں یعنی زمین ان لوگوں کو جگہ نہیں دیگی بلکہ ہٹائے گی۔ "تقذرھم" سمع یسمع سے کراہت وقباحت کے معنی میں ہے۔ "نفس اللہ" یہ تقذر کا فاعل ہے اور یہ متشابہات سے ہے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرے گا بلکہ ان سے نفرت فرمائے گا۔

اس حدیث کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ عنقریب حق وباطل کے معرکوں میں مسلسل ہجرتیں ہوں گی، اچھے لوگ وہ ہوں گے جو شام کی طرف ہجرت کر جائیں گے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت فرمائی تھی، اچھے لوگوں کی ہجرت کے بعد کفار کے ساتھ شریرترین اور برے لوگ رہ جائیں گے وہ حق کے لئے نہ تو ہجرت کریں گے اور نہ حق پر کھڑے ہو کر کفار سے جہاد کریں گے

بلکہ ذلیل بن کر کفار کے ساتھ رہیں گے، زمین ان کو ذلیل سمجھ کر ادھر ادھر پھینکے گی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان لوگوں سے نفرت کرے گی، پھر ایک آگ آجائے گی اور کفار جو خنازیر و بندر ہیں ان کے ساتھ ان اشرار و منافقین کو ملا کر خلط ملط کر دے گی۔
"تبیت" رات گذارنے کے معنی میں ہے۔ "تقیل" یہ قیلولہ سے بنا ہے قیلولہ کرنے کو کہتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے فتنہ وفساد کی آگ ان کے ساتھ لگی رہے گی خواہ دن ہو خواہ رات ہو، فتنہ کی آگ سے مراد فتنہ ہے، جب یہ منافق لوگ کفار کے اخلاق اپنالیں گے، تو کفار کے ساتھ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے ان کا خیال ہوگا کہ فتنہ ملک میں ہے، باہر نہیں ہوگا تو جلا وطن ہونے کے لئے نکلیں گے مگر یہ فتنہ ان کی جان نہیں چھوڑے گا بلکہ ساتھ ساتھ جائے گا، بندروں اور سوروں سے کفار بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حقیقی حیوان بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

شام، یمن اور عراق میں سے سکونت کے لئے کونسا بہتر ہے؟

﴿۱۱﴾ وَعَنِ ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَصِيْرُ الْاَمْرُ اَنْ تَكُوْنُوْا جُنُوْدًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ ابْنُ حَوَالَةَ خِرْلِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَاِنَّهَا خِيَرَةُ اللّٰهِ مِنْ اَرْضِهٖ يَجْتَبِيْ اِلَيْهَا خِيَرَتَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ فَاَمَّا اِنْ اَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَوَكَّلَ لِيْ بِالشَّامِ وَاَهْلِهٖ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جب دین اور ملت کا یہ نظام ہوگا کہ تم مسلمانوں کے جدا جدا کئی لشکر ہو جائیں گے، ایک لشکر شام میں ہوگا، ایک یمن میں اور ایک لشکر عراق میں، ابن حوالہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فرمائیے کہ میں کون سا لشکر اختیار کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم شام کو اختیار کرنا کیونکہ شام کی سرزمین خدا کی زمینوں میں سے برگزیدہ سرزمین ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اچھے لوگ یہاں اکٹھا کریگا، پھر اگر تم شام کو اختیار کرنا قبول نہ کرو تو اپنے یمن کو اختیار کرنا اور دیکھنا تم اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض میری وجہ سے میری امت کے حق میں یہ ذمہ لیا ہے کہ وہ شام اور اہل شام کو مامون ومحفوظ رکھے گا۔ (احمد، ترمذی)

توضیح: "الامر" یعنی امر اسلام یا امر جنگ کا انجام اور نتیجہ یہ نکل آئے گا کہ تم مسلمان تین کیمپوں اور تین لشکروں میں تقسیم ہو جاؤ گے ایک کیمپ شام میں، دوسرا عراق میں اور تیسرا یمن میں بن جائے گا۔ حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں کس کیمپ میں چلا جاؤں؟ "یجتبی" اجتباء چننے کے معنی میں آتا ہے، یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نیک لوگوں کو شام کی طرف جمع فرمائے گا۔

"فأما ان ابیتم" یعنی اگر تم شام جانے سے انکار کر دو تو پھر اپنے یمن میں چلے جاؤ، یہ جملہ معترضہ ہے بیچ میں واقع ہے،

علیک بالشام اور **واسقوا من غدرکم** کے درمیان واقع ہے مطلب یہ ہے کہ شام کی طرف ہجرت کرلو اور اس کے حوضوں سے پانی پیو۔ "**توکل**" **تکفل** کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ شام اور اس کے رہنے والوں کی حفاظت فرمائے گا۔ خلاصہ یہ کہ ہجرت وسکونت کے لئے سب سے پہلے شام بہتر ہے ورنہ پھر یمن کو اختیار کرو! عراق کا نام نہ لو۔ "**غدر**" جمع ہے اس کا مفرد غدیر ہے حوض کو کہتے ہیں!

(مؤرخہ ۶ رجب ۱۴۱۸ھ)

الفصل الثالث

شام پر لعنت نہ بھیجو وہ ابدال کا مسکن ہے

﴿۱۲﴾عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ اَهْلُ الشَّامِ عِنْدَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقِيْلَ اِلْعَنْهُمْ يَااَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَااِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْاَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُبِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ.

حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ: اے امیر المؤمنین! شام والوں پر لعنت کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کردیتا ہے۔ ان ابدال کے وجود و برکت سے بارش ہوتی ہے، ان کی مدد سے دشمنان دین سے بدلہ لیا جاتا ہے اور انہیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب کو دفع کیا جاتا ہے۔

توضیح: "**الابدال یکونون بالشام**" ابدال جمع ہے اس کا مفرد بدل ہے جس طرح ابرار جمع ہے اور مفرد برٌّ ہے چونکہ یہ لوگ ایک دوسرے کے رتبہ پر فائز ہوکر بدلتے رہتے ہیں اس لئے ان کو ابدال کہا گیا۔ "**العنهم**" حضرت علی اور حضرت معاویہ کی ایک طویل جنگ رہی ہے۔ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی۔ حضرت معاویہ عرصۂ دراز سے

ملک شام کے والی اور گورنر رہے تھے، اُنہوں نے حضرت علی سے مطالبہ کیا تھا کہ قاتلین عثمان ہمارے حوالے کردو تاکہ ہم ان سے قصاص لے لیں۔ حضرت علی فرماتے تھے کہ پہلے تم لوگ بیعت کرلو پھر قصاص کا مطالبہ کرو، بہرحال حضرت علی کے کچھ ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اہل شام کے لئے ایک زوردار بددُعا کرلو تاکہ سب کے سب ہلاک ہوجائیں، حضرت علی نے بددُعا دینے سے انکار کیا اور پھر شام کی تعریف میں ایک حدیث نقل کردی جس میں ابدال کا ذکر آیا ہے۔

ابدال کون اور ان کی حقیقت کیا ہے؟

زیر بحث حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ابدال کی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، پہلے تو آنحضرت ﷺ نے ابدال کا مسکن اور مرکزی مقام بتایا ہے کہ یہ لوگ شام میں ہوں گے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ شام کے علاوہ کہیں نہیں ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا مرکزی ہیڈکوارٹر اور اکثری جماعت شام میں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام کے لوگ ہوتے ہیں ان کا زیادہ تر تعلق تکوینیات سے رہتا ہے، ابدال لوگوں سے عام طور پر چھپے رہتے ہیں اس لئے ان کو رجال الغیب بھی کہتے ہیں۔ حضرت خضر اس نظام کے بڑے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں ان کی جماعتی نظم ونسق کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ یہ چالیس آدمی ہوتے ہیں، ان چالیس میں سے جب بھی کوئی مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام اولیاء اللہ میں سے ایک کو بدل بنا کر ان چالیس کی عدد کو پورا فرماتے ہیں، ان نفوس قدسیہ کے ذریعہ سے اور ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دُعا مانگی جاتی ہے اور دشمن کے مقابلے میں کامیابی کی دُعا مانگی جاتی ہے اور اللہ مدد کرتا ہے، ان کی برکت سے اہل شام سے بڑے بڑے فتنے اور عذاب ٹل جاتے ہیں۔ یہ حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں نقل فرمائی ہے۔

ملا علی قاری نے مرقات میں اس کے علاوہ ایک حدیث ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے، اس میں ابدال کی پوری تفصیل ہے ترجمہ ملاحظہ ہو: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک روایت نقل کی ہے جو مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں تین سو ایسے آدمی پیدا کئے ہیں جن کے دل حضرت آدم کے دل کی صفت پر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے چالیس آدمی ایسے پیدا کئے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ کے قلب کی صفت پر ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سات آدمی ایسے مقرر کئے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم کے قلب کی صفت پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے پانچ آدمی ایسے مقرر فرمائے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرئیل کے قلب کی صفت پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تین ایسے آدمی مقرر فرمائے ہیں جن کے قلب حضرت میکائیل کے قلب کی صفت پر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب میں سے ایک آدمی کو ایسا بنایا ہے جن کا قلب حضرت اسرافیل کے قلب کی صفت پر ہے، (گویا یہ سب کا امیر ہوتا ہے) جب اس آخری ایک کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تین کی جماعت میں سے ایک کو ترقی دے کر اس ایک جگہ تبدیل کردیتا ہے اور جب تین کی جماعت میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ کی جماعت سے ایک کو ترقی دیکر تین کی جماعت میں تبدیل کردیتا ہے اور جب پانچ کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سات کی جماعت میں سے کسی کو ترقی دیکر ان کی جگہ تبدیل کردیتا ہے اور جب سات کی جماعت میں سے کسی ایک کا

انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس کی جماعت سے ایک کو ترقی دیکر اس کی جگہ پر تبدیل کر دیتا ہے اور جب چالیس کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو کی جماعت میں سے کسی کو ترقی دیکر ان کی جگہ پر تبدیل کر دیتا ہے اور جب تین سو کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام اولیاء اللہ میں سے کسی ترقی دے کر کو ان کی جگہ تبدیل فرماتا ہے۔

(مرقات، جلد ۱۰ ص ۶۴۶)

ابدال سے متعلق حضرت ابن عمر کی حدیث بھی ہے، اس لئے ان کا انکار مناسب نہیں ہے، کہتے ہیں کہ سال میں ان کا ایک بار اجتماع حجاز میں ہوتا ہے اور ان کے نمائندے دنیا کے مختلف مقامات میں مخلوق خدا کی خدمت میں مقرر ہوتے ہیں، یہ عام انسانوں کی طرح انسان ہیں مگر ان کا الگ ایک نظام ہے۔

غُوطۂ دمشق کو ٹھکانہ بناؤ

﴿۱۳﴾ وَعَنْ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ الشَّامُ فَاِذَاخُيِّرْتُمُ الْمَنَازِلَ فِيْهَا فَعَلَيْكُمْ بِمَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ فَاِنَّهَا مَعْقِلُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْمَلَاحِمِ وَفُسْطَاطُهَا مِنْهَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوْطَةُ. (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

اور صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جب ملک شام کے شہر اور علاقے فتح کئے جائیں گے، پس جب تمہیں ان شہروں اور علاقوں میں مکانات بنانے اور رہائش پذیر ہونے کا اختیار دیا جائے تو تم اس شہر کو اختیار کرنا لازم پکڑو جس کو دمشق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے لئے لڑائیوں سے پناہ کی جگہ ہے اور دمشق ایک جامع شہر ہے اور دمشق کی زمینوں میں سے ایک زمین ہے جس کو "غوطہ" کہا جاتا ہے۔ ان دونوں روایتوں کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔

توضیح: "دمشق" دال پر زیر اور میم پر زبر ہے اور شین ساکن ہے، نیز یہ لفظ دال کے زبر اور میم کے زیر کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے، اس وقت یہ شہر سرزمین شام کا پایۂ تخت ہے۔ "معقل" فوجی چھاؤنی اور مضبوط و محفوظ قلعہ کو کہتے ہیں معقل پناہ گاہ کے معنی میں یہاں استعمال کیا گیا ہے اس کے بالکل قریب ایک جگہ ہے جس کو غوطہ کہتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ خود دمشق کے اردگرد جو باغات و بساتین اور انہار و اشجار ہیں یہی غوطہ ہے۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ جنان الدنیا اربع غوطة ومشعر نهر الايل وشعب كدان وسمرقند یعنی دنیا میں چار جنت ہیں، ایک غوطہ، دوسرا نہر ایل ہے تیسرا شعب کدان اور چوتھا سمرقند ہے، علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ چاروں مقامات دیکھے ہیں، ان میں غوطہ کی فوقیت باقی چار پر اس طرح ہے جس طرح ان چار کی افضلیت باقی دنیا پر ہے۔

(مرقات ج ۱۱ ص ۶۴۷)

مدینہ میں خلافت اور شام میں حکومت

﴿۱۴﴾ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّامِ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خلافت مدینہ میں ہے اور ملوکیت شام میں۔

توضیح: "والملک بالشام" ملک سے بظاہر خلافت کے بعد ملوکیت کی طرف اشارہ ہے یعنی حضرت علی کا دور خلافت کا ہے اور حضرت معاویہ کا دور ملوکیت کا ہے، اس تشریح کو عام علماء پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ زیر بحث حدیث کو ایک اور حدیث کی وجہ سے آسانی سے سمجھایا جاسکتا ہے، خصائص نبوت سے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی جگہ مکہ ہے اور ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اور آپ کا ملک یعنی بادشاہت شام میں ہے، مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت تو مدینہ میں ہے لیکن نبوت کی مضبوطی اور اس کا استحکام شام میں ہے کہ جہاد کا مرکز شام ہوگا جس سے مدینہ کی نبوت کا تحفظ ہوگا گویا ملک سے مراد ملوکیت نہیں ہے بلکہ استحکام اور مضبوطی مراد ہے، ساتھ والی حدیث میں بھی نبوت کی عمومیت اور پھیلاؤ کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۱۵﴾ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمُوْدًا مِّنْ نُوْرٍ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِيْ سَاطِعًا حَتّٰى اِسْتَقَرَّ بِالشَّامِ. (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے (خواب میں) دیکھا کہ نور کا ستون میرے سر کے نیچے سے برآمد ہوا، اوپر کو بلند ہوا اور پھر ملک شام میں جا کر نصب ہوگیا۔ ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "عمودا" نور کا ستون وہی نور نبوت اور نور ہدایت ہے جو تیزی کے ساتھ پھیل جائے گا اور شام میں جا کر قرار پائے گا یہ حدیث اس حدیث کی بھی تائید ہے کہ بوقت ولادت حضرت آمنہ نے ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے تھے۔

ملحمة الکبریٰ دمشق وغوطہ میں قائم ہوگا

﴿۱۶﴾ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوْطَةِ اِلٰى جَانِبِ مَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: فوجی کاروائی اور جنگ وجدال کے دنوں میں مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ غوطہ ہے جو شام کے اس شہر کا نواحی علاقہ ہے جس کو دمشق کہا جاتا ہے اور دمشق شام کے شہروں میں سے بہترین شہر ہے۔ (ابوداؤد)

توضیح: "فسطاط المسلمین" یعنی مرکزی فوجی چھاؤنی اور فوجی کیمپ ملحمة الکبریٰ کے قیام کے وقت غوطہ میں ہوگا، لیکن ایک روایت میں دمشق کا ذکر ہے جس سے تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بات معلوم ہے کہ غوطہ دمشق کے اردگرد زرخیز باغات کا نام ہے گویا غوطہ دمشق کے اندر ہے اب تضاد نہیں رہا۔

ایک غیر متعین پیشن گوئی

﴿۱۷﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَيَأْتِيْ مَلِكٌ مِنْ مُلُوْكِ الْعَجَمِ فَيَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا اِلَّا دِمَشْقَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن سلیمان رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا وہ زمانہ آنے والا ہے جب عجم کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران چڑھائی کریگا، وہ تمام شہروں پر غلبہ حاصل کرلے گا سوائے دمشق کے۔ (ابوداؤد)

توضیح: "من ملوک العجم" اس بادشاہ کا تعین نہیں ہوسکا کہ یہ کون ہوگا، وقائع روزگار میں سے کوئی ایک واقعہ ہوگا جس کے ظہور کے بعد معلوم ہوگا کہ حدیث کا یہ مخفی اشارہ کتنا واضح فرمان تھا۔

(مؤرخہ ۸ رجب ۱۴۱۸ھ)

باب ثواب هذه الأُمَّة

اس امت کی فضیلت کا بیان

قال الله تعالیٰ: ﴿كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِنَّاسِ الخ﴾. (آل عمران: ۱۱۰)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ الخ﴾. (البقرة: ۱۴۳)

ایک امت اجابت ہے اور ایک امت دعوت ہے، امت اجابت وہ ہے جنہوں نے دین اسلام کو قبول کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے طریقوں پر چلنے کا التزام کیا، علماء امت نے لکھا ہے کہ اہل بدعت امت اجابت سے خارج ہیں کیونکہ انہوں نے دین اسلام کو اگرچہ مانا لیکن اس کی متابعت نہیں کی بلکہ نئی نئی بدعتیں گڑھ لیں جس طرح آغا خانی، قادیانی، روافض اور بعض بریلوی، منکرین حدیث، ذکری، بہائی اور معتزلہ وخوارج ہیں یہ فرق باطلہ کے لوگ امت اجابت میں نہیں بلکہ امت دعوت میں شمار ہیں۔ امت دعوت وہ ہے جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا لہذا ان کو دین کی دعوت دی جائے گی ورنہ ان سے جنگ ہوگی چنانچہ اسلام کی دعوت کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی جائے اگر انھوں نے قبول نہیں کیا تو پھر جزیہ کی دعوت دی جائے ورنہ جنگ کا اعلان کیا جائے یہاں عنوان میں ثواب هذه الامة کا لفظ ہے مگر آگے احادیث میں ثواب کے بجائے اس امت کے فضائل کا بیان کیا گیا ہے لہذا یہاں ثواب سے فضیلت لینا پڑے گا۔

الفصل الاول

کم خرچ بالانشین امت

﴿۱﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَامِنَ الْاُمَمِ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَافَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلَالَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوسری امتوں کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصۂ حیات اتنا ہے کہ جتنا کہ نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا درمیانی وقت، علاوہ ازیں تمہارا معاملہ اور یہود و نصاریٰ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کے لئے کچھ مزدوروں کو طلب کرے اور ان سے کہے کہ کوئی ہے جو دوپہر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا، چنانچہ یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر اس شخص نے کہا: کوئی ہے جو دوپہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا، چنانچہ یہود کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا اور پھر اس شخص نے کہا: کوئی ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا۔ (اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا) جان لو! تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کام کرنے والے ہیں، یاد رکھو! تمہارا اجر دوگنا ہے اور اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں لیکن اجر و ثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے؟ یہود و نصاریٰ نے کہا نہیں! پروردگار نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ زیادہ اجر دینا میرا فضل و احسان ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دوں۔ (بخاری)

توضیح: اس امت کی عمریں کم ہیں مگر ایک نیکی پر دس اور اس سے بھی زیادہ کا وعدہ ہے، ان کو لیلۃ القدر عطا کی گئی ہے جس سے عمروں کی کمی دور ہو جاتی ہے، ان کے پاس عبادات و طاعات کا میدان بہت وسیع ہے، ان کا عمل کم مگر ثواب زیادہ ہے اس طرح یہ کم خرچ بالانشین امت ہے۔ ''اجلکم'' یعنی تمہاری موت اور مقرر زندگی اگلے لوگوں کی نسبت اتنی کم ہے جتنا وقت عصر سے مغرب تک ہے، سابقہ امتوں میں یہود کی عمر گویا فجر سے ظہر تک اور عیسائیوں کی ظہر سے عصر تک لمبی تھی تمہاری عمر گویا عصر سے مغرب تک مختصر ہے مگر معنوی اعتبار سے یہ بڑی کامیاب عمر ہے بشرطیکہ کوئی اس کی قدر جان لے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے کے بعد آنے والوں کی فضیلت

﴿۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْرَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حقیقت تو یہ ہے کہ میری امت میں مجھ سے نہایت شدید اور نہایت اچھی محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میری وفات کے بعد پیدا ہوں گے، ان میں کا کوئی کوئی تو یہ آرزو کرے گا کہ کاش! وہ مجھ کو دیکھ لے اپنے اہل و عیال اور اپنا مال و اثاثہ سب کچھ مجھ پر قربان کر دے۔ (مسلم)

توضیح: ''لورآنی'' یعنی آنے والے لوگوں میں کچھ ایسے عاشق بھی ہیں جو جان و مال کی بازی لگانے میں اور مجھے دیکھنے میں میری زیارت کو ترجیح دیں گے۔ اس حدیث کی تشریح و توضیح اس سے پہلے ہو چکی ہے یہاں ایک اور انداز سے میں سمجھانے کی کوشش کروں گا تاکہ اس باب کی اکثر احادیث کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے وہ اس امت کے پیشوا اور تمام مسلمانوں کے مقتدیٰ اور اس امت کے افضل ترین لوگ تھے، مطلقاً ان کو برتری حاصل تھی اور بعد والی ساری امت ان کی مرہون منت اور ان کے علوم سے خوشہ چین ہے اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے کہ بدر واحد اور دیگر غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے شانہ بشانہ میدان میں جو لوگ کھڑے تھے اگر حضور اکرم ﷺ سے پوچھا جائے کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون لوگ ہیں تو آپ فرمائیں گے کہ بدر واحد میں جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ڈھال بنا کر میری جان پر اپنی جانیں قربان کی ہیں مجھے سب سے زیادہ وہی محبوب ہیں اور اگر حضور اکرم ﷺ سے پوچھا جائے کہ مکہ و مدینہ میں مصائب جھیلنے اور فقر و فاقہ گذار کر ہر خطرہ کو مول لینے والے صحابہ کرام زیادہ محبوب ہیں یا آنے والے لوگ زیادہ محبوب ہیں تو آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کو ترجیح دیں گے کیونکہ وہ آنحضرت کے دکھ سکھ میں ہر وقت شریک رہے ہیں چنانچہ حضرت حسان انصاری رضی اللہ عنہ انصار کی قربانی کے بارہ میں فرماتے ہیں:

وَكُنَّا مَتَى يَغْزُو النَّبِيُّ قَبِيْلَةً ۔۔۔ نَصِلُ جَانِبَيْهِ بِالْقَنَا وَالْقَنَابِلِ
وَبِبِئْرِ بَدْرٍ إِذْ يَكُفُّ مَطِيَّهُمْ ۔۔۔ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَمُحَمَّدُ

امت محمدیہ کا یہ ایک رخ ہے لیکن اس کے دوسرے رخ کو اگر دیکھا جائے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چلے جانے کے بعد ہدایت کا نظام اور دین اسلام کا قیام کس طرح ممکن ہوا ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے کوئی آواز نہیں آئے گی کہ یہ حق ہے اور وہ باطل ہے، فرشتے بھی اُتر کر کلام نہیں فرمائیں گے۔ آنحضرت ﷺ بھی دنیا سے تشریف لے گئے اور صحابہ کرام بھی چلے گئے قرآن عظیم خود آواز نہیں دے سکتا کہ میرا حکم اس طرح ہے اور میرا مطلب اس طرح ہے، احادیث بھی کوئی کلام نہیں کر سکتی ہیں اب حق اور ہدایت کا جو نظام قائم ہے وہ اس امت کے صلحاء اولیاء اور خاص کر علماء اور طلبہ سے قائم ہے جو قرآن و حدیث لوگوں کو بتاتے ہیں۔ اس اعتبار سے آنے والے لوگوں کی بہت بڑی فضیلت ہے مثلاً آنحضرت ﷺ کسی جگہ آ کر نماز جمعہ یا عیدین یا عام نماز نہیں پڑھا سکتے کیونکہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے اسی طرح قرآن و حدیث اور حلال و حرام کا درس آپ نہیں دے سکتے ہیں، آپ کے صحابہ بھی یہ کام اب نہیں کر سکتے ہیں، اب اگر آنحضرت ﷺ کسی عالم باعمل امام کو نماز پڑھاتے ہوئے یا قرآن و حدیث کا درس دیتے ہوئے دیکھ لیں گے تو آپ کتنے خوش ہوں گے! اگر آپ سے پوچھا جائے کہ اس وقت آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون لوگ ہیں؟ تو ان شاء اللہ آپ جواب دیں گے کہ وہی لوگ جو میرے بعد میرے کام کو سنبھالے ہوئے ہیں، اسی کی طرف یہ اشارہ ہے **العلماء ورثة الانبياء** اور اسی کی طرف یہ اشارہ ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے پہلے حصہ میں خود میں ہوں درمیان میں مہدی ہے آخر میں عیسیٰ ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ: اس امت کی مثال بارش کی طرح ہے، یہ معلوم نہیں کہ فصل کے لئے بارش کا کونسا حصہ زیادہ بہتر ہے آیا پہلا حصہ یا درمیان والا حصہ یا آخری حصہ بہتر ہے!؟ معلوم ہوا یہ امت ایک زرخیز امت ہے جو زندہ تابندہ ہے۔

ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی

﴿۳﴾ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَامَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ اَنَّ مِنْ عِبَادِاللّٰهِ فِيْ كِتَابِ الْقِصَاصِ)

اورحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا: میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہے گا جواللہ کے حکم پر قائم ہوگا، اس گروہ کو نہ وہ شخص نقصان پہنچا سکے گا جواس کی تائید واعانت ترک کر چکا ہو اور نہ وہ شخص ضرر پہنچائے گا جواس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا ہو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آن پہنچے گا اور وہ اپنے اسی راستہ پر یعنی احکام خداوندی، اطاعت اور دین کی خدمت واعانت پر قائم ہوں گے۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث "ان من عباداللہ الخ" کتاب القصاص میں نقل کی جاچکی ہے۔

توضیح: اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے یہ ان شاء اللہ آج کل کے دور میں مجاہدین کی وہ جماعت ہے جس کو طائفۂ منصورہ اور جماعت ناجیہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور آج تک باطل کے مقابلے میں حق پر قائم ہے، پوری دنیا نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے مگر یہ مجاہدین ملا عمر کی قیادت میں اور اسامہ بن لادن کی سیادت میں میدان جہاد میں حق کا جھنڈا بلند کئے ہوئے پوری دنیا کا مقابلہ کر رہے ہیں، اس جماعت کا تعلق کسی خاص علاقہ یا خاص قوم سے نہیں بلکہ دنیا کے لئے عام ہے، یہ لوگ خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں ہو حق پر ہوں گے۔

الفصل الثانی

امت محمدیہ کی مثال زرخیز بارش کی طرح ہے

﴿۴﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَايُدْرٰی اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا حال بارش کے حال کی طرح ہے جس کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر بہتر ہے۔ (ترمذی)

توضیح: اس سے پہلے حدیث نمبر ۲ کی تشریح وتوضیح میں اس حدیث کی تشریح بھی ہو چکی ہے، وہ ایک بہتر کلام ہے اس کو بار بار پڑھنا چاہئے، زیر بحث حدیث میں آنے والے لوگوں کی افضیلت صحابۂ کرام پر نہیں دی گئی، بلکہ دور اول کی خوبیوں کی طرح دور ثانی اور ثالث کی خوبیوں اور بھلائیوں کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس حدیث میں خیر کا جو صیغہ استعمال کیا گیا ہے یہ اسم تفضیل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس تفضیل نفس فعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے "الصَّيْفُ أَحَرُّ مِنَ الشِّتَاءِ. وَالْعَسَلُ أَحْلٰى مِنَ الْخِلِّ" تاہم اگر لفظ خیر کو اسم تفضیل میں بھی استعمال کیا جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دور اول کی بھلائی اور افضلیت کی الگ حیثیت ہے اور دور ثانی وثالث کی افضیلت کی الگ حیثیت اور الگ اعتبار ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ کی توضیح میں تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ کی بھلائی کو عام بتایا ہے کہ یہ اس طرح زرخیز امت ہے کہ اس کی ہر جانب خیر وبھلائی پر مشتمل ہے اس کا اول وآخر سب برابر ہے شاعر نے کیا خوب کہا: ؎

كَأَنَّ الْحُبَّ دَائِرَةٌ بِقَلْبِیْ فَأَوَّلُهٗ وَآخِرُهٗ سَوَاءٌ

اسی طرح فارسی شاعر نے کہا: ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا است

الفصل الثالث

امت محمدیہ ﷺ کا حال

﴿۵﴾ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرُوْا وَاَبْشِرُوْا اِنَّمَا مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْغَیْثِ لَایُدْرٰی اٰخِرُهٗ خَیْرٌ اَمْ اَوَّلُهٗ اَوْ کَحَدِیْقَةٍ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا ثُمَّ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ اٰخِرَهَا فَوْجًا اَنْ یَّکُوْنَ اَعْرَضَهَا عَرْضًا وَاَعْمَقَهَا عُمْقًا وَاَحْسَنَهَا حُسْنًا کَیْفَ تَهْلِکُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ وَسْطُهَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُهَا وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ فَیْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ.

(رَوَاهُ رَزِیْنٌ)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ امام جعفر کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ! اور خوش ہو جاؤ! بات یہ ہے کہ میری امت اجابت کے افراد کا حال بارش کے حال کی مانند ہے جس کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا اخیر بہتر ہے یا اس کا اول بہتر ہے؟ یا میری امت کی مثال ایک باغ کی مانند ہے جس سے ایک سال ایک جماعت نے کھایا اور دوسرے سال ایک اور جماعت نے کھایا، ممکن ہے وہ جماعت جس نے آخر میں باغ سے کھایا ہے چوڑائی اور گہرائی میں زیادہ ہو اور خوبیوں میں بھی اس سے بہتر ہو۔ بھلا وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کا اول میں ہوں، جس کے وسط میں مہدی ہوں گے اور جس کے آخر میں مسیح ہوں گے، ہاں ان زمانوں کے درمیان ایک کجرو جماعت پیدا ہوگی اس جماعت کے لوگ میرے راستہ وطریقہ پر چلنے والے اور میرے متبعین میں سے نہیں ہوں گے اور نہ میں ان سے ہوں۔ (رزین)

توضیح: "اطعم" حدیقہ بڑے باغ کو کہتے ہیں اور اطعم مجہول کا صیغہ ہے اور فوج اس کا نائب فاعل ہے، فوج سے مراد جماعت ہے۔ "عامًا" سال کو عام کہتے ہیں۔ "اعرضها عرضا" عرض چوڑائی کو کہتے ہیں یعنی شاید پہلی جماعت سے آخر میں آنے والی جماعت چوڑائی اور گہرائی اور خوبیوں میں بہتر ہو، یہاں گہرائی، چوڑائی سے اس جماعت کی کثرت مراد ہے۔

سوال: اس حدیث میں امت کی حالت کی دو مثالیں بیان کی گئی ہیں دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پہلی مثال میں امت کی تشبیہ بارش سے دی گئی ہے کہ یہ امت دوسرے لوگوں کے لئے علم وعرفان اور ہدایت وخدمت اور رہنمائی میں بارش کی طرح نافع اور فائدہ پہنچانے والی ہے اور دوسری مثال میں اس امت کی تشبیہ پھل دار باغ سے دی گئی ہے جس کے پھل عام لوگ کھاتے ہیں، اسی طرح یہ امت ہے کہ اس کی صفات اور کمالات وہدایات سے لوگ عام نفع اُٹھاتے ہیں گویا یہ امت انسانوں کی دنیا وآخرت دونوں کے لئے نافع ہے، خود بھی نفع پہنچاتی ہے اور عام لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث نمبر ۱۲ میں ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ کی تفصیل آرہی ہے۔

اس حدیث میں امت کو عمق اور طول وعرض سے اس لئے متصف کیا کہ جب ان کو باغ سے تشبیہ دی گئی تو باغ کی صفات میں طول

وعرض اور عمق ہوتا ہے تو اس کا ذکر ضروری ہوا بہرحال یہاں تک تو اس حدیث میں اس امت کی بھلائی، خوبی اور افضلیت کو بیان کیا گیا۔ مگر اس حدیث کے بیچ میں استدراک کے ساتھ کچھ لوگوں کی گمراہی اور ٹیڑھے پن کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

"فیج" فا پر زبر ہے یا ساکن ہے آخر میں جیم ہے یہ مفرد ہے، اس کی جمع افیاج اور فیوج ہے، یہ فوج کے معنی میں ہے، یہاں اس سے جماعت مراد ہے یعنی درمیان میں ایک ٹیڑھی گمراہ جماعت آئے گی جن کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں نہ میرا ان سے تعلق ہے جیسے معتزلہ، خوارج، مرجئہ اور ان کے پیروکار ہیں۔

ایمان بالغیب کے اعتبار سے امت کی فضیلت

﴿۶﴾ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَيْكُمْ اِيْمَانًا قَالُوْا اَلْمَلٰئِكَةُ قَالَ وَمَالَهُمْ لَايُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَرَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِيُّوْنَ قَالَ وَمَالَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْیُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَمَالَكُمْ لَاتُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَّكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُّؤْمِنُوْنَ بِمَافِيْهَا.

اور حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پوچھا! بتاؤ ایمان کے اعتبار سے تم مخلوق میں کس کو زیادہ پسند کرتے ہو؟ بعض صحابہ نے جواب دیا ہم تو فرشتوں کے ایمان کو بہت اچھا اور قوی سمجھتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کے ایمان میں کیا عجوبہ پن ہے، وہ تو اپنے پروردگار کے پاس ہی رہتے ہیں، انہی صحابہ نے یا دوسرے بعض صحابہ نے عرض کیا! تو پھر وہ پیغمبر ہیں کہ ہمارے نزدیک ان کا ایمان بہت اچھا ہے اور قوی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بھلا وہ شک وشبہ سے دور اور قوی ایمان کے حامل کیوں نہیں ہوں گے، آسمان سے وحی اترتی ہی ان کے اوپر ہے، اب صحابہ نے کہا تو پھر ہم لوگ ہیں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے ہی ایمان میں کیا عجوبہ پن ہے جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک ایمان کے اعتبار سے تمام مخلوق میں بڑے اچھے لوگ وہ ہیں جو میرے بعد پیدا ہوں گے، وہ لوگ احکام دین کے مجموعہ مصحف یعنی قرآن پاک پائیں گے اور اس میں جو کچھ مذکور ہے سب پر ایمان لائیں گے۔

ایک جماعت کے بارے میں پیشن گوئی

﴿۷﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِاَوَّلِهِمْ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوَ يُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ. (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اور حضرت عبدالرحمن بن علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس امت کے آخری دور میں ایک جماعت ہوگی جس کا ثواب اس امت کے ابتدائی دور کے لوگوں کے ثواب کی مانند ہوگا، اس جماعت کے لوگ مخلوق کو شرعی امور کی تلقین وتبلیغ کریں گے اور ان باتوں سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے جو خلاف شرع ہیں نیز وہ لوگ فتنہ پردازوں سے لڑیں گے۔ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

توضیح: "ویقاتلون اھل الفتن" ہر طمع آزما اس اُمید پر بیٹھا ہوا ہے کہ اس حدیث کا مصداق میں ہوں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث کے مصداق میں ایسے لوگوں کی نشاندہی فرمائی ہے جو دین حق پر قائم ہوں گے اور اہل باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے بلکہ ان کے ساتھ قتال کریں گے، اب ظاہر ہے کہ باطل کے ساتھ لڑنے والے مجاہدین ہیں تو اس حدیث کا پہلا مصداق مجاہدین ہیں اس کے بعد جو ہونگے سو ہونگے۔

بن دیکھے ایمان لانے کی سات گنا فضیلت

﴿۸﴾وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مبارک باد ہو اس شخص کو جس نے مجھ کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات بار مبارک باد ہو اس شخص کو جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور پھر بھی مجھ پر ایمان لایا (اور میری نبوت کی تصدیق کی)۔ (احمد)

﴿۹﴾وَعَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جُمْعَةَ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا جَيِّدًا تَغَدَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا اَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَّكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ يَرَوْنِیْ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوٰى رَزِيْنٌ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ مِنْ قَوْلِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا اِلٰى اٰخِرِهٖ)

اور حضرت ابن محیریز رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے جو صحابہ میں سے ایک شخص ہے درخواست کی کہ آپ ہمارے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے خود رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہو۔حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! میں تمہارے سامنے ایک بڑی عمدہ حدیث بیان کروں گا۔ایک دن ہم صبح کے کھانے پر رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے ہمارے درمیان حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے،ابوعبیدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص ہم سے بھی بہتر ہوسکتا ہے ہم

تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان واسلام قبول کیا اور آپ کے شانہ بشانہ دشمنان دین کے خلاف جہاد کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم سے بھی بہتر لوگ ہیں اور وہ لوگ وہ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے جب کہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ اس روایت کو احمد اور دارمی نے نقل کیا ہے نیز رزین نے اس روایت کو حضرت ابوعبیدہ سے ان کے اپنے الفاظ سے آخر تک نقل کیا ہے۔

طائفۂ منصورہ کی فضیلت

﴿۱۰﴾ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَافَسَدَاَهْلُ الشَّامِ فَلَاخَيْرَفِيْكُمْ وَلَايَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

اور حضرت معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جو اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب اہل شام تباہ ہو جائیں تو پھر تم میں بھلائی نہ ہوگی اور میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے گی جس کو اللہ کی نصرت وتائید حاصل ہوگی، اس جماعت کو وہ شخص کچھ نقصان وضرر نہ پہنچا سکے گا جو اس کی تائید واعانت ترک کر دے تا آنکہ قیامت قائم ہو اور ابن مدینی کہتے ہین کہ اس جماعت سے مراد ارباب حدیث ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح: "فسد اهل الشام" علم وعمل اور عقیدہ کے اعتبار سے جب اہل شام برباد ہو جائیں گے پھر تم سب میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی یا یہ مطلب ہے کہ جب اہل شام تباہ وبرباد ہو جائیں گے تو پھر ان کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں سکونت اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی، آج کل شام پر شیعہ کی نصیری جماعت حکومت کر رہی ہے۔ اہل اسلام وہاں سے بھاگ رہے ہیں شاید یہ پیشگوئی اب پوری ہو چکی ہے کہ شام فاسد ہو چکا ہے۔

"تقوم الساعة" یعنی قرب قیامت تک اہل حق کا یہ طائفۂ منصورہ قائم رہے گا۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ طائفہ سرزمین شام میں ہوگا بلکہ یہ مجاہدین کا طائفہ ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے لڑتا رہے گا، یہ کسی خطہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

"هم اصحاب الحديث" علی بن المدینی بہت بڑے محدث ہیں، فرماتے ہیں کہ اس طائفہ سے مراد اصحاب حدیث ہیں اس لفظ سے شاید غیر مقلدین بہت خوش ہوں گے کہ یہ ہم ہیں مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ اهل الحديث کی یہ اصطلاح محدثین کے ہاں بہت پرانی ہے اس وقت تو غیر مقلدین اہل ظواہر کے نام سے مشہور تھے، اہل حدیث کے نام سے ان کو کوئی جانتا پہچانتا بھی نہ تھا، بھلا جس جماعت کا اس وقت تصور بھی نہ تھا تو علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح ان کی تصویر کشی فرمائی؟

عجیب بات ہے اہل حدیث کا لفظ غیر مقلدین کو ہندوستان میں برطانیہ کی حکومت نے اس وقت دیا تھا جبکہ مولانا محمد حسین

بٹالوی نے جہاد کے خلاف اور انگریز سے نہ لڑنے کی حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''الاقتصاد فی مسائل الجھاد'' رکھا اور صلہ میں ایک سرکولیشن کے ذریعہ سے ''اہل حدیث'' کا نام غیر مقلدین کو الاٹ کیا گیا، نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ زیر بحث روایت میں **اصحاب الحدیث** کے الفاظ ہیں **اهل الحديث** کے الفاظ نہیں ہیں، اصحاب الحدیث محدثین کی جماعت کا نام ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اصحاب الحدیث سے مراد وہ اہل حق ہیں جنہوں نے احادیث کا تعلیم و تعلم کیا اور اس کی درس و تدریس سے اس کی خدمت کی، انھوں نے ساری عمریں اس میں کھپادیں اور کتاب و سنت پر عمل کیا جو اہل سنت والجماعت کے نام سے مشہور ہیں گویا ملا علی قاری ''اصحاب الحدیث'' سے اہل سنت والجماعۃ مراد لیتے ہیں۔

امت مرحومہ کی خطا و نسیان معاف ہے

﴿۱۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاءَ وَالنِّسْيَانَ وَمَااسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء و نسیان کو معاف کر دیا ہے اور اس گناہ سے بھی معافی عطا فرمادی ہے جس میں زبردستی مبتلا کیا گیا ہو۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

توضیح: ''تجاوز'' معاف کرنے کے معنی میں ہے۔ ''امتی'' امت اجابت مراد ہے، امت دعوت مراد نہیں ہے۔

''**الخطاء**'' غیر ارادی طور پر بلا قصد وارادہ جس شخص سے نادرست کام سرزد ہو جائے اس کو خطاء کہتے ہیں خطاء نادرست ہے جس کی ضد درست کام ہے گویا ایک شخص درست کام کرنا چاہتا تھا کہ غلطی سے نادرست میں جا پڑا وہ معاف ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ غیر ارادی اور غیر قصدی طور پر جو برا کام ہو جائے اس کو خطاء نہیں بلکہ اخطاء کہتے ہیں یعنی غیر ارادی لغزش تب کہا جائے گا کہ یہ صیغہ باب افعال سے استعمال ہو جائے بہر حال مثال کے طور پر ایک آدمی شکار کو مار رہا تھا مگر گولی جا کر کسی انسان کو لگ گئی یا بندوق صاف کر رہا تھا کہ اچانک گولی چل گئی اور کسی کو لگ گئی وہ مر گیا یہ خطاء ہے، اس میں جو معاملات حقوق اللہ کے قبیل سے ہیں وہ تو دنیا و آخرت میں معاف ہیں ان کا مواخذہ نہیں ہے لیکن جو معاملات حقوق العباد سے متعلق ہیں، ان کا دنیا میں مواخذہ اور معاوضہ ہے وہ معاف نہیں ہے جیسے قتل خطاء میں دیت ہے اس کی پوری تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں دیکھنی چاہئے۔ ''**نسیان**''، میں بھی تفصیل ہے، بعض مقامات میں نسیان معاف ہے جیسے روزہ میں کچھ کھایا پیا وہ معاف ہے لیکن یہی نسیان نماز میں معاف نہیں ہے لہٰذا یہاں نسیان سے مطلق نسیان مراد نہیں ہے۔

''**وما استکرھوا**'' یعنی کسی نے کسی پر زور زبردستی کی تو وہ شخص معاف ہے، جس پر زبردستی کی گئی ہو اگر چہ اس کو قتل اور ضرب شدید کی دھمکی نہ بھی دی ہو پھر بھی زبردستی کے نتیجہ میں جو گناہ کسی نے کیا اس جرم میں وہ معاف ہے، یہاں بھی علماء نے لکھا ہے کہ استکراہ کی صورت میں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق ہے، الگ الگ صورتیں اور الگ الگ نوعتیں اور حیثیتیں ہیں لہٰذا اس

میں بھی اُصول فقہ کی تفصیلات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔آج کل استکراہ کی ساری صورتیں مجاہدین کے سروں پر منڈلا رہی ہیں، ان کو کفار اور کفار کے مزدور غلام طرح طرح کی اذیتوں میں رکھتے ہیں، ٹارچر سیل ان سے بھرے پڑے ہیں تاکہ ان سے اقرار کرایا جائے اور ان پر کیس ڈالا جائے ذرا دیکھ لیں!۔کیوبا، فلسطین، افغانستان، پاکستان، کشمیر اور چیچنیا کے عقوبت خانے اُنہیں مظلوموں کے خون سے رنگین اور اُنہیں کی آہوں سے غمزدہ وغمکدہ ہیں سالہا سال سے ان پر جبر واستبداد ہو رہا ہے اور اسکراہ کی وحشت ناک واقعات کے تحت ان سے اپنی مرضی کے بیانات ظالم کافر یا ان کے مزدور لے رہے ہیں اور اس کی بنیاد پر اپنی غلط پالیسی کو جواز فراہم کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان مظلولوں کی مدد فرمائے اور ظالموں کے ہاتھ توڑ ڈالے اور مجاہدین کے خون کی برکت سے دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرا دے۔

امین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه الکریم محمد وعلی اٰله واصحابه اجمعین.

وَذٰلِکَ فِـيْ ذَاتِ الاِلٰـهِ وَاِنْ یَشَـاءْ　　یُبَـارِکْ عَـلٰـی اَوْ صَالِ شَلْوٍ مُمَزَّعٖ

(مؤرخہ ۹ رجب ۱۴۱۸ھ)

امت محمدیہ ﷺ کی بڑی فضیلت

﴿۱۲﴾ وَعَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ)

اور حضرت بہز بن حکیم بن معاویہؓ بن حیدہ قشیری بصری اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا اور اپنے والد معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿کنتم خیر امة﴾ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اے اہل اسلام) تم ستر امتیوں کو تمام کرتے ہو اور اللہ کے نزدیک تم ان امتوں میں سب سے بہتر اور گرامی قدر ہو۔اس روایت کو ترمذی ابن ماجہ، اور دارمی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

توضیح: "کنتم خیر امة" امت کی دو قسمیں ہیں، ایک امت دعوت ہے، دوسری امت اجابت ہے۔امت دعوت اس امت کے وہ سارے کفار ہیں جن کو دعوت اسلام دینا مسلمانوں پر لازم ہے اور امت اجابت اس امت کے وہ سارے مسلمان ہیں جنہوں نے اسلام کو قبول کیا ہے اور اس پر قائم ہیں، زیر بحث حدیث میں امت اجابت کی صفات کا بیان ہے، کنتم خیر امة کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے نکالی گئی ہو، اب سوال یہ ہے کہ اس خطاب کا تعلق

کس زمانے کے ساتھ ہے آیا زمانہ ماضی سے ہے یا حال سے ہے یا اس میں استمرار ہے۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں کئی احتمالات کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک احتمال اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کے مطابق روز اول سے یہ امت رشد وہدایت کی خصوصی صفات کے پیدا کی گئی تھی جس کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ہوا گویا اس خطاب کا تعلق زمانۂ ماضی کے ساتھ ہے، صیغہ بھی ماضی کا ہے، مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قدیم فیصلے میں تم پہلے سے بہترین امت قرار دیئے گئے تھے۔
ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ لوح محفوظ میں اس امت کی بھلائی اور بہتر امت ہونے کا ذکر پہلے سے ہو چکا تھا کہ اس طرح اچھی صفت کی امت آیندہ آنے والی ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ گذشتہ تمام امتوں کے درمیان ہمیشہ سے امت محمدیہ کا جو ذکر خیر ہوتا رہا وہ مراد ہے، مطلب یہ ہوا کہ کنتم کا صیغہ ماضی بعید کے لئے استعمال کیا گیا ہے لیکن اس میں استمرار اور دوام ہے، انقطاع نہیں ہے جس طرح وکان اللہ غفورًا رّحیمًا میں استمرار ودوام ہے انقطاع نہیں ہے، اسی وجہ سے بعض مفسرین نے کنتم میں کان کو صار کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے کنتم کو انتم کے معنی میں لیا ہے: بہر حال اس آیت میں اس امت کی قدیم تاریخ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس امت کے قدیم تقرر کو بیان کیا گیا ہے جس میں اس امت کے عالیشان اہتمام کو ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کے علم ازلی میں یا لوح میں محفوظ کی تختیوں میں سینہ بسینہ تمام امتوں میں اس امت کا ذکر خیر چلا آرہا ہے۔
اب رہ گئی یہ بات کہ "کنتم خیر امة" میں جو خطاب ہے یہ خطاب اس امت کے کس طبقہ کے ساتھ وابستہ ہے اور امت کا کونسا طبقہ اس کا مصداق ہے اس میں بھی کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس اعزازی خطاب کا مصداق اس امت کے سارے مسلمان ہیں گویا اس امت کے سارے مسلمان "خیر امة" میں داخل ہیں، زیر بحث حدیث کا ظاہر مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق صرف مہاجرین ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق اس امت کے شہداء علماء اور خصوصی صالح لوگ ہیں۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ان هذه الآية تكون لا وّلنا ولا تكون لآخرنا" یعنی اس آیت کا تعلق امت محمدیہ کے اول حصہ صحابۂ کرام کے ساتھ ہے ان کے بعد کے لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ چنانچہ ایک سرکاری فرمان کے مطابق حضرت عمر فاروق نے اس آیت کی اس خیریت اور بھلائی کو جہاد اور ایمان کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ گویا حضرت عمر فاروق نے اس آیت کا مفہوم خیر القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم والی حدیث کی روشنی میں بیان فرمایا ہے کہ امت کی یہ خیریت وفضیلت صحابہ کے ساتھ خاص ہے پوری امت کے لئے عام نہیں ہے اگر عام ہے تو اس شرط پر ہے کہ ایمان ہو اور مکمل جہاد ہو۔ بہر حال عام شارحین نے اس حدیث کے عموم کو پسند کر کے اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح ایمان، صحیح اعتقاد اور صالح اعمال پر قائم سارے مسلمان اس حدیث اور اس آیت کے مصداق ہیں گویا یہ فضیلت عام ہے شرط یہ ہے کہ امت اپنی اصل ذمہ داری پر قائم ہو جو کامل ایمان اور مکمل جہاد ہے۔

"اخرجت للناس" یعنی لوگوں کی بھلائی کے لئے یہ امت لائی گی ہے۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے۔ "معناه كُنتُمْ خَيْرَ النَّاسِ تَجِيئُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فَتُدْخِلُوْنَهُم في الاسلام" امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں اس طرح حدیث نقل فرمائی ہے: قَالَ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا في الإِسْلَامِ. (ابن کثیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس طرح الفاظ منقول ہیں: نَحْنُ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ نَسُوْقُهُمْ بِالسَّلَاسِلِ إِلَى الْإِسْلَامِ (تفسیر قرطبی) ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ اس امت کی بھلائی کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت کافروں سے جہاد کرے گی، کافروں کو میدان جہاد میں زنجیروں میں جکڑ کر اسلام کی طرف لائے گی چنانچہ لاکھوں کافر میدان جہاد میں گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو چکے ہیں جس پر اسلاف کی تاریخ گواہ ہے، ذرا ملاحظہ کیجئے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین کے آباؤ اجداد بھی تو گرفتار ہو کر آئے اور ان کی اولاد میں حسن بصری اور ابن سیرین جیسے فقہاء ومفسرین پیدا ہوئے اور امت کے سرخیل بن گئے۔ شیخ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "هُمْ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم لَمْ يُؤْمَرْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ بِالْقِتَالِ (اى مثل هذا) فَهُمْ يُقَاتِلُوْنَ الْكُفَّارَ فَيُدْخِلُوْنَهُمْ فِي دِيْنِهِمْ فَهُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ لِلنَّاسِ". (مرقات)

بہر حال نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم جہاد اور امت کے عظیم معرکوں سے یہ امت بہترین امت بن گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی برکت سے یہ امت تمام امتوں سے افضل امت قرار پائی، علامہ بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيَنَا لِطَاعَتِهِ ... بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

"سبعين امة" ستر کا عدد تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تکثیر کے لئے ہے، مطلب یہ ہے کہ تم بے شمار سابقہ امتوں کی تکمیل کے لئے آئے ہو یعنی جس طرح میں تمام انبیاء کرام کے لئے خاتم النبیین بن کر آیا ہوں اسی طرح تم تمام امتوں کے لئے خاتم امت بن کر آئی ہو، ایک اور حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں "وَفِيْهِ إِيْمَاءٌ إِلَى أَنَّ خِتَامَهُ مِسْكٌ فِي الْإِخْتِتَامِ".

یعنی اس حدیث میں اس امت کا ہدایت پر خاتمہ کی طرف اشارہ ہے جس کو حسن خاتمہ کہتے ہیں اور دوسروں کی تکمیل کے لئے بمنزلہ مہر ہے گویا تمام امتوں کو سر بمہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھیجا ہے۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ الْجَنَّةَ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِيْ. (مرقات)

ستر کے عدد کے بارے میں ملاعلی قاری یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر اس سے ستر ہی امتیں مراد ہیں تو پھر اس سے بڑی بڑی اور مشہور امتیں مراد ہوں گی جن کے ضمن میں چھوٹی امتیں خود بخود داخل ہو جائیں گی یعنی بڑی امتوں کا ذکر کیا اور چھوٹی امتوں کا ذکر چھوڑ دیا گیا۔ بہر حال اس آخری حدیث میں اس امت کے حسنِ ابتداء اور حسن خاتمہ دونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے شاید صاحب مشکوٰۃ نے بھی اپنی کتاب کے خاتمہ پر اس حدیث کو اسی مقصد کے لئے ذکر کیا ہے تا کہ کتاب کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ہو جائے۔

ختامه مسك

مشکوٰۃ شریف کی اس آخری حدیث میں جس آیت کا ذکر ہے میں نے کسی اور موقع پر کئی تفاسیر دیکھ کر اس آیت کی تفسیر و تفصیل لکھی تھی چونکہ اس تفصیل میں اس آخری حدیث کی توضیح وتشریح بھی ہے اور آیت کی مکمل تفسیر و تفصیل بھی ہے اس لئے میں بطور ختامہ مسک اس تفصیل کو اپنی کتاب توضیحات کے آخر میں شامل کرتا ہوں ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

﴿كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾.

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

اس آیت میں سیاق وسباق کے لحاظ سے اہل کتاب اور مسلمانوں میں تقابلی نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور مسلمانوں کو ان کے فریضہ کے متعلق ہمت دلائی ہے کہ تمہاری حیثیت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کو پہچان لو اور اس کا حق ادا کرو۔ تمہاری حیثیت وقتی نہیں ہے ہمہ وقتی ہے، تم کو امر بالمعروف کے لئے منتخب کیا ہے جس کے ساتھ **نهي عن المنكر** لازمی جزء ہے یہ تمہارا مستقل کام ہے۔ حالات کی عارضی تبدیلی سے تم اپنے مستقل کام سے پیچھے مت ہٹو۔ الغرض اس آیت میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام وتحیۃ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور خیریت وافضلیت کے وہ اسباب بیان ہوئے ہیں جس کی وجہ سے یہ امت خیر الامم بنی ہے۔ اول سبب امر بالمعروف ہے، دوسرا سبب **نهي عن المنكر** ہے اور تیسرا سبب ایمان باللہ ہے اور چونکہ یہ وہی ممتاز ایمان ہے کہ پہلے دو سبب جس امت میں جتنے مؤثر رہے ہوں اتنا ہی اس امت کا ایمان قوی ہوگا اس لئے ایمان کو بالتبع درجہ سوم میں رکھا ہے اب دو چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں:

اول یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا چیز ہے۔ دوسرا یہ کہ اس آیت کے مصداق کون لوگ ہیں۔ اول بات کے متعلق تو سابقہ اوراق میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے یہاں پھر اشارہ کروں کہ معروف ہر وہ کام ہے جو شریعت اسلامیہ کی رو سے معروف اور پسندیدہ ہو، اور منکر ہر وہ کام ہے جو شرع شریف کی رو سے ناپسندیدہ ہو۔ امر بالمعروف کے تحت ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نیکی داخل ہے اور اسی طرح نہی عن المنکر میں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا گناہ داخل ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

ایک شریعت کا ایجابی پہلو ہے اور دوسرا سلبی پہلو ہے۔ اول کو اوامر و مامورات اور دوسرے کو نواہی اور منہیات کے نام سے یاد کیا

جا تا ہے۔اب معروف، سنن و مستحبات کو بھی شامل ہے اور فرائض وواجبات کو بھی شامل ہے۔اسی طرح منکر، مکروہات کو بھی شامل ہے اور حرام کو بھی شامل ہے۔مثلاً راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا اور بوقت ملاقات خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی معروف میں آتا ہے اور کلمۂ توحید وشہادت کی طرف کفار کو دعوت دینا بھی آتا ہے۔اسی طرح بائیں ہاتھ سے کھانا پینا منکر میں داخل ہے اس سے روکنا بھی نہی عن المنکر ہے اور کفر وشرک بھی منکر ہے اس سے روکنا بھی نہی عن المنکر ہے۔

گویا ایک ابتدائی اور ادنیٰ درجہ ہے اور ایک انتہائی اور اعلیٰ درجہ ہے، تو جس شخص نے اپنے آپ کو جس درجہ میں مشغول رکھا وہ اتنا ہی درجہ پائے گا۔مثلاً ایک شخص سنن و مستحبات کی دعوت دیتا ہے اور مکروہات سے روکتا ہے وہ اسی کے مناسب درجہ پائے گا اور ایک شخص ایمان واسلام کی دعوت دیتا ہے اور کفر سے روکتا ہے وہ اسی کا درجہ پائے گا۔دونوں کے رتبے الگ الگ ہوں گے۔ ظاہر ہے کام جتنا بڑا ہوگا مقام بھی اتنا ہی بڑا ملے گا۔اس میں اگر کوئی شخص فرق نہ کرے اور کام تو کرے چھوٹا اور دعویٰ کرے بڑے ثواب کا تو ضابطہ کے تحت یہ اس شخص کی ناسمجھی ہوگی۔

ہاں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ جس شخص نے ان دو چیزوں میں ایک کو کیا اور دوسری کو چھوڑ دیا یعنی امر بالمعروف کیا اور نہی عن المنکر کو چھوڑا وہ شخص اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔امر بالمعروف کرنے کا ثواب اس کو مل سکتا ہے لیکن وہ خیر الامم کا مکمل مصداق نہیں بنے گا کیونکہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں فرمایا:

''مَنْ فَعَلَ فِعْلَهُمْ كَانَ مِثْلَهُمْ''. یعنی جس شخص نے صحابہ والا کام کیا تو وہ ان کی طرح ہوگا۔ (تفسیر قرطبی جلد۴ ص۱۷۰)

ابن کثیر نے یوں نقل کیا ہے:

''اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى مِنَ النَّاسِ دَعَةً فِيْ حُجَّةٍ حَجَّهَا فَقَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فَلْيُؤَدِّ شَرْطَ اللّٰهِ فِيْهَا فِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ''. (ابن کثیر، جلد ا ص ۳۹۱)

یعنی عمر بن الخطاب نے حج کے دوران جب لوگوں کو آرام وراحت میں دیکھا تو یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جس کو پسند ہو کہ اس خیر امت میں ہو جائے تو وہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔خلاصہ یہ نکلا کہ خیر الامم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ساتھ ساتھ چلا رہا ہو۔

اب دوسری چیز کہ اس آیت کی تفسیر و مفہوم کیا ہے اور اس کے مصداق کون لوگ ہیں۔تو اس کے لئے ہمیں سلف صالحین اور معتمد مفسرین کی تشریحات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کیونکہ آیات کے مصداق معلوم کرنے میں مفسرین پر اعتماد کرنا پڑتا ہے ورنہ ہر آدمی کسی بھی آیت کو اپنے کسی بھی عمل پر چسپاں کر سکتا ہے تو لیجئے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ حاضر ہے۔

﴿۱﴾ قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ رحمه الله: قَالَ الْبُخَارِيْ بِسَنَدِهٖ عَنْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يُدْخِلُوْا فِي الْاِسْلَامِ هٰكَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٌ وَعَطِيَّةُ وَعِكْرَمَةُ رحمهم الله تعالٰى. (ابن کثیر ج ا ص ۱۹۱)

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ سے "کنتم خیر امة" کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی کہ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کے لئے بہترین خیرخواہ امت ہو، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر اور اُن کی گردنوں میں زنجیر ڈال کر اسلام کی طرف لاؤ گے یہاں تک کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

﴿۲﴾ وقال القرطبی: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَحْنُ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ نَسُوْقُهُمْ بِالسَّلَاسِلِ اِلَى الْإِسْلَامِ.

(رواہ الترمذی)

قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ هُمُ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَشَهِدُوْا بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ. (جلد۴ص ۱۷۰)

یعنی علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے پر فرمایا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے لئے بہترین امت ہیں۔ ان کو زنجیروں میں جکڑ کر اسلام کی طرف کھینچ کر لائیں گے۔ (ترمذی) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خیر الناس وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بدر و حدیبیہ میں شریک جہاد ہوئے۔

وَقَالَ الْقُرْطَبِي أَيْضًا: وَرَوٰى سُفْيَانُ عَنْ مَيْسَرَةَ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ تَجُرُّوْنَ النَّاسَ بِالسَّلَاسِلِ اِلَى الْإِسْلَامِ. (جلد۴ص ۱۷۰)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس لئے بہتر امت ہو کہ تم لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ کر اسلام کی طرف کھینچ لاؤ گے۔

قَالَ الْقُرْطَبِي: فَجَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ أَخَصَّ أَوْصَافِ الْمُؤْمِنِ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَرَأْسُهَا الدُّعَاءُ اِلَى الْإِسْلَامِ وَالْقِتَالُ عَلَيْهِ. (جلد۴ص ۴۷)

ایک اور آیت کی تشریح میں قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو منافقین اور مؤمنین کے درمیان مابہ الامتیاز فرق بنایا ہے۔ پس یہ بات واضح ہے کہ مؤمن کی خاص صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اس کی جڑ اور بنیاد اسلام کی دعوت دینا ہے اور اس پر لڑ کر جہاد کرنا ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا: فَالْمُنْكَرُ اِذَا أُمْكِنَتْ اِزَالَتُهُ بِاللِّسَانِ لِلنَّاهِي فَلْيَفْعَلْهُ وَاِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ اِلَّا بِالْعُقُوْبَةِ أَوْبِالْقَتْلِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنْ زَالَ بِدُوْنِ الْقَتْلِ لَمْ يَجُزِ الْقَتْلُ. (جلد۴ ص ۴۹)

یعنی اگر روکنے والے کے لئے یہ ممکن ہو کہ زبان سے کہنے پر وہ برائی زائل ہو سکتی ہے تو ایسا ہی کرے اور اگر ازالۂ منکر بغیر سزا یا قتل کرنے کے ممکن نہ ہو تو پھر ایسا ہی کرے اور اگر بغیر قتل کے ازالہ ہو سکتا ہے تو پھر قتل جائز نہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر یوں لکھا ہے:

قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ اَلْاِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلَى أَنَّ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْضٌ لِمَنْ أَطَاقَهُ وَأَمِنَ الضَّرَّ عَلٰى نَفْسِهٖ

وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنْ خَافَ فَيُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَيَهْجُرُ ذَ الْمُنْكَرِ وَلَا يُخَالِطُه وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ النَّاهِيْ أَنْ يَكُوْنَ سَلِيْمًا عَنِ الْمَعْصِيَةِ بَلْ يَنْهى الْعَصاةُ بَعْضَهُمْ بَعْضًا. (جلد ۶ ص ۲۵۳)

یعنی ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہے کہ نہی عن المنکر فرض ہے اس شخص پر جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور نہی کی صورت میں اپنی اور مسلمانوں کی تکلیف اور ضرر پہنچنے سے بے خوف ہو اور اگر جان کا خطرہ ہو تو پھر دل سے برا ماننے اور گناہ کرنے والے سے الگ ہو جائے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط نہ رکھے اور نہی عن المنکر والے کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ گناہ گار بھی گناہ گاروں کو گناہ سے روکا کریں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ:

قَالَ مُجَاهِدٌ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ عَلَى الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْآيَةِ. (ج ۴ ص ۱۷۰)

یعنی مجاہد نے فرمایا کہ: تم بہترین امت ہو لیکن یہ بہتری مشروط ہے ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر آیت میں ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

وَفِيْ رُوْحِ الْمَعَانِيْ: وَالْخِطَابُ قِيْلَ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الضَّحَاكُ وَقِيْلَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ مِنْ بَيْنِهِمْ وَهُوَ أَحَدُ خَبَرِ إِبْنِ عَبَّاسٍ وَفِيْ اٰخَرِ أَنَّهُ عَامٌّ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْخِطَابَ وَإِنْ كَانَ بِمَنْ شَاهَدَ الْوَحْيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَوْ بِبَعْضِهِمْ لٰكِنْ حُكْمُهُ يَصْلُحُ أَنْ يَكُوْنَ عَامًّا لِلْكُلِّ.

"تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ": أَخْرَجَ إِبْنُ الْمُنْذِر وَ غَيْرُهُ عَنْ إِبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ الْمَعْنٰى تَأْمُرُوْنَهُمْ أَنْ يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيُقِرُّوْا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتُقَاتِلُوْنَهُم عَلَيْهَا وَلَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ هُوَ أَعْظَمُ الْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْمُنْكَرُ هُوَ التَّكْذِيْبُ وَهُوَ أَنْكَرُ الْمُنْكَرِ وَكَأَنَّهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه حَمَلَ الْمُطْلَقَ عَلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ وَإِلَّا فَلَا قَرِيْنَةَ عَلٰى هٰذَا التَّخْصِيْصِ. (جلد ۴ ص ۲۸)

اور روح المعانی میں ہے کہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ "کنتم خیر امة" کا یہ خطاب خاص ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مہاجرین کے ساتھ خاص ہے اور یہ ابن عباس کی ایک روایت ہے اور آپ کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پوری امت کے لئے ہے اور ظاہر و واضح بات یہ ہے کہ یہ آیت اور خطاب اگرچہ ان مومنین کے لئے تھا جنہوں نے وحی کا مشاہدہ کیا تھا یا ان میں بھی بعض کے لئے تھا مگر اس خطاب کا حکم یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ یہ فضیلت پوری امت محمدیہ کے لئے ہو جائے۔

اور ابن منذر وغیرہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو حکم دو کہ وہ کلمۂ توحید وکلمۂ شہادت کو مان لیں، اس کی گواہی دیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اس کا اقرار کریں اور (انکار کی صورت میں) تم ان سے لڑو اور لا الہ الا اللہ سب سے بڑا معروف اور نیکی ہے اور آیت کی دوسری شق کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کو برائی سے روکا کرو اور سب سے بڑا منکر اور برائی دین حق کی تکذیب ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے معروف اور منکر کے اطلاق کو اس کے فرد کامل پر محمول کیا ہے ورنہ اس تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔

فائدہ: اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ آیت کا پہلا مصداق تو جہاد ہے اور پھر اس کے ضمن میں دوسری نیکیاں بھی داخل ہیں اور اسی طرح آیت کے پہلے مخاطبین تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لیکن ان کے بعد پوری امت اس کے مخاطب ہیں۔

تفسیر کبیر نے ایک سوال اُٹھایا ہے جو اسی آیت کے متعلق ہے اور پھر جواب دیا ہے۔ سوال وجواب اور پھر ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

وفی التفسیر الکبیر

السوال الاول: مِنْ أَيِّ وَجْهٍ يَقْتَضِي الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ كَوْنَ هَذِهِ الْأَمَّة خَيْرُ الْأُمَمِ مَعَ أَنَّ هذهِ الصِّفَاتِ الثَّلَاثَة كَانَتْ حَاصِلَةً فِي سَائِرِ الْأُمَمِ؟

الجواب: قَالَ الْقَفَّالُ تَفْضِيلُهُمْ عَلَى الْأُمَمِ الَّذِيْنَ كَانُوا قَبْلَه اِنَّمَا حَصَلَ لِأَجْلِ اَنَّهُمْ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ بِآكِدِ الْوُجُوهِ وَهُو الْقِتَالُ لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ قَدْيَكُوْنُ بِالْقَلْبِ وبِاللِّسَانِ وَبِالْيَدِ وَأَقْوَاهَا مَايَكُوْنُ بِالْقِتَالِ لانهُ اِلْقَاءُ النَّفْسِ فِيْ خَطَرِ الْقَتْلِ وَأَعْرَفُ الْمَعْرُوْفِ الدِّيْنُ الْحَقُّ وَالْإِيْمَانُ بِالتَّوْحِيْدِ وَالنُّبُوَّةِ وَأَنكَرَ المنكراتِ الْكفر باللّٰه فَكَانَ الْجِهَادُ فِيْ الدِّيْنِ مُحَمَّلًا لِأَعْظَمِ الْمَضَارِّ لِغَرَضِ اِيْصَالِ الشَّخْصِ اِلَى أَعْظَمِ الْمَنَافِعِ وَتَخْلِيْصِهِ مِنْ أَعْظَمِ الْمَضَارِّ فَوَجَبَ أَنْ يَكُوْنَ الْجِهَادُ أَعْظَمَ الْعِبَادَاتِ وَلِمَا كَانَ الْجِهَادُ فِي شَرْعِنَا أَقْوىٰ مِنْه فِي سَائِرِ الشَّرَائِعِ لَا جَرَمَ صَارَ ذَالِكَ مُوْجِبًا لِفَضْلِ هذهِ الْأُمَّةِ عَنْ سَائِرِ الْأُمَمِ. (جلد ۸ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

سؤال: کس وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کا تقاضا ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے حالانکہ یہ تینوں صفات اس سے پہلی امتوں میں بھی موجود تھیں؟

جواب: قفال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امت کی فضیلت سابقہ امتوں پر اس وجہ سے آ گئی ہے کہ یہ امت **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** تمام وجوہات میں سے مضبوط ترین وجہ کے ساتھ کرتی ہے اور وہ ہے قتال اور جہاد بالسیف۔ کیونکہ امر بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے ہوتا ہے، کبھی ہاتھ سے ہوتا ہے اور ہاتھ سے روکنے کا قوی تر اور اعلیٰ درجہ قتال ہے اور جہاد بالسیف ہے۔ کیونکہ جہاد میں اپنی جان کو موت کے خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے اور نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی دین حق اور توحید و نبوت پر ایمان لانا ہے اور سب سے بڑی برائی کفر ہے۔ پس اسلام میں جہاد کے ذریعہ سے ایک بڑی مصیبت اور بڑے خطرے کو برداشت کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کو بڑے منافع تک پہنچایا جائے اور ان کو کفر کی بڑی مصیبت سے چھڑایا جائے۔ پس ثابت ہو گیا کہ جہاد سب سے بڑی عبادت ہے اور چونکہ ہماری شریعت میں جہاد تمام شرائع کی نسبت قوی تر اور زیادہ ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جہاد ہی تمام امتوں پر اس امت کی فضیلت و فوقیت کا سبب بن گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۹۱-۱۹۲)

وفی اَحْکَامِ القُرآنِ للجَصَاصِ: الجِهَادُ ضَرْبٌ مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ المنكرِ.

(ج ۳ ص ۱۱۹)

اور جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اعلیٰ قسم ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر عائد تھا جس کی تفصیل احادیث صحیحہ میں مذکور ہے مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لئے ان کا امر بالمعروف صرف زبان سے ہو سکتا تھا، امت محمدیہ میں اس کے لئے تیسرا درجہ ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف کا بھی ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں اور بزور حکومت اسلامی قوانین کی تنفیذ بھی اس کا جزء ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۰۴)

شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے فوائد میں اس کی تشریح یوں کی ہے:

''یعنی یہ امت ہر امت سے بہتر ہے۔ اسی دوصفت میں امر معروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کا تقید اس قدر اور دین میں نہیں''۔ (موضح القرآن ص ۱۰۳) اس آیت سے قبل آیت ﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر﴾ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴ کی تشریح میں شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو، اور دین کا تقید رکھنے کو تا خلاف دین کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔ موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں۔'' (موضح القرآن ص ۱۰۱)

بہر حال اس آیت میں امت محمدیہ امت مرحومہ کی بڑی فضیلت اور بڑی شان کا بیان ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کا مستحق بنائے۔

امین یارب العٰلمین وصلی اللہ علی نبیہ الکریم.

مکہ مکرمہ میں توضیحات کی تکمیل پر اختتامی کلمات

میں بندۂ عاجز فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی بھی جمعہ کے دن ۲۳ رمضان ۱۴۲۸ھ بوقت گیارہ بجے دن جمعہ کی نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے بلد اللہ الحرام الرحاب الطاهرة مكة المكرة میں اس حدیث کی توضیح وتشریح اسی مقصد کے لئے لکھ رہا ہوں تا کہ مشکوۃ شریف کی شرح توضیحات کا خاتمہ بھی خیر و بھلائی پر ہو اور اس میں برکت وقبولیت آجائے چونکہ میں نے اس شرح کی ابتداء بھی مورخہ ۱۳ رمضان ۱۴۲۱ھ میں ایک آیت سے مکہ مکرمہ میں کی تھی۔ لہٰذا آج مورخہ ۲۳ رمضان ۱۴۲۸ھ میں توضیحات کی شرح آٹھ مجلدات کی تحریر کے سلسلہ میں اس آخری حدیث کی شرح سے مکہ مکرمہ میں فارغ ہو رہا ہوں مولائے کریم! تیری لاکھ لاکھ حمد وثنا اور لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ جیسے ناقص بندے کو اس عظیم کام کی تکمیل سے سرفراز فرمایا میں کس زبان اور کس قلم سے آپ نے تیرا شکر ادا کروں؟

مولائے کریم! میں اتنا کہہ سکتا ہوں: اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِی لِجَلَالِ وَ جْهِکَ و عَظِیْمِ سُلْطَانِکَ وبَاهِرِ بُرْهَانِکَ أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُن لَّهُ کُفُواً اَحد لَا اِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ الْکَرِیْمُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ والْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ وَبِشُکْرِهٖ تَزِیْدُ الْبَرَکَاتُ والْخَیْرَاتِ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وأَکْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا أَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِمَا سَأَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَااسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وعَلَیْکَ التُّکْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وصَلِّ وَسَلِّمَ عَلَی نَبِیِّکَ الْکَرِیْمِ السَّیِّدِ الْأَمِیْنِ جَیْشِ الْأَنْبِیَاءِ والْمُرْسَلِیْنَ وعَلٰی اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الْغُرِّالْمَیَامِیْن وعلی مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمین.

فضل محمد یوسف زئی عفرلہ
حال نزیل مكة المكرمة
﴿۲۳ رمضان ۱۴۲۸ ہجری﴾

صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ کے اختتامی کلمات

مشکوٰۃ المصابیح کے مؤلف ابوعبداللہ ولی الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ جب مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث جمع کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے بطور شکر تاریخ فراغت لکھ کر یہ کلمات ارشاد فرمائے:

قَالَ مُؤَلِّفُ الكِتَابِ شكَرَاللهُ سَعْيَهُ وأَتَمَّ عَلَيْهِ نِعْمَتَهُ- وَقَعَ الفَرَاغُ مِنْ جَمْعِ الأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرَ يَوْمِ الجُمُعَةِ مِنْ رَمَضَانَ ۷۳۷ھ عِنْدَ رُؤْيَةِ هَلالِ شَوَّالَ سَنَةَ سَبْعٍ وَّثَلاثِيْنَ وَسَبْعِ مِأَةٍ بِحَمْدِاللهِ وحُسْنِ تَوْفِيْقِهِ والحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وصَحْبِهِ وأَتْبَاعِهِ اَجْمَعِيْنَ.

صاحب مرقات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اختتامی کلمات

اَلحَمْدُ للهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وبِشُكْرِهٖ تَزِيْدُ الْبَرَكَاتُ وَالخَيْرَاتُ، وقد فَرَغْتُ مِنْ تَسْوِيْدِ هذَا الشرحِ أَنَامِلُ العَبْدُ المُفْتَقِرُ إِلى كَرَمِ رَبِّهِ الغَنِيِّ البَارى، عَلِيّ بنِ سلطان مُحَمَّدِ الهَرَوِيّ القَارِى، المُلْتَجِى إِلَى الحَرَمِ المُحْتَرَمِ المَكِّى خَادِمِ الكِتَابِ القَدِيْمِ والحديثِ النَّبوِيّ، عَامَلَه اللهُ بِلُطْفِهِ الخَفِيّ وَكَرَمِهِ الوَفِيّ، وَعَفَا عَمَّا زَلَّ قَدَمُهُ أَوْ خَلَّ قَلَمُه، وخَتَمَ لَهُ بِالْحُسْنٰى وَبَلَغَهُ المَقَامَ الأَسنى مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ والصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الفَضْلُ مِنَ اللهِ وَكَفٰى بِاللهِ عَلِيْمًا وَذٰلِكَ عَاشِرُ ربيعِ الثانِى عَامَ ثَمانٍ وَأَلْفٍ بَعْدَ الهِجْرَةِ النبويَّةِ على صاحِبِهَا أُلوفٌ مِنَ الصَّلاةِ وآلافٌ مِنَ التَّحِيَّةِ.

(یعنی ۱۰ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ)

”ترجمۂ اکمال فی اسماء الرجال“

یعنی

”حالاتِ صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم“

صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے آخر میں **”اکمال فی اسماء الرجال“** کے نام سے ایک عمدہ گلدستہ شامل کیا ہے جس میں آپ نے ان تمام اشخاص کے مختصر حالات لکھے ہیں جن سے آپ نے مشکوٰۃ شریف میں حدیث کی روایت بیان فرمائی ہے ان میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی ہیں اور صحابیات کے نام بھی ہیں، تابعین کے نام بھی ہیں اور تابعیات کے نام سے بھی روایات ہیں، ان تمام ناموں کو آپ نے حروف تہجی کی ترتیب سے عربی زبان میں درج کیا ہے جو بہترین ترتیب ہے۔

میں نے جب توضیحات اردو شرح مشکوٰۃ کی آٹھویں جلد مکمل کر لی اور بفضلہ تعالیٰ اس شرح سے فارغ ہوا تو مجھے شوق پیدا ہوا کہ **”اکمال فی اسماء الرجال“** کا اردو ترجمہ اگر آٹھویں جلد کے ساتھ شامل کرلیا جائے تو موقوف علیہ کے طلبہ کے لئے اس سے بہت بڑا فائدہ ہوگا مگر اس میں یہ مشکل پیش آرہی تھی کہ آٹھویں جلد کے صفحات حد سے زیادہ ہوجائیں گے، اس مجبوری کے پیش نظر میں نے **”اکمال فی اسماء الرجال“** کے ناموں سے تابعین اور تابعیات کے نام ترجمہ سے نکال دیئے اور صحابی اور صحابیات کے ناموں کو مکمل ذکر کردیا، مجھ سے پہلے بعض شارحین نے اکمال فی اسماء الرجال کا ترجمہ کیا تھا مگر وہ نامکمل تھا اور بعض حضرات نے بہت طویل حالات لکھے تھے، چنانچہ میں اور میرے رفقاء نے مختلف تراجم کو دیکھ کر معتدل ترجمہ کے قارئین کے سامنے پیش کردیا، امید ہے کہ موقوف علیہ کے طلباء علم رجال کے فن میں قدم رکھتے ہوئے اس عظیم طبقے کے حالات سے خوب آگاہ ہوجائیں گے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے اپنے اس علمی وتاریخی گلدستہ میں ائمہ اربعہ کے حالات بھی لکھے ہیں جو بہت ہی عمدہ ہیں لیکن کتاب کے حجم بڑھنے کے خوف سے میں نے اس کو بھی چھوڑ دیا تاہم جو کچھ لکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور جو رہ گیا ہے اس کے لئے یہ کہنا کافی ہے:

مَـا کُـلُّ مَـا یَتَـمَـنَّـی الْـمَرْأُ یُـدْرِکُـهٗ　　تَـجْـرِی الـرِّیَـاحُ بِـمَـا لَا تَشْتَهِـی السُّفُنُ

فضل محمد غفرلہ یوسف زئی

استاذ: جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

باب الالف

حالات صحابہ

۱: انس ابن مالک:

آپ کا نام انس ابن مالک ابن نضر ہے، کنیت ابوحمزہ ہے، خزرجی انصاری ہیں، حضور ﷺ انور کے خادم خاص ہیں، آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہیں۔

جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب انس کی عمر دس (۱۰) سال تھی، جب حضور انور ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ بیس (۲۰) سال کے تھے، دس سال تک مسلسل حضور انور ﷺ کی خدمت کی، خلافت فاروقی میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے، وہاں آپ کی وفات ہوئی، آپ بصرہ کے آخری صحابی ہیں، ۹۱ھ میں وفات ہوئی، ایک سو تین (۱۰۳) سال عمر ہوئی، بعض نے فرمایا ننانوے (۹۹) سال عمر ہوئی۔ آپ کی اولاد اسی (۸۰) یا ایک سو دس (۱۱۰) ہے، اٹھتر (۷۸) لڑکے اور دو (۲) لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ سے۔ بہت مخلوق نے روایات لیں۔ (خلاصہ میں ہے کہ آپ کی احادیث ایک ہزار دو سو چھیاسی (۱۲۸۶) ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں (۱۶۸) متفق علیہ ہیں اور تراسی (۸۳) احادیث صحیح بخاری کی، اکہتر (۷۱) صحیح مسلم کی ہیں)۔

۲: انس ابن مالک الکعبی:

آپ کی کنیت ابوامامہ ہے، آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے جو مسافر حاملہ اور مرضعہ کے روزے کے متعلق ہے، آخر میں بصرہ میں رہے، آپ سے ابن قلابہ نے روایت کی۔

۳: انس ابن نضر:

آپ انصاری بنی نجار سے ہیں۔ انس بن مالک کے چچا ہیں، غزوہ احد میں تیس سے زیادہ تیروں تلواروں کے زخم کھا کر شہید ہوئے، انہیں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً'' الخ.

۴: انس بن مرثد:

آپ کا نام انس بن مرثد ہے، بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام انیس ہے،، ابن عبدالبر نے اسی کو ترجیح دی، آپ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے، بعض کے خیال میں آپ سے ہی حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا: ''کہ اے انس! اس کی بیوی کی طرف جاؤ، اگر وہ اقرار زنا کرے تو اسے رجم کردو''، آپ کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی، آپ خود اور آپ کے بھائی والد دادا سب صحابی ہیں، آپ

سے سہل ابن حنظلہ اور حکم ابن مسعود نے روایات کیں۔

۵ : اسید ابن حضیر :

آپ انصاری اوسی ہیں، آپ دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہیں، آپ نقیبوں میں سے تھے، دونوں بیعت عقبہ میں ایک سال کا فاصلہ ہے، آپ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے جماعت صحابہ نے روایات لیں، مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں خلافت فاروقی میں وفات ہوئی، بقیع میں دفن ہوئے۔

۶ : ابو اسید :

آپ کا نام ابو اسید ابن مالک ابن ربیعہ ہے، انصاری ہیں، ساعدی ہیں، تمام غزوات میں شریک ہوئے، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ سے بہت مخلوق نے روایات کی ۶۰ھ (ساٹھ) میں وفات ہوئی، اٹھتر (۷۸) سال کی عمر ہوئی، آخر میں نابینا ہو گئے تھے، آپ سب سے آخری بدری ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین بدری صحابہ سے خالی ہوگئی۔

۷ : اسلم :

آپ کی کنیت ابو رافع ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، آپ کا ذکر 'را' کی تختی میں ہوگا۔

۸ : اسمر :

آپ اسمر ابن مضرس ہیں طائی ہیں، آپ کا شمار بصرہ کے بدویوں میں ہے، صحابی ہیں۔

۹ : اشعث ابن قیس :

آپ اشعث ابن قیس ابن معدیکرب، کنیت ابو محمد ہے، کندی ہیں، کندہ کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وفد کے سردار تھے، یہ واقعہ ۱۰ھ میں ہوا، آپ زمانہ جاہلیت میں بھی اپنی قوم کے محترم سردار تھے، اسلام میں بھی بڑے معزز، حضور ﷺ کی وفات کے بعد اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، پھر خلافت صدیقی میں دوبارہ مسلمان ہوئے، آخر میں کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات ہوئی۔ امام حسن ابن علی نے جنازہ پڑھایا، ۴۰ھ چالیس میں وفات ہوئی۔ ایک جماعت نے ان سے روایت کی۔

۱۰ : اشج :

آپ کا نام منذر بن عائذ ہے، عبدی ہیں، آپ اپنی قوم کے سردار تھے، اور آپ کے قبیلے نے اسلام آپ کی قیادت میں (تابعداری میں) قبول کیا، آپ عبد القیس کے وفد میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے، آپ کا شمار اہل مدینہ کے دیہاتیوں میں ہوتا ہے، ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے، باب الحذر و التأنی میں آپ کا ذکر ہے۔

۱۱ : اشیم الضبابی:

آپ قبیلہ ضبابی ابن کلاب کے اولاد سے ہیں، آپ سے علم فرائض میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔

۱۲ : ابراھیم ابن رسول اللہ ﷺ:

آپ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن شریف سے مدینہ منورہ ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے، سولہ مہینے عمر پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

۱۳ : الاغر مازنی:

آپ اغر مزنی ہیں، صحابی ہیں، آپ سے حضرت ابن عمیر اور معاویہ ابن قرہ نے روایات کیں۔

۱۴ : ابیض:

آپ ابیض ابن حمال ماربی السبائی ہیں صحابی ہیں، ایک وفد میں نبی اکرم کے پاس آئے تھے، یمن میں قیام رہا، آپ مأرِب کے رہنے والے ہیں جو یمن کا ایک شہر ہے صنعاء کے قریب۔

۱۵ : الاقرع ابن حابس:

آپ تیمی ہیں، فتح مکہ کے بعد بنی تمیم کے وفد میں حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بڑی عزت والے تھے، خراسان کے لشکر پر عبداللہ بن عامر نے ان کو امیر بنایا تھا افغانستان کے صوبہ جوزجان میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

۱۶ : ابو الازھر:

آپ انماری ہیں، شام میں قیام رہا۔ آپ سے خالد ابن معدان وغیرہ نے روایات لیں۔ صحابی ہیں

۱۷ : اکیدر دومۃ:

آپ اکیدر ابن عبد الملک ہیں، آپ کو صاحب دومتہ الجندل کہا جاتا ہے، آپ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدایا بھیجے، حضور انور ﷺ نے آپ سے خط وکتابت کی، ان کا ذکر باب الجزیہ میں آتا ہے، 'اکیدر' تصغیر ہے اکدر کی، 'دومہ' شام و حجاز کے درمیان ایک شہر ہے۔

۱۸ : اوس ابن اوس:

آپ کو اوس ابن ابی اوس بھی کہا جاتا ہے، قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، عمرو ابن اوس کے والد ہیں۔

۱۹ : ایاس ابن بکیر:

آپ قبیلہ بنی لیث سے ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، جب حضور دارارقم میں تھے تو یہ ایمان لائے ۳۴ھ (چونتیس) میں وفات ہوئی۔

۲۰ : ایاس ابن عبد اللّٰہ:

آپ دوسی مدنی ہیں، آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے، آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے جو بیوی کو مارنے کے متعلق ہے۔

۲۱ : اسامۃ ابن زید:

آپ اسامہ ابن زید ابن حارثہ ہیں، قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں، آپ کی ماں کا نام بر کتہ ہے، کنیت ام ایمن حضور کی دودھ کی والدہ، وہ آپ کے والد جناب عبداللہ کی لونڈی تھیں اور اسامہ حضور کے غلام اور غلام زادے تھے کہ زید ابن حارثہ بھی حضور کے غلام تھے، حضور کی وفات کے وقت اسامہ بیس (۲۰) سال کے تھے، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آپ وادی قری میں رہے ہیں، وہیں وصال ہوا۔ بعض نے کہا کہ آپ کی وفات ۵۴ھ (چون) میں ہوئی، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہی قوی ہے۔ ایک جماعت نے آپ سے حدیث لی۔

۲۲ : اسامۃ ابن شریک:

آپ زیبانی حلبی ہیں، کوفہ میں آپ کی احادیث زیادہ مشہور ہوئیں۔ کوفیوں میں آپ کا شمار ہے۔

۲۳ : ابی ابن کعب:

آپ انصاری خزرجی ہیں، کاتب وحی تھے، آپ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے، صحابہ میں بڑے قاری تھے، حضور انور ﷺ نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور عمر فاروق نے ابوالطفیل، حضور انور نے آپ کو خطاب دیا سید انصار، عمر فاروق نے خطاب دیا سید المسلمین کا، آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۹ھ (انیس) ہجری میں وفات پائی یعنی خلافت فاروقی میں۔ بڑی مخلوق نے آپ سے حدیثیں لی ہیں۔

۲۴ : افلح:

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۲۵ : ایقع ابن ناکور:

آپ ذوالکلاع کے نام سے مشہور ہیں، یمن کے رہنے والے ہیں، اپنی قوم کے سردار تھے۔ جب ایمان لائے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خط لکھا: ''کہ اسود عنسی کے مقابلہ میں ہماری مدد کرو''۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے، آپ کو اشتر نخعی نے ۳۷ھ میں قتل کیا۔

۲۶ : انجشة:

آپ حبشی غلام تھے حضورانور کی خدمت میں رہتے تھے، بڑے خوش آواز حُدی خواں تھے، ایک بار آپ سے ہی حضورانور ﷺ نے فرمایا تھا: ''کہ اے انجشہ ! اپنی حُدی یعنی گیت بند کردو، میرے ساتھی کچی شیشیاں ہیں''، آپ سے چند صحابہ نے روایات لیں۔

۲۷ : ابو امامة باهلی:

آپ ابوامامہ صدی ابن عجلان باہلی ہیں، اولاً مصر میں پھر حمص میں رہے وہاں ہی وفات پائی، آپ شام کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین شام صحابہ سے خالی ہوگئی، ۸۶ھ میں ۹۱ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی مکثرین حدیث میں سے تھے۔

۲۸ : ابو امامة انصاری:

آپ کا نام سعد ابن سہیل ابن حنیف ہے، انصاری اوسی ہیں مگر اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔ حضورانور ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ نے آپ کا نام سعد اور کنیت ابوامامہ رکھی، حضور ﷺ سے کچھ سن نہ سکے کہ بہت چھوٹے تھے اس لئے بعض محدثین نے آپ کو تابعی کہا ہے، آپ مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے، اپنے والد اور ابوسعید خدری وغیرہ صحابہ کے صحبت یافتہ ہیں، بانوے سال عمر ہوئی ۱۰۰ھ میں وفات ہوئی۔

۲۹ : ابو ایوب انصاری:

آپ کا نام خالد ابن زید ہے، آپ انصاری خزرجی ہیں، تمام جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، آپ کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی (جسے اب استنبول کہتے ہیں) ۵۱ھ میں آپ کی وفات ہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں جب یزید ابن معاویہ کی سرکردگی میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تو آپ اس لشکر میں تھے اس میں آپ بیمار ہوگئے، جب مرض زیادہ ہوا تو وصیت کی: ''کہ جب میں وفات پاجاؤں تو میری میت اپنے ساتھ رکھنا، جب تم دشمن کے مقابل صف آرا ہو تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کرنا''۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، آپ کی قبر قسطنطنیہ کے شہر پناہ کے پاس ہے، اب تک مشہور ہے اس قبر کا اب تک بہت ہی احترام ہے، لوگ آپ کی قبر کی برکت سے شفا حاصل کرتے ہیں انہیں شفا ملتی ہے، آپ سے بہت حضرات نے احادیث روایت کی ہیں۔

(خیال رہے کہ آپ ہی مدینہ منورہ میں حضورانور ﷺ کے پہلے میزبان ہیں)۔

۳۰ : ابو امية المخزومی:

آپ صحابی ہیں، آپ کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے، آپ سے ابوالمنذ نے احادیث نقل فرمائیں، حالات زندگی معلوم نہیں ہوسکے۔

۳۱ : امية ابن مَخْشِیّ:

آپ بنی خزاعہ سے ہیں، آپ کا شمار بصرہ والوں میں ہوتا ہے، آپ سے ایک حدیث کھانے کے متعلق مروی ہے جسے آپ کے

بھتیجے مثنی ابن عبدالرحمن نے روایت کیا۔

۳۲: امیة ابن صفوان:

آپ امیہ ابن خلف کے پوتے ہیں، جمحی ہیں، اپنے والد صفوان سے احادیث روایت فرماتے ہیں۔

۳۳: ابو اسرائیل:

آپ صحابی ہیں، آپ نے ہی نذر مانی تھی کہ خاموش رہیں گے، روزہ رکھ کر دھوپ میں کھڑے رہیں گے، سایہ میں نہ بیٹھیں گے، حضور انور ﷺ نے اس کے توڑنے کا حکم دیا، فرمایا: ''کہ بیٹھو، کلام کرو اور سایہ لو''، حضرت ابن عباس وجابر نے آپ سے احادیث لیں۔

۳۴: آبی اللحم:

آپ کا نام خلف ابن عبدالملک ہے یا عبداللہ ہے، غفاری ہیں، چونکہ آپ گوشت قطعاً نہیں کھاتے تھے اس لئے آپ کا لقب آبِی الْحَمَ ہوا یعنی گوشت کے انکاری یا اپنے زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر ذبیحہ کا گوشت کبھی نہ کھایا، غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔

صحابیات

۱: اسماء بنت ابو بکر صدیق:

آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، حضور انور ﷺ کی سالی، آپ کا نام اسماء، لقب ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی ہے کیونکہ آپ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے سے حضور انور ﷺ کے سفر کا توشہ باندھا تھا اور دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور کے سفر کا مشکیزہ باندھا تھا، آپ حضرت عبداللہ ابن زبیر کی والدہ ہیں، مکہ معظمہ میں ایمان لائیں، آپ سے پہلے صرف سترہ (۱۷) آدمی ایمان لائے تھے، آپ اٹھارویں (۱۸) مومنہ ہیں، اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ سے دس سال بڑی ہیں، اپنے فرزند عبداللہ ابن زبیر کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی، (۱۰۰) سو برس عمر ہوئی ۷۳ھ (تہتر) میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۲: اسماء بنت عمیس:

آپ حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں، اپنے خاوند کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں ہی آپ کے بیٹے محمد، عبداللہ، عون پیدا ہوئے پھر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں، حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے آپ سے نکاح کیا، ان سے محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے، حضرت ابو بکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی کے نکاح میں آئیں ان سے

یحییٰ ابن علی پیدا ہوئے، آپ سے بہت صحابہ نے روایات لی ہیں۔

۳: أنیسة بنت خبیب:

آپ انصاریہ ہیں صحابیہ ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، آپ کے بھانجے خبیب ابن عبدالرحمٰن نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

۴: امیمة بنت رُقَیقة:

آپ کے والد عبداللہ ہیں اور رقیقہ بنت خویلد آپ کی والدہ ہیں، آپ کی والدہ بی بی خدیجہ کی بہن ہیں، آپ کا شمار اہل مدینہ میں سے ہیں۔

۵: امامة بنت ابی العاص:

آپ ابوالعاص ابن ربیع کی بیٹی ہیں، آپ کی والدہ زینب بنت رسول ﷺ ہیں، حضرت فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد حضرت علی نے آپ سے نکاح کیا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی: ''کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا''، یہ نکاح زبیر ابن عوام کے اہتمام سے ہوا۔

ب

صحابہ کرام

۱: ابو بکر الصدیق:

آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان (ابوقحافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تمیم ابن مروہ ہے یعنی ساتویں والد "مرہ" میں حضور ﷺ سے ملتے ہیں، آپ کا لقب صدیق بھی ہے عتیق بھی، حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ جس نے آگ دوزخ سے عتیق دیکھنا ہو وہ ابوبکر کو دیکھے''، حضور انور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی بھی حضور انور ﷺ سے الگ نہ ہوئے، آپ سب سے پہلے مؤمن ہیں۔

آپ سفید رنگ، دبلا بدن، ہلکے رخسار چہرہ پر رگیں ظاہر، آنکھیں کچھ دھنسی ہوئی، پیشانی ابھری ہوئی، مہندی اور وسمہ کا خضاب لگاتے تھے، آپ خود صحابی ہیں والدین صحابی ہیں ساری اولاد صحابی، پوتی، پوتے نواسی نواسے صحابی، کسی صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں جیسے یوسف علیہ السلام چار پشت کے نبی ہیں، گروہ انبیاء میں صرف آپ کو یہ شرف حاصل ہے یوں ہی جماعت صحابہ میں آپ ہی ہیں جو چار پشت کے صحابی ہیں، آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ بعد ہوئی، مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الثانی ۱۳ھ تیرہ ہجری منگل کی رات مغرب وعشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی، تریسٹھ (۶۳) سال عمر ہوئی،

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو غسل آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے دیا اور نماز حضرت عمر نے پڑھائی، آپ کی خلافت دو سال چار ماہ ہے، آپ سے بہت تھوڑی احادیث مروی ہیں کیونکہ آپ کی حیات شریف حضور ﷺ کے بعد بہت تھوڑی ہے، روضہ رسول اللہ ﷺ میں دفن ہیں۔

۲: ابو بکرۃ:

آپ کا نام نفیع ابن حارث ابن کلدہ ہے، ثقفی ہیں، آپ غزوہ طائف کے موقعہ پر ایک کنوئیں کی رسی کے ذریعہ جسے عربی میں بکرہ کہتے ہیں لٹک کر حضور انور ﷺ کی خدمت میں پہنچے حضور انور ﷺ نے فرمایا: "تم ابو بکرہ یعنی رسی والے ہو"، آپ غلام تھے حضور ﷺ نے آپ کو آزاد کیا بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی ۴۹ھ میں وفات ہوئی۔

۳: ابو برزۃ:

آپ کا نام فضلہ ابن عبید ہے، اسلمی ہیں، پرانے مسلمان ہیں، عبداللہ ابن خطل کو حضور ﷺ کے حکم سے آپ نے قتل کیا تھا، حضور انور ﷺ کی وفات تک ہر غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے پھر بصرہ چلے گئے، خراسان کے غزوہ میں شریک ہوئے، مقام مرو میں ۶۰ھ میں آپکی وفات ہوئی۔

۴: ابو بردۃ:

آپ کا نام ہانی ابن نیار ہے، ستر صحابیوں کے ساتھ دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے، بدر وغیرہ غزوات میں شرکت کی، آپ حضرت براء ابن عازب کے ماموں ہیں، آپ کی اولاد کوئی نہیں، شروع زمانہ امیر معاویہ میں وفات پائی، تمام جنگوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے۔

۵: ابو بصیر:

آپ کا نام عتبہ ابن اسید ہے، ثقفی ہیں، پرانے مومنین میں سے ہیں، غزوہ حدیبیہ میں آپ کا ذکر آتا ہے، حضور ﷺ کے زمانہ حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔

۶: ابو بصرۃ:

آپ کا نام حمیل ابن بصرہ غفاری ہے۔

۷: ابو بشیر:

آپ کا نام قیس ابن عبید ہے، انصاری مازنی ہیں، ابن عبدالبر نے استیعاب میں فرمایا: "کہ ان کے نام کا یقینی علم نہ ہوسکا"، آپ صحابی ہیں، آپ سے ایک جماعت نے احادیث لیں، بہت لمبی عمر پائی، جنگ حرہ کے بعد وفات ہوئی۔

۸: ابو البداح:

آپ کا نام غالباً عاصم ابن عدی ہے، بعض کے خیالات میں عاصم کے بیٹے کی کنیت ابوالبداح ہے، ان کی کنیت ابوعمرو ہے، بعض نے آپ کو تابعی مانا ہے مگر قوی یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں، ۷۱ھ میں وفات پائی، چوراسی (۸۴) سال عمر ہوئی۔

۹: براء ابن عازب:

آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے، انصاری حارثی ہیں، ۲۴ھ میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے، مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

۱۰: بلال ابن رباح:

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، سب سے پہلے مکہ معظمہ میں آپ نے اپنا اسلام ظاہر کیا، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے، آخر میں شام میں رہے، آپ کی اولاد کوئی نہیں، آپ سے صحابہ وتابعین کی جماعت نے روایات لیں، ۲۰ھ میں دمشق میں وفات پائی، باب الصغیر میں دفن ہوئے، ۶۳ تریسٹھ سال عمر ہوئی۔

بعض نے کہا کہ حلب میں وفات ہے، باب اربعین میں آپ کی قبر ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔ آپ نے اسلام کی خاطر اپنے پہلے مولی امیہ ابن خلف کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں، امیہ جمحی خود اپنے ہاتھوں سے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا، اللہ کی شان کہ وہ مردود غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں پکڑا گیا اور حضرت بلال کے ہاتھوں جہنم میں پہنچا، حضرت عمر فرمایا کرتے تھے: ''کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد فرمایا''۔

۱۱: بلال ابن الحارث:

آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، مزنی ہیں، آپ مدینہ کے پاس مقام ''اشعر'' میں رہے، (۸۰) اسی سال عمر ہوئی، ۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۲: بریدۃ ابن الحصیب:

آپ اسلمی ہیں، غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے مگر اس میں شریک نہ ہوئے، بیعۃ الرضوان میں موجود تھے، مدینہ منورہ کے باشندے تھے پھر بصرہ چلے گئے وہاں سے خراسان کے جہاد میں گئے وہاں ہی شہید ہوئے یعنی یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں، ۶۲ھ میں وفات ہوئی، مرو میں آپ کی قبر ہے۔

۱۳: بشر ابن معبد:

آپ ابن خصاصیہ کے لقب سے مشہور ہیں، خصاصیہ آپ کی ماں ہیں جن کا نام کبشہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

۱۴: بُسر ابن ابی ارطاۃ:

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے اور آپ کے باپ کا نام عمیر عامری قریشی ہے، بعض علماء فرماتے ہیں: ''کہ آپ نے حضور انور ﷺ کا فرمان عالی نہیں سنا کہ اس زمانہ میں آپ بہت چھوٹے تھے'' مگر اہل شام کہتے ہیں کہ سنا ہے، واقدی فرماتے ہیں: ''کہ حضور انور ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے، آخری عمر میں مخبوط الحواس ہو گئے تھے، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی''۔

۱۵: بُدیل ابن ورقاء:

آپ خزاعی ہیں، آپ جنگ صفین کے موقع پر قتل کئے گئے، آپ کو خود آپ کے بیٹے نے قتل کیا، بعض نے فرمایا: ''کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں قتل کئے گئے، آپ کے بیٹے کا نام عبد اللہ ہے۔

۱۶: ابنا بسر:

ان دونوں بیٹوں کے نام عطیہ اور عبد اللہ ہے، ان کا بیان عین کی تختی میں آوے گا، ان سے صرف ایک حدیث کھجور مکھن کے ساتھ کھانے کے متعلق مروی ہے۔

۱۷: البیاضی:

آپ بیاضہ ابن عامر کی اولاد ہیں، آپ کا نام عبد اللہ ابن جابر ہے، صحابی ہیں۔

صحابیات

۱: بریرۃ:

آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عباس، عروہ ابن زبیر سے روایات لیں۔

۲: بسرۃ:

آپ بسرہ بنت صفوان ابن نوفل ہیں، قرشیہ اسدیہ ہیں، ورقہ ابن نوفل کی بھتیجی ہیں۔

۳: بُھَیسَۃ:

آپ فزاریہ ہیں، صحابیہ ہیں، آپ نے اپنے والد سے بھی روایت لیں ہیں۔

۴: ام بُجَید:

آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے، انصاریہ ہیں، اسماء بنت یزید کی بہن ہیں، اپنی کنیت سے مشہور ہیں، حضور اکرم ﷺ سے بیعت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں۔

ت

صحابہ کرام

ا: تمیم الداری:

آپ کا نام تمیم بن اوس ہے، قبیلہ بنی عبدالدار سے ہیں، پہلے عیسائی تھے ۹ھ میں اسلام لائے، آپ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے، کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے تھے حتیٰ کہ ایک رکعت میں سویرا ہو جاتا تھا، آپ ایک رات سو گئے حتیٰ کہ تہجد نہ پڑھ سکے تو اس کے کفارہ میں ایک سال تک نہ سوئے، تمام رات عبادت ہی کرتے رہتے، اولاً مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام منتقل ہو گئے، وہاں ہی وفات پائی، سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ سے روشنی آپ ہی نے کی، آپ نے دجال اور جساسہ کا واقعہ حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا۔

ث

صحابہ کرام

ا: ثابت ابن قیس ابن شماس:

آپ انصاری خزرجی ہیں، احد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، عظیم الشان صحابی ہیں، آپ کے لئے حضور انور ﷺ نے جنت کی گواہی دی، حضور انور ﷺ کے خطیب تھے، ۱۲ھ میں غزوہ یمامہ کے آخر میں شہید ہوئے (جو عہد صدیقی میں مسلیمہ کذاب سے ہوا)۔

۲: ثابت ابن ضحاک:

آپ کی کنیت ابوزید ہے، انصاری خزرجی ہیں، بچپن میں بیعۃ الرضوان میں حضور انور ﷺ سے بیعت کی، واقعہ عبداللہ ابن زبیر میں وفات ہوئی۔

۳: ثابت ابن الدحداح:

آپ انصاری ہیں، آپ غزوہ احد میں خالد ابن ولید کے برچھے سے شہید ہوئے، بعض مؤرخین کا قول ہے: ”کہ آپ نے بستر پر

وفات پائی''۔

۴: ثوبان:

آپ ثوبان ابن بجدد ہیں، کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ کو حضور ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا، آپ حضور انور ﷺ کی وفات تک سفر وحضر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے پھر شام کی بستی رملہ میں قیام رہا، وہاں سے حمص چلے گئے، ۵۴ھ میں وہاں ہی وفات پائی، آپ سے بہت لوگوں نے احادیث لیں۔

۵: ثمامة ابن اثال:

آپ حنفی یعنی قبیلہ حنفیہ سے ہیں یمامہ والوں کے سردار تھے، آپ حضور انور ﷺ کی خدمت میں قید کر کے لائے گئے انہیں حضور انور ﷺ نے چھوڑ دیا آپ چلے گئے پھر غسل کر کے کپڑے دھو کر حضور ﷺ انور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

٦: ابو ثعلبة:

آپ کا نام جرہم ابن ناشب ہے، آپ خُشنی ہیں، بیعۃ الرضوان میں حضور ﷺ سے بیعت کی، حضور ﷺ نے آپ کو آپ کی قوم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا، ساری قوم آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئی، آخر میں شام میں رہے، ۷۵ھ میں وہاں ہی وفات پائی۔

ج

صحابہ کرام

۱: جابر ابن عبد اللّٰه:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انصاری ہیں، سلمی ہیں، بہت احادیث آپ سے مروی ہیں، آپ بدر وغیرہ اٹھارہ (۱۸) غزوات میں شریک ہوئے، حضور ﷺ انور کی وفات کے بعد شام ومصر گئے، آخر میں نابینا ہو گئے تھے، آپ کی عمر چورانوے (۹۴) سال ہوئی، ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، آپ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہو گئی۔

۲: جابر ابن سمرة:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ عامری ہے، حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں، کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات ہوئی، ایک جماعت نے آپ سے احادیث لیں۔

۳: جابر ابن عتیک:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انصاری ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے، اکیانوے (۹۱) سال عمر ہوئی، ۶۱ھ میں وفات پائی۔

۴: جبار ابن صخر:

آپ انصاری سلمی ہیں، بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے، بیعت عقبہ میں آپ ستر آدمیوں میں سے ایک تھے۔

۵: جریر ابن عبد اللّٰہ:

آپ کی کنیت ابوعمرو ہے، حضور انور کے وفات کے سال آپ ایمان لائے، خود فرماتے ہیں: ''کہ میں وفات سے چالیس دن پہلے ایمان لایا''، آخر میں کوفہ میں رہے، پھر بستی قرقیسیا میں منتقل ہوئے وہاں ۵۱ھ میں وفات پائی۔

۶: جندب ابن عبد اللّٰہ:

آپ عبداللہ ابن سفیان کے بیٹے ہیں بجلی علقی ہیں، علق بجلی کا ایک خاندان ہے، واقعہ عبداللہ ابن زبیر کے چار سال بعد وفات پائی۔

۷: جبیر ابن مطعم:

آپ کی کنیت ابومحمد ہے، قرشی نوفلی ہیں، فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، مدینہ منورہ میں رہے، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۸: جرھد ابن خویلد:

آپ اسلمی مدنی ہیں، صفہ والوں میں سے ہیں، ۶۱ھ میں وفات ہوئی۔

۹: جعفر ابن ابی طالب:

آپ ہاشمی ومطلبی ہیں، حضرت علی مرتضیٰ کے بڑے بھائی ہیں، آپ کا لقب ذوالجناحین بھی ہے یعنی دو پروں والے اور طیار بھی یعنی اڑنے والے، آپ اکتیس لوگوں کے بعد ایمان لائے یعنی بتیسویں مومن ہیں، حضرت علی سے دس سال بڑے ہیں، صورت وسیرت میں حضور ﷺ کے مشابہہ تھے، حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ابوطالب کے باغ میں تھے کہ وہ آگئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان آئیں ہمارے ساتھ نماز پڑھیں، ابوطالب نے کہا کہ آپ کا دین برحق ہے مگر میں سجدہ میں چوتڑ اوپر ہونے کو پسند نہیں کرتا ہاں جعفر آپ کے ساتھ نماز پڑھ لے گا، چنانچہ جعفر نے حضور ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی آنحضرت ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں دو باز و عطا کرے گا جس سے تو اڑتا رہے گا اس دن سے آپ کا لقب

ذوالجناحین ہوگیا، آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر اور دوسرے بہت صحابہ نے احادیث روایت کیں، اکتالیس (۴۱) سال عمر پائی، ۸ھ ہجری غزوہ موتہ میں اس طرح شہید ہوئے کہ آپ کے جسم شریف کے سامنے والے حصے میں نوے (۹۰) زخم تھے تلواروں اور تیروں کے۔

۱۰: جارود:

آپ کا نام بشر ابن عمرو ہے، جارود لقب ہے، عبدی ہیں ۹ھ میں حضور انور ﷺ کی خدمت میں وفد عبدالقیس میں حاضر ہوئے بعدازاں مصر میں رہے اور فارس کے علاقے میں ۲۱ھ ہجری میں خلافت فاروقی میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

۱۱: جبلة ابن حارثة:

آپ کلبی ہیں اور زید ابن حارثہ کے بھائی ہیں، زید سے بڑے ہیں، زید کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔

۱۲: ابو جهيم:

آپ کا نام ابوجہیم ہے، بعض نے فرمایا کہ عبداللہ ابن حارث ابن صمہ ہے، صحابی ہیں، انصاری ہیں۔

۱۳: ابو حُجَيفة:

آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے، عامری ہیں، کوفہ میں رہے، نوعمر صحابہ میں سے ہیں، آپ کے بلوغ سے پہلے حضور انور ﷺ کی وفات ہوئی، ۷۴ھ میں کوفہ میں آپ کی وفات ہوئی، صحابی ہیں کیونکہ حضور انور ﷺ کو بحالت تمیز وہوش دیکھا ہے۔

۱۴: ابو جمعة:

آپ انصاری ہیں، آپ کے نام میں اختلاف ہے کہ حبیب ابن سباع ہے یا جنید ابن سباع یا کچھ اور، اہل شام میں ان کا شمار ہے، صحابی ہیں۔

۱۵: ابو جعد:

بعض نے فرمایا کہ یہ ہی آپ کا نام ہے، بعض نے کہا کہ آپ کا نام وہب ہے۔

۱۶: ابو جندل:

آپ سہیل ابن عمر قرشی عامری کے بیٹے ہیں، مکہ معظمہ میں ایمان لائے، باپ نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں، آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر انہیں بیڑیوں میں اپنے کو حضور انور ﷺ تک پہنچایا، پھر آپ کے عجیب واقعات ہوئے، خلافت فاروقی میں وفات پائی۔

۱۷ : ابو جهم:

آپ کا نام عامر بن حذیفہ ہے، عدوی قرشی ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ ہی سے جبہ طلب فرمایا تھا، اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔

۱۸ : ابو جُری:

آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، تمیمی ہیں، بصرہ میں رہے، بہت کم روایت آپ سے ہیں۔

صحابيات

۱ : جويرية (ام المؤمنين):

آپ بنت حارث ہیں، ۵ھ پانچ ہجری میں غزوہ مریسع میں تھیں جسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں گرفتار ہو کر آئیں اور حضرت ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں، انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا، حضور ﷺ انور نے آپ کی کتابت کا روپیہ ادا کر کے آپ کو آزاد کر کے آپ سے نکاح کر لیا لہٰذا آپ ام المومنین ہیں، آپ کا پہلا نام برہ تھا، حضور انور ﷺ نے بدل کر جویریہ نام رکھا، آپ نے پینسٹھ (۶۵) سال عمر پائی، ربیع الاول ۵۶ھ (چھپن) میں وفات ہوئی، آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔

۲ : جدامة:

آپ جدامہ بنت وہب ہیں، اسدیہ ہیں، مکہ معظمہ میں ایمان لائیں، حضور انور ﷺ سے بیعت کر کے اپنی ساری قوم کو چھوڑ دیا، حضور کی خدمت میں رہیں۔

ح

صحابه كرام

۱ : حمزة ابن عبد المطلب:

آپ عبدالمطلب کے بیٹے ہیں، حضور ﷺ کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ ثویبہ نے حضور ﷺ کو بھی دودھ پلایا ہے اور آپ کو بھی، آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے، لقب اسد اللہ، نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے، آپ کے ایمان لانے سے اسلام کو بہت قوت ملی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شریک ہوئے، وحشی ابن حرب نے آپ کو شہید کیا، حضور انور ﷺ سے عمر میں چار سال زیادہ تھے، مختلف زمانوں میں حضور ﷺ نے اور حمزہ نے ثویبہ کا دودھ پیا ہوگا اس لئے رضاعت ثابت ہوگئی، حضرت علی، عباس اور زید ابن حارث نے آپ سے احادیث لیں۔

۲: حمزة ابن عمرو:

آپ اسلمی ہیں، اہل حجاز سے ہیں، ۸۰اسی سال عمر ہوئی، ۶۱ھ میں وفات ہوئی۔

۳: حذيفة ابن اليمان:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ کے والد کا نام حُسیل ہے، یمان لقب ہے، حضرت حذیفہ حضور انور کے صاحب اسرار راز دار ہیں، حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس دن بعد آپ کی وفات مدائن میں ہوئی، وہاں ہی آپ کی قبر ہے، ۳۵ھ میں وفات ہے۔

۴: حسن ابن علی:

آپ کی کنیت ابومحمد ہے، 'سبط رسول اللہ'، 'ریحانہ رسول'، 'سید شباب اہل جنۃ'، آپ کے القاب ہیں، ۱۵ رمضان ۳ھ میں آپ کی ولادت ہے، ۵۰ھ میں وفات ہے، جنت البقیع میں دفن ہیں، اپنے والد ماجد علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے، چالیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے موت پر آپ سے بیعت کی لیکن آپ نے مسلمانوں میں خونریزی دفع کرنے کے لئے امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمالی، یہ واقعہ ۱۵ جمادی اولیٰ ۴۱ھ کو ہوا، قریباً چھ ماہ خلافت کی، (آپ کی وفات زہر دیئے جانے سے ہوئی، ۲۹ (انتیس) صفر یا چار (۴) ربیع الاول شنبہ کی شب وفات ہوئی، اس کے متعلق اور بھی قول ہیں مگر چہارم ربیع الاول قوی ہے)۔

۵: حسین ابن علی:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، اور 'سبط رسول'، 'ریحانہ رسول'، 'سید شباب اہل جنۃ' آپ کے القاب ہیں، آپ پانچ شعبان ۴ھ (چارہجری) کو حضرت فاطمہ زہرا کے شکم پاک سے پیدا ہوئے، آپ حسن کی ولادت سے پچاس رات بعد حضرت حسین کی حاملہ ہوئی تھیں اور حضرت حسین کی شہادت دسویں محرم ۶۱ھ جمعہ کے دن بعد زوال مقام کربلا میں ہوئی، کربلا عراق میں کوفہ اور دجلہ کے درمیان مشہور بستی ہے، آپ کو سنان ابن انس نخعی نے یا شمر ذی الجوشن نے شہید کیا، خولی ابن یزید اصبحی نے آپ کا سر مبارک تن شریف سے جدا کیا پھر یہی خولی عبیداللہ ابن زیاد گورنر کوفہ کے پاس پہنچا اور کچھ اشعار پڑھ کر انعام کا طالب ہوا، ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

میری رکاب سونے چاندی سے بھردے کیونکہ میں نے بڑے بادشاہ زادے کو قتل کیا ہے۔

میں نے اسے تیری خاطر قتل کیا ہے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے اشرف ہے جس کا نسب بہترین ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے خاندان کے اولاد بھائی بھتیجے تیئس (۲۳) اشخاص شہید ہوئے، آپ شہادت کے وقت اٹھاون (۵۸) سالہ تھے، آپ سے حضرت ابوہریرہ، امام زین العابدین فاطمہ اور سکینہ بنت حسین نے احادیث نقل فرمائیں، اللہ کی شان کہ ۶۷ھ میں عین عاشورہ کے دن عبیداللہ ابن زیاد قتل کیا گیا، اسے مالک ابن اشتر نخعی نے قتل کیا، اس کا سر مختار کے پاس

بھیجا، مختار نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کے پاس اور عبداللہ ابن زبیر نے امام زین العابدین کے پاس بھیجا۔

۶: حسان ابن ثابت:

آپ کی کنیت ابوالولید ہے، انصاری خزرجی ہیں، آپ حضور ﷺ کے مخصوص شاعر ہیں، شاعروں کے سرتاج ہیں، ابوعبیدہ کہتے ہیں: ''اہل عرب متفق ہیں کہ شاعروں میں افضل شاعر حسان ہیں''، آپ نے ۴۰ھ (چالیس) سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت میں وفات پائی، ایک سوبیس (۱۲۰) سال عمر ہوئی، ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔

۷: حکم ابن سفیان:

آپ ثقفی ہیں سفیان کے یا حکم کے بیٹے ہیں یعنی یا تو حکم ابن سفیان ہیں یا ابن حکم، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ آپ تابعی ہیں مگر قوی یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں، ابن عبدالبر نے صحابی مانا ہے۔

۸: حکم ابن عمرو:

آپ کو غفاری کہا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ آپ قبیلہ بنی غفار سے ہیں بلکہ اس لئے کہ آپ غفار ابن مُلیل کے بھائی کی اولاد سے ہیں، بصرہ میں رہے، مقام مرو میں وفات پائی، بعض کے نزدیک بصرہ میں پانچ سال رہے وہاں ہی وفات ہوئی مگر مقام مرو میں حضرت بریدہ اسلمی کے ساتھ ایک جگہ دفن ہوئے۔

۹: حنظلة ابن الربیع:

آپ تمیمی ہیں، آپ کو کاتب کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کاتب وحی رہے ہیں، حضور انور کے بعد آپ مکہ معظمہ چلے گئے وہاں سے مقام قرقیسیا گئے وہاں ہی رہے، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات ہوئی، آپ سے ابوعثمان اور یزید ابن شخیر نے احادیث لیں۔

۱۰: حاطب ابن ابی بلتعة:

آپ کے والد کا نام عمرو ہے یا راشد، ابوبلتعہ ان کی کنیت ہے، بدر اور خندق وغیرہ میں شریک ہوئے، پینسٹھ (۶۵) سال عمر پائی، ۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

۱۱: حویصة:

آپ سعود ابن کعب کے بیٹے ہیں، انصاری حارثی ہیں، محیصہ کے بڑے بھائی ہیں مگر اپنے چھوٹے بھائی محیصہ کے بعد ایمان لائے، غزوہ احد، خندق اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۲: حُبیش ابن خالد:

آپ خزاعی ہیں، فتح مکہ کے دن حضرت خالد کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے، آپ کے بیٹے ہشام نے آپ سے روایات لیں۔

۱۳: حبیب ابن مسلمة:

آپ قرشی فہری ہیں، آپ کو حبیب الروم کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے روم پر بہت جہاد کئے، آپ مقبول الدعا تھے، ملک شام میں ۴۲ھ میں وفات ہوئی۔

۱۴: حکیم ابن حزام:

آپ کی کنیت ابوخالد ہے، قرشی ہیں اسدی ہیں، حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں، کعبہ معظمہ میں ولادت ہوئی، واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے پیدا ہوئے، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں قریش کے سردار تھے، فتح مکہ کے سال ایمان لائے، ایک سو بیس سال (۱۲۰) عمر ہوئی، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ مین وفات ہوئی، آپ نے جاہلیت میں ساٹھ سال گزارے اور اسلام میں ساٹھ سال گذارے، اس سے پہلے مؤلفۃ القلوب میں سے تھے پھر پختہ مومن ہوئے، اسلام سے پہلے آپ نے سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ اللہ کی راہ میں خیرات کئے۔

۱۵: حکیم ابن معاویة:

آپ نمیری ہیں، امام بخاری نے فرمایا کہ آپ کی صحابیت میں شک ہے، ان کے بھائی اور قتادہ نے ان سے روایت لی ہے۔

۱۶: حصین ابن وُحوح:

آپ انصاری صحابی ہیں، آپ کی احادیث مدینہ منورہ میں مشہور ہیں، آپ کو بہت ایذائیں دے کر قتل کیا گیا۔

۱۷: حُبشی ابن جُنادة:

آپ نے حضور ﷺ کو حجۃ الوداع میں دیکھا، آپ صحابی ہیں آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے، لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

۱۸: حجاج ابن عمرو:

آپ انصاری مازنی ہیں اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، اہل حجاز میں آپ کی حدیثیں مشہور ہین۔

۱۹: حارثه ابن سراقة:

آپ انصاری ہیں، آپ کی ماں کا نام رُبَیّع ہے یعنی حضرت انس ابن مالک کی پھوپھی، آپ غزوہ بدر میں شریک اور شہید ہوئے، آپ انصار میں پہلے شہید ہیں جو بدر میں شہید ہوئے۔

۲۰: حارثة ابن وهب:

آپ خزاعی ہیں، عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب کے اخیافی بھائی، آپ کا شمار اہل کوفہ میں سے ہے۔

۲۱: حارثة ابن النعمان:

آپ فضلاء صحابہ میں سے ہیں، غزوہ بدر، احد اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، آپ ہی کا وہ واقعہ ہے کہ ایک بار حضور ﷺ آپ پر گزرے، حضور ﷺ کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے، آپ نے سلام کیا، ان صاحب نے جواب دیا، جب آپ واپس ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "کہ کیا تم نے میرے پاس والے شخص کو دیکھا تھا"، میں نے عرض کیا "ہاں"، فرمایا: "وہ جناب جبریل تھے، انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا"، آخر میں آپ نابینا ہو گئے آپ مشہور صحابی ہیں۔

۲۲: حارث ابن الحارث:

آپ اشعری ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے۔

۲۳: الحارث ابن هشام:

آپ مخزوی ہیں، ابوجہل ابن ہشام کے بھائی ہیں، حجاز میں بڑے شریف شمار ہوتے تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ کے لئے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نے حضور ﷺ سے امان مانگی، حضور ﷺ نے امان دیدی اور آپ کو سو اونٹ عطا فرمائے، آپ مکہ معظمہ سے شام چلے گئے تھے، شوق جہاد میں وہاں ہی رہے، جنگ یرموک میں خلافت فاروقی میں ۱۵ھ میں شہید ہوئے۔

۲۴: الحارث ابن كلدة:

آپ ثقفی ہیں، طبیب ہیں، ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں، حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔

۲۷: ابو حبة:

پ کا نام ثابت ابن نعمان ہے، انصاری بدری ہیں، آپ کے نام میں اختلاف ہے، بدر میں شریک ہوئے، احد میں شہید ئے۔

۲: ابو حميد:

، کا نام عبدالرحمٰن ابن سعد ہے، انصاری خزرجی ساعدی ہیں، آپ سے ایک جماعت نے احادیث لیں، وفات امیر معاویہ خری دور میں ہوئی۔

: ابو حذيفة:

انام مہشم یا ہشیم یا ہاشم ہے، عتبہ ابن ربیعہ کے بیٹے ہیں، غزوہ بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، (۵۳) ترپین رہوئی، غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے خلافت صدیقی میں۔

۲۸: ابو حنظلیة:

آپ کا نام سہل ابن عبداللہ ہے، حنظلیہ ہیں، حنظلیہ آپ کی پَر دادی کا نام ہے، اسی سے مشہور ہیں۔

صحابیات

ا: حفصة بنت عمر:

آپ ام المومنین ہیں، حضرت عمر کی صاحبزادی، آپ کی ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے، حضور انور ﷺ سے پہلے خنیس ابن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں، ان کے ساتھ ہجرت کی، غزوہ بدر کے بعد خنیس فوت ہوگئے، حضرت عمر نے جناب ابوبکر صدیق سے عرض کیا کہ حفصہ سے نکاح کرلو، حضرت عثمان سے بھی یہ ہی کہا، اس کے بعد حضور ﷺ انور نے پیغام دیا، چنانچہ ۳ھ میں حضور کے نکاح میں آئیں، ایک بار حضور ﷺ انور نے انہیں ایک طلاق دے دی تھی مگر پھر رجوع فرمایا کیونکہ وحی الٰہی آئی کہ حفصہ آپ کی زوجہ ہیں جنت میں بھی، وہ بہت نمازی قائم اللیل ہیں، آپ سے جماعت صحابہ اور تابعین نے روایات لیں، شعبان ساٹھ سال کی عمر میں ۴۵ھ میں وفات ہوئی۔

۲: حلیمة بنت ابی ذویب:

آپ حضور ﷺ انور کی دودھ کی والدہ ہیں، بی بی ثویبہ کے بعد حضور ﷺ انور کو آپ نے ہی آخر تک دودھ پلایا، اس وقت آپ کی بڑی بیٹی شیما حضور ﷺ انور کو گود میں کھلاتی لوریاں دیتی تھیں، دوسال دو ماہ بعد یا پانچ سال بعد حلیمہ۔ حضور اکرم ﷺ کو والدہ کی طرف واپس کردیا، عبداللہ بن جعفر نے آپ سے روایت کی ہے ابواب البر والصلة میں آ کا تذکرہ ملتا ہے۔

۳: ام حبیبة:

آپ کا نام رملہ ہے، ابوسفیان ابن صخر ابن حرب کی بیٹی ہیں، والدہ کا نام صفیہ بنت عاص ہے، حضرت عثمان غنی کی پھوپھ ہیں، اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا نکاح حضور ﷺ سے کب اور کہاں ہوا؟ قوی یہ ہے کہ ۶ھ میں نجاشی اصحمہ شاہ حبـ زمین حبشہ میں آپ کا نکاح کیا اور چار سو دینار یا چار ہزار درہم مہر اپنی طرف سے ادا کیا، حضور ﷺ انور نے شرحبیل ابن بھیجا وہ آپ کو مدینہ منورہ حضور ﷺ کے پاس لائے، بعض نے کہا مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نکاح ہوا جو عثمان غنی نے کہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، آپ سے بہت حضرات نے بہت احادیث روایت کیں ہیں۔

۴: ام الحصین:

آپ اسحاق کی بیٹی ہیں، احمسی ہیں، حجۃ الوداع میں حضور انور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئیں، ان کے بیٹے حصین نے ان سے روایت کی ہے۔

۵: ام حرام:

آپ ملحان ابن خالد کی بیٹی ہیں، انصاریہ نجاریہ ہیں، جناب ام سلیم کی بہن ہیں، حضور ﷺ کے دست اقدس پر ایمان لائیں اور بیعت کی، عبادہ ابن صامت کی زوجہ ہیں، حضور انور ﷺ آپ کے گھر میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے، (کیونکہ یہ حضور کی رضاعی خالہ ہیں) اپنے خاوند کے ساتھ روم میں غازیہ مجاہدہ ہونے کی حالت میں وفات پائی، آپ کی قبر مقام 'قرنس' میں ہے، آپ سے آپ کے بھانجے حضرت انس نے اور آپ کے خاوند عبادہ ابن صامت نے روایات لیں، آپ کی وفات خلافت عثمانیہ میں ہے۔

۶: حمنة:

آپ جحش کی بیٹی ہیں، حضور انور ﷺ کی سالی ہیں یعنی حضرت زینب بنت جحش کی بہن ہیں، بنی اسد قبیلہ سے ہیں، مصعب ابن عمیر کی زوجہ ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تو پھر آپ طلحہ ابن عبید اللہ کے نکاح میں آئیں۔

خ

صحابہ کرام

۱: خالد ابن الولید:

آپ قرشی مخزومی ہیں، آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ ہیں یعنی ام المومنین میمونہ کی بہن، زمانہ جاہلیت میں سرداران قریش میں سے تھے، حضور ﷺ نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب دیا، حضرت ابن عباس آپ کے خالہ زاد ہیں، خلافت فاروقی میں ۲۱ھ میں وفات ہوئی، آپ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا، آپ کے خالہ زاد حضرت ابن عباس نے آپ سے روایت کی ہے اور علقمہ اور جبیر بن نفیر نے بھی آپ سے روایت کی ہے (شام کے مشہور شہر حمص میں آپ کا مزار ہے، دمشق میں ایک سڑک کا نام شارع خالد ابن ولید ہے، عظیم الشان شخصیت ہیں)۔

۲: خالد ابن ہوذة:

آپ عامری ہیں، آپ کے بھائی حرملہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر آئے، یہ دونوں مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں، انہی خالد سے حضور انور ﷺ نے ایک غلام ایک لونڈی خریدی تھی انہی کے لئے، حضور انور ﷺ نے عہد لکھ کر دیا تھا۔

۳: خلاد ابن السائب:

آپ کے دادا کا نام بھی خلاد ہے، خزرجی انصاری ہیں، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

۴: خباب ابن الارت:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ تمیمی ہیں، زمانہ جاہلیت میں غلام بنالئے گئے تھے پھر آپ کو قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کردیا، حضور انور ﷺ کے دارارقم میں جانے سے پہلے ایمان لائے، آپ ان میں سے ہیں جنہیں اسلام کی وجہ سے بہت ایذائیں دی گئیں، آپ نے بہت صبر کیا آخر میں کوفہ میں رہے، وہاں ہی وفات ہوئی، آپ کی عمر ۷۳ سال ہوئی، ۳۷ھ میں وفات پائی۔

۵: خارجة ابن حذافة:

آپ قرشی عدوی ہیں، قریش کے شہ سواروں میں سے تھے، آپ کو لشکروں میں ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، آپ مصر کے باشندوں میں شمار ہوتے ہیں، آپ کو ایک خارجی نے عمرو ابن عاص سمجھ کر شہید کیا، یہ خارجی ان تین میں سے ایک تھا جنہوں نے حضرت علی، معاویہ اور عمرو ابن عاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا، امیر معاویہ تو بچ گئے، حضرت علی شہید کردیئے گئے، عمرو بن عاص کے دھوکے میں خارجہ شہید کئے گئے، عمرو بچ گئے، ۴۰ھ میں آپ کے قتل کا واقعہ ہوا۔

۶: خزیمة ابن ثابت:

آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے، انصاری ہیں، انہی کا لقب ذوالشہادتین ہے کیونکہ آپ اکیلے کی گواہی دو گواہوں کے برابر تھی، غزوہ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، جنگ صفین میں حضرتِ علی کے ساتھ تھے، حضرت عمار ابن یاسر کی شہادت کے بعد آپ نے تلوار سونتی اور قتال کرتے رہے حتیٰ کہ قتل ہوگئے، آپ سے بہت صحابہ نے روایات لیں۔

۷: خزیمة ابن جزء:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، سلمی ہیں، آپ سے آپ کے بھائی حبان ابن جزء نے احادیث روایت کیں، تنہائی پسند لوگوں میں آپ کا شمار ہے۔

۸: خریم ابن الاخرم:

آپ شداد ابن عمرو بن فاتک کے پوتے ہیں، اسدی ہیں، کبھی انہیں خریم ابن فاتک بھی کہہ دیتے ہیں، اہل کوفہ یا اہل شام میں آپ کا شمار ہے، ایک جماعت نے آپ سے حدیث لی ہے، بعض نے آپ کا نام خزیم لکھا ہے۔

۹ : خبیب بن عدی:

آپ انصاری اوسی ہیں، بدر میں شریک ہوئے، غزوہ رجیع ۳ھ میں کفار کے ہاتھوں قید ہو گئے، انہیں مکہ معظمہ میں حارث ابن عامر کی اولاد نے خرید لیا، بدر کے دن خبیب نے حارث کو قتل کیا تھا اس کا بدلہ لینے کے لئے حارث کی اولاد نے خریدا، آپ ان کے ہاں قید رہے پھر مقام تنعیم میں انہیں سولی دی گئی، سب سے پہلی سولی اسلام میں انہیں کو دی گئی، بخاری میں ہے: ''کہ خبیب نے حارث کی ایک لڑکی سے استرہ مانگا پاکی کرنے کے لئے، اس کا بچہ خبیب کی ران پر آبیٹھا، وہ یہ دیکھ کر ڈر گئی کہ کہیں خبیب میرے بچے کو استرے سے ذبح نہ کر دیں، آپ نے فرمایا: ''تم ڈرو مت، میں تیرے بچہ کو کوئی تکلیف نہ دوں گا''، وہ عورت مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتی تھی: ''کہ میں نے خبیب جیسا قیدی آج تک نہ دیکھا، وہ اپنی قید میں انگور کھاتے تھے، یہ غیبی رزق تھا جو انہیں ملتا تھا، جب انہیں سولی کے لئے حرم کی زمین سے باہر لے چلے تو فرمایا: ''مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دے دو''، آپ نے ہلکی رکعتیں پڑھیں اور فرمایا: ''کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ مجھے قتل سے ڈر ہے، تمہارے اس خیال کو دفع کرنے کے لئے میں نے نماز مختصر پڑھی ہے ورنہ دراز پڑھتا''، پھر آپ نے چند شعر پڑھے اور سولی چڑھ گئے''، آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے۔

۱۰ : خنیس ابن حذافة:

آپ سہمی قرشی ہیں، حضرت حفصہ بنت عمر فاروق کے پہلے خاوند ہیں، غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے پھر ایک زخم کی وجہ سے مدینہ منورہ میں وفات پا گئے، وفات کے بعد بی بی حفصہ سے حضور انور ﷺ نے نکاح کیا۔

۱۱ : ابو خراش:

آپ کا نام حدرد ہے، اسلمی ہیں، صحابی ہیں۔

۱۲ : ابو خلاد:

آپ کے نام اور نسبت کا پتا نہیں چلا صرف اتنا معلوم ہوا کہ آپ ایک صحابی ہیں، آپ سے ایک حدیث ہے۔

صحابیات

۱ : ام المؤمنین خدیجة بنت خویلد:

آپ خویلد ابن اسد کی بیٹی ہیں، قرشیہ ہیں، پہلے ابو ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائذ کے نکاح میں آئیں، پھر آپ سے حضور ﷺ نے نکاح کیا، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی اور حضور انور ﷺ کی عمر پچیس سال، آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں یعنی حضور ﷺ کی پہلی زوجہ، آپ کی زندگی میں حضور ﷺ نے کسی اور بیوی سے نکاح نہیں کیا، سب سے پہلے حضور ﷺ پر آپ ایمان لائیں، حضور ﷺ کی ساری اولاد آپ سے ہی ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں، ہجرت سے تین سال پہلے آپ کی وفات ہوئی، بعد نبوت دس سال حضور ﷺ کی خدمت میں رہیں، ۶۵ سال عمر

پائی، پچیس سال حضور ﷺ کے ساتھ رہیں، مقام حجون یعنی جنت المعلاۃ میں قبر ہے۔

۲: خولة بنت حكيم:

آپ حضرت عثمان ابن مظعون کی زوجہ ہیں، صحابیہ ہیں، نہایت نیک صالحہ بی بی ہیں، ایک جماعت نے آپ سے احادیث لی ہیں۔

۳: خولة بنت ثامر:

آپ انصاریہ ہیں، خولہ بنت ثامر ہیں یا خولہ بنت قیس ابن مالک ابن نجار، ثامر قیس کا لقب ہے مگر درست یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں، اہل مدینہ نے آپ سے روایت کی ہیں۔

۴: خولة بنت قيس:

آپ جُھنیہ ہیں، آپ سے اہل مدینہ اور نعمان ابن خربوذ نے روایات لیں۔

۵: خنساء بنت خِذام:

آپ خذام ابن خالد کی بیٹی ہیں، انصاریہ ہیں، اسدیہ ہیں، آپ سے حضرت عائشہ وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ نے احادیث لیں۔

۶: ام خالد:

آپ خالد ابن سعید ابن عاص کی والدہ ہیں، اموی ہیں، آپ حبشہ میں پیدا ہوئیں، بچپن میں مدینہ منورہ میں لائی گئیں پھر آپ سے حضرت زبیر ابن عوام نے نکاح کیا، بہت صحابہ نے آپ سے روایات لیں۔

د

صحابہ کرام

۱: دحية الكلبي:

آپ دحیہ ابن خلفیہ ہیں، قبیلہ بنی کلب سے ہیں، مشہور صحابی ہیں، احد اور اس کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کو ۶ھ میں قیصر روم کے پاس خط دے کر بھیجا، قیصر روم ہرقل دل سے حضور ﷺ پر ایمان لایا، مگر اس کے درباری ایمان نہ لائے، تو وہ بھی پھر گیا حضرت جبرائیل علیہ السلام انہیں کی شکل میں آیا کرتے تھے، امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ ملک شام میں رہے بہت لوگوں نے آپ سے احادیث لیں۔

۲: ابو الدرداء:

آپ کا نام عویمر ابن عامر ہے، انصاری خزرجی ہیں، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، درداء آپ کی بیٹی کا نام ہے، اپنے گھر والوں کے

ساتھ ایمان لائے، آپ بڑے فقیہ عالم ہیں، شام میں قیام رہا، دمشق میں آپ کی قبر ہے ۳۲ھ میں وفات پائی۔

صحابیات

۱: ام الدرداء:

آپ کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے، اسلمیہ ہیں، حضرت ابوالدرداء کی زوجہ ہیں، بڑی عالمہ زاہدہ فاضلہ صحابیہ ہیں، عبادات میں مشہور، ابودرداء سے دوسال پہلے وفات پائی، خلافت عثمانیہ میں شام کے علاقہ میں فوت ہوئیں۔

ذ

صحابہ کرام

۱: ابو ذر غفاری:

آپ کا نام جندب ابن جنادہ ہے، عظیم الشان صحابی ہیں، حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ آکر ایمان لائے، آپ پانچویں مومن ہیں پھر اپنی قوم میں واپس گئے پھر غزوہ خندق کے بعد حضور ﷺ انور کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، پھر خلافت عثمانیہ میں مقام ربذہ میں رہے، وہاں ہی وفات پائی ۳۲ھ میں آپ کی وفات ہے، آپ اسلام سے پہلے بھی موحد تھے، صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے، صحابہ وتابعین ایک بڑی مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں۔

۲: ذُو مِخْبَر:

آپ شاہ حبشہ کے بھتیجے ہیں، حضور انور ﷺ کے خاص خادم ہیں، اہل شام میں ان کا شمار ہے، ان سے احادیث لیتے ہیں۔

۳: ذو الیدین:

آپ کا نام خرباق ابن ساریہ ہے، لقب ذوالیدین، صحابی ہیں، حجازی ہیں، جب حضور ﷺ کو ایک بار نماز میں سہو ہوگیا تو آپ ہی نے اس کی اطلاع کی تھی، بنوسلیم سے ان کا تعلق ہے۔

ر

صحابہ کرام

۱: رافع ابن خدیج:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، حارثی ہیں، انصاری ہیں، غزوہ احد میں آپ کو تیر لگا حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ میں قیامت میں تمہارا گواہ ہوں''، پھر عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں یہی زخم ہرا ہوگیا، اس زخم سے آپ کی وفات ہوئی، آپ کی وفات مدینہ

میں ۳۷ھ میں ہوئی، ۸۶ چھیاسی سال عمر پائی، ایک خلقت نے آپ سے روایات لیں۔

۲: رافع ابن عمرو:

آپ غفاری ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، حضرت عبداللہ ابن صامت نے آپ سے احادیث نقل کیں۔

۳ رافع ابن مکیث:

جہنی ہیں، حدیبیہ میں حاضر ہوئے، بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں۔

۴: رفاعۃ ابن رافع:

آپ کی کنیت ابو معاذ ہے، زرقی انصاری ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں حاضر ہوئے، جنگ جمل وصفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، امیر معاویہ کی سلطنت میں وفات پائی، آپکے بھتیجے اور بیٹوں نے آپ سے حدیث لی ہیں۔

۵: رفاعۃ ابن سموال:

آپ قرظی ہیں، آپ نے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، آپ کی مطلقہ بیوی نے عبدالرحمٰن ابن زبیر سے نکاح کیا تھا۔

۶: رفاعۃ ابن عبد المنذر:

آپ انصاری ہیں، آپ کی کنیت ابولبابہ ہے، آپ کا ذکر 'لام' کی تختی میں ہوگا۔

۷: رویفع ابن ثابت:

آپ سکن کے پوتے ہیں، انصاری ہیں، آپ کا شمار اہل مصر میں ہے، حضرت امیر معاویہ نے آپ کو ۴۶ھ میں طرابلس المغرب کا حاکم بنایا تھا، آپ کی وفات یا تو مقام برقہ میں ہوئی یا شام میں، (خیال رہے کہ افریقہ امیر معاویہ نے ۴۷ھ میں فتح کیا)۔

۸: رکانۃ ابن عبد یزید:

آپ رکانہ ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبدالمطلب ہیں، آپ قرشی ہیں، حضرت عثمان کے زمانہ تک رہے، بعض نے فرمایا کہ ۴۲ھ میں وفات پائی، آپ اہل حجاز میں سے ہیں۔

۹: رباح ابن الربیع:

آپ اُسیدی ہیں، آپ کی احادیث اہل بصرہ میں مشہور ہیں۔

۱۰: ربیعۃ ابن کعب:

آپ کی کنیت ابوفراس ہے، اسلمی ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، اہل صفہ سے تھے، حضور کے خاص خادم ہیں سفر وحضر میں

حضور کے ساتھ رہے ۶۳ھ میں وفات ہوئی۔

۱۱: ربيعة ابن الحارث:

آپ ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں یعنی حضور انور ﷺ کے چچازاد صحابی ہیں، خلافت فاروقی ۳۲ھ میں وفات ہے، حضور انور نے آپ ہی کے متعلق فتح مکہ کے دن فرمایا: ''کہ میں ربیعہ ابن حارث کا خون معاف کرتا ہوں'' کہ آپ ہی کا بیٹا زمانہ جاہلیت میں قتل کیا گیا تھا جس کا نام آدم تھا۔

۱۲: ربيعة ابن عمرو:

آپ شام کے مقام جرش سے تعلق رکھتے ہیں، علامہ واقدی کہتے ہیں کہ آپ مرج راہط میں شہید ہو گئے تھے۔

۱۳: ابو رافع اسلم:

آپ کا نام اسلم ہے، حضور انور ﷺ کے آزاد کردہ ہیں، کنیت میں مشہور ہیں، قبطی تھے، اولاً حضرت عباس کے غلام تھے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں دے دیا، غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے، انہوں نے ہی حضور انور ﷺ کو حضرت عباس کے ایمان کی خبر دی تو حضور ﷺ نے خوشی میں آپ کو آزاد کیا، حضرت عثمان کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی۔

۱۴: ابو رمثة:

آپ ابن رفاعہ ابن یثربی ہیں، تمیمی ہیں، القیس ابن زید ابن مناۃ ابن تمیم کی اولاد سے ہیں، آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے، عمارہ نام ہے یا کچھ اور، آپ اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔

۱۵: ابو رزين:

آپ لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہیں، آپ کا ذکر 'لام' میں ہوگا۔

۱۶: ابو ريحانة:

آپ شمعون ابن یزید کے بیٹے ہیں، قرظی ہیں یعنی بنی قریظہ کے حلیف ہیں، انصاری ہیں، آپ حضور ﷺ کے خادم ہیں، آپ کی بیٹی کا نام ریحانہ ہے، بڑے عالم زاہد تارک الدنیا تھے، آخر میں شام میں قیام رہا۔

صحابيات

۱: ربيع بنت معوذ:

آپ مشہور صحابیہ ہیں، انصاریہ ہیں، مدینہ منورہ اور مصر میں آپ کی احادیث بہت مشہور ہیں۔

۲: ربیع بنت نضر:

آپ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں اور حارثہ ابن سراقہ کی والدہ، انصاریہ ہیں مگر بخاری شریف میں ہے کہ آپ ربیع بنت مضر کی والدہ ہیں۔

۳: رُمیصاء:

رُمیصا نام ہے آپ کی کنیت ام سلیم بنت ملحان ہے اور ام سلیم حضرت انس بن مالک کی ماں ہیں، ان کا ذکر 'سین' کی تختی میں آوے گا۔

ز

صحابہ کرام

۱: زید ابن ثابت:

آپ انصاری ہیں، حضور ﷺ کے کاتب ہیں، ہجرت کے بعد سے وفات تک کاتب رہے، صحابہ کرام میں بڑے فقیہ ہیں، علم میراث کے امام ہیں، قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا آپ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں پچاس سال عمر پائی ۴۵ھ میں وفات پائی۔

۲: زید ابن ارقم:

آپ کی کنیت ابوعمرو ہے، انصاری خزرجی ہیں، آخر میں کوفہ میں رہے، ۶۶ھ میں وہاں ہی وفات ہوئی، (آپ کا نسب یوں ہے: زید ابن ارقم ابن زید ابن قیس ابن نعمان۔ آپ ہی کے ذریعہ عبد اللہ ابن ابی کا نفاق ظاہر ہوا، آپ ہی کی تصدیق میں سورہ منافقون نازل ہوئی، مختار ابن عبد الملک ابن مروان کے زمانہ ۶۶ھ میں وفات ہوئی)۔

۳: زید ابن خالد:

آپ جہمی ہیں، کوفہ میں رہے، وہاں ہی وفات پائی، ۸۵ سال عمر ہوئی، ۷۸ھ میں وفات ہوئی۔

۴: زید ابن الحارثۃ:

آپ کی کنیت ابواسامہ ہے، آپ کی ماں سعدہ بنت ثعلبہ ہے، بنی معن قبیلہ سے آپ کی والدہ آپ کو لیکر اپنی قوم کی طرف چلیں، آپ پر معن ابن ابی الجریر والوں نے حملہ کر دیا اور آپ کو غلام بنالیا، اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی، آپ کو عکاظ بازار میں

لایا گیا، آپ کو حکیم ابن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لئے چار سو درہم میں خرید لیا، جب حضرت خدیجہ حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں تو انہوں نے آپ کو حضور ﷺ انور کی خدمت میں پیش کر دیا، حضور انور ﷺ نے قبول فرمالیا، اس کے بعد آپ کے والد حارثہ اور چچا کعب آپ کا فدیہ لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: ''کہ یہ ہمارا بیٹا ہے ہم کو عنایت کر دیا جائے''، حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ زید کو اختیار ہے، چاہیں میرے پاس رہیں، چاہیں تمہارے پاس''، آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ! میرے گھربار، ماں باپ، قرابت دار آپ پر فدا، آپ پر قربان، میں تو آپ ہی کے پاس رہوں گا، آپ جیسا محسن اور محبت والا میں نے کوئی نہیں دیکھا''، حضور انور ﷺ ان کو بیت اللہ شریف میں لائے اور فرمایا: ''کہ اے حاضرین کعبہ! گواہ رہو کہ میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا''۔ چنانچہ آپ کو زید ابن محمد کہا جانے لگا پھر جب حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور آیت کریمہ: **ادعوهم لآبائهم** نازل ہوئی تب آپ کو زید ابن حارثہ کہا گیا، بعض مورخین نے کہا کہ پہلے آپ ہی حضور انور ﷺ پر ایمان لائے، حضور انور نے پہلے تو اپنی لونڈی ام ایمن سے آپ کا نکاح کیا جن سے اسامہ ابن زید پیدا ہوئے، پھر زینب بنت جحش سے آپ کا نکاح کیا، آپ حضور ﷺ کے محبوب ترین صحابی ہیں، قرآن مجید میں صرف آپ کا نام آیا ہے اور کسی صحابی کا نام نہیں آیا: **فلما قضى زيد منها وطرا**، آپ غزوہ موتہ ۸ھ میں شہید ہوئے، اس لشکر کے آپ ہی امیر تھے، آپ نے پچپن (۵۵) سال عمر پائی، غزوہ موتہ جمادی اول ۸ھ میں ہی ہوا۔

۴: زید ابن الخطاب:

آپ قرشی عدوی ہیں، حضرت عمر فاروق کے بڑے بھائی ہیں، مہاجرین اولین میں سے ہیں، حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے، بدر وغیرہ میں شریک ہوئے، خلافت صدیقی میں غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۵: زید ابن سهل:

آپ کی کنیت ابوطلحہ ہے اسی میں مشہور ہوئے، آپ کا ذکر ''طاء'' کی تختی میں ہوگا۔

۶: الزبير ابن العوام:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، قرشی ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں یعنی حضور انور ﷺ کی پھوپھی، آپ اور آپ کی والدہ بڑے پرانے مومنین میں سے ہیں، آپ سولہ (۱۶) برس کی عمر میں ایمان لائے، آپ کے چچا نے آپ کو دھوئیں کی سزا دی تا کہ اسلام چھوڑ دیں مگر نہ چھوڑا، تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے، سب سے پہلے آپ نے اللہ کی راہ میں تلوار سونتی، احد میں حضور انور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے، آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں، ۳۶ھ میں آپ کو عمرو ابن جرموز نے بصرہ کے قریب مقام سفوان میں شہید کیا، چونسٹھ سال عمر پائی، پہلے وادی السباع میں آپ کو دفن کیا، پھر بصرہ لا کر آپ کو دفن کیا گیا، آپ کی قبر زیارت گاہ عام ہے۔

۷: زیاد ابن لبید:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انصاری ہیں، زرقی ہیں، تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضور نے حضرموت پر حاکم مقررہ کیا، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔

۸: زیاد ابن الحارث:

آپ صدائی ہیں، آپ نے جب حضور سے بیعت کی تو آپ کے سامنے اذان دی، آپ کا شمار بصرہ والوں میں ہے۔

۹: زاهر ابن الاسود:

آپ اسلمی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے، آخر میں کوفہ میں رہے۔

۱۰: زارع ابن عامر:

آپ عامر ابن عبدالقیس کے بیٹے ہیں، وفد عبدالقیس میں حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر ایمان لائے، آپ کا شمار اہل بصرہ میں ہے، آپ کی حدیثیں بھی انکے پاس ہیں۔

۱۱: زراره ابن ابی اوفی:

آپ صحابی ہیں، حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ کی وفات ہے۔

۱۲: ابو زید الانصاری:

آپ کے نام میں اختلاف ہے، سعید ابن عمیر ہے یا قیس ابن سکن، آپ نے حضور انور ﷺ کے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

۱۳: ابو زهیر النمیری:

آپ قبیلہ نمیر سے ہیں، آخر میں شام میں رہے۔

۱۳: الزبیدی:

آپ قبیلہ زبید سے ہیں، آپ کا نام منبہ ابن سعد ہے، لوگ کہتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں۔ واللہ اعلم۔

صحابیات

۱: زینب بنت جحش:

آپ کا نام برہ تھا، حضور انور ﷺ نے بدل کر زینب رکھا، آپ حضور ﷺ کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں، پہلے

زید ابن حارثہ کے نکاح میں تھیں، انہوں نے طلاق دے دی تب حضور انور ﷺ کے نکاح میں آئیں، یہ نکاح ۵ھ میں ہوا، انہی کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا: فلما قضی زید منها وطرا زوجنكها. تمام لڑکیوں کے نکاح ان کے ماں باپ کرتے ہیں ان کا نکاح حضور انور ﷺ سے رب نے کیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ''کہ میں نے ان سے بڑھ کر متقی پرہیزگار سچی زبان والی کوئی بی بی نہ دیکھی، آپ بڑی سخیہ صلہ رحمی کرنے والی اپنے ہاتھ سے روزی حاصل کر کے صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں، ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہوئی''، ترپّن (۵۳) سال عمر پائی، ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں وفات ہوئی، مدینہ منورہ میں دفن ہیں۔

۲: زينب بنت عبد اللّٰه:

آپ عبداللہ ابن معاویہ کی بیٹی ہیں اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی زوجہ، ثقفیہ ہیں، آپ سے حضرت ابن مسعود، ابوسعید خدری اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایات لیں۔

۳: زينب بنت ابی سلمة:

ان کا نام برہ تھا، حضور انور ﷺ نے زینب رکھا، آپ حضور ﷺ کی سوتیلی بیٹی ہیں یعنی ام المؤمنین ام سلمہ کی دختر، آپ ملک حبشہ میں پیدا ہوئیں، عبداللہ ابن زمعہ کے نکاح میں آئیں، اپنے زمانہ کی بڑی فقیہ عالمہ بی بی تھیں، واقعہ حرہ کے بعد وفات ہوئی۔

س

صحابہ کرام

۱: سعد ابن ابی وقاص:

آپ کی کنیت ابواسحاق ہے، آپ کے والد یعنی ابووقاص کا نام مالک ابن وہیب ہے، آپ قرشی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، پرانے مومن ہیں، سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے، آپ تیسرے مومن ہیں اور آپ نے سب سے پہلے کفار پر تیر چلایا، تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے، آپ بڑے مقبول الدعا تھے، آپ کا لقب مجاب الدعوات تھا، لوگ آپ کی بددعا سے بہت ڈرتے تھے کیونکہ حضور ﷺ انور نے آپ کے لئے دعا کی تھی: اللّٰهم سدد سهمه واجب دعوته خدایا! سعد کا نشانہ اور دعا کبھی خالی نہ جائے، حضور انور ﷺ نے آپ سے اور حضرت زبیر سے فرمایا: ''کہ تم پر میرے ماں باپ فدا''، ان کے سوا کسی سے نہ فرمایا، آپ کی وفات اپنے منزل عقیق میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے قریب ہے، لوگ میت مدینہ منورہ لائے، مروان ابن حکم نے آپ کا جنازہ پڑھایا کہ اس وقت وہ ہی حاکم مدینہ تھا، بقیع میں دفن ہوئے، ۵۵ھ میں وفات ہے، ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی، عشرہ مبشرہ میں آخری وفات آپ کی ہے، آپ کو حضرت عمر وعثمان نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا، آپ سے ایک خلقت نے احادیث روایت کیں۔

۲: سعد ابن معاذ:

آپ انصاری اشہلی اوسی ہیں، مدینہ منورہ میں ایمان لائے، دونوں بیعت عقبہ کے درمیان ایمان لائے آپ کے اسلام پر بہت سے اشہلی لوگ مسلمان ہوگئے، انصار میں سب سے پہلے آپ کا گھرانہ ایمان لایا، حضور ﷺ انور نے آپ کو سید الانصار کا لقب دیا، اپنی قوم کے سردار تھے، جلیل القدر صحابی ہیں، آپ غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے، احد میں حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے، غزوہ خندق میں آپ کے شانہ پر ایک تیر لگا اس کا خون نہ ٹھہرا اور ایک ماہ بعد وفات ہوگئی یعنی ذی قعدہ ۵ھ میں وفات ہوئی، ۳۷ سال عمر ہوئی، بقیع میں دفن ہوئے، ایک جماعت نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

۳: سعد ابن خولة:

غزوہ بدر میں شریک ہوئے، حجۃ الوداع کے موقع پر حج کے بعد مکہ میں وفات ہوئی۔

۴: سعد ابن عبادة:

آپ کی کنیت ابو ثابت ہے، انصاری ساعدی خزرجی ہیں، بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے، انصار کے سردار تھے، انصار کو اس کا اقرار تھا، شام کے علاقہ حوران میں آپ کی وفات خلافت فاروقی ۱۵ھ میں ہوئی، اپنے غسل خانہ میں مردہ پائے گئے، لوگوں کو آپ کی موت کا علم نہیں ہوا حتیٰ کہ کسی غیبی آواز نے ان کو آپ کی موت کی خبر دی، کہا جاتا ہے کہ آپ کو جنات نے قتل کیا، انہوں نے ہی اس شعر سے آپ کے قتل کی خبر دی:

قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ ابْنَ عُبَادَةَ　　رَمَيْنَاهُ بِسَهْمَيْنِ فَلَمْ نُخْطِئْ فُؤَادَهُ

۵: سعید ابن الربیع:

آپ انصاری خزرجی ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کے ساتھ عبدالرحمٰن ابن عوف کا بھائی چارہ کرایا، آپ اور خارجہ ابن زید ایک قبر میں دفن کئے گئے۔

۶: سعید ابن الاطول:

آپ جہنی ہیں، آپ سے آپکے بیٹے عبداللہ اور ابونضرہ روایت کرتے ہیں۔

۷: سعید ابن زید:

آپ کی کنیت ابوالاعور ہے، قرشی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، بڑے پرانے مومن ہیں، بدر کے سوا سارے غزوات میں شریک ہوئے، بدر میں آپ حضرت طلحہ ابن عبداللہ کے ساتھ ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش پر مامور تھے اس لئے حضور انور ﷺ نے آپ کو بدر کی غنیمت سے حصہ دیا، حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ کی بیوی تھیں، جن کے ذریعہ حضرت عمر کو ایمان ملا، آپ

مقام عقیق میں فوت ہوئے، مدینہ منورہ لا کر بقیع میں دفن کئے گئے، ستر سال سے زیادہ عمر پائی، ۵۱ھ میں وفات ہوئی۔

۸: سعید ابن حریث:

آپ قرشی مخزومی ہیں، پندرہ سال کی عمر میں فتح مکہ میں شریک ہوئے پھر کوفہ میں وفات پائی، وہاں ہی دفن ہوئے، ابن عبدالبر نے کہا کہ آپ جزیرہ میں شہید ہوئے، آپ کی اولاد کوئی نہیں، آپ سے عمرو ابن حریث نے احادیث لیں۔

۹: سعید ابن العاص:

آپ قرشی ہیں، ہجرت کے سال پیدا ہوئے، قرشی سردار تھے، مصحف عثمان کے لکھنے والوں میں سے ایک آپ بھی ہیں، حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا، آپ نے طبرستان فتح کیا، ۵۹ھ میں وفات ہوئی۔

۱۰: سعید ابن سعد:

آپ سعد ابن عبادہ کے بیٹے ہیں، انصاری ہیں، بعض محدثین نے آپ کو صحابی مانا ہے، آپ حضرت علی کی طرف سے یمن کے حاکم تھے۔

۱۱: سبرۃ ابن معبد:

آپ جہنی ہیں، مدینہ منورہ میں رہے، مصریوں میں آپ کا شمار ہے۔

۱۲: سھل ابن سعد:

آپ ساعدی انصاری ہیں، آپ کی کنیت ابوالعباس ہے، آپ کا نام حزن تھا حضور ﷺ انور نے سہل رکھا، حضور ﷺ انور کی وفات کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے، آپ کی وفات ۹۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی، مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ہی فوت ہوئے کہ آپ کی وفات سے مدینہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔

۱۳: سھل ابن ابی حثمۃ:

آپ کی کنیت ابومحمد یا ابوعمارہ ہے، انصاری اوسی ہیں، ۳ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ میں قیام رہا، آپ کا شمار اہل مدینہ سے ہے، مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں آپ کی وفات ہے۔

۱۴: سھل ابن حنیف:

آپ انصاری اوسی ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور ﷺ کے بعد حضرت علی کے ساتھ رہے، مدینہ پاک پھر فارس کے حاکم رہے، ۳۸ھ میں کوفے میں وفات ہوئی۔

۱۵ : سهل ابن بيضاء:

آپ اور آپ کے بھائی سہیل دونوں کی ماں کا لقب بیضا ہے، نام رعد، والد کا نام وہب ابن ربیعہ ہے، آپ مکہ معظمہ میں ایمان لا چکے تھے مگر اپنا ایمان چھپاتے رہے حتیٰ کہ بدر میں کفار کے ساتھ آئے اور قید ہوگئے مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے گواہی دی: ''کہ میں نے انہیں مکہ میں نماز پڑھتے دیکھا تب چھوڑ دیئے گئے''، مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، حضور انور ﷺ نے آپ کا اور آپ کے بھائی سہیل کا جنازہ مسجد نبوی میں پڑھایا۔

۱۶ : سهل ابن حنظلية:

خیال رہے کہ حنظلیہ یا تو آپ کی دادی ہیں یا ماں، آپ کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے، حضرت سہل بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، آپ دنیا سے کنارہ کش عبادات ریاضات میں مشغول تھے، شام میں قیام رہا، اولاد کوئی نہیں ہوئی، امیر معاویہ کے زمانہ میں دمشق میں آپ کی وفات ہوئی۔

۱۷ : سهيل ابن عمرو:

قرشی عامری ہیں جندل کے والد ہیں، قریش کے سردار ہیں، غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے، حضرت عمر نے عرض کیا: ''کہ اس کے دانت نکال دیئے جاویں تاکہ یہ کبھی آپ کے خلاف تقریریں نہ کر سکے''، یہ بہت اعلیٰ مقرر تھے، حضور ﷺ انور نے فرمایا: ''کہ جلدی نہ کرو عنقریب یہ درست ہو جاوے گا''، یہ صلح حدیبیہ میں حضور کی بارگاہ میں کفار کے نمائندے بن کر آئے تھے، حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہونے لگے تو آپ نے ارتداد سے روکا، ۱۸ھ اٹھارہ میں عمواس کے طاعون میں وفات ہوئی، بعض نے فرمایا کہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے، آپ کے فضائل بہت ہیں۔

۱۸ : سهيل ابن بيضاء:

آپ قرشی ہیں، پرانے مسلمان ہیں، دو ہجرتوں والے ہیں، پہلے مکہ معظمہ سے حبشہ کو ہجرت کی پھر وہاں سے مدینہ منورہ، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں نو ہجری میں وفات پائی جبکہ حضور انور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے، اولاد کوئی نہیں۔

۱۹ : سمرة ابن جندب:

آپ فزاری ہیں، انصار کے حلیف تھے، حافظ قرآن تھے، حضور ﷺ انور سے بڑے فیوض پائے، ۵۹ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

۲۰ : سليمان ابن صرد:

آپ کی کنیت ابوالمطرف ہے، خزاعی ہیں، عالم عابد ہیں، کوفہ میں رہے، ترانوے (۹۳) سال عمر ہوئی۔

۲۱ : سليمان ابن بريدة:

آپ اسلمی ہیں، بہت صحابہ سے روایات لیتے ہیں، ۱۵۱ھ میں وفات ہوئی۔

۲۲ : سلمة ابن الاكوع:

آپ کی کنیت ابومسلم ہے، اسلمی ہیں مدنی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شامل ہوئے، بڑے بہادر تھے، پیدل کی لڑائی میں مشہور تھے، اَسّی (۸۰) برس عمر پائی، مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں وفات ہوئی۔

۲۳ : سلمة ابن هشام:

آپ قرشی مخزومی ہیں، حبشہ کے مہاجرین میں سے ہیں، بہترین صحابی ہیں، ابوجہل کے بھائی ہیں پرانے مومن ہیں، اللہ کی راہ میں آپ نے بہت ایذائیں جھیلیں، مکہ معظمہ میں قید کر لئے گئے تھے، حضور ﷺ انور نے قنوت نازلہ میں جن مؤمنین معذبین کے لئے چالیس دن دعائیں کیں ان میں آپ بھی ہیں، غزوہ بدر میں اسی قید و بند کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے، خلافت فاروقی میں ۱۴ھ میں جنگ مرج الصفر میں شہید کئے گئے۔

۲۴ : سلمة ابن صخر:

آپ انصاری بیاضی ہیں، آپ کا نام سلیمان ہے، انہوں نے ہی اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا، پھر صحبت کر لی تھی، اللہ کے خوف سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ آپ کی احادیث صحیح منقول نہیں۔

۲۵ : سلمة ابن المحبق:

آپ کی کنیت ابوسنان ہے اور محبق کا نام صخر ابن عتبہ ہذلی ہے، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

۲۶ : سلمة ابن قيس:

آپ شامی ہیں، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

۲۷ : سلمان الفارسي:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ حضور انور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ فارسی النسل رامہر مزکی اولاد سے ہیں، فارس کے شہر اصفہان کے علاقہ کے رہنے والے تھے، تلاش دین میں دیس چھوڑ کر پردیسی بنے، پہلے عیسائی بنے ان کی کتابیں پڑھیں، بہت مصیبتیں جھیلیں حتیٰ کہ انہیں بعض عربوں نے غلام بنالیا اور یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا، ان کے آقا نے انہیں مکاتب کر

دیا، حضور ﷺ انور نے ان کا مال کتابت ادا کر کے آزاد کر دیا، آپ دس سے زیادہ آقاؤں کے پاس پہنچے حتیٰ کہ حضور ﷺ انور تک پہنچ گئے، حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''کہ سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں، جنت ان کی مشتاق ہے''، بڑی عمر پائی ڈھائی سو بلکہ ساڑھے تین سو سال عمر ہوئی، ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا صدقہ کیا، ۳۵ھ میں مدائن میں وفات ہوئی وہاں ہی قبر ہے۔

۲۸: سلمان ابن عامر:

آپ ضبی ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، بہت کم عمر صحابی ہیں قبیلہ ضب میں صرف آپ نے حضور سے حدیث نقل کی ہے۔

۲۹: سفینۃ:

آپ کا نام رباح یا رومان ہے، لقب سفینہ، ایک بار حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک صحابی نے تھک کر اپنی تلوار، ڈھال نیزہ وغیرہ انہیں دے دیا اور بہت سامان انہوں نے لادا ہوا تھا، حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''کہ تم تو ہمارے سفینہ یعنی کشتی ہو''، تب سے آپ کا لقب سفینہ ہوا، یہ حضور ﷺ انور کے آزاد کردہ غلام ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ حضرت ام سلمہ کے غلام تھے انہوں نے آپ کو آزاد کیا اس شرط پر کہ زندگی بھر حضور انور ﷺ کی خدمت کریں، بہت لوگوں نے آپ سے حدیثیں لی ہیں۔

۳۰: سالم ابن معقل:

آپ حضرت ابوحذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ کے آزاد کردہ ہیں، ملک فارس کے شہر اصطخر کے رہنے والے ہیں، بہترین صحابی ہیں، کبارِ صحابہ میں ہیں، قاریوں میں آپ کا شمار ہے، حضور ﷺ انور نے فرمایا تھا: ''کہ چار شخصوں سے قرآن لو ابن مسعود، ابی ابن کعب، سالم ابن معقل اور معاذ ابن جبل''، آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

۳۱: سالم ابن عبید:

آپ اشجعی ہیں، اہل صفہ سے ہیں، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے، بلال بن یساف نے آپ سے روایت لی۔

۳۲: سراقۃ ابن مالک:

آپ مالک ابن جعشم کے بیٹے ہیں، مدلجی کنانی ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، بڑے شاعر تھے، ۲۴ھ میں وفات ہے۔ (ہجرت میں آپ ہی کا وہ واقعہ ہوا تھا کہ حضور انور ﷺ کو پکڑنے نکلے تھے مگر آپ پر ایمان لے آئے، آپ کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ''کہ میں تمہارے ہاتھ میں شاہ فارس کے کنگن دیکھتا ہوں'')۔

۳۳: سفیان ابن اَسِید:

آپ حضرمی شامی ہیں، حضرت جبیر وغیرہم نے آپ سے روایات لیں۔

۳۴: سفیان ابن ابی زهیر:

آپ ازدی ہیں، بنی شنوہ سے ہیں، حجازی محدث ہیں۔

۳۵: سفیان ابن عبد الله:

آپ عبداللہ ابن ربیعہ کے بیٹے ہیں، کنیت ابوعمرو ہے، ثقفی ہیں، طائف والوں میں سے ہیں، حضرت عمر فاروق کی طرف سے طائف کے حاکم رہے۔

۳۶: سخبرة:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، ازدی ہیں، آپ کے بیٹے عبداللہ نے کتاب العلم میں آپ سے روایت کی ہے۔

۳۷: السائب ابن يزيد:

آپ کی کنیت ابویزید ہے، کندی ہیں، ۲ھ میں پیدا ہوئے، حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے، اس وقت سات سال کے تھے، ۸۰ھ اسی میں وفات ہے۔

۳۸: السائب ابن خلاد:

آپ کی کنیت ابوسہلہ انصاری ہے، آپ خزرج قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کی وفات اکیانوے ۹۱ھ میں ہوئی، آپ کے بیٹے اور عطا بن یسار نے آپ سے روایت کی ہے۔

۳۹: سويد بن قيس:

آپ کی کنیت ابوصفوان ہے، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے، آپ سے سماک بن حرب روایت کرتے ہیں۔

۴۰: ابو سيف القين:

آپ جناب ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کے دودھ کے والد ہیں، آپ کا نام براء ابن اوس ہے، انصاری ہیں، آپ کی بیوی جو جناب ابراہیم کی دودھ کی والدہ ہیں ان کا نام ام بردہ ہے۔

۴۱: ابو سعيد الخدري:

آپ کا نام سعد ابن مالک ہے، انصاری خدری ہیں، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ حافظ ہیں، بہت احادیث کے راوی ہیں، بہت صحابہ تابعین نے آپ سے روایات لیں ۷۴ھ میں وفات ہوئی، چوراسی (۸۴) سال عمر پائی، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

۴۲: ابو سعيد ابن المعلىٰ:

آپ کا نام حارث ابن معلیٰ ہے، انصاری زرقی ہیں، چونسٹھ سال عمر ہوئی ۶۴ھ ہی میں وفات پائی۔

۴۳: ابو سعيد بن ابى فضالة:

آپ کا تعلق قبیلہ بنوحارث سے ہے، انصاری صحابی ہیں، آپ کا نام کنیت بھی ہے، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

۴۴: ابو سلمة:

آپ عبداللہ ابن عبدالاسد کے بیٹے ہیں، مخزومی قرشی ہیں، حضور انور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں یعنی جناب برہ بنت عبدالمطلب کے فرزند، حضور انور ﷺ سے پہلے ام سلمہ کے خاوند تھے، ان کی وفات کے بعد ام سلمہ حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں، تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے، مدینہ منورہ میں ۴ھ میں وفات پائی، نام پر کنیت غالب تھی۔

۴۵: ابو سفیان ابن حرب:

آپ صخر ابن امیہ کے بیٹے ہیں، اموی قرشی ہیں، امیر معاویہ کے والد، واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے قرشی ہیں، زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداران کے علمبردار تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، مؤلفۃ القلوب سے تھے، غزوہ حنین میں حضور انور ﷺ کے ساتھ تھے، حضور ﷺ نے اس غزوہ میں آپ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا، غزوہ طائف میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی، غزوہ یرموک یعنی عہد فاروقی میں دوسری آنکھ شہید ہوگئی کہ اس میں پتھر لگا، آپ سے حضرت عبداللہ ابن عباس نے احادیث لیں ۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، جنت البقیع میں دفن ہوئے، (ام المومنین جناب ام حبیبہ آپ کی دختر ہیں یعنی آپ حضور ﷺ انور کے سسر ہیں)۔

۴۶: ابو سفیان ابن الحارث:

آپ حارث ابن عبدالمطلب کے بیٹے ہیں یعنی حضور انور ﷺ کے چچازاد، نیز حضور ﷺ کے دودھ شریک بھائی بھی ہیں کہ حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ نے آپ کو بھی دودھ پلایا ہے، بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام مغیرہ ہے، بعض نے فرمایا کہ مغیرہ آپ کے بھائی کا نام ہے اور آپ کا نام یہ کنیت ہی ہے، زمانہ جاہلیت کے عمدہ شعراء میں سے تھے، حضور انور ﷺ کی ہجو میں اشعار لکھا کرتے تھے، حضرت حسان ابن ثابت آپ کے اشعار کا اشعار میں جواب دیتے تھے، پھر جب اسلام لائے تو عمر بھر کبھی حضور ﷺ کے سامنے شرم وحیاء سے نگاہ اونچی نہ کی، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، حضرت علی نے آپ سے کہا تھا: ''کہ ابوسفیان تم آستانہ عالیہ میں جاکر یہ حضور انور ﷺ کے سامنے پڑھ دینا: ''**تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین**''۔ یعنی اللہ نے آپ کو بڑی عزت دی ہے ہم خطاکار ہیں، آپ نے یہی کیا، حضور انور ﷺ نے نظر رحمت سے دیکھا اور جواب دیا: ''**لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم**''. یعنی تم پر آج کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں بخشے، یہ فرما کر آپ کا اسلام قبول فرمایا، دامن رحمت میں جگہ دے دی، آپ کی موت کا واقعہ یہ ہوا کہ آپ حج کو گئے سر منڈایا نائی نے آپ کے سر پر جو غدود تھا کاٹ دیا اس پر بیمار ہوگئے اور حج سے واپسی پر مدینہ میں فوت ہوگئے، عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے، حضرت عمر فاروق نے جنازہ پڑھایا، وفات ۲۰ھ میں ہوئی۔

۴۷: ابو السمح:

آپ کا نام ایاد ہے، حضور انور کے خاص خادم یا آپ کے آزاد کردہ ہیں، کنیت سے مشہور ہیں، خبر نہیں کہ وفات کب اور کہاں ہوئی۔

۴۸: ابو سھلة:

آپ کا نام سائب ابن خلاد ہے، آپ کا ذکر گزر چکا ہے۔

صحابیات

۱: سودة بنت زمعة:

آپ ام المومنین یعنی زوجہ رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ پہلے اپنے چچازاد سکران ابن عمرو کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات کے بعد حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں، حضورانور ﷺ نے آپ سے نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے بی بی خدیجہ کی وفات کے بعد کیا، گویا ہماری پہلی ماں حضرت خدیجہ ہیں دوسری ماں بی بی سودہ ہیں، مدینہ منورہ کی طرف آپ نے ہجرت کی، آخر میں آپ نے اپنی باری جناب عائشہ صدیقہ کو دے دی تھی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۲: ام سلمة:

آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے، پہلے حضرت ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں ۴ھ میں جب ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا تو حضورانور کے نکاح میں آئیں، اسی سال شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا، آپ کی عمر چوراسی سال ہوئی، ۵۹ھ میں وفات ہوئی، آپ سے آپ کی بیٹی زینب اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن وغیرہما نے روایات لیں۔

۳: ام سُلیم:

آپ ملحان کی بیٹی ہیں، آپ کا نام سہیلہ یا رملہ یا ملیکہ یا غمیصہ یا رمیصا ہے، آپ کا نکاح مالک ابن نضر سے ہوا جو حضرت انس کے والد ہیں، حضرت انس مالک ابن نضر کے بیٹے ہیں، پھر مالک مشرک ہوکر ہی قتل ہوا، آپ ایمان لائیں ابوطلحہ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا، آپ بولیں کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو تم سے نکاح کرلوں گی اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہ لوں گی چنانچہ ابوطلحہ ایمان لائے اور آپ سے نکاح کیا، ایک مخلوق نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

۴: سبیعة بنت الحارث:

آپ اسلمیہ ہیں، سعد ابن خولہ کی زوجہ ہیں شوہر کی وفات حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ میں ہوئی، اہل کوفہ نے آپ سے حدیثیں لی ہیں۔

۵: سھیمة بنت عمیر:

آپ مزینہ قبیلہ سے ہیں، رکانہ ابن عبد زید کی بیوی ہیں، باب الطلاق میں آپ کا ذکر آیا ہے۔

۶ : سلامة بنت حر :

آپ ازدیہ یا فزاریہ ہیں، اہل کوفہ میں آپ کی حدیثیں ہیں۔

۷ : سلمیٰ :

آپ رافع کی والدہ اور ابورافع کی بیوی ہیں، صحابیہ ہیں، حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کی دائی یعنی دودھ کی ماں ہیں، حضرت فاطمہ کو بنت عمیس کے ساتھ غسل میت دیا۔

ش

صحابہ کرام

۱ : شداد ابن اوس :

آپ کی کنیت ابویعلی ہے، انصاری ہیں، حضرت حسان بن ثابت کے چچازاد بھائی ہیں، آخر میں بیت المقدس میں رہے، ۷۵ سال عمر ہوئی، ۵۸ھ میں وفات پائی، شام میں مزار ہے، عبادہ ابن صامت اور ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ انہیں علم وحکمت عطا ہوئی۔

۲ : شریح ابن ھانی :

آپ کی کنیت ابوالمقدام ہے، حارثی ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ کے والد کی کنیت ابوشریح رکھی چنانچہ ہانی ابن یزید کی کنیت ابوشریح ہے، حضرت علی کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

۳ : شرید ابن سوید :

آپ ثقفی ہیں، حضرموت کے رہنے والے، آپ کا شمار بنوثقیف میں ہے، اور بعض لوگوں کے نزدیک اہل طائف میں آپ کا شمار ہے، اہل حجاز میں ان کی حدیثیں ہیں۔

۴ : شکل ابن حمید :

آپ عبسی ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے شُتیر نے روایات لیں، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے۔

۵ : شریک ابن سحماء :

خیال رہے کہ سحماء آپ کی ماں کا نام ہے، آپ کے والد کا نام عبدہ ابن مغیث ہے، آپ کو ہی بلال ابن امیہ نے زنا کی تہمت لگائی تھی اپنی بیوی سے اور پھر لعان کیا تھا، آپ اپنے والد عبدہ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔

۶: ابو شبرمة:

خیال رہے کہ شبرمہ شین کے پیش با کے سکون سے ہے آپ صحابی ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ پاک میں ہی آپ کی وفات ہو گئی تھی، حج میں آپ کا ذکر آیا ہے۔

۷: ابو شریح:

آپ کا نام خویلد ابن عمرو ہے، کعبی عدوی، خزاعی ہیں، فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔

صحابیات

۱: الشفاء بنت عبد اللّٰه:

آپ قرشیہ عدویہ ہیں، آپ کا نام لیلیٰ ہے، لقب شفاء، ہجرت سے پہلے ایمان لائیں، بڑی عقل وسمجھ والی ہیں، حضور ﷺ آپ کے گھر تشریف لاتے تھے وہاں آرام فرماتے تھے، آپ نے حضور ﷺ کے لئے بستر وتہبند علیحدہ رکھا ہوا تھا جس میں حضور ﷺ آرام فرماتے تھے۔ (حضور انور ﷺ کو پہلے دودھ آپ نے ہی پلایا)۔

۲: ام شریک غزیّه:

آپ کا پورا نام غزیہ بنت دُودان ہے، قریش سے آپ کا تعلق ہے، صحابیہ ہے۔

۳: ام شریک انصارية:

آپ انصاریہ ہیں، فاطمہ بنت قیس کی عدت کے بیان میں آپ کا ذکر آتا ہے، جبکہ حضور اکرم نے فرمایا: "**اعتدی فی بیت ام شریک**" بعض لوگ کہتے ہیں کہ ام شریک عتبہ انصاری کی زوجہ ہیں، خیال رہے کہ ایک ام شریک قرشیہ بھی ہیں جو لوی ابن غالب کی اولاد سے ہیں یہ انصاریہ ہیں۔

ص

صحابہ کرام

۱: صفوان ابن عسال:

آپ مرادی ہیں، قبیلہ مراد سے تعلق ہے، کوفہ میں قیام رہا، کوفیوں میں ان کی حدیثیں ہیں۔

۲: صفوان ابن معطل:

آپ کی کنیت ابوعمرو ہے، سلمی ہیں، تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضرت ام المومنین کی تہمت کا واقعہ آپ ہی کے متعلق ہوا، آپ بڑے متقی اور صاحب خیر شجاع تھے، غزوہ آرمینیا میں میں شہید ہوئے، ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی، مشہور صحابی ہیں۔

۳: صفوان ابن امیة:

آپ امیہ ابن خلف کے بیٹے ہیں، جمحی قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے، عمیر ابن وہب اور اس کے بیٹے وہب نے آپ کے لئے امان حاصل کی، حضور انور ﷺ نے امن دے دی، چنانچہ وہب بن عمیر ان کو تلاش کر کے لائے آپ حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے: ''وہب بن عمیر نے مجھ سے کہا کہ آپ نے مجھے اس شرط پر امان دی ہے کہ میں دو ماہ تک سفر میں رہوں''، حضور انور ﷺ نے چار ماہ کی امان عطا فرمائی، صفوان حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کفر کی حالت میں حنین اور طائف میں شریک ہوئے، حضور ﷺ انور نے آپ کو غنیمت سے بہت مال عطا فرمایا، طائف میں صفوان نے اسلام قبول کیا، آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے، آپ کی بیوی آپ سے ایک ماہ پہلے ایمان لائیں، صفوان کے ایمان لانے پر حضور ﷺ نے آپ کا نکاح قائم رکھا، حضرت صفوان نے مکہ معظمہ میں ۴۲ میں وفات پائی، آپ غزوہ طائف میں ایمان لائے۔

۴: صخر ابن وداعة:

آپ غامدی ہیں، ازدی ہیں، طائف میں رہے، اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے، عمرو بن عبداللہ کے بیٹے ہیں۔

۵: صخر ابن حرب:

آپ کی کنیت ابوسفیان ہے امیر معاویہ کے والد، آپ کا ذکر سین کی تختی میں ہو چکا ہے۔

۶: صهيب ابن سنان:

آپ عبداللہ بن جدعان کے آزاد کردہ ہیں، تیمی ہیں، آپ کی کنیت ابویحیٰ ہے، آپ کا وطن موصل کے علاقہ میں تھا، رومیوں نے ان پر حملہ کیا آپ کو غلام بنالیا اس وقت آپ بچے تھے، پھر رومیوں میں آپ کی پرورش ہوئی حتیٰ کہ آپ کو عبداللہ ابن جدعان نے خرید کر آزاد کیا، آپ اور عمار ابن یاسر ایک ہی دن مکہ معظمہ میں ایمان لائے جبکہ حضور ﷺ انور دار ارقم ہی میں تھے اور اس وقت تک تیس سے کچھ زیادہ آدمی مسلمان ہوئے تھے، مکہ معظمہ میں آپ کو اسلام کی وجہ سے بہت سخت ایذائیں دی گئیں پھر آپ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آگئے، آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: **ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله** نوے (۹۰) سال عمر ہوئی، مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

۷: صعب ابن جثامة:

آپ لیثی ہیں، ودان اور ابواء میں قیام پذیر رہے، اہل حجاز سے تھے، خلافت صدیقی میں وفات ہے۔

۸: الصنابحی:

آپ اسی نام سے مشہور ہیں کیونکہ آپ صنابح ابن زاہر ابن عامر قبیلہ سے ہیں جو مراد کے خاندان میں سے ہے، آپ کا اصلی نام عبداللہ ہے، عین کی تختی میں آپ کا نام آئے گا۔

۹: ابو صرمة:

آپ کا نام مالک ابن قیس ہے، مازنی ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

صحابیات

۱: صفية:

آپ حیی ابن اخطب کی بیٹی ہیں، بنی اسرائیل سے ہیں، حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، پہلے کنانہ ابن ابی حقیق یہودی کے نکاح میں تھیں جو جنگ خیبر میں مارا گیا یعنی محرم ۷ھ میں آپ قید ہو کر آئیں اور دحیہ ابن خلیفہ کلبی کے حصہ میں آئیں، حضور انور ﷺ نے سات غلام انہیں دے کر ان سے خرید لیا، انہیں آزاد فرما کر خود ان سے نکاح فرما لیا یعنی یہ ام المومنین ہیں ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، بقیع میں دفن ہوئیں، آپ سے حضرت انس اور عبداللہ ابن عمر وغیرہما نے احادیث روایت کیں۔

۲: صفية بنت عبد المطلب:

آپ حضور کی پھوپھی ہیں، اسلام سے پہلے حارث ابن حرب کے نکاح میں تھیں اس کی موت کے بعد عوام ابن خویلد کے نکاح میں آئیں، ان سے حضرت زبیر پیدا ہوئے، بہت عمر پائی، خلافت فاروقی ۲۰ھ میں وفات پائی، تہتر (۷۳) سال عمر ہوئی، مدینہ منورہ کے قبرستان میں بقیع میں دفن ہوئیں۔

۳: صفية بنت ابی عبید:

آپ ثقفیہ ہیں، مختار ابن ابی عبید کی بہن ہیں، عبداللہ ابن عمر کی زوجہ ہیں، حضور انور ﷺ کی صحبت یافتہ ہیں، آپ کے کلام سنے مگر کسی حدیث کی حضور ﷺ سے روایت نہیں کی، حضرت عائشہ وحفصہ وغیرہما سے روایات لیتی ہیں۔

۴: صفية بنت شيبة:

آپ شیبہ حجبی کی بیٹی ہیں، آپ نے حضور ﷺ اکرم کو دیکھا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، حق یہ ہے کہ آپ نے حضور ﷺ انور سے احادیث روایت نہیں کیں۔

۵: الصماء بنت بسر:

آپ مازنیہ ہیں، صحابیہ ہیں، آپ کا نام بُهَيَّة ہے، صماء لقب ہے۔

ض

صحابہ کرام

۱: ضِمَاد ابن ثعلبة:

آپ ازدی قبیلہ از دشنوءہ سے ہیں، اسلام سے پہلے نبی ﷺ کے بہترین دوست تھے، آپ طبیب بھی تھے اور دم درود کرنے والے بھی، اسلام کی ابتداء میں ہی مسلمان ہوگئے تھے، جب حضور انور نے آپ کو قرآن سنایا تو آپ نے فرمایا: "لقد بلغت کلماتک هذه قاموس البحر" "کہ یہ کلمات سمندر کی تہہ تک پہنچے ہوئے ہیں"، حضرت ابن عباس وغیرہ نے آپ سے روایات لیں ہیں۔

۲: الضحاک ابن سفیان:

آپ بنو کلاب عامری ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، نجد جایا کرتے تھے، حضور انور ﷺ نے آپ کو آپ کی قوم کا حاکم بنایا، آپ سو پہلوانوں کے برابر سمجھے جاتے تھے، بہادری کی وجہ سے خطرہ کے وقت حضور انور ﷺ کے سر مبارک کے پاس ننگی تلوار لے کر کھڑے ہوتے تھے حفاظت کے لئے۔

ط

صحابہ کرام

۱: طلحة ابن عبید اللّٰه:

آپ کی کنیت ابو محمد ہے، قرشی ہیں، عشرہ مبشرہ سے ہیں، پرانے مومن ہیں، سوائے بدر کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، بدر کے دن حضور انور ﷺ نے انہیں سعید ابن زید کے ساتھ ابوسفیان کے قافلہ کی تحقیق کے لئے بھیجا تھا، آپ عین بدر کے دن واپس ہوئے، احد کے دن حضور ﷺ انور کی حفاظت اپنے ہاتھ سے کی، چوبیس زخم کھائے، ہاتھ کی انگلی شل ہوگئی، بعض روایت میں ہے کہ اس دن آپ نے پچھتر زخم کھائے تلواروں نیزوں وغیرہ کے، جنگ جمل کے واقعہ میں جمعرات کے دن ۳۰ھ میں بیس جمادی الاخری کو شہید ہوئے، چونسٹھ (۶۴) سال عمر پائی، بصرہ میں دفن ہوئے۔

۲: طلحة ابن البراء:

آپ انصاری ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ پاک میں آپ کی وفات ہوئی، حضور انور ﷺ نے جنازہ پڑھایا اور اس طرح دعا کی: "اللّٰهم الق طلحة وانت تضحک اليه ويضحک اليک" "کہ الٰہی تو اس سے راضی ہو کر ملاقات فرما"، اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے۔

۳: طلق ابن علي:

آپ کی کنیت ابوعلی ہے، حنفی یمانی ہیں، طلق ابن ثمامہ بھی آپ کو کہا جاتا ہے، بیٹے قیس نے آپ سے روایت لی ہے۔

۴: طارق ابن شهاب:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، بجلی کوفی ہیں، حضور انور ﷺ کی زیارت کی، مگر آپ سے احادیث بہت ہی کم مروی ہیں، خلافت صدیقی وفاروقی میں ۳۳ تینتیس جہاد کئے اور ۸۲ھ میں وفات پائی۔

۵: طارق ابن سويد:

آپ صحابی ہیں، آپ سے ایک حدیث شراب کے متعلق مروی ہے۔

۶: الطفيل ابن عمرو:

آپ دوسی ہیں، مکہ معظمہ میں ایمان لائے تھے، پھر اپنی قوم میں چلے گئے، حضور ﷺ انور کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، حضور انور ﷺ کی وفات تک وہاں ہی رہے، حق یہ ہے کہ خلافت صدیقی میں یمامہ کے جہاد میں شہید ہوئے، آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔

۷: ابو الطفيل:

آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے، لیثی کنانی ہیں، حضور انور ﷺ کی صحبت پاک میں آٹھ سال رہے ۱۰۲ھ میں وفات ہوئی، آپ آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین صحابہ سے خالی ہوگئی۔

۸: ابو طيبة:

آپ کا نام نافع ہے، مشہور صحابی ہیں، محیصہ ابن مسعود انصاری کے غلام تھے، حجام تھے یعنی فصد کھولنے والے جراح، (آپ نے حضور کی فصد کھولی)۔

۹ : ابو طلحة:

آپ کا نام زید ابن سہل ہے، انصاری نجاری ہیں، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں، اعلیٰ درجہ کے تیرانداز تھے، حضور ﷺ انور نے فرمایا: ''کہ لشکر میں ابوطلحہ کی صرف آواز بڑی جماعت سے بہتر ہے''، ۷۷ (ستتر) سال عمر پائی، ۳۱ھ میں وفات ہوئی، بیعت عقبہ میں ستر انصاریوں کے ساتھ آپ آئے تھے پھر غزوہ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے، آپ سے ایک جماعت نے روایات کیں۔

ظ

صحابہ کرام

۱ : ظہیر ابن رافع:

آپ حارثی انصاری اوسی ہیں، دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے پھر بدر وغیرہ غزوات میں شامل ہوئے، خیال رہے کہ ظہیر کے والد رافع یہ اور ہیں رافع ابن خدیج نہیں ہیں۔

ع

صحابہ کرام

۱ : عمر ابن الخطاب:

آپ کا لقب فاروق ہے، کنیت ابوحفص، عدوی قرشی ہیں، نبوت کے چھٹے یا پانچویں سال ایمان لائے، آپ سے پہلے چالیس مرد گیارہ عورتیں مسلمان ہو چکے تھے، بعض نے فرمایا کہ آپ سے چالیس مومنوں کا عدد پورا ہوا، آپ کے ایمان لانے کے دن مکہ میں اسلام چمکا، تین دن پہلے حضرت حمزہ ایمان لا چکے تھے، آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ کے ایمان کا ذریعہ بنیں، اس دن حضور انور ﷺ دار ارقم میں تھے، صفا کے پاس جب آپ پہنچے تو جناب حمزہ حضور انور ﷺ کے پاس تھے، آپ نے دروازہ بجایا حاضرین بارگاہ باہر آئے، جناب حمزہ نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا عمر ہیں، حضور انور ﷺ باہر نکلے آپ کے دامن کو جھٹکا دیا آپ کھڑے نہ رہ سکے دوزانو بیٹھ گئے، حضور نے فرمایا: ''اے عمر! کیا تم باز آنے والے نہیں ہو؟ کیا ابھی تمہارے ایمان کا وقت نہیں آیا''، آپ نے فوراً کلمہ پڑھ لیا، حاضرین نے خوشی سے نعرہ تکبیر لگایا جو حرم شریف میں سنا گیا، آپ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں''؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! تم حق پر ہو''، عرض کیا: ''پھر ہم چھپتے کیوں ہیں''؟ چنانچہ مسلمان حرم کی طرف دو صفوں میں نکلے، ایک میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری صف میں میں تھا، میرے سینے

سے چکی کی سی آواز نکل رہی تھی، جب مجھے اور حضرت حمزہ کو کفار قریش نے مومنین کی صف میں دیکھا تو ان کے ہاں صف ماتم بچھ گئی بہت غمگین ہوئے، اس دن حضور نے مجھے فاروق کا لقب دیا، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے حق اور باطل میں فرق ڈالدیا، داؤد بن حصین سے روایت ہے کہ جب آپ ایمان لائے تو جبریل امیں حاضر خدمت ہوکر بولے: "یارسول اللہ! آج حضرت عمر کے ایمان پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی ہے"۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: "اگر تمام دنیا والوں کے علوم ایک پلہ میں رکھے جاویں اور حضرت عمر کا علم دوسرے پلہ میں تو حضرت عمر کا علم وزنی ہوگا، حضرت عمر کی وفات سے نو حصے علم اٹھ گیا دسواں حصہ باقی رہ گیا"، آپ حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے، پہلے آپ ہی کا لقب امیر المومنین ہوا، ابوبکر صدیق کے بعد آپ خلیفہ ہوئے، آپ چھبیس ذی الحجہ ۲۳ھ بدھ کے روز ایک یہودی غلام ابولولو کے خنجر سے محراب النبی میں نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کئے گئے اور یکم محرم اتوار کے دن کو پہلوئے مصطفوی ﷺ میں گنبد خضرا کے اندر دفن کئے گئے، ساڑھے دس سال خلافت کی، تریسٹھ (۶۳) سال عمر پائی، حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک بڑی مخلوق نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں، حضرت عمر لمبے قد والے تھے گورے رنگ کے تھے جس میں سرخی غالب تھی، آپ کی آنکھیں نسبتاً چھوٹی تھیں اور سرخ رہتی تھیں، بعض نے کہا کہ آپ گندم گون، رنگ والے تھے سر اور داڑھی کے بال سفید ہوگئے تھے سر کے بال وسط سے اڑے ہوئے تھے۔ (خیال رہے کہ آپ سے پانچ سو انتالیس (۵۳۹) احادیث مروی ہیں، دس حدیثیں متفق علیہ ہیں، نو حدیثیں صرف بخاری میں ہیں، پندرہ حدیثیں مسلم میں ہیں، عمر کے معنی ہیں آباد کرنے والے، آپ نے اسلام کو آباد کیا، آپ کی شہادت سے اسلام گویا یتیم ہوگیا)۔

۲: عمر ابن ابی سلمة:

آپ کے والد ابو سلمہ کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد ہے، آپ مخزومی قرشی ہیں، حضور ﷺ کے سوتیلے بیٹے ہیں یعنی جناب ام سلمہ کے فرزند آپ حبشہ میں پیدا ہوئے ۲ھ میں حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت نو سال کے تھے، عبدالملک ابن مروان کی حکومت میں ۸۳ھ میں وفات پائی۔

۳: عثمان ابن عفان:

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، اموی قرشی ہیں، آپ شروع اسلام میں ہی حضرت ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے انہی کے ہاتھ پر اسلام لائے، ابھی حضور انور ﷺ دار ارقم میں نہیں گئے تھے آپ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں، آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بیمار تھیں، حضور ﷺ انور کے حکم سے مدینہ منورہ میں رہے، حضور ﷺ نے بدر کی غنیمت سے حصہ آپ کو دیا، نیز صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بیعت الرضوان میں جسماً شریک نہ ہوئے کیونکہ حضور انور ﷺ نے آپ کو

اپنا نمائندہ بنا کر اہل مکہ کے پاس صلح کی بات چیت کرنے بھیجا تھا اور یہ بیعت آپ کے پیچھے ہوئی تھی، اس خبر پر کہ عثمان کو اہل مکہ نے شہید کر دیا حضور انور ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ محمد مصطفیٰ کا ہاتھ ہے ﷺ اور بیعت کی، چونکہ حضور ﷺ انور کی دو بیٹیاں رقیہ وکلثوم آگے پیچھے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں اسی لئے آپ کا لقب ذوالنورین ہے یعنی دو نور والے، آپ یکم محرم ۲۴ھ کو خلیفہ بنے، بیاسی (۸۲) سال عمر پائی، بارہ برس خلافت کی، آپ کو اسود تجیبی مصری نے یا کسی اور نے شہید کیا اور جنت البقیع کے کنارہ پر دفن ہوئے، شہادت اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ھ کو ہوئی۔

۴: عثمان ابن عامر:

آپ کی کنیت ابوقحافہ ہے، حضرت ابوبکر صدیق کے والد ماجد ہیں، قرشی تیمی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، خلافت فاروقی تک زندہ رہے، ۱۴ھ میں وفات پائی، ۹۷ (ستانوے) سال عمر ہوئی، آپ سے ابوبکر صدیق اور اسماء بنت صدیق نے روایات لیں۔

۵: عثمان ابن مظعون:

آپ کی کنیت ابوسائب ہے، جُمحی قرشی ہیں، تیرہ مردوں کے بعد ایمان لائے، دو ہجرتیں کیں، غزوہ بدر میں شریک ہوئے، زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہ پی، آپ مدینہ منورہ میں پہلے مہاجرین ہیں جن کی وفات ہوئی، ہجرت کے ۳۰ ماہ بعد وفات پائی، حضور انور ﷺ نے آپ کی میت کی پیشانی چومی بعد دفن فرمایا کہ تم ہمارے بہترین پیش رو ہو، جنت البقیع میں دفن ہوئے، بڑے عابد زاہد تھے، آپ سے آپ کے بیٹے سائب نے اور بھائی قدامہ ابن مظعون نے احادیث لیں۔

۶: عثمان ابن طلحة:

آپ عبدری، قرشی حجبی ہیں، ۴۲ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

۷: عثمان ابن حنیف:

آپ انصاری ہیں، سہل کے بھائی ہیں، آپ کو حضرت عمر نے سواد عراق اور جبانیہ کا حاکم بنایا تھا، وہاں کے باشندوں کفار پر جزیہ قائم کیا تھا پھر حضرت علی نے بصرہ کا حاکم بنایا وہاں سے آپ کو طلحہ وزبیر نے نکال دیا جبکہ وہ دونوں جنگ جمل میں وہاں آئے پھر آپ کوفہ میں رہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی، آپ سے بہت لوگوں نے روایات لیں۔

۸: عثمان ابن ابی العاص:

آپ ثقفی ہیں، آپ کو حضور انور ﷺ نے طائف کا حاکم بنایا، آپ وہاں حضرت عمر کی خلافت کے دو سال تک حاکم رہے،

حضرت عمر نے آپ کو وہاں سے ہٹا کر عمان اور بحرین کا حاکم بنایا، آپ حضور انور ﷺ کی خدمت میں وفد بنی ثقیف میں آئے تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۹ (انتیس) سال تھی، آپ ۱۰ھ میں آئے تھے آخر میں بصرہ میں رہے، وہاں ہی وفات ہوئی ۵۱ھ میں وفات پائی، حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد جب بنی ثقیف نے مرتد ہو جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''کہ اے میری قوم! تم سب سے آخر میں اسلام قبول کرنے والے ہو اب اول مرتدین نہ بنو''، چنانچہ وہ لوگ اس حرکت سے باز رہے، تابعین وغیرہم نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

۹ : علی ابن ابی طالب:

آپ کی کنیت ابوالحسن بھی ہے اور ابوتراب بھی، قرشی ہاشمی ہیں، حضور انور ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد، بعض نے فرمایا کہ مردوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے، اس وقت آپ کی عمر دس بارہ سال تھی یا آٹھ سال تھی، سوا تبوک کے سارے غزوات میں حضور انور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، غزوہ تبوک میں حضور انور ﷺ نے مدینہ منورہ اور اپنے گھر بار کا انتظام فرمانے کے لئے آپ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا اور فرمایا: ''تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی''، آپ گندمی رنگ بڑی آنکھوں والے بڑے پستہ قد تھے، اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن یعنی عین شہادت عثمان غنی کے دن ۳۵ھ کو خلیفہ ہوئے، آپ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے کوفہ میں اٹھارہ رمضان المبارک جمعہ کے دن ۴۰ھ میں آپ پر حملہ کیا، تین دن بعد آپ کی وفات ہوئی، آپ کو حسنین کریمین اور عبداللہ ابن جعفر نے غسل دیا، امام حسن نے نماز پڑھائی سحری کے وقت آپ دفن کیے گئے، عمر تریسٹھ (۶۳) سال ہوئی، خلافت چار سال نو مہینہ چند دن ہوئی۔ (آپ کے فضائل بے شمار ہیں، آپ کے گھر میں حضور انور نے اور حضور کے گھر میں آپ نے پرورش پائی، آپ ہی نسل مصطفیٰ ﷺ کی اصل ہیں، کوفہ کے قریب نجف اشرف میں مزار پرانوار ہے، حضرت علی سے پانچ سو چھیاسی احادیث (۵۸۶) مروی ہیں جن میں بیس متفق علیہ ہیں، نو بخاری کی ہیں اور پندرہ مسلم میں)۔

۱۰ : علی ابن شیبان:

آپ حنفی یمامی ہیں، آپ سے آپکے بیٹے عبدالرحمٰن نے روایات لیں۔

۱۱ : علی ابن طلق:

آپ حنفی یمامی ہیں، آپ سے سلم ابن اسلام نے روایات لیں۔

۱۲ : عبد الرحمن ابن عوف:

آپ کی کنیت ابو محمد ہے، زہری قرشی ہیں، عشرہ مبشرہ سے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے، دو ہجرتوں والے ہیں، حضور ﷺ کے ساتھ سارے غزوات میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں حضور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم

رہے، غزوہ تبوک میں حضور انور ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا، غزوہ احد میں بیس سے زیادہ زخم کھائے، پاؤں میں زخم کی وجہ سے لنگ ہو گیا تھا، واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے اور ۳۲ھ میں وفات ہوئی، بہتر (۷۲) سال عمر ہوئی، بقیع میں دفن ہوئے، (آپ کے پیچھے حضور انور ﷺ نے فجر کی ایک رکعت نماز پڑھی، آپ گداز جسم کے مالک تھے، سفید رنگ تھے اونچی ناک تھی مضبوط کندھوں والے تھے)۔

۱۳: عبد الرحمن ابن ابزیٰ:

آپ خزاعی ہیں، نافع ابن عبد الحارث کے آزاد کردہ ہیں، کوفہ میں قیام رہا، حضرت علی نے خراسان کا حاکم مقرر فرمایا، حضور انور ﷺ کے پیچھے بہت نمازیں پڑھی ہیں، کوفہ میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں۔

۱۴: عبد الرحمن ابن ازھر:

آپ قرشی ہیں، عبد الرحمٰن ابن عوف کے بھتیجے ہیں، غزوہ حنین میں شریک ہوئے، آپ کے بیٹے عبد الحمید نے آپ سے احادیث لیں۔

۱۵: عبد الرحمن ابن ابی بکر:

آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی کہ دونوں کی ماں ام رومان ہیں، حدیبیہ کے سال اسلام لائے، ابوبکر صدیق کے سب سے بڑے بیٹے ہیں ۵۳ھ میں وفات ہے (مکہ میں دفن ہیں)۔

۱۶: عبد الرحمن ابن حسنة:

آپ کی ماں کا نام حسنہ ہے، باپ کا نام عبد اللہ ابن مطاع ہے، ماں کی نسبت سے مشہور ہیں۔

۱۷: عبد الرحمن ابن شرحبیل:

آپ شرحبیل ابن حسنہ کے بیٹے ہیں یعنی عبد الرحمٰن ابن حسنہ کے بھتیجے، صحابی ہیں، فتح مصر میں شریک تھے۔

۱۸: عبد الرحمن ابن زید:

آپ زید ابن خطاب کے بیٹے ہیں یعنی عمر فاروق کے بھتیجے، عدوی قرشی ہیں، آپ کو آپ کے دادا ابولبابہ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے، حضور ﷺ نے آپ کی تحنیک کی (گڑتی دی) اور آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا دعاء برکت کی، جب آپ چھ سالہ تھے تو حضور انور ﷺ کی وفات ہوگئی، حضرت عمر سے روایت لیں، عبد اللہ ابن زبیر کے زمانہ میں وفات ہوئی، عبد اللہ ابن عمر سے پہلے۔

۱۹: عبد الرحمن ابن سمرة:

آپ قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے پھر حضور انور ﷺ کے ساتھ رہے، آپ کا شمار اہل بصرہ سے ہے، ۵۱ھ میں وہاں ہی وفات پائی، ایک خلقت نے آپ سے روایت لیں۔

۲۰: عبد الرحمن ابن سهل:

آپ انصاری ہیں، خیبر میں قتل کئے گئے، قسامت کا واقعہ آپ ہی کا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، بڑے عالم فاضل تھے، سہل بن ابی حثمہ نے آپ سے روایت لی ہے۔

۲۱: عبد الرحمن ابن شبل:

آپ انصاری ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

۲۲: عبد الرحمن ابن عثمان:

آپ تیمی قرشی ہیں، طلحہ ابن عبداللہ کے بھتیجے ہیں، آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں، صحابی ہیں۔

۲۳: عبد الرحمن ابن ابی قراد:

آپ اسلمی ہیں، اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے۔

۲۴: عبد الرحمن ابن كعب:

آپ کی کنیت ابولیلیٰ ہے، مازنی انصاری ہیں، غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ۲۴ھ میں وفات پائی، آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: تولوا واعينهم تفيض من الدمع حزنا الخ.

۲۵: عبد الرحمن ابن يعمر:

آپ دیلمی ہیں صحابی ہیں، خراسان گئے ہیں، کوفہ میں رہے ہیں۔

۲۶: عبد الرحمن ابن عايش:

آپ حضرمی ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے، آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے، حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی حدیث مرفوع مروی نہیں، آپ کی روایت مرسل ہے۔

۲۷: عبد الرحمن ابن ابی عميرة:

آپ قرشی ہیں، شامی ہیں، آپ کی صحابیت یقین سے ثابت نہیں، مضطرب الحدیث ہیں۔

۲۸: عبد اللہ ابن ارقم:

آپ زہری ہیں، قرشی ہیں، فتح مکہ کے سال اسلام لائے، حضور انور ﷺ کے کاتب رہے پھر جناب صدیق وفاروق کے کاتب رہے، حضرت عمر نے آپ کو افسر مال بنایا تھا پھر عثمان غنی نے بھی بنایا مگر خلافت عثمانی میں آپ نے استعفےٰ دیدیا، اسی خلافت عثمانی میں وفات پائی۔

۲۹: عبد اللہ ابن ابی اوفی:

آپ کے والد ابی اوفی کا نام علقمہ ابن قیس ہے، آپ اسلمی ہیں، صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر اوران کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ کی وفات تک مدینہ منورہ میں رہے پھر کوفہ چلے گئے، آپ کوفہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے کوفہ صحابہ سے خالی ہوگیا، ستاسی (۸۷) سال عمر ہوئی، امام شعبی وغیرہ نے آپ سے روایات لیں۔

۳۰: عبد اللہ ابن انیس:

آپ جہنی انصاری ہیں، احد اوراس کے بعد کے غزوات میں شامل ہوئے ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۳۱: عبد اللہ ابن بسر:

آپ سلمی مازنی ہیں، آپ کے ماں باپ بھائی 'عطیہ' بہن 'صماء' سب صحابی ہیں، شام میں رہے، مقام حمص میں وفات پائی، آپ کی موت اچانک وضو کرتے ہوئے ہوئی، آپ شام کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے شام صحابہ سے خالی ہوگیا، بعض نے فرمایا کہ وہاں کے آخری صحابی ابوامامہ ہیں۔

۳۲: عبد اللہ ابن عدی:

آپ قرشی زہری ہیں، اہل حجاز میں آپ کا شمار ہوتا ہے، قدید اور عسفان کے درمیان قیام رہتا تھا۔

۳۳: عبد اللہ ابن ابی بکر:

آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اس جنگ میں ابومحجن نے آپ کو تیر مارا، ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں شوال ۱۱ھ میں، شہادت ہوئی، بہت پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔

۳۴: عبد اللہ ابن ثعلبۃ:

آپ مازنی عدوی ہیں، حضور انور ﷺ کی ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں وفات پائی، فتح مکہ کے سال حضور انور ﷺ کی زیارت کی، حضور ﷺ نے آپ کے چہرہ پر ہاتھ مبارک پھیرا۔

۳۵: عبد اللّٰہ ابن جحش:

آپ اسدی ہیں، ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں، حضور انور ﷺ کے دارارقم میں جانے سے پہلے ایمان لائے، دو ہجرتیں کیں اور مقبول الدعا تھے، بدر میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں شہید ہوئے، پہلے آپ نے غنیمت کے پانچ حصہ کئے ایک حصہ حضور ﷺ انور کا اور چار مجاہدین کے پھر قرآن مجید نے آپ کی تائید کی: **واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہالخ**، آپ کسی سریہ میں گئے تھے وہاں کی غنیمت میں سے پانچواں حصہ حضور ﷺ کے لئے نکال لیا تھا، آپ کو ابوالحکم ابن اخنس نے شہید کیا، آپ کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہوئی، اُحد کے میدان میں حضرت حمزہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کئے گئے۔

۳۶: عبد اللّٰہ ابن ابی الحمساء:

آپ عامری ہیں، بصرہ والوں میں آپ کا شمار ہے، صحابی ہیں۔

۳۷: عبد اللّٰہ ابن ابی الجدعاء:

آپ تمیمی ہیں، عبداللہ بن شقیق نے آپ سے روایات لی ہیں، آپ کا شمار اہل بصرہ میں ہے۔

۳۸: عبد اللّٰہ ابن جعفر:

آپ حضرت جعفر ابن ابی طالب کے فرزند ہیں، آپ کی والدہ بی بی اسماء بنت عمیس ہیں، حبشہ میں آپ کی پیدائش ہے، حبشہ میں آپ اسلام میں پہلے ہیں جو پیدا ہوئے، آپ نے نوے (۹۰) سال عمر پائی، ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، بڑے سخی تھے، آپ کا لقب بحر الجود تھا، بڑے خوش طبع اور حلیم تھے، بعض کہتے ہیں کہ اسلام میں ان جیسا سخی نہیں پیدا ہوا۔

۳۹: عبد اللّٰہ ابن جہم:

آپ انصاری ہیں، حضرت بسر ابن سعید نے آپ سے روایت لیں، ابوالجہم کنیت سے مشہور ہیں، جیم کی تختی میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

۴۰: عبد اللّٰہ ابن جزء:

آپ کی کنیت ابوالحارث ہے، سہمی ہیں، غزوہ بدر میں شریک ہوئے، آخر میں مصر میں قیام رہا، ۸۵ھ میں مصر میں وفات ہوئی۔

۴۱: عبد اللّٰہ ابن حُبشی:

آپ خثعمی ہیں، آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے، مکہ میں قیام رہا۔

۴۲: عبد اللہ ابن ابی حدرد:

آپ کے والد کا نام سلامہ ابن عمرو ہے، کنیت ابو حدرد اسلمی ہے، صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے پھر خیبر اور بعد کے غزوات رہے، (۸۱) اکیاسی سال عمر ہوئی، ۷۱ھ میں وفات پائی۔

۴۳: عبد اللہ ابن حنظلۃ:

آپ انصاری ہیں، آپ کے والد حنظلہ غسیل الملائکہ ہیں کہ انہیں فرشتوں نے غسل میت دیا، عبداللہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ سات سال کے تھے، آپ انصار کے سردار تھے، یزید کے مقابل اہل مدینہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اسی وجہ سے فتنہ حرہ میں ۶۳ھ میں آپ شہید کئے گئے۔

۴۴: عبد اللہ ابن حوالۃ:

آپ ازدی ہیں، شام میں قیام رہا، ۸۰ھ میں شام میں وفات پائی۔

۴۵: عبد اللہ ابن خبیب:

آپ جھنی ہیں، انصار کے حلیف ہیں، حجازی صحابی ہیں۔

۴۶: عبد اللہ ابن رواحۃ:

آپ انصاری خزرجی ہیں، انصار کے نقیب ہیں، بیعت عقبہ میں شریک ہوئے پھر سوائے فتح مکہ باقی تمام غزوات، بدر، احد، خندق وغیرہ میں شریک ہوئے آپ غزوہ موتہ ۸ھ میں امیر تھے وہاں شہید ہوئے، آپ بڑے شاعر تھے، حضور ﷺ انور نے آپ کے اشعار بہت شوق سے سنے ہیں، مشہور صحابی ہیں۔

۴۷: عبد اللہ ابن الزبیر:

آپ کی کنیت ابوبکر ہے، اسدی قرشی ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ کو آپ کے نانا جناب صدیق اکبر کی کنیت ابوبکر عطا فرمائی اور انہیں کا نام عبداللہ رکھا، آپ اسلام میں مہاجرین میں پہلے بچہ ہیں جو پیدا ہوئے ایک ہجری میں، ابوبکر صدیق نے کان میں اذان دی، مقام قبا میں بی بی اسماء بنت صدیق اکبر کے شکم سے پیدا ہوئے، آپ انہیں حضور کی خدمت میں لائیں، حضور ﷺ انور نے چھوہارے سے تحنیک کی، آپ کے پیٹ میں سب سے پہلے حضور ﷺ کا لعاب پہنچا پھر حضور ﷺ نے آپ کو دعا برکت دی، آپ کے سر اور چہرہ پر کوئی بال نہ تھا، آپ بہت زیادہ نماز روزے کے عادی تھے، آپ کے والد حضرت زبیر، والدہ بنت صدیق، نانا خود صدیق، دادی بی بی صفیہ حضور کی پھوپھی، خالہ حضرت عائشہ صدیقہ ہیں، آٹھ سال کی عمر میں ۶۴ھ میں آپ کے ہاتھ پر (لوگوں نے) بیعت کی، آپ کو حجاج ابن یوسف نے مکہ معظمہ میں ۱۷ سترہ جمادی الاخری ۷۳ھ منگل کے دن سولی دے کر شہید کیا، ۶۴ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی تھی، حجاز، یمن، عراق، خراسان وغیرہ کے مسلمانوں نے آپ کی

بیعت کرلی تھی بجز شام کے مسلمانوں کے، آپ نے اپنی خلافت میں آٹھ حج لوگوں کو کرائے۔

۴۸: عبد اللّٰہ ابن زمعۃ:

آپ قرشی اسدی ہیں، آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔

۴۹: عبد اللّٰہ ابن زید ابن عبد ربہ:

آپ زید ابن عبد ربہ کے فرزند ہیں، انصاری خزرجی ہیں، بیعت عقبہ، بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہے، اسلامی اذان آپ نے ہی خواب میں دی تھی ایک ہجری میں، چونسٹھ سال عمر پائی، مدینہ میں وفات ہوئی۔

۵۰: عبد اللّٰہ ابن زید ابن عاصم:

آپ انصاری مزنی ہیں، بدر میں شریک نہ ہوئے، احد میں شریک ہوئے، آپ نے حضرت وحشی بن حرب کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، آپ ۶۳ھ میں حرہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

۵۱: عبد اللّٰہ ابن السائب:

آپ قرشی مخزومی ہیں، اہل مکہ نے قراءت ان سے سیکھی، آپ شہادت ابن زبیر سے پہلے مکہ معظمہ میں فوت ہوئے، آپ کا شمار اہل مکہ میں ہے۔

۵۲: عبد اللّٰہ ابن سرجس:

آپ مزنی بصری ہیں، آپ کی احادیث بصرہ والوں میں بہت مشہور ہیں۔

۵۳: عبد اللّٰہ ابن سلام:

آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، اسرائیلی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے، بنی اسرائیل کے چوٹی کے عالم تھے، حضور ﷺ انور نے آپ کے جنتی ہونے کی شہادت دی، آپ کے بیٹوں یوسف اور محمد وغیرہما نے آپ سے روایات لیں، مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی، (آپ کے فضائل بہت ہیں، آپ کے متعلق بہت آیات ہیں)۔

۵۴: عبد اللّٰہ ابن سہل:

آپ انصاری حارثی ہیں، عبد الرحمٰن کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے، خیبر میں آپ ہی کو قتل کیا گیا، واقعہ مشہور ہے، حدیث قسامہ میں آپ کا ذکر آیا ہے۔

۵۵: عبد اللّٰہ ابن شخیر:

آپ عامری ہیں، قبیلہ بنی عامر کے وفد میں آپ بھی تھے جو حضور ﷺ انور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

۵۶ : عبد اللہ ابن صنابحی:

ان کا نام ابوعبداللہ ہے، بعض نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے مگر قوی یہ ہے کہ صنابحی تو صحابی ہیں مگر آپ کے بیٹے عبداللہ تابعی ہیں۔

۵۷ : عبد اللہ ابن عامر:

آپ عبداللہ ابن کریز کے بیٹے ہیں، قرشی ہیں، حضرت عثمان غنی کے ماموں زاد ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، حضور ﷺ نے آپ کو اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا دی، حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ تیرہ سال کے تھے، آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں، حضرت عثمان نے بصرہ اور خراسان کا حاکم مقرر کیا، آپ قتل عثمان تک وہاں ہی حاکم رہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں مستعفی ہوگئے، بڑے سخی کریم تھے، خراسان کے فاتح آپ ہی ہیں، آپ ہی کی ولایت میں کسریٰ قتل کیا گیا، آپ نے ہی بصرہ کی نہر کھدوائی، فارس کے بہت سے شہر، خراسان، اصفہان، حلوان، کرمان، اطراف فارس اور اکثر افغانستان آپ نے ہی فتح کئے، ۵۹ھ میں وفات پائی، آپ کے بہت فضائل ہیں۔

۵۸ : عبد اللہ ابن عباس:

آپ حضور انور ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں یعنی ام المومنین میمونہ کی بہن، ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے، حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی، حضور ﷺ انور نے آپ کو علم وحکمت کی دعائیں دیں، آپ کا لقب حبر الأمة ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم، آپ نہایت حسین بڑے عالم فقیہ مجتہد تھے، حضرت عمر نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا، ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ کرتے تھے، آخر میں نابینا ہو گئے تھے، ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی، اکہتر (۷۱) سال عمر ہوئی، آپ سے ایک خلق نے روایات لی ہیں۔

۵۹ : عبد اللہ ابن عمر:

آپ قرشی عدوی ہیں، حضرت فاروق کے فرزند، اپنے والد کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے، بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے، حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور ﷺ انور نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا، غزوہ خندق میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں آپ چودہ سالہ تھے، بڑے عابد زاہد محتاط اور متبع سنت تھے، حضرت جابر فرماتے ہیں: ''کہ ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کرلیا سوائے حضرت عبداللہ ابن عمر کے''، حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں: ''کہ میں نے ابن عمر جیسا متقی، ابن عباس جیسا عالم نہ دیکھا''، حضرت نافع کہتے ہیں: ''کہ ابن عمر نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کئے''، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور ۷۳ھ میں حضرت ابن زبیر کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی، آپ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ کو 'حل' میں دفن کیا جاوے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ 'ذی طوی' میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن کئے گئے میں آپ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا آپ نے فرمایا: ''کہ سورج تیرا انتظار نہ کرے گا''، وہ بولا: ''کہ میں چاہتا ہوں

کہ تیرا سر قلم کردوں"، آپ نے فرمایا: "کہ اگر تو چاہے تو ایسا کرسکتا ہے کیونکہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کردیا گیا ہے"، نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور ﷺ کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے، ان وجوہ سے حجاج آپ سے کینہ رکھنے لگا، اس نے ایک شخص سے کہا اس نے زہریلا نیزہ آپ کے تلوے میں چبھودیا، راہ چلتے ہوئے، اس سے آپ کی موت واقع ہوئی، چوراسی یا چھیاسی سال آپ کی عمر ہوئی، آپ کے فضائل بہت ہیں۔

۶۰: عبد اللّٰہ ابن عمرو ابن العاص:

آپ سہمی قرشی ہیں، آپ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے، آپ کے والد آپ سے تیرہ سال بڑے تھے، آپ بڑے عالم حافظ تھے، آپ نے حضور انور ﷺ سے احادیث لکھنے کی اجازت حاصل کی، آپ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے، کہ آپ کی وفات ۶۳ھ حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا ۷۳ھ میں یا ۶۷ھ میں مکہ معظمہ میں یا ۵۵ھ میں طائف میں یا ۶۵ھ میں مصر میں، ہوں یعلی ابن عطاء اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں: "کہ وہ حضرت ابن عمرو کے لئے سرمہ تیار رکھتی تھی تا کہ لگا کر سوئیں مگر آپ چراغ گل کردیتے تھے پھر خوف خدا سے رویا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں یعنی خراب ہوگئی تھیں"۔

۶۱: عبد اللّٰہ ابن مسعود:

آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، ہزلی ہیں، پرانے مومنین سے ہیں، حضرت عمر فاروق سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے، حضور انور ﷺ کے خاص خادم تھے، حضور ﷺ کے صاحب اسرار تھے، سفر میں حضور ﷺ انور کی نعلین مسواک وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا: "**رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد، وسخطت لها ما سخط لها ابن ام عبد یعنی ابن مسعود**" "کہ میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ناپسند کریں"، اخلاق عادات طور طریقہ میں حضور انور ﷺ سے بہت ملتے جلتے تھے، دبلے چھوٹے قد گندمی رنگ تھے، حضرت عمر کے زمانہ بلکہ خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی ۳۲ھ میں وفات ہوئی، ساٹھ (۶۰) سال سے زیادہ عمر پائی، خلفاء راشدین نے آپ سے احادیث لیں۔

۶۲: عبد اللّٰہ ابن قرط:

آپ ازدی ثمالی ہیں، آپ کا نام پہلے شیطان تھا حضور انور ﷺ نے عبداللہ رکھا، اہل شام میں آپ کا شمار ہے، ابوعبیدہ ابن جراح کی طرف سے حمص کے امیر رہے، ۵۶ھ میں قتل کئے گئے، روم میں شہید ہوئے۔

۶۳: عبد اللّٰہ ابن غنام:

آپ بیاضی ہیں، آپ کا شمار اہل حجاز میں سے ہے۔

۶۴: عبد اللہ ابن مغفل:

آپ مزنی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے، اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے، آپ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر نے بصرہ بھیجا لوگوں کو علم فقہ سکھانے کے لئے، آپ نے بصرہ میں ۶۰ھ میں وفات پائی، آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لیں، حسن بصری فرماتے ہیں: "کہ بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا"۔

۶۵: عبد اللہ ابن ھشام:

آپ قرشی تیمی ہیں، اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے، آپ کو آپ کی والدہ زینب بنت حمید بچپن میں حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں، حضور ﷺ انور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا دعا کی، بچپن کی وجہ سے بیعت نہ لی۔

۶۶: عبد اللہ ابن یزید:

آپ خطمی انصاری ہیں، صلح حدیبیہ میں سترہ سالہ تھے، وہاں شریک ہوئے، حضرت ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ کے گورنر رہے، اسی زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی، امام شعبی آپ کے کاتب یعنی میر منشی تھے۔

۶۷: عاصم ابن ثابت:

آپ کی کنیت ابوسلیمان ہے، انصاری بدری ہیں، غزوہ رجیع میں جب بنی لحیان نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر کاٹ لیا تو لاش کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی، آپ عاصم ابن عمر ابن خطاب کے نانا ہیں، آپ کے قتل کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے دس آدمیوں کی جماعت بھیجی، جناب عاصم کو ان کا امیر بنایا، یہ لوگ جب مکہ معظمہ اور عسفان کے قریب پہنچے تو ان کا دوسو آدمیوں بنی لحیان نے پتہ لگایا کھوج لیتے ہوئے یعنی مدینہ کی کھجوروں کی گھٹلیوں کے نشان کے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچ گئے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہم گھیرے میں آ گئے تو انہوں نے ایک ہموار جگہ میں پناہ لے لی، کفار بولے اپنے کو ہمارے حوالہ کرو تم کو امان ہے، عاصم نے کہا کہ مجھے کفار کی امان کا اطمینان نہیں، خدایا اپنے حبیب ﷺ کو ہماری خبر پہنچا دے، کفار کے تیروں نے عاصم سمیت سات صحابہ کو شہید کر دیا، حضور انور ﷺ نے صحابہ کرام کو مدینہ میں بیٹھے ہوئے اس واقعہ کی خبر دی، جب کفار قریش کو پتہ لگا کہ عاصم شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے اپنے آدمی آپ کی لاش پر بھیجے تا کہ ان کا کوئی عضو کاٹ کر لاویں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی لاش پر شہد کی مکھیاں اس قدر بھیج دیں کہ کوئی کافر آپ تک نہ پہنچ سکا، پورا واقعہ بخاری شریف میں ہے۔

۶۸: عامر الرام:

حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں، ایک آدھ روایت بھی آپ سے ہے (رام اصل میں رامی ہے تیر انداز کے معنی میں ہے)۔

۶۹ : عامر ابن ربیعه:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، عنزی ہیں، دو ہجرتیں کیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، پرانے مومن ہیں ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

۷۰: عامر ابن مسعود:

آپ مسعود ابن امیہ ابن خلف کے بیٹے ہیں یعنی امیہ کے پوتے،صفوان ابن امیہ کے بھتیجے،حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں،آپ سے ایک مرسل حدیث ترمذی نے کتاب الصوم میں روایت کی،ابن مندہ اور ابن عبدالبر نے آپ کو صحابی مانا ہے،ابن معین کہتے ہیں کہ آپ تابعی ہیں۔

۷۱: عائذ ابن عمرو:

آپ اہل مدینہ سے ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے،آخر میں بصرہ میں رہے۔

۷۲: عباد ابن بشر:

آپ انصاری ہیں، سعد ابن معاذ سے پہلے آپ مدینہ منورہ میں اسلام لائے، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،کعب ابن اشرف کے قتل میں آپ شریک ہوئے،فضلاء صحابہ سے ہیں۔

۷۳: عباد ابن عبد المطلب:

آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے،آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

۷۴: عبادة ابن الصامت:

آپ کی کنیت ابوالولید ہے، انصاری سالمی ہیں، نقیب انصار تھے، عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے پھر بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضرت عمر نے آپ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا، آپ حمص میں مقیم رہے پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے، رملہ یا بیت المقدس میں وفات پائی، بہتر (۷۲) سال عمر پائی ۳۴ھ میں وفات ہوئی، مشہور صحابی ہیں۔

۷۵: عباس ابن عبد المطلب:

آپ حضور انور ﷺ کے چچا ہیں، حضور ﷺ انور سے دو سال بڑے تھے، آپ کی والدہ نمر بن قاسط قبیلہ کی ایک بی بی تھیں، آپ پہلی وہ بی بی ہیں جنہوں نے کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیونکہ ایک بار حضرت عباس گم ہوگئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جاوے تو میں کعبہ کو بہترین غلاف پہناؤں گی، زمانہ جاہلیت میں حضرت عباس خادم کعبہ حجاج کو زمزم دینے والے اور کعبہ کو آباد کرنے والے تھے جو طواف کعبہ کرنے آتا اس سے آپ تقویٰ

وطہارت کا عہد لیتے تھے، آپ نے اپنی وفات کے وقت ۷۰ ستر غلام آزاد کیے، واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے، اٹھاسی (۸۸) سال عمر پائی، بارہ رجب جمعہ کے دن ۳۲ھ کو وفات ہوئی، بقیع میں دفن ہوئے، آپ پہلے مسلمان ہو چکے تھے مگر اپنا ایمان ظاہر نہ کرتے تھے، بدر میں کفار جبراً آپ کو اپنے ساتھ لائے تھے، حضور انور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں، اسی غزوہ میں ابو یسر یعنی کعب ابن عمر نے آپ کو قید کر لیا تھا، آپ فدیہ دے کر چھوٹے مکہ معظمہ واپس گئے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ آئے۔

(فتح مکہ کے لئے حضور ﷺ جا رہے تھے اور حضرت عباس مکہ سے مدینہ آ رہے تھے کہ راہ میں ملاقات ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ عباس خاتم المہاجرین یعنی آخری مہاجر ہیں، جنت البقیع میں آپ کی قبر ہے حضرت فاطمہ زہرا کے پاس)۔

۷۶: عباس ابن مرداس:

آپ کی کنیت ابو الهشیم ہے، سلمی ہیں، بڑے شاعر تھے، فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے، مؤلفۃ القلوب سے تھے پھر کامل مومن ہوئے، آپ نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب نہیں پی۔

۷۷: عبد المطلب ابن ربیعة:

آپ ربیعہ ابن حارث ابن عبد المطلب ابن ہاشم کے بیٹے ہیں، قرشی ہیں، مدینہ منورہ میں رہے پھر دمشق چلے گئے، وہاں ہی ۶۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۷۸: عبد اللہ ابن محصن:

آپ انصاری خطمی ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

۷۹: عبید ابن خالد:

آپ سلمی بہزی ہیں، مہاجر ہیں، آخر میں کوفہ میں رہے۔

۸۰: عتاب ابن اسید:

آپ قرشی اموی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، حضور ﷺ نے اسی سال آپ کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر فرمایا یعنی حنین کی طرف روانگی کے وقت، حضور انور ﷺ کی وفات تک آپ مکہ کے حاکم رہے، خلافت صدیق میں بھی اسی عہدے پر رہے، ۱۳ھ میں خاص صدیق اکبر کے وفات کے دن مکہ معظمہ میں وفات پائی، سردارن قریش میں سے ہیں۔

۸۱: عتبة ابن اسید:

آپ کی کنیت ابو بصیر ہے، ثقفی ہیں اور بنی زہرہ کے حلیف ہیں، پرانے مومنین میں سے ہیں، غزوہ حدیبیہ میں آپ کا ذکر آتا ہے،

آپ نے ہی مکہ والوں پر حملہ کیا جو آپ کو پکڑنے مدینہ منورہ آئے تھے، آپ ہی کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ تو جنگ بھڑکانے والا ہے، قصہ مشہور ہے حضور ﷺ انور کے زمانہ ہی میں وفات ہوئی۔ (آپ نے ہی پانی کے گھاٹ پر ان مسلمانوں کی جماعت جمع کرلی جو مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں قید تھے، آپ نے ہی کفار مکہ کا یہ راستہ بند کردیا جس پر وہ چیخ اٹھے)۔

۸۲: عتبة ابن عبد السلمي:

بعض نے فرمایا کہ انہی کا نام عتبہ ابن ندر ہے، بعض نے کہا کہ یہ دو حضرات ہیں ان کا نام عتلہ تھا، حضور انور ﷺ نے عتبہ رکھا، غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، چورانوے (۹۴) سال عمر پائی، ۸۷ھ میں حمص میں وفات ہوئی، واقدی کہتے ہیں کہ آپ شام کے آخری صحابی ہیں جن کی وفات سے شام صحابہ سے خالی ہوگیا۔

۸۳: عتبة ابن غزوان:

آپ مازنی ہیں، پرانے مومن ہیں، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ منورہ کی طرف، بدر وغیرہ میں شریک ہوئے، آپ ساتویں مسلمان ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا، آپ نے بصرہ کی بنیاد رکھی، پھر آپ حضرت عمر کے پاس آئے تو آپ نے اسے گورنر بنا کر وہاں ہی واپس فرمادیا، راستے میں انتقال ہوا ۵۷ (ستاون) سال عمر ہوئی ۱۵ھ میں وفات پائی۔

۸۴: العداء ابن خالد:

آپ خالد ابن ھوزہ کے بیٹے ہیں، عامری ہیں فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، دیہات میں رہتے تھے، اہل بصرہ میں آپ کی احادیث مشہور ہیں۔

۸۵: عدی ابن حاتم:

آپ حاتم طائی (مشہور سخی) کے بیٹے ہیں، شعبان ۷ھ میں حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لائے، کوفہ میں قیام رہا، جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی، صفین اور نہروان میں شریک ہوئے، ایک سو بیس (۱۲۰) سال عمر ہوئی، ۶۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ مقام قرقیسیا میں وفات ہوئی۔

۸۶: عدی ابن عميرة:

آپ کندی حضرمی ہیں، اولاً کوفہ میں رہے پھر جزیرہ میں رہے وہاں ہی آپ کی وفات ہے۔

۸۷: عرباض ابن سارية:

آپ کی کنیت ابو نجیح ہے، سلمی ہیں، صفہ والوں میں سے تھے، شام میں رہے وہاں ہی ۷۵ھ میں وفات ہوئی، مشہور صحابی ہیں۔

۸۸: عرفجة ابن اسعد:

آپ ہی وہ صحابی ہیں جن سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم چاندی کی ناک لگالو، پھر فرمایا سونے کی ناک لگالو، جنگ کلاب میں آپ کی ناک جاتی رہی تھی۔

۸۹: عروة ابن ابی الجعد:

آپ بارقی ہیں، بارق قبیلہ سے آپ کا تعلق ہے حضرت عمر نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا۔

۹۰: عروة ابن مسعود:

آپ صلح حدیبیہ میں کافروں کی طرف سے آئے تھے، خود کافر تھے پھر ۹ھ میں جب حضور ﷺ طائف سے واپس ہوئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے، آپ کے نکاح میں اس وقت بہت عورتیں تھیں، حضور ﷺ انور نے حکم دیا چار رکھو باقی کو علیحدہ کردو، پھر حضور سے اجازت لے کر اپنے گھر واپس گئے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی انہوں نے انکار کیا، آپ فجر کے وقت اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گئے، وہاں اذان دی کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھا، ایک ثقفی نے آپ کو وہاں ہی تیر مارا جس سے آپ شہید ہو گئے، حضور انور ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر دی گئی تو فرمایا کہ عروہ سورۃ یٰسین والے کی مثل ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم کو رب کی طرف بلایا تھا، انہوں نے بھی انہیں اسی وجہ سے قتل کردیا تھا۔

۹۱: عطية ابن قيس:

آپ سعدی ہیں، صحابی ہیں، یمن اور شام میں آپ کی احادیث مشہور ہیں۔

۹۲: عطية ابن بسر:

آپ مازنی ہیں، عبداللہ ابن بسر کے بھائی ہیں، آپ سے ایک حدیث مکھن اور چھوہارے کھانے سے متعلق مروی ہے، حضرت مکحول نے آپ سے روایت کی ہے۔

۹۳: عطية قرظی:

آپ بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے تھے، آپ کے والد کا نام معلوم نہ ہوسکا، آنحضرت ﷺ کے صحابی ہیں۔

۹۴: عقبة ابن رافع:

آپ قرشی ہیں، افریقہ میں شہید ہوئے کہ ۳۶ھ میں آپ کو بربر نے قتل کیا، آپ کا ذکر خواب کی تعبیروں کی حدیث میں آتا ہے۔

۹۵: عقبة ابن عامر:

آپ جُھنی ہیں، عتبہ ابن ابی سفیان کے بعد امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر امیر معاویہ نے آپ کو معزول کردیا،

۵۸ھ میں مصر میں آپ کی وفات ہوئی، آپ سے چند صحابہ اور بہت تابعین نے احادیث نقل کیں۔

۹۶ : عقبة ابن الحارث:

آپ قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ کا شمار اہل مکہ میں ہے۔

۹۷ : عقبة ابن عمرو:

آپ کی کنیت ابو مسعود ہے، آپ کا ذکر 'میم' کے تحت میں آوے گا۔

۹۸ : عكاشة ابن محصن:

آپ اسدی ہیں بنی امیہ کے حلیف تھے، آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے وہاں بڑی تکالیف اٹھائیں، بعد میں تمام غزوات میں شریک ہوئے، بدر میں آپ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور انور ﷺ نے آپ کو کھجور کی (چھڑی) دیدی وہ آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی، خلافت صدیقی میں آپ افضل صحابہ میں شمار ہوتے تھے، چون سال عمر پائی، آپ کی بہن ام قیس نے اور بہت صحابہ نے آپ سے احادیث لیں، (آپ کے بڑے عجیب عجیب واقعات مشہور ہیں، آپ ان حضرات میں سے ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے، مسیلمہ کذاب کے مرتدین نے آپ کو شہید کیا)

۹۹ : عكرمة ابن ابى جهل:

آپ عمرو ابن ہشام مخزومی قرشی یعنی ابو جہل کے بیٹے ہیں، آپ کو اور ابو جہل کو حضور ﷺ انور سے سخت عداوت تھی، مشہور شہ سوار تھے، فتح مکہ کے دن یمن بھاگ گئے پھر آپ کی بیوی ام حکیم بنت الحارث آپ کو نبی ﷺ کی خدمت میں لائی، حضور انور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: مرحبا مہاجر سوار تو یہ آپ پر ایمان لے آئے یعنی فتح مکہ کے موقعہ پر ۸ھ میں آپ کا اسلام بہت ہی مقبول ہوا، ۱۳ھ میں غزوہ یرموک میں شہید ہوئے، باسٹھ (۶۲) سال عمر ہوئی، حضور انور ﷺ نے جناب ام سلمہ سے فرمایا تھا: "کہ میں نے جنت میں ابو جہل کا ایک درخت دیکھا جب عکرمہ ایمان لائے تو فرمایا کہ یا ام سلمہ یہ ہی ہے ہماری خواب کی تعبیر"، ایک بار عکرمہ نے حضور ﷺ انور سے شکایت کی کہ لوگ مجھے اللہ کے دشمن کا بیٹا کہتے ہیں حضور انور ﷺ نے خطبہ فرمایا کہ جو جاہلیت میں سردار تھے وہ اسلام میں بھی سردار رہیں گے جبکہ فقیہ ہوں، شیخ عبد الحق نے مدارج النبوۃ میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کوئی عکرمہ کے سامنے ابو جہل کو برا نہ کہے۔

۱۰۰ : العلاء الحضرمي:

حضرمی کا نام عبد اللہ ہے چونکہ آپ حضرموت کے رہنے والے تھے اس لئے حضرمی کہلاتے تھے، آپ حضور انور ﷺ کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے، حضرت ابو بکر و عمر نے بھی آپ کو اسی عہدہ پر رکھا حتیٰ کہ آپ کی وفات ۱۴ھ میں ہوگئی۔

۱۰۱: علقمة ابن وقاص:

آپ لیثی ہیں، حضور انور ﷺ کی حیات شریف میں پیدا ہوئے، غزوہ خندق میں شریک ہوئے، عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں وفات پائی، مدینہ منورہ میں قبر ہے۔

۱۰۲: عمار ابن یاسر:

آپ عنسیہیں، بنی مخزوم قبیلہ کے آزاد کردہ، آپ کے والد یاسر اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ اپنے چوتھے بھائی کی تلاش میں مکہ معظّمہ آئے، حارث اور مالک تو یمن چلے گئے، یاسر مکہ معظّمہ رہ گئے اور انہوں نے ابوحذیفہ ابن مغیرہ سے حلف کرلیا، ابوحذیفہ نے اپنی لونڈی سمیہ کا نکاح یاسر سے کردیا جس سے عمار پیدا ہوئے، ابوحذیفہ نے انہیں آزاد کردیا، حضرت عمار پرانے مومنین سے ہیں، اسلام کی وجہ سے آپ کو مکہ والوں نے بہت ہی دکھ دیئے تاکہ اسلام چھوڑ دیں، ایک بار آپ کو آگ میں زندہ ڈال دیا، اتفاقاً حضور انور ﷺ وہاں سے گزرے آگ سے فرمایا: ''اے آگ! عمار پر اسی طرح ٹھنڈی سلامتی والی ہوجا جس طرح حضرت ابراہیم پر ہوئی تھی'' چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ مہاجرین اولین سے ہیں، بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کا نام طیب مطیب رکھا یعنی صاف ستھرے، جنگ صفین میں آپ حضرت علی کے ساتھ تھے، ۳۷ھ میں شہید ہوئے، ترانوے (۹۳) سال عمر پائی۔

۱۰۳: عمرو ابن الاحوص:

آپ کلابی ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے سلیمان نے احادیث روایت کیں۔

۱۰۴: عمرو ابن الاخطب:

آپ کی کنیت ابوزید ہے، اسی میں مشہور ہیں، انصاری ہیں، کئی غزوات میں حضور انور ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کے سر پر دست اقدس پھیرا اور حسن و جمال کی دعا فرمائی، سو برس سے زیادہ عمر ہوئی مگر سر اور ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید ہوئے، آپ سے بہت صحابہ نے احادیث نقل فرمائیں۔

۱۰۵: عمرو ابن امیة:

آپ ضمری ہیں، بدر و احد میں مشرکوں کے ساتھ آئے تھے مگر احد سے واپسی پر مسلمان ہوگئے، عرب کے مشہور بہادر تھے، مسلمانوں کے ساتھ پہلے غزوہ بیر معونہ میں شریک ہوئے، آپ کو عامر ابن طفیل نے اس غزوہ میں قید کرلیا پھر چھوڑ دیا، سن ۶ھ میں حضور انور ﷺ نے آپ کو دعوت اسلام کے لئے حبشہ بھیجا، آپ نے حضور اکرم ﷺ کا دعوتی خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو دیا جس سے وہ مسلمان ہوگیا، آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ ۶۰ھ میں وفات ہے۔

۱۰۶: عمرو ابن الحارث:

آپ خزاعی ہیں، ام المومنین جویریہ کے بھائی ہیں، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

۱۰۷: عمرو ابن حریث:

آپ قرشی مخزومی ہیں، حضور انور ﷺ کو دیکھا، حضور ﷺ سے سنا ہے، حضور انور ﷺ نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی، حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ بارہ سال کے تھے، کوفہ کے حاکم رہے، ۸۵ھ میں وفات پائی، کوفہ میں دفن ہوئے۔

۱۰۸: عمرو ابن حزم:

آپ کی کنیت ابوضحاک ہے، انصاری ہیں، غزوہ خندق میں شریک ہوئے، اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، حضور انور ﷺ نے آپ کو نجران کا حاکم بنایا اور آپ کے نام خط لکھا، ۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۱۰۹: عمرو ابن سعید:

آپ قرشی ہیں، دو ہجرتوں والے ہیں، پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی پھر مدینہ منورہ میں رہے، حضرت جعفر ابن ابی طالب کے ساتھ خیبر کے سال مدینہ پہنچے، ۱۳ھ میں شام میں شہید کئے گئے۔

۱۱۰: عمرو ابن سلمة:

آپ مخزومی ہیں، حضور انور ﷺ کا زمانہ پایا، اپنی قوم کی امامت کرتے تھے کیونکہ ان میں قرآن کے زیادہ قاری آپ ہی تھے، کہا گیا ہے کہ اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ انور کی خدمت میں حاضر ہوئے، آخر میں بصرہ میں رہے، آپ چھ سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔

۱۱۱: عمرو ابن العاص:

آپ سہمی قرشی ہیں، ۵ھ یا ۸ھ میں اسلام لائے، آپ اور خالد ابن ولید اور عثمان ابن طلحہ ایک ساتھ آکر مسلمان ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا، حضور ﷺ کی وفات تک آپ حاکم رہے پھر حضرت عمر عثمان اور معاویہ نے آپ کو حاکم بنایا، مصر آپ نے ہی فتح کیا اور وفات تک مصر کے حاکم رہے، حضرت عثمان نے چار سال تو آپ کو عامل رکھا پھر معزول کر دیا پھر امیر معاویہ نے اپنی حکومت میں وہاں کا حاکم بنایا، نوے (۹۰) سال عمر ہوئی، ۴۳ھ میں وفات پائی، آپ کے بعد آپ کے بیٹے عبداللہ ابن عمرو مصر کے حاکم ہوئے جنہیں حضرت معاویہ نے معزول کر دیا، بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں جیسے عبداللہ ابن عمر، قیس ابن ابی حازم وغیرہ۔

۱۱۲ : عمرو ابن عبسة:

آپ کی کنیت ابونجیح ہے، سلمی ہیں، پرانے مومنین میں سے ہیں حتیٰ کہ بعض نے فرمایا کہ آپ چوتھے مسلمان ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ کو مومن بننے کے بعد فرمایا تھا کہ ابھی اپنے وطن جاؤ، جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے تب ہمارے پاس آجانا چنانچہ آپ کو فتح خیبر کی جب خبر ملی تو حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور وہاں ہی رہے، آپ کا شمار اہل شام میں ہوتا ہے۔

۱۱۳ : عمرو ابن عوف:

آپ انصاری ہیں، بدر میں شریک ہوئے اور مدینہ منورہ میں رہے۔

۱۱۴ : عمرو ابن عوف مزنی:

آپ بڑے پرانے مومنین سے ہیں، آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: **تولوا واعینهم تفیض من الدمع** مدینہ منورہ میں رہے، وہاں ہی امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

۱۱۵ : عمرو ابن الحمق:

آپ خزاعی ہیں، صحابی ہیں، ۵۱ھ میں موصل میں شہید کئے گئے۔

۱۱۶ : عمرو ابن مرة:

آپ کی کنیت ابومریم ہے، جُھنی ہیں یا ازدی، اکثر غزوات میں شریک ہوئے، شام میں قیام رہا اور امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔

۱۱۷ : عمرو ابن قیس:

آپ قرشی عامری ہیں، آپ کا دوسرا نام عبداللہ ہے، آپ ہی کو ابن ام مکتوم کہتے ہیں، نابینا تھے، آپ کی والدہ کا نام عاتکہ ہے، آپ ام المومنین خدیجہ کبریٰ کے ماموں زاد یا خالہ زاد بھائی ہیں، مکہ معظمہ میں اول ہی میں ایمان لائے، آپ نے مصعب ابن عمیر کے ساتھ ہجرت کی، مہاجرین اولین میں سے ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ کو بارہا مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور سفر میں تشریف لے گئے، آخری بار حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو نائب بنایا، وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ غزوہ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ (سورہ **عبس وتولیٰ** آپ ہی کے متعلق نازل ہوئی، اس سورۃ کے نزول کے بعد حضور انور ﷺ آپ کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے)۔

۱۱۸ : عمرو ابن تغلب:

آپ عبدی ہیں یعنی قبیلہ بنی عبدالقیس سے، آپ سے خواجہ بصری وغیرہم نے احادیث لیں۔

۱۱۹ : عکراش ابن ذویب:

آپ تمیمی ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، آپ اپنی قوم کے صدقات لے کر حضور ﷺ انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۱۲۰ : عمران ابن حصین:

آپ کی کنیت ابو نجید ہے، خزاعی ہیں کعبی ہیں، خیبر کے سال ایمان لائے، تا وفات بصرہ میں رہے، ۵۲ھ میں آپ کی وفات ہے، آپ فضلاء صحابہ سے تھے۔ (آپ کو حضرت عمر نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا، ابن سیرین کہتے ہیں کہ بصرہ میں کوئی صحابی آپ سے افضل نہ تھا، آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے)

۱۲۱ : عمیر مولیٰ آبی اللحم:

آپ آبی اللحم کے آزاد کردہ غلام غفاری حجازی ہیں، غزوہ خیبر میں اپنے مولی کے ساتھ حاضر ہوئے، حضور انور ﷺ کو دیکھا ہے، حضور ﷺ کی احادیث حفظ کی ہیں، آپ سے ایک جماعت نے روایات لیں۔

۱۲۲ : عمیر ابن حمام:

آپ انصاری ہیں، بدر میں شریک اور شہید ہوئے، خالد ابن اعلم نے آپ کو شہید کیا، آپ انصار میں پہلے شہید ہیں جو راہ خدا میں شہید ہوئے۔

۱۲۳ : عوف ابن مالک:

آپ اشجعی ہیں، غزوہ خیبر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے، بنی اشجع کا جھنڈا فتح مکہ کے دن آپ کے ہاتھ تھا، آخر میں شام میں رہے وہاں ہی ۷۳ھ میں وفات پائی۔

۱۲۴ : عویم ابن ساعدۃ:

آپ انصاری اوسی ہیں، دونوں بیعت عقبہ میں اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، قوی یہ ہے کہ آپ خلافت فاروقی میں فوت ہوئے، عمر پینسٹھ سال ہوئی، حضرت عمر نے آپ سے روایت کی۔

۱۲۵ : عویمر ابن عامر:

آپ کی کنیت ابو الدرداء ہے، اسی کنیت میں مشہور ہیں، 'دال' کی تختی میں آپ کا ذکر ہو چکا ہے۔

۱۲۶ : عویمر ابن ابیض:

آپ انصاری عجلانی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ وہ ہی عویمر ہیں جن کا لعان کا واقعہ احادیث میں آتا ہے، بعض کا قول ہے کہ وہ عویمر دوسرے ہیں ان کا نام عویمر ابن حارث ابن زید ابن حارثہ ابن جد ابن عجلان ہے۔

۱۲۷ : عياض ابن حمار:

آپ تیمی مجاشعی ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، حضور ﷺ انور کا ان پر بہت کرم تھا دوست تھے۔

۱۲۸ : عصام المزني:

آپ صحابی ہیں، بہت ہی کم روایات کرتے ہیں، جہاد میں آپ سے روایت ہے۔

۱۲۹ : عتبان ابن مالك:

آپ خزرجی سالمی ہیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

۱۳۰ : عمارة ابن خزيمة:

آپ خزیمہ ابن ثابت کے بیٹے ہیں، انصاری ہیں، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳۱ : عمارة ابن رويبه:

آپ ثقفی ہیں، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے، بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں۔

۱۳۲ : عرس ابن عميرة:

آپ کندی ہیں، آپ سے آپ کے بھتیجے عدی نے روایات لیں۔

۱۳۳ : عياش ابن ابي ربيعة:

آپ مخزومی قرشی ہیں، ابوجہل کے اخیافی بھائی ہیں، بڑے پرانے مومن ہیں، حضور انور کے دارارقم میں جانے سے پہلے ایمان لائے، آپ نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جب آپ ہجرت کر کے آئے تو ابوجہل اور اس کا بھائی حارث ابن ہشام آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ماں نے قسم کھائی ہے کہ وہ تم کو دیکھے بغیر سایہ میں نہ بیٹھے گی، تم مکہ چلو تا کہ تمہاری ماں سایہ لے چنانچہ آپ ان دونوں کے ساتھ مکہ معظمہ چلے گئے، انہوں نے وہاں لے جا کر آپ کو قید کر دیا اور بہت ایذائیں دیں، حضور انور ﷺ نے قنوت نازلہ میں آپ کے لئے دعائیں فرمائیں: "الٰہی عیاش کو نجات دے"، آپ خلافت فاروقی میں مُلک شام کی جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

۱۳۴ : عابس ابن ربيعة:

آپ غطیفی ہیں، فتح مصر میں شریک ہوئے، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے آپ سے روایات لیں۔

۱۳۵ : ابو عبيدة ابن الجراح:

آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن جراح ہے، فہری قرشی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اس امت کے امین ہیں، حضرت عثمان

ابن مظعون کے ساتھ ایمان لائے پھر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، تمام غزوات میں شامل رہے، احد میں ثابت قدم رہے، خود کے دو حلقے جو حضور انور ﷺ کے سر کے زخم میں گڑھ گئے تھے آپ نے نکالے جس سے آپ کی ثنایا دانت گر گئے، یہ واقعہ غزوہ احد میں ہو ۱۸ھ میں، طاعون عمواس میں وفات ہوئی، اٹھاون (۵۸) سال عمر ہوئی، حضرت معاذ بن جبل نے آپ کا جنازہ پڑھایا، مقام بیسان میں دفن ہوئے، حضور انور ﷺ سے فہر ابن مالک میں مل جاتے ہیں۔ (آپ اسلام کے بڑے جرنیل ہیں، شام کے فاتح آپ ہی ہیں، حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: ''کہ اگر آج ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں خلافت ان کے سپرد کر دیتا)''۔

۱۳۶ : ابو العاص ابن الربیع:

آپ کا نام مقسم یا لقیط ہے، حضور انور ﷺ کے داماد ہیں یعنی حضرت زینب بنت رسول اللہ کے خاوند، غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے آئے تھے، مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو گئے پھر چھوڑے گئے، مکہ معظمہ جا کر پھر حضور انور ﷺ کی خدمت میں مہاجر بن کر آئے، حضور انور ﷺ آپ سے اور آپ کی وفاداری صادق الوعد ہونے کی وجہ سے بہت خوش تھے، خلافت صدیقی میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، بہت صحابہ نے آپ سے احادیث لیں۔

۱۳۷ : ابو غیاش:

آپ کا نام زید ابن صامت ہے، انصاری زرقی ہیں، چالیس ۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔

۱۳۸ : ابو عمر ابن حفص:

آپ حفص ابن مغیرہ کے بیٹے ہیں، مخزومی ہیں، آپ کا نام عبدالمجید یا احمد ہے۔

۱۳۹ : ابو عبس عبد الرحمان:

آپ ابن جبیر کے بیٹے ہیں، حارثی ہیں، بدر میں شریک ہوئے، ۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، وہاں ہی دفن ہوئے، ۷۰ (ستر) سال عمر ہوئی۔

۱۴۰ : ابو عسیب:

آپ حضور انور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ کا نام احمر ہے۔

صحابیات

۱ : عائشہ صدیقة:

آپ ام المومنین ہیں، ابو بکر صدیق کی دختر، آپ کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ سے نکاح

کا پیغام دیا، نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے، ۲ھ شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی، اس وقت آپ کی عمر شریف صرف نو برس تھی، نو سال حضور انور ﷺ کے ساتھ رہیں، حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی، آپ کے سوا کسی کنواری بیوی سے حضور انور ﷺ نے نکاح نہیں کیا، بے مثال عالمہ فقیہہ فصیحہ فاضلہ تھیں، حضور انور سے بہت سی احادیث روایت فرمائیں، تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی، اشعار عرب پر بڑی نظر تھی، مدینہ منورہ میں ۱۷ سترہ رمضان منگل کی رات ۵۸ھ میں وفات ہوئی، وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے، آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں، آپ پر حضرت ابو ہریرہ نے نماز پڑھائی، مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے حاکم تھے امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔ (صرف آپ کے بستر میں حضور ﷺ پر وحی آئی) حضرت جبرائیل آپ کو سلام کرتے تھے، آپ پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ کی براءت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم اور حضرت یوسف کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ بنے۔

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر (۱۷۴) متفق علیہ ہیں یعنی بخاری مسلم دونوں کی روایات اور چون (۵۴) احادیث صرف بخاری کی ہیں، اڑسٹھ (۶۸) احادیث صرف مسلم کی، عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا)۔

۲: عمرة بنت رواحة:

آپ انصاریہ ہیں، نعمان ابن بشیر کی والدہ، آپ سے بشیر ابن سعد نے احادیث لیں۔

۳: ام عُمارة:

آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، انصاریہ ہیں، بیعت عقبہ میں شریک ہوئیں پھر اپنے خاوند زید ابن عاصم کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئیں، پھر بیعت الرضوان میں اور غزوہ یمامہ میں خود جہاد کیا حتیٰ کہ آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور جسم پر بارہ زخم نیزوں تلواروں کے کھائے، بہت لوگوں نے آپ سے روایات لیں۔

۴: ام العلاء:

آپ انصاریہ صحابیہ ہیں، خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں، حضور انور ﷺ آپ کی بیماری میں آپ کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

۵: ام عطية:

آپ کا نام نسیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے، انصاریہ ہیں، بہت صحابیات نے آپ سے احادیث روایت کیں، اکثر حضور ﷺ انور کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ آپ کے بہت فضائل ہیں۔

غ

صحابہ کرام

۱: غُضَیف ابن الحارث:

آپ ثمالی ہیں، کنیت ابو اسماء ہے، شامی ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، حضور ﷺ سے بیعت کی، بعض لوگوں نے آپ کو تابعی کہا مگر قوی یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔

۲: غیلان ابن سلمة:

آپ ثقفی ہیں، فتح طائف کے بعد ایمان لائے، وہیں رہے ہجرت نہیں کی، ثقیف کے سرداروں میں سے تھے، بڑے شاعر اور عبادت گزار تھے، حضرت عمر فاروق کی خلافت میں وفات پائی۔

ف

صحابہ کرام

۱: الفضل ابن عباس:

آپ حضور انور ﷺ کے چچازاد ہیں، حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے، حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے، حضور ﷺ انور کو غسل دینے والوں میں آپ بھی تھے پھر شام میں جہاد کرتے رہے، اردن کے علاقہ میں وفات پائی، بعض نے کہا کہ یرموک میں شہید ہوئے، اکیس سال عمر ہوئی، اپنے بھائی عبداللہ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایات کرتے ہیں۔

۲: فضالة ابن عبید:

آپ انصاری اوسی ہیں، احد اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے، بیعت رضوان میں شامل ہوئے، امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے قاضی رہے جبکہ وہ صفین کی جنگ میں گئے، ۵۳ھ زمانہ معاویہ میں وفات پائی۔

۳: الفجیع ابن عبد اللہ:

آپ عامری ہیں، اپنی قوم کے نمائندے بن کر حضور ﷺ انور کی خدمت میں آئے اور حضور ﷺ سے احادیث سنیں۔

۴: فروة ابن مسک:

آپ مراوی غطیفی ہیں، اہل یمن سے ہیں، ۹ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے، خلافت فاروقی

میں کوفہ چلے گئے، شاعر بھی تھے بہت عابد زاہد تھے۔

۵: فروة ابن عمرو:

آپ بیاضی انصاری ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔

۶: فیروز الدیلمی:

آپ حمیری فارسی ہیں، صنعاء میں رہے، آپ نے یمن میں اسود عنسی مدعی نبوت کو قتل کیا، حضور ﷺ کی وفات سے بالکل قریب یہ واقعہ ہوا، خلافت عثمانیہ میں وفات ہوئی، آپ سے ضحاک اور عبداللہ نے روایات لیں۔

صحابیات

۱: فاطمة الکبریٰ:

آپ حضور انور ﷺ کی چھوٹی صاحبزادی ہیں، والدہ خدیجہ الکبریٰ ہیں، لقب زہرا اور سیدۃ نساء العالمین ہیں، ظہور نبوت سے پانچ سال قبل مکہ معظمہ میں آپ کی ولادت ہے، رمضان ۲ھ میں حضرت علی سے آپ کا نکاح ہوا، بقرعید کے مہینہ رخصتی ہوئی، آپ سے حسن، حسین، محسن تین بیٹے اور زینب، ام کلثوم، رقیہ تین بیٹیاں ہوئیں، حضور انور ﷺ کی وفات سے چھ ماہ بعد تین رمضان سہ شنبہ ۱۱ھ دن میں وفات پائی، اٹھائیس (۲۸) سال عمر ہوئی، حضرت علی نے غسل دیا، حضرت عباس نے جنازہ پڑھایا، وصیت کے مطابق رات کو دفنائی گئی، علی، حسن، حسین اور ایک جماعت صحابہ نے آپ سے احادیث روایت کیں، عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے زیادہ سچی عورت نہیں دیکھی۔

۲: فاطمة بنت ابی حبیش:

آپ قرشیہ اسدیہ ہیں، انہیں کو استحاضہ کا خون بہت آتا تھا، عبداللہ ابن جحش کی زوجہ ہیں، عروہ ابن زبیر اور حضرت ام سلمہ نے ان سے روایات لیں۔

۳: فاطمة بنت قیس:

آپ قرشیہ ہیں، حضرت ضحاک کی بہن اولین مہاجرات سے ہیں، جمال وعقل میں کمال رکھتی تھیں، پہلے ابوعمرو ابن حفص کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو حضور انور ﷺ نے حضرت اسامہ ابن زید سے آپ کا نکاح کر دیا۔

۴: الفریعة بنت مالک ابن سنان:

آپ حضرت ابوسعید خدری کی بہن ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئیں، آپ سے زینب بنت کعب ابن عجرہ نے احادیث روایت کیں۔

۵ : ام الفضل :

آپ کا نام لبابہ بنت حارث ہے، حضرت عباس ابن عبد المطلب کی زوجہ ہیں عامریہ ہیں، ام المومنین میمونہ کی بہن ہیں، مشہور یہ کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بعد عورتوں میں آپ ہی ایمان لائیں، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں، حضور انور ﷺ کی چچی ہیں۔

۶ : ام فروۃ :

آپ انصاریہ ہیں، حضور انور ﷺ سے بیعت کی، قاسم ابن غنام نے آپ سے روایات لیں۔

ق

صحابہ کرام

۱ : قبیصۃ ابن ذویب :

آپ خزاعی ہیں، ایک ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کو حضور انور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو حضور ﷺ سرکار نے آپ کو فقہ اور بلندی درجات کی دعا دی، ابو الزناد کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں یہ چار حضرات فقہاء شمار کئے جاتے تھے ابن مسیب، عروہ ابن زبیر، عبد الملک ابن مروان اور قبیصہ ابن ذویب، ۸۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی، ابن عبد البر کے علاوہ دوسرے محدثین نے آپ کو صحابی نہیں مانا شام کے تابعین سے مانا ہے۔

۲ : قبیصۃ ابن مخارق :

آپ ہلالی ہیں، حضور ﷺ کے پاس وفد کی صورت میں حاضر ہوئے تھے، آپ کا شمار اہل بصرہ میں سے ہے، ابن قطن اور ابو عثمان نہدی وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔

۳ : قبیصۃ ابن وقاص :

آپ سلمی ہیں، بصرہ میں رہے انہی لوگوں میں آپ کا شمار ہے۔

۴ : قتادۃ ابن نعمان :

آپ انصاری ہیں، بیعت عقبہ میں شریک ہوئے، بدر وغیرہ غزوات میں شامل رہے، حضرت ابو سعید خدری آپ کے ماں شریک بھائی ہیں، ۶۵ (پینسٹھ) سال عمر ہوئی ۲۳ھ میں وفات پائی، فضلاء صحابہ سے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔

۵ : قدامۃ ابن عبد اللہ :

آپ کلابی یا عامری ہیں، پرانے مومنین سے ہیں، مکہ معظمہ میں رہے، حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

۶: قدامة ابن مظعون:

آپ قرشی جمحی ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر کے ماموں ہیں، حبشہ کے مہاجرین سے ہیں، بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عامر نے احادیث لیں، (۶۸) اڑسٹھ سال عمر ہوئی، ۳۶ھ میں وفات پائی، آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔

۷: قطبة ابن مالک:

آپ ثعلبی ہیں کوفی ہیں، حضور ﷺ کی خدمت میں رہے، زیاد بن علاقہ سے آپ روایت لیتے ہیں۔

۸: قیس ابن ابی غرزة:

آپ غفاری کوفی ہیں، حضور کی خدمت میں رہے، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے، تجارت سے متعلق ایک حدیث آپ سے منقول ہے۔

۹: قیس ابن سعد ابن عبادة:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ انصاری خزرجی ہے، فاضل صحابہ سے ہیں، جنگی تدابیر میں بہت ماہر تھے، اپنی قوم کے سردار تھے، حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں بڑے عزت یافتہ تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے، حضرت علی کی شہادت تک کبھی ان سے جدا نہ ہوئے، ۶۰ھ میں وفات پائی۔ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے، قیس ابن سعد، عبداللہ ابن زبیر، قاضی شریح اور احنف کے چہروں پر کبھی بال نہ آئے، ڈاڑھی نہ اگی، اسکے باوجود قیس بہت حسین تھے۔

۱۰: قیس ابن عاصم:

آپ کی کنیت ابوقبیصہ ہے یا ابوعلی، تمیمی ہیں، بنی تمیم کے وفد میں حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ۹ھ میں ایمان لائے، جب یہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ یہ خیمہ والوں کے سردار ہیں، علم اور حلم میں مشہور تھے، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

۱۱: قرظة ابن کعب:

آپ انصاری خزرجی ہیں، احد وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے، حضرت علی نے آپ کو کوفہ کا حکم بنایا، آپ ہی کی خلافت میں کوفہ میں وفات پائی، امام شعبی وغیرہ نے آپ سے احادیث لیں۔

۱۲: قرة ابن ایاس:

آپ مزنی بصری ہیں، آپ کے بیٹے معاویہ نے آپ سے احادیث لیں، ازارقہ نے آپ کو قتل کیا اور کسی نے آپ سے احادیث نہ لیں۔

۱۳ : ابو قتادة:

آپ کا نام حارث ابن ربعی ہے، حضور انور ﷺ کے پیادہ سپاہیوں میں سے ہیں ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ خلافت حیدری میں کوفہ میں فوت ہوئے، ستر (۷۰) سال عمر ہوئی، تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۴ : ابو قحافة:

آپ کا نام عثمان ابن عامر ہے، حضرت ابو بکر صدیق کے والد ہیں، 'عین' کی تختی میں آپ کا ذکر ہو چکا ہے۔

صحابیات

۱ : قیلة بنت مخرمة:

آپ صحابیہ ہیں، تمیمیہ ہیں، آپ سے آپ کی دو پوتیوں صفیہ وحبیبہ بنت علیبہ نے روایات لیں، (غالباً یہ وہی قیلہ ہیں جو جمعہ کے دن کچھ لپٹا سا پکا کر بیٹھ جاتی تھیں، صحابہ کرام آ کر کھاتے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم کو جمعہ کے دن کا انتظار ہوتا تھا قیلہ کے اس کھانے کی وجہ سے واللہ اعلم)

۲ : ام قیس بنت محصن:

آپ عکاشہ ابن محصن کی بہن ہیں، مکہ معظمہ کے پرانے مسلمانوں میں سے ہیں، پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہو گئیں۔

ک

صحابہ کرام

۱ : کعب ابن مالک:

آپ انصاری خزرجی ہیں، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، بدر کی حاضری میں اختلاف ہے، سوائے تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ کے خاص شاعروں میں سے ہیں، غزوہ تبوک میں تین صحابہ پیچھے رہ گئے تھے جن کا بائیکاٹ کیا گیا ان میں سے ایک آپ تھے، دوسرے ہلال ابن امیہ ہیں، تیسرے مرارہ ابن ربیعہ، آپ کے متعلق سورہ توبہ میں قبول توبہ کی آیات نازل ہوئیں، آپ سے ایک جماعت نے روایت کی، (۷۷) ستتر سال عمر پائی، ۵۰ھ میں وفات ہوئی، آخر میں نابینا ہو گئے۔

۲ : کعب ابن عجرة:

آپ بلوی ہیں، کوفہ میں رہے، ۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، پچھتر (۷۵) سال عمر ہوئی۔

۳: كعب ابن مرة:

آپ بہز قبیلہ سے ہیں سلمی ہیں، اردن میں رہے، ۵۹ھ میں وفات پائی۔

۴: كعب ابن عياض:

آپ اشعری ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے، آپ سے حضرت جابر، جبیر ابن نفیر وغیرہما نے روایات لیں۔

۵: كعب ابن عمرو:

آپ انصاری سلمی ہیں، بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے، غزوہ بدر میں آپ نے ہی حضرت عباس کو گرفتار کیا تھا، ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، عمار اور حنظلہ نے آپ سے روایت کی۔

۶: كثير ابن الصلت:

آپ معدیکرب کے بیٹے ہیں، آپ کندی ہیں، حضور انور ﷺ کی حیات شریف میں پیدا ہوئے، آپ کا نام قلیل تھا، حضور انور ﷺ نے کثیر رکھا، بہت صحابہ سے روایات لیتے ہیں۔

۷: كركرة:

آپ حضور انور ﷺ کے سامان کے منتظم ہوا کرتے تھے سفروں اور غزوات میں، شریک رہے آپ کا ذکر غلول میں آتا ہے، کرکرہ میں دونوں کاف کو فتح حاصل ہے۔

۸: كلدة ابن حنبل:

آپ اسلمی ہیں، صفوان ابن امیہ کے سوتیلے بھائی ہیں، آپ غلام تھے معتمر ابن حبیب نے یمن کے سوق عکاظ سے خریدا انہیں حلیف بنایا، وفات تک مکہ معظمہ میں رہے۔

۹: ابو كبشة:

آپ کا نام عمرو ابن سعد انماری ہے، شام میں قیام رہا، نعیم اور سالم ان سے روایت کرتے ہیں۔

صحابيات

۱: كبشة بنت كعب ابن مالك:

آپ عبداللہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں، بلی کے جھوٹے کے متعلق آپ کی حدیث مشہور ہے۔

۲: كريمة بنت همام:

آپ سے خضاب کے متعلق حدیث مروی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتی ہیں، ہمام میم کے پیش یا میم کے فتحہ سے۔

۳: ام كرز:

آپ خزاعیہ ہیں، چند احادیث آپ سے مروی ہیں، خصوصاً عقیقہ کی حدیث۔

۴: ام كلثوم بنت عقبة:

عقبہ ابن ابی معیط کی بیٹی ہے مکہ معظمہ میں اسلام لائیں، پیدل ہجرت کی، مکہ معظمہ میں کنواری تھیں، مدینہ منورہ میں زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب حضرت زید غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے تو زبیر ابن عوام سے نکاح کیا انہوں نے طلاق دے دی تو عبدالرحمٰن ابن عوف کے نکاح میں آئیں، ان سے ابراہیم اور حُمید پیدا ہوئے، جب ان کے یہ خاوند فوت ہوئے تو عمرو ابن لعاص سے نکاح کیا، انہیں کے نکاح میں فوت ہوئیں، آپ حضرت عثمان غنی کی سوتیلی بہن ہیں۔

ل

صحابہ کرام

۱: لقيط ابن عامر ابن صبرة:

آپ کی کنیت ابورزین ہے، عقیلی ہیں، مشہور صحابی ہیں، اہل طائف سے ہیں۔

۲: لبيدابن ربيعة:

آپ عامری ہیں شاعر ہیں، اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بہت عزت والے تھے، آخری عمر میں کوفہ میں رہے، ۴۱ھ میں وفات ہے، (۱۵۷) ایک سو ستاون سال عمر پائی، دیگر اقوال بھی ہیں۔

۴: ابو لبابة:

آپ کا نام رفاعہ عبدالمنذ رہے، اوسی انصاری ہیں، بیعت عقبہ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، بعض نے کہا کہ بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ حضور انور کے حکم سے مدینہ منورہ میں انتظام کے لئے رہے مگر آپ کو غنیمت سے حصہ دیا گیا، حضرت علی کی خلافت میں وفات پائی۔

۵: ابن اللتبیة:

آپ کا نام عبداللہ ہے، آپ کا ذکر صدقات کی وصولی میں آتا ہے۔

صحابیات

۱: لبابة بنت الحارث:

آپ کی کنیت ام الفضل ہے، آپ کا ذکر 'ف' کی تختی میں آچکا ہے۔

م

صحابہ کرام

۱: مالک ابن اوس:

آپ مالک بن اوس ابن حدثان ہیں، آپ بصری ہیں، آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے، آپ کی احادیث بہت تھوڑی ہیں صحابہ کے آثار آپ سے بہت مروی ہیں، ۹۲ھ میں مدینہ میں وفات پائی، مشہور ہستی ہیں۔

۲: مالک ابن الحویرث:

آپ لیثی ہیں، حضور انور ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر آئے اور حضور ﷺ کے پاس بیس دن رہے، آخر میں بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی ۹۴ھ میں وفات پائی۔

۳: مالک ابن صعصعة:

آپ انصاری مازنی ہیں، بصرہ میں رہے، احادیث کم روایت کرتے ہیں۔

۴: مالک ابن هبیرة:

آپ سکونی ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے، امیر معاویہ کی طرف سے لشکروں کے سردار رہے، روم پر جہاد کیا، یہ جہاد امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوئے۔

۵: مالک ابن یسار:

آپ سکونی پھر عوفی ہیں، شام میں قیام رہا، آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے۔

۶ : مالک ابن التیهان:

آپ کی کنیت ابوالہیثم ہے، انصاری ہیں، عقبہ میں شریک ہوئے، ۲۰ھ خلافت فاروقی میں وفات پائی، بعض مؤرخین نے کہا کہ ۳۷ھ میں صفین میں وفات پائی۔

۷ : مالک ابن قیس:

آپ کی کنیت ابوصرمہ ہے، آپ کا ذکر 'صاد' کی تختی میں ہو چکا ہے۔

۸ : مالک ابن ربیعة:

آپ کی کنیت ابواسید ہے، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، 'الف' کی تختی میں آپ کا ذکر ہو چکا۔

۹ : ماعز ابن مالک:

اسلمی ہیں، مدنی ہیں، آپ کو ہی سنگسار کیا گیا تھا، آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ نے ایک حدیث روایت کی۔

۱۰ : مطر ابن عُکامس:

آپ اسلمی ہیں، اہل کوفہ سے ہیں، آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔

۱۱ : معاذ ابن انس:

آپ جُھنی ہیں، اہل مصر سے ہیں، آپ کے بیٹے نے آپ سے احادیث لیں۔

۱۲ : معاذ ابن جبل:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انصاری ہیں، خزرجی ہیں، بیعت عقبہ دوم میں ستر صحابہ میں آپ بھی تھے، بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا، اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے، حضرت عمر نے ابو عبیدہ ابن جراح کے بعد آپ کو شام کا حاکم بنایا، اڑتیس (۳۸) سال عمر پائی، ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔

۱۳ : معاذ ابن عمرو ابن الجموح:

آپ انصاری خزرجی ہیں، بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک رہے، آپ بھی اور آپ کے والد عمرو بھی، آپ نے معوذ ابن عفراء کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا، عبدالرحمٰن ابن اسحاق کے فرزند کہتے ہیں کہ آپ نے ابوجہل کی ٹانگ کاٹی اور اسے زمین پر پچھاڑا، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے آپ کا ہاتھ کندھے سے کاٹ کر گرا دیا، اتنے میں معوذ ابن عفراء نے ابوجہل پر دوسرا وار کر کے اسے ٹھنڈا کر دیا، ابوجہل سسک رہا تھا کہ عبداللہ ابن مسعود نے اس کا سر کاٹ ڈالا، حضور انور ﷺ نے ابوجہل کی لاش تلاش

کرائی اس کے قتل پر سجدہ شکرادا کیا، آپ نے خلافت عثمانی میں وفات پائی (یاد رہے معاذ ومعوذ ماں شریک بھائی ہیں، ماں کا نام عفراء ہے، باپ الگ ہیں ایک معاذ بن الحارث ہے وہ معوذ کا سگا بھائی ہے مگر ابوجہل کے قتل وہ شریک نہیں)۔

۱۴: معاذ ابن الحارث:

آپ انصاری زرقی ہیں، آپ کی والدہ عفراء بنت عبید ابن ثعلبہ ہیں، آپ اور رافع ابن مالک خزرجی انصاری ہیں، خزرج سے یہ پہلے مومن ہیں معاذ اور آپ کے دونوں بھائی عوف اور معوذ بدر میں شریک ہوئے، دونوں بھائی وہاں ہی شہید ہوئے، آپ کے متعلق اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں آپ بدر میں زخمی ہوئے پھر کچھ عرصہ کے بعد وفات پائی، بعض کی رائے ہے کہ خلافت عثمانیہ میں آپ کی وفات ہے، آپ سے بہت صحابہ نے روایات لیں۔ (یاد رہے کہ معاذ بن الحارث ابو جہل کے قتل میں شریک نہیں تھے)۔

۱۵: معوذ ابن الحارث:

آپ کی والدہ کا نام عفراء ہے، بدر میں شریک ہوئے آپ نے معاذ ابن عمرو کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا، آپ کھیت اور باغ والے تھے، بعد میں لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

۱۶: مسطح ابن اثاثة:

ابن عباد ابن عبدالمطلب ابن عبد مناف، قرشی مطلبی ہیں، بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، ام المومنین عائشہ صدیقہ کی تہمت میں آپ بھی شریک ہو گئے تھے، آپ کو تہمت کی سزا پر اسی کوڑے لگائے گئے، آپ کا نام عوف ہے، مسطح لقب، چھپن (۵۶) سال عمر ہوئی ۳۴ھ میں وفات پائی۔ (حضرت صدیق اکبر نے جناب عائشہ کے معاملہ میں آپ کا وظیفہ بند کر دیا تھا اس کے متعلق یہ آیت آئی: ولا یاتل اولوا الفضل الخ جس پر آپ نے وظیفہ جاری کر دیا)۔

۱۷: مسور ابن مخرمة:

آپ کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے، زہری قرشی ہیں، عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجے ہیں، ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۸ھ میں آپ کو مدینہ منورہ لایا گیا ذی الحجہ میں، حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی، اس کے باوجود آپ نے حضور ﷺ سے احادیث کیں، بڑے فقیہ دیندار پرہیزگار تھے، شہادت عثمان غنی تک آپ مدینہ منورہ میں رہے پھر مکہ معظمہ چلے گئے، امیر معاویہ کی وفات تک وہاں رہے، یزید کی بیعت سے انکار کر دیا، جب یزید کی فوجوں نے مکہ معظمہ پر حملہ کر کے اس پر منجنیق سے پتھر برسائے اس وقت آپ حطیم میں نفل پڑھ رہے تھے، ایک پتھر آپ کے لگا جس سے آپ کی وفات ہوگئی، یہ واقعہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوا، آپ سے ایک خلقت نے روایات لیں۔

۱۸ : المسیب ابن الحزن:

آپ کی کنیت ابوسعید ہے، آپ قرشی مخزومی ہیں، اپنے باپ حزن کے ساتھ ہجرت کی، بیعت رضوان میں شریک ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے سعید ابن مسیّب نے احادیث لیں۔

۱۹ : المستورد ابن شداد:

آپ فہری قرشی ہیں، اہل کوفہ سے ہیں، مصر میں قیام رہا، حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت یہ لڑکے تھے مگر حضور ﷺ سے سماع ثابت ہے۔

۲۰ : مغیرۃ ابن شعبۃ:

آپ ثقفی ہیں، خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، آخر میں کوفہ میں رہے، ستر (۷۰) سال عمر ہوئی ۵۰ھ میں وفات ہوئی، امیر معاویہ کی طرف سے حاکم رہے، آپ کا مزار کوفہ میں ہے، مشہور صحابی ہیں۔

۲۱ : المقدام ابن معدیکرب:

آپ کی کنیت ابوکریمہ ہے، کندی ہیں، اہل شام میں آپ کا شمار ہے، اکیانوے (۹۱) سال عمر ہوئی، ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی، بہت احادیث کے آپ راوی ہیں، مشہور صحابی ہیں۔

۲۲ : مقداد ابن الاسود:

آپ کے والد نے قبیلہ بنی کندہ سے حلف کیا تھا اس لئے آپ کو کندی کہا جاتا ہے، اسود نے آپ کی پرورش کی تھی اس لئے ابن اسود کہا جاتا ہے، آپ چھٹے مومن ہیں، آپ سے حضرت علی اور طارق ابن شہاب وغیرہما نے احادیث لیں، ستر (۷۰) سال عمر ہوئی ۳۳ھ میں وفات پائی، آپ کی وفات مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں ہوئی وہاں سے آپ کو مدینہ منورہ لایا گیا، بقیع میں دفن کیا گیا۔

۲۳ : المهاجر ابن خالد:

ابن ولید ابن مغیرہ آپ مخزومی قرشی ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ میں بچہ تھے، جنگ جمل وصفین میں آپ تو حضرت علی کے ساتھ تھے مگر آپ کے بھائی عبدالرحمٰن امیر معاویہ وعائشہ صدیقہ کے ساتھ تھے، جمل میں آپ کی ایک آنکھ زخمی ہو کر بیکار ہوگئی اور صفین میں آپ قتل ہوئے، حضرت علی کے ساتھ رہے۔

۲۴ : مهاجر ابن قنفذ:

آپ قرشی تیمی ہیں، آپ کا نام عمرو ابن خلف ہے، آپ کا لقب مہاجر ہے، آپ کے والد کا لقب قنفذ، قوی یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے، بعض نے فرمایا کہ پہلے ہی ایمان لا کر ہجرت کر کے آ گئے تھے، حضور انور نے فرمایا یہ سچے مہاجر ہیں، آخر میں بصرہ

میں رہے، وہاں ہی وفات پائی۔

۲۵: معیقیب ابن ابی فاطمة:

آپ دوسی ہیں، سعید ابن ابی العاص کے آزاد کردہ غلام ہیں، بدر میں شریک ہوئے، مکہ معظمہ میں اول ہی سے ایمان لائے، حبشہ ہجرت کر کے گئے، وہاں ہی رہے، حتیٰ کہ حضور انور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، حضرت ابوبکر وعمر نے آپ کو بیت المال کا افسر مقرر فرمایا، ۴۰ھ میں وفات ہوئی۔

۲۶: معقل ابن یسار:

آپ مزنی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، بصرہ میں رہے، نہر معقل آپ ہی کی طرف منسوب ہے، ۶۰ھ میں وفات پائی، عبیداللہ ابن زیاد کی حکومت میں۔

۲۷: معقل ابن سنان:

آپ اشجعی ہیں، فتح مکہ میں حاضر ہوئے، کوفہ میں قیام رہا، جنگ حرہ میں قتل کئے گئے باندھ کر۔

۲۸: معن ابن عدی:

آپ بلوی ہیں، آپ اپنے بھائی عاصم کے ساتھ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوہ یمامہ میں یعنی خلافت صدیقی میں شہید ہوئے، حضور ﷺ انور نے آپ میں اور زید ابن خطاب میں مواخاۃ (بھائی چارہ) کیا تو یہ دونوں حضرات بیک وقت شہید ہوئے ایک ہی جگہ۔

۲۹: معن ابن یزید ابن اخنس السلمی:

آپ کے والد اور دادا سب صحابی ہیں، مشہور ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے۔

۳۰: مجمع ابن جاریة:

آپ انصاری مدنی ہیں، آپ کا باپ جاریہ منافق تھا، مسجد ضرار بنانے والوں میں سے تھا، مجمع بڑے عالم قاری تھے، مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آدھا قرآن مجید آپ سے لیا، امیر معاویہ کے آخر زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۳۱: مِحجن ابن الادرع:

آپ اسلمی پرانے مومن ہیں، دراز عمر پائی، امارت امیر معاویہ کے آخر میں وفات ہوئی، اہل بصرہ میں شمار ہے۔

۳۲: مِخنف ابن سلیم:

آپ غامدی ہیں، حضرت علی نے آپ کو اصفہان کا حاکم بنایا، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے، میم پر کسرہ ہے، خ ساکن ہے، نون پر

فتح ہے۔

۳۳: مدعم:

آپ حبشی غلام تھے، رفاعہ ابن زید کے غلام تھے، انہوں نے حضور ﷺ انور کی خدمت میں پیش کر دیا، آخر تک حضور کے غلام رہے، آپ کا ذکر غلول میں آتا ہے، مشہور واقعہ ہے۔

۳۴: مرداس ابن مالک:

آپ اسلمی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے، آپ سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔

۳۵: محیصة ابن مسعود:

آپ انصاری حارثی ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، غزوہ احد، خندق اور بعد کے غزوات میں شرکت کی۔

۳۶: مخارق ابن عبد اللّٰہ:

آپ سلمی ہیں، ماہ صفر ۳۶ھ یوم جمل میں قتل ہوئے۔

۳۷: مخرفة العبدی:

آپ کے نام میں اختلاف ہے مخرمہ یا مخرفہ، کتاب اللباس میں سوید کی حدیث میں آپ کا ذکر آتا ہے، آپ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔

۳۸: مجاشع ابن مسعود:

آپ سلمی ہیں، ابوعثمان نہدی نے آپ سے روایات لی ہیں، آپ یوم الجمل میں صفر کے مہینے ۳۶ھ میں قتل ہوئے۔

۳۹: مرارة ابن الربیع:

آپ عامری انصاری ہیں، بدر میں شریک ہوئے، جو تین حضرات غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے ان میں ایک آپ بھی تھے جن کی قبولیت توبہ کا ذکر سورۃ توبہ میں ہے۔

۴۰: مصعب ابن عمیر:

آپ قرشی عبدوی ہیں، جلیل القدر صحابہ سے ہیں، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر بدر میں شریک ہوئے، حضور انور ﷺ نے آپ کو عقبہ کی دوسرے بیعت کے بعد مدینہ منورہ بھیجا تا کہ آپ وہاں کے مسلمانوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دیں، ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں پہلا جمعہ آپ نے اپنے اجتہاد سے پڑھا، اسلام سے پہلے آپ بڑے عیش وطرب میں پلے بڑھے اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے تھے، بعد اسلام تارک الدنیا ایسے ہوئے کہ موٹے لباس سے آپ کا جسم کھردرا ہو گیا، بعض مؤرخین

نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے پہلی بیعت عقبہ کے بعد آپ کو مدینہ منورہ بھیجا، آپ انصار کے گھروں میں جا کر تبلیغ دین کرتے تھے، آپ کی ہر تبلیغ پر ایک دو آدمی مسلمان ہوتے تھے حتیٰ کہ انصار میں اسلام عام پھیل گیا تب آپ نے حضور ﷺ انور سے جمعہ قائم کرنے کی اجازت چاہی جو مل گئی، آپ پھر دوسری بیعت عقبہ کے موقعہ پر ستر انصار کے ساتھ مکہ معظمہ آئے، چند دن مکہ معظمہ میں قیام کر کے واپس مدینہ منورہ چلے گئے، یہ واقعات حضور انور ﷺ کی ہجرت سے پہلے کا ہے، چالیس سال کی عمر ہوئی اور غزوہ احد میں شہید ہوئے، جن کے متعلق یہ آیت آئی: **فیه رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه** ان میں آپ بھی داخل ہیں، حضور انور ﷺ کے دار ارقم میں جانے کے بعد آپ ایمان لائے۔

۴۱: معاوية ابن ابی سفيان:

آپ قرشی اموی ہیں، آپ کی ماں ہند بنت عتبہ ہیں، آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے، مؤلفہ القلوب میں سے ہیں، آپ حضور انور ﷺ کے کاتب وحی تھے، بعض مورخین نے کہا کہ آپ کاتب وحی نہ تھے بلکہ دوسری تحریریں حضور انور ﷺ کی طرف سے لکھتے تھے، آپ سے حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابوسعید خدری نے احادیث لیں، خلافت فاروقی میں اپنے بھائی یزید ابن ابی سفیان کے بعد شام کے حاکم بنے پھر وفات تک وہاں ہی حاکم رہے، خلافت فاروقی میں چار سال حکومت کی، خلافت عثمانیہ میں پورے بارہ سال پھر خلافت حیدری اور خلافت امام حسن میں اس طرح بیس سال حکومت کی پھر مستقل سلطان اسلام بن کر بیس سال سلطنت کی، ۴۱ھ میں امام حسین نے آپ کو خلافت سونپ دی خود علیحدہ ہو گئے۔

رجب ۶۰ھ میں وفات پائی دمشق میں دفن ہوئے، اٹھتر (۷۸) سال عمر ہوئی، آخر عمر میں لقوہ ہو گیا تھا، آپ وفات کے وقت کہتے تھے: ''کہ کاش میں ایک قرشی شخص ہوتا جو ذی طویٰ گاؤں میں رہتا حکومت میں حصہ نہ لیتا''، آپ کے پاس حضور انور ﷺ کے تبرکات بال ناخن شریف تہبند تھے، وصیت کی: ''کہ مجھے حضور انور ﷺ کے تہبند میں لپیٹا جائے، ہونٹوں ناک نتھنوں آنکھوں میں حضور ﷺ کے بال ناخن رکھ دینا، پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا''۔

۴۲: معاوية ابن الحكم:

آپ سلمی ہیں، مدینہ منورہ میں بہت آتے جاتے رہتے تھے، ۱۱۷ھ میں وفات ہوئی، آپ سے کثیر اور عطا نے روایات لیں۔

۴۳: معاوية ابن جاهمة:

آپ سلمی ہیں، آپ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔

۴۴: مروان ابن الحكم:

قرشی اموی ہے، عبدالملک کا والد اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دادا ہے ۲ھ یا خندق کے سال پیدا ہوا، حضور انور ﷺ نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا، یہ ساتھ گئے اس لئے حضور انور ﷺ کو دیکھ نہ سکے لہٰذا صحابی

نہیں، خلافت عثمانیہ میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ بھی ساتھ آئے، ۶۵ھ میں دمشق میں فوت ہوا، انہوں نے حضرت عثمان، علی سے روایات لیں اوراس سے عروہ ابن زبیر اور امام زین العابدین نے روایات لیں۔ (یادرہے امام بخاری نے مروان پرعدم اعتماد کیا ہے)۔

۴۵: مرة ابن كعب:

آپ بہزی ہیں، آپ کا شمار اہل شام میں ہے، ۵۵ھ میں اردن میں وفات ہوئی۔

۴۶: مزيدة ابن جابر:

آپ بصری ہیں، آپ سے متعدد تابعین نے روایات لیں۔

۴۷: مسلم القرشي:

آپ مسلم ابن عبداللہ یا عبیداللہ بن مسلم ہیں۔

۴۸: المطلب ابن ابى وداعة:

آپ کے والدابو وداعہ کا نام حارث ہے، سہمی قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، پھر کوفہ میں بعد میں مدینہ منورہ میں رہے، آپ کے والد بدر کے دن قید کر لئے گئے تھے تو آپ ان کا فدیہ یعنی چار ہزار درہم لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، آپ سے متعدد صحابہ وتابعین نے روایات لیں۔

۴۹: المطلب ابن ربيعة:

ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم، آپ قرشی ہاشمی ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ میں بچے تھے ۲۹ھ میں، فتح افریقہ کے لئے مصر گئے۔

۵۰: محمد ابن ابى بكر الصديق:

آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، حجۃ الوداع میں ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں، ۳۸ھ میں امیر معاویہ کے ساتھیوں نے مصر میں آپ کو قتل کیا اور گدھے کی کھال میں بھر کر نعش جلادی، آپ کے بیٹے قاسم نے آپ سے روایات لیں (آپ صحابی نہیں تابعی ہیں)۔

۵۱: محمد ابن حاطب:

آپ قرشی جمحی ہیں، آپ خوداور آپ کے ماں باپ آپ کے بھائی حارث اور چچا خطاب سب ہی صحابی ہیں، حبشہ میں پیدا ہوئے، ۷۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی، اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے، سب سے پہلے آپ ہی کا نام محمد رکھا گیا۔

۵۲ : محمد ابن عبد اللہ ابن حجش:

آپ قرشی اسدی ہیں، ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے، اپنے والد کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ معظمہ آئے پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔

۵۳ : محمد ابن عمرو ابن حزم:

آپ انصاری ہیں، آپ کے والد حضور انور ﷺ کی طرف سے نجران کے حاکم تھے، آپ وہاں ہی ۱۰ھ دس میں پیدا ہوئے، حضور ﷺ نے آپ کے والد کو حکم دیا کہ اس بچے کی کنیت ابو عبد الملک رکھو، آپ بڑے فقیہ تھے، ترپن (۵۳) سال عمر ہوئی، ۶۳ھ میں حرہ کے دن قتل کیے گئے۔

۵۴ : محمد ابن ابی عمیرۃ:

آپ مزنی ہیں، آپ کا شمار اہل شام میں ہے، جبیر بن نفیر نے آپ سے روایت کی ہے۔

۵۵ : محمد ابن مسلمۃ:

آپ انصاری حارثی ہیں، سوائے تبوک کے تمام غزوات میں شامل ہوئے، حضرت عمرو غیرہ سے آپ نے روایات لیں، فضلاء صحابہ سے ہیں، ۷۷ سال عمر ہوئی اور ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۵۶ : محمود ابن لبید:

آپ انصاری اشہلی ہیں، حضور انور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں مگر امام مسلم نے آپ کو تابعین میں سے شمار کیا، ۹۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۵۷ : معمر ابن عبد اللہ:

آپ قرشی عدوی ہیں، پرانے مومنین سے ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔

۵۸ : مغیث:

آپ جناب بریرہ کے خاوند ہیں، خود آل ابی احمد کے آزاد کردہ ہیں اور آپ کی زوجہ جناب عائشہ صدیقہ کی آزاد کردہ۔

۵۹ : المنذر ابن ابی اسید:

آپ ساعدی ہیں، آپ جب پیدا ہوئے تو حضور انور ﷺ کی خدمت میں لائے گئے حضور ﷺ نے آپ کو اپنی ران شریف پر لٹایا اور آپ کا نام منذر رکھا۔

۶۰ : ابو موسیٰ الاشعری:

آپ کا نام عبداللہ ابن قیس ہے، مکہ معظّمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، راہ میں خیبر میں حضور ﷺ سے ملاقت ہوگئی، حضرت عمر فاروق نے آپ کو ۲۰ھ میں بصرہ کا حاکم بنایا، آپ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا، شروع خلافت عثمانیہ تک آپ بصرہ کے حاکم رہے پھر حضرت عثمان نے آپ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنادیا، آپ حضرت عثمان کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے، حضرت علی نے آپ کو امیر معاویہ کے مقابلہ میں اپنا پنچ مقرر کیا تھا، اس کے بعد آپ مکہ معظّمہ چلے گئے وہاں ہی ۵۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۶۱ : ابو مرثد الغنوی:

آپ کا نام کناز ابن حصین ہے، آپ غنوی ہیں، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ اور آپ کے بیٹے مرثد غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ۱۲ھ میں وفات پائی۔

۶۲ : ابو مسعود:

آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ہے، انصاری بدری ہیں، دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے، اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، آپ ایک بار بدر کے کنویں پر اترے تھے اس لئے آپ کو بدری کہا جاتا ہے، آخر میں کوفہ میں رہے، خلافت علی میں ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

۶۳ : ابومالک الاشعری:

آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے، اشعری ہیں، خلافت فارقی میں وفات پائی۔

۶۴ : ابو محذورة:

آپ کا نام سمرہ ابن مُعَیر ہے یا اوس ابن معیر، حضور انور ﷺ کی طرف سے مکہ معظّمہ میں مؤذن تھے، ۵۹ھ میں وفات پائی، آپ نے مکہ معظّمہ سے ہجرت نہیں کی وہاں ہی رہے۔

۶۵ : ابن مربع:

آپ کا نام زید یا یزید ابن مربع ہے، انصاری ہیں اہل حجاز میں آپ کا شمار ہے۔

صحابیات

۱ : میمونة بنت الحارث:

ام مؤمنین ہیں، بنو عامر قبیلے سے تعلق ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام برۃ تھا مگر آپ ﷺ نے میمونہ نام رکھا، پہلے زمانہ

جاہلیت میں مسعود بن عمر ثقفی کے نکاح میں تھیں، ان سے جدائیگی کے بعد ابورھم سے نکاح کیا، پھر ان کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں ذیقعدہ ۷ھ میں عمرہ قضاء کے موقع پر مقام سرف میں جو کہ مکہ سے دس میل کی مسافت پر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ جس جگہ آپ کا نکاح ہوا وہیں آپ کی وفات ہوئی مقام سرف میں ۶۱ھ میں، ایک قول ۵۱ھ کا ہے، نماز جنازہ آپ کی ابن عباس نے پڑھائی۔ آپ ام فضل اور اسماء بنت عمیس کی بہن ہیں، اور آپ ﷺ کی آخری زوجہ محترمہ ہیں، یعنی ان کے بعد آپ ﷺ نے کسی سے نکاح نہ فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن عباس کے علاوہ ایک جماعت نے روایات لی ہے۔

۲: ام منذر بنت قیس:

آپ انصاریہ ہیں، اور ایک قول کے مطابق عدویہ ہیں، آپ سے یعقوب ابن ابی یعقوب نے روایات لیں۔

۳: ام معبد بنت خالد:

آپ کا نام عاتکہ بنت خالد ہے، بنوخزاعہ قبیلہ سے تعلق ہے، حضور ﷺ ہجرت کے موقع پر جب ان کے ہاں آئے اسوقت مسلمان ہوئیں، ان کی حدیث حدیثِ ام معبد سے مشہور ومعروف ہے۔

۴: ام معبد بنت کعب بن مالک:

آپ انصاریہ ہیں، اور آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، ان سے ان کے بیٹے معبد نے روایات لی ہیں، ابن عبد البر کے قول کے مطابق آپ کعب بن مالک انصاری سلمی کی زوجہ ہیں، یعنی آپ ام معبد بن کعب بن مالک انصاری ہیں، اور تاریخ بخاری کے حوالہ سے اسی ابن عبدالبر کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

۵: ام مالک البھزیۃ:

آپ حجازی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں آپ سے طاؤس ومکحول نے روایات لی ہیں۔

ن

صحابہ کرام

۱: النعمان ابن بشیر:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، انصاری صحابی ہین، بچوں میں آپ پہلے صحابی ہیں جن کی ولادت انصاری مسلمانوں میں ہوئی ہجرت کے بعد، حضور کی وفات کے وقت آٹھ (۸) سال عمر تھی، آپ کے والد صحابی ہیں، کوفہ میں آپ رہے، حضرت معاویہ کے زمانے میں کوفہ کے گورنر رہے، پھر حمص کے گورنر بنے ۶۴ھ میں آپ نے عبداللہ بن زبیر کی حمایت میں دعا مانگی تو اہل حمص نے آپ کو قتل کر دیا، آپ سے ایک جماعت نے روایات لیں ہے۔

۲ : النعمان ابن عمرو ابن مقرن:

آپ مزنی ہیں، روایت میں ہے کہ آپ مزینہ کے چارسو کے قبیلے میں حضور کے پاس تشریف لائے تھے، بصرہ مین رہے، پھر کوفہ منتقل ہو گئے، حضرت عمر کے مقرر کیے ہوئے گورنر تھے نہاوند کے لشکر پر، پھر نہاوند کی فتح کے دن ۲۱ ھ میں شہادت پائی، آپ سے معقل ابن یسار اور محمد ابن سیرین وغیرہ نے روایات لیں۔

۳: نعیم ابن مسعود:

آپ اشجعی ہیں، حضور ﷺ کے پاس ہجرت کر کے تشریف لائے اور خندق والے دن اسلام لائے، آپ ہی نے بنوقریظہ اور ابوسفیان ابن حرب کے درمیان کوششیں کیں جبکہ اسوقت سفیان ابن حرب غزوہ احزاب میں کفار کے سردار تھے، آپ نے کفار کو رسوا کیا (شکست دلوا کر) آپ کا قصہ معروف ہے، مدینہ میں آپ رہے، آپ کے بیٹے سلمہ نے آپ سے روایات لیں، حضرت عثمان کی خلافت میں موت واقع ہوئی، ایک قول کے مطابق حضرت علی کے آنے سے پہلے یوم جمل کے موقع پر قتل ہوئے۔

۴: نعیم ابن حمار:

آپ غطفانی ہیں، ابوادریس خولانی وغیرہ نے آپ سے روایات لیں۔

۵: نعیم ابن عبد اللّٰہ:

آپ قرشی عدوی ہیں، نحام سے مشہور ہیں، ایک قول کے مطابق بہت پہلے مکہ میں اسلام لائے، کہا گیا ہے کہ حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے، اور آپ اس سے پہلے اپنا اسلام چھپاتے تھے، اوران کی قوم نے ہجرت کرنے سے روک لیا تھا باوجود اسلام قبول کرنے کے، آپ اپنی قوم میں بہت محترم ورتبہ والے تھے، آپ اپنی قوم کے یتیم بچوں اور بیواؤں پر خرچ کرتے تھے، اس لیے ان کی قوم نے اپنے پاس روکے رکھا، پھر حدیبیہ والے سال ہجرت فرمائی، اور جنگ اجنادین میں ابوبکر کی خلافت میں شہادت پائی، ان سے نافع اور محمد ابن ابراہیم التیمی نے روایات لی ہیں۔

۶ : ناجیۃ ابن جندب:

آپ اسلمی ہیں، ایک قول کے مطابق آپ کا نام ناجیہ ابن عمرو ہے، جن کا شمار اہل مدینہ میں سے ہے، پہلے نام زکوان تھا پھر حضور ﷺ نے ناجیہ نام رکھا قریش سے نجات پانے کی وجہ سے، اورانہی کے بارے میں ہے کہ آپ حضور ﷺ کے تیر لے کر حدیبیہ میں قلیب میں اترے تھے، آپ سے عروہ ابن زبیر وغیرہ نے روایات لیں، حضرت معاویہ کی خلافت میں مدینہ میں وفات پائی۔

۷: نبیشۃ الخیر:

آپ ہذلی ہیں، ابوملیح اور ابوقلابہ نے آپ سے روایات لیں ہیں، اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے۔

۸: نوفل ابن معاویة:

آپ دیلمی ہیں، آپ کے بارے میں ذکر ہے کہ زمانہ جاہلیت کے ۶۰ (ساٹھ) سال اور زمانہ اسلام کے ۶۰ (ساٹھ) پائے، دوسرے قول کے مطابق ۱۰۰ (سو) سال عمر پائی، اسلام پہلے لاچکے تھے مگر فتح مکہ میں اظہار کیا، آپ کا شمار اہل حجاز میں سے ہے، یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مدینہ میں وفات پائی، ایک جماعت نے آپ سے روایات لی ہے۔

۹: النواس ابن سِمعان:

آپ کلابی ہیں، شام میں رہے، اہل شام میں ہی آپ کا شمار ہے، جبیر ابن نفیر اور ابوادریس خولانی نے آپ سے روایات لیں۔

۱۰: نفیع ابن الحارث:

آپ ثقفی ہیں، کنیت ابوبکرہ ہے، حرف 'باء' میں تذکرہ گذر چکا ہے۔

۱۱: نافع ابن عتبة ابن ابی وقاص:

آپ زہری ہیں، سعد ابن ابی وقاص کے بھتیجے ہیں، جابر بن سمرہ نے آپ سے روایات لیں، اور فتح مکہ کے دن اسلام لائے، آپ کا شمار اہل کوفہ میں سے ہے۔

۱۲: ابونجیح:

آپ کا نام عمرو ابن عتبہ ہے، 'عین' کی تختی میں تذکرہ گذر چکا ہے۔

واو
صحابہ کرام

۱: واثلة ابن الاسقع:

آپ لیثی ہیں، حضور ﷺ جب غزوہ تبوک کی تیاری کررہے تھے اس وقت اسلام لائے تھے، کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی تین سال خدمت کی، آپ اہل صفہ میں سے ہیں، بصرہ میں رہے پھر شام، آپ کا گھر دمشق سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا 'بلاط' نامی بستی میں، پھر بیت المقدس منتقل ہوگئے اور وہیں ۱۰۰ھ میں وفات ہوئی، ایک جماعت نے آپ سے روایات لی ہے۔

۲: وهب ابن عمیر ابن وهب:

آپ جمحی ہیں، غزوہ بدر میں قید ہوئے حالت کفر میں، ان کے والد مدینہ آئے اور اسلام لائے، پھر حضور ﷺ نے آپ کے والد کیلئے آپ کو آزاد کردیا پھر آپ مسلمان ہوئے، آپ کی قدر ومنزلت تھی اسی لیے فتح مکہ کے زمانے میں صفوان ابن امیہ کی طرف اسلام کی دعوت کیلئے آپ کو آپ ﷺ نے بھیجا، اور شام میں جہاد میں موت واقع ہوئی۔

۳: وابصة ابن معبد:

آپ کی کنیت ابوشداد ہے، قبیلہ اوس سے تعلق ہے، پہلے کوفہ میں رہے پھر جزیرہ منتقل ہو گئے، 'رقہ' میں موت واقع ہوئی، زیاد ابن ابی جعد نے آپ سے روایات لیں۔

۴: وائل ابن حُجر:

آپ حضرمی ہیں، حضر موت سے تعلق ہے، آپ کے والد وہاں کے سرداروں میں سے تھے، آپ حضور ﷺ کے پاس وفد کی صورت میں آئے تھے، اور ذکر ہے کہ ان کے آنے سے پہلے آپ علیہ السلام نے صحابہ کو ان کے آنے کی بشارت دی تھی اور کہا تھا کہ وائل ابن حجر دور زمین سے تمہارے پاس آئیں گے اطاعت کے جذبے اور اللہ اور اس کے رسول سے رغبت رکھتے ہوئے، جب آپ آئے حضور ﷺ کے پاس داخل ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا اور اپنے قریب کیا اور اپنی چادر ان کیلئے بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور دعا دی کہ "اے اللہ! حضرت وائل کی اولاد در اولاد میں برکت دے"، اور انہیں عامل مقرر کیا حضر موت کے سرداروں پر، آپ سے آپ کے دونوں بیٹے علقمہ اور عبد الجبار وغیرہ نے روایات لیں، حجر حا پر ضمہ ہے اور جیم ساکن ہے۔

۵: وحشي ابن حرب:

آپ حبشہ سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت جبیر ابن مطعم کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ ہی نے حضرت حمزہ کو غزوہ احد میں شہید کیا تھا، اور اس وقت یہ کافر تھے، غزوہ طائف کے بعد اسلام لائے اور جنگ یمامہ میں شرکت کی، انہی کے بارے میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کو آپ نے قتل کیا اور خود فرمایا "میں نے لوگوں میں سے سب سے بہتر کو قتل کیا اور سب سے بدتر کو بھی اپنے اس نیزے سے"، شام میں آپ رہے، اور حمص میں موت ہوئی، ان کے دو بیٹے اسحاق اور حرب اور دوسرے حضرات نے آپ سے روایات لی ہے۔

۶: الوليد ابن عقبة:

آپ کی کنیت ابو وہب ہے، قریش سے تعلق ہے، عثمان ابن عفان کے ماں شریک بھائی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، حضرت عثمان نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا، آپ قریش کے شعراء میں سے تھے، ابو موسیٰ ہمدانی وغیرہ نے روایات لیں، 'رقہ' میں موت ہوئی۔

۷: الوليد ابن الوليد:

آپ قرشی ہیں، بنو مخزوم سے تعلق ہے، خالد ابن ولید کے بھائی ہیں، غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے آئے اور قید ہوئے، اور آپ کے بھائی خالد ابن ولید نے فدیہ دے کر آپ کو چھڑایا، قید سے چھوٹنے کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا، جب پوچھا

گیا کہ قید میں اسلام کیوں نہ قبول کیا؟ تو فرمایا کہ "مجھے ناپسند تھی یہ بات کہ تم یہ گمان کرو کہ میں نے قید سے ڈر کے مارے اسلام قبول کیا ہے"، اس کے بعد اہل مکہ نے آپ کو قید کرلیا، اور حضور ﷺ آپ کیلئے مکہ کے دوسرے کمزور حضرات کے ساتھ قنوت میں دعا کیا کرتے تھے، پھر ان کی قید سے نکل کر آپ حضور ﷺ سے آملے اور عمرہ قضاء میں شرکت کی، ان سے عبداللہ ابن عمر اور ابو ہریرہ نے روایات لیں ہیں۔

۸: ورقة ابن نوفل:

آپ قرشی ہیں، جاہلیت میں عیسائی تھے اور تورات کے قاری تھے، اور بڑھاپے کی حالت میں تھے، آنکھ کی بینائی بھی جاتی رہی تھی، آپ حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی ہیں۔ (حضور کی رسالت کا زمانہ نہیں پایا مگر تمنا رکھتے تھے اس لئے صحابہ میں آپ کا شمار ہے)۔

۹: ابو واقد:

آپ کا نام حارث ابن عوف ہے، بنولیث سے تعلق ہے، بہت پہلے مسلمان ہوئے، آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہے، ایک سال مکہ میں رہے اور وہی پر ۶۸ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور مقام 'فخ' میں مدفون ہیں۔

۱۰: ابو وھب:

آپ جشمی ہیں آپ کا نام ہی آپ کی کنیت ہے، آپ سے بھی روایات مذکور ہیں۔

ھاء

صحابہ کرام

۱: ھشام ابن حکیم ابن حزام:

آپ قرشی ہیں، بنواسد سے تعلق ہے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، فضلاء صحابہ میں آپ کا شمار ہے، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، ایک جماعت نے آپ سے روایات لیں ہیں، اپنے والد سے پہلے وفات پائی، ان کے والد کی وفات ۵۴ھ میں ہے۔

۲: ھشام ابن العاص:

آپ عمرو ابن عاص کے بھائی ہیں، مکہ میں پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں، آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ آئے جب حضور ﷺ کے مدینہ کی طرف ہجرت کی خبر آپ کو ملی تو آپ مدینہ آئے غزوہ خندق کے بعد، آپ کے بھتیجے عبداللہ نے آپ سے روایات لیں اور جنگ یرموک میں ۱۳ھ میں شہید ہوئے۔

۳: هشام ابن عامر:

آپ انصاری ہیں بصرہ میں رہے وہیں وفات پائی آپ کا شمار بصریوں میں ہے۔

۴: هلال ابن امية:

آپ واقفی انصاری ہیں، ان تین حضرات میں سے ایک ہیں جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کی تھی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے، آپ ہی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی، باب اللعان میں ذکر ہے، حضرت جابر اور ابن عباس نے آپ سے روایات لی ہیں۔

۵: هزال ابن ذهاب:

آپ کی کنیت ابونعیم ہے، آپ اسلمی ہیں، آپ کے بیٹے نعیم اور محمد ابن منکدر نے آپ سے روایات لی ہیں، حدیث ماعز اور ان کے رجم کے متعلق باب میں آپ کا تذکرہ ہے۔

۶: ابو هريرة:

آپ کے نام ونسب میں بہت زیادہ اختلاف ہے، مشہور قول کے مطابق زمانہ جاہلیت میں عبد شمس نام تھا یا عبد عمرو، اور اسلام میں عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہے، قبیلہ 'دوس' سے تعلق ہے، حاکم کے مطابق سب سے صحیح نام عبدالرحمٰن ابن صخر ہے، جس پر کنیت غالب آگئی، اور اس طرح یہ کنیت مشہور ہوئی کہ اس کا کوئی نام ہی نہ ہو، خیبر والے دن اسلام لائے اور غزوہ خیبر میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، پھر آپ علیہ السلام سے مستقل وابستہ رہے، علم کی رغبت میں اور علم سے پیٹ بھرنے پر راضی رہے (بھوک برداشت کرتے ہوئے)، حضور جہاں ہوتے یہ آپ کے ساتھ رہتے، سب سے بڑے حافظ حدیث تھے صحابہ میں، اور انہوں نے حضور کی وابستگی میں بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کیا جو دوسرے حضرات نہ کر سکے، ابو ہریرہ خود فرماتے ہیں 'میں نے حضور سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں پر یاد نہیں کر پاتا'' آپ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے پھیلا دی پھر حضور ﷺ نے بہت سی احادیث بیان کی پس میں ان میں سے کچھ بھی نہیں بھولا جو اس وقت آپ نے ذکر کیں'۔ بخاری کا قول ہے کہ آپ نے آٹھ سو (۸۰۰) حضرات (صحابہ وتابعین) سے روایات اخذ کی ہیں، آپ کی عمر ۷۸ سال تھی، مدینہ میں آپ کی وفات ۵۷ھ میں یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ ابو ہریرہ نام کی وجہ معروف یہی ہے کہ آپ کے پاس چھوٹی بلی ہوا کرتی تھی جسے اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

۷: ابو الهيثم:

مالک ابن تیہان نام ہے، حرف 'میم' میں تذکرہ آچکا ہے۔

۸: ابو هاشم:

نام شیبہ ابن عتبہ ابن ربیعہ ہے، آپ قرشی ہیں، ایک قول کے مطابق آپ کا نام ہشام ہے، اور ایک قول کے مطابق آپ کی کنیت ہی آپ کا نام ہے، اور یہی مشہور ومعروف ہے، آپ معاویہ ابن ابی سفیان کے ماموں ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، شام میں رہے، حضرت عثمان کی خلافت میں وفات پائی، ابو ہریرہ وغیرہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔

صحابیات

۱: هند بنت عتبة ابن ربيعة:

آپ ابوسفیان کی زوجہ ہیں، اور حضرت معاویہ کی والدہ، فتح مکہ کے دن اسلام لائیں اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد، اسلئے حضور ﷺ نے آپ دونوں کا نکاح برقرار رکھا، آپ فصیح وبلیغ اور دانش مند خاتون تھیں، حضور ﷺ سے جب آپ نے دوسری عورتوں سمیت بیعت کی تو آپ نے عورتوں سے فرمایا: "کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور نہ چوری کرنا"، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابوسفیان کنجوس ہیں، تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اتنا لے لو جتنا آپ کو اور آپ کے بچوں کو کفایت کر جائے، اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زنا نہ کرنا تو ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر کہا کہ کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟ اور آپ علیہ السلام نے فرمایا اپنی اولاد کو قتل مت کرنا پھر آپ نے کہا کہ کیا آپ نے ہماری اولاد چھوڑی ہے؟ آپ نے تو غزوہ بدر میں انہیں قتل کر دیا تھا، ہم نے بچپن میں ان کی پرورش کی اور آپ نے بڑے ہونے کے بعد انہیں قتل کر دیا۔ آپ کی موت حضرت عمر کی خلافت میں ہوئی، جس دن ابوبکر کے والد ابوقحافہ کی وفات ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایات لی ہیں۔

۲: ام هانیء:

آپ کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے، حضرت علی کی بہن ہیں، حضور ﷺ اور ہبیـــرۃ ابن ابی وہب نے زمانہ جاہلیت میں آپ کیلئے نکاح کا پیغام بھجوایا تھا تو ابو طالب نے آپ کا نکاح ہبیرۃ سے کر دیا اور آپ کے اسلام لانے کے بعد آپ علیہ السلام نے آپ اور ہبیرۃ میں جدائی کرادی، پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا تو فرمایا "کہ میں زمانہ جاہلیت میں آپ کی بہن رہی ہوں اب اسلام کی حالت میں یہ کیسے ممکن ہے؟ لیکن میں بچوں والی عورت ہوں، اس پر حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، ام ھانی سے بہت مخلوق نے روایات لی ہے۔

۳: ام هشام:

آپ حارثہ ابن نعمان کی بیٹی ہیں، ایک جماعت نے آپ سے روایات لی ہے۔

۳: هشام ابن عامر:

آپ انصاری ہیں بصرہ میں رہے وہیں وفات پائی آپ کا شمار بصریوں میں ہے۔

۴: هلال ابن امية:

آپ واقفی انصاری ہیں، ان تین حضرات میں سے ایک ہیں جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کی تھی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے، آپ ہی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی، باب اللعان میں ذکر ہے، حضرت جابر اور ابن عباس نے آپ سے روایات لی ہیں۔

۵: هزال ابن ذهاب:

آپ کی کنیت ابونعیم ہے، آپ اسلمی ہیں، آپ کے بیٹے نعیم اور محمد ابن منکدر نے آپ سے روایات لی ہیں، حدیث ماعز اور ان کے رجم کے متعلق باب میں آپ کا تذکرہ ہے۔

۶: ابو هريرة:

آپ کے نام ونسب میں بہت زیادہ اختلاف ہے، مشہور قول کے مطابق زمانہ جاہلیت میں عبد شمس نام تھا یا عبد عمرو، اور اسلام میں عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہے، قبیلہ 'دوس' سے تعلق ہے، حاکم کے مطابق سب سے صحیح نام عبدالرحمٰن ابن صخر ہے، جس پر کنیت غالب آگئی، اور اس طرح یہ کنیت مشہور ہوئی کہ اس کا کوئی نام ہی نہ ہو، خیبر والے دن اسلام لائے اور غزوہ خیبر میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، پھر آپ علیہ السلام سے مستقل وابستہ رہے، علم کی رغبت میں اور علم سے پیٹ بھرنے پر راضی رہے (بھوک برداشت کرتے ہوئے)، حضور جہاں ہوتے یہ آپ کے ساتھ رہتے، سب سے بڑے حافظ حدیث تھے صحابہ میں، اور انہوں نے حضور کی وابستگی میں بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کیا جو دوسرے حضرات نہ کر سکے، ابو ہریرہ خود فرماتے ہیں 'میں نے حضور سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں پر یاد نہیں کر پاتا'' آپ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے پھیلادی پھر حضور ﷺ نے بہت سی احادیث بیان کی پس میں ان میں سے کچھ بھی نہیں بھولا جو اس وقت آپ نے ذکر کیں'۔ بخاری کا قول ہے کہ آپ نے آٹھ سو (۸۰۰) حضرات (صحابہ وتابعین) سے روایات اخذ کی ہیں، آپ کی عمر ۷۸ سال تھی، مدینہ میں آپ کی وفات ۵۷ھ میں یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ ابو ہریرہ نام کی وجہ معروف یہی ہے کہ آپ کے پاس چھوٹی بلی ہوا کرتی تھی جسے اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

۷: ابو الهيثم:

مالک ابن تیہان نام ہے، حرف 'میم' میں تذکرہ آچکا ہے۔

۸: ابو هاشم:

نام شیبہ ابن عتبہ ابن ربیعہ ہے، آپ قرشی ہیں، ایک قول کے مطابق آپ کا نام ہشام ہے، اور ایک قول کے مطابق آپ کی کنیت ہی آپ کا نام ہے، اور یہی مشہور ومعروف ہے، آپ معاویہ ابن ابی سفیان کے ماموں ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، شام میں رہے، حضرت عثمان کی خلافت میں وفات پائی، ابو ہریرہ وغیرہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔

صحابیات

۱: هند بنت عتبة ابن ربيعة:

آپ ابوسفیان کی زوجہ ہیں، اور حضرت معاویہ کی والدہ، فتح مکہ کے دن اسلام لائیں اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد، اسلئے حضور ﷺ نے آپ دونوں کا نکاح برقرار رکھا، آپ فصیح وبلیغ اور دانش مند خاتون تھیں، حضور ﷺ سے جب آپ نے دوسری عورتوں سمیت بیعت کی تو آپ نے عورتوں سے فرمایا: "کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور نہ چوری کرنا"، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابوسفیان کنجوس ہیں، تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اتنا لے لو جتنا آپ کو اور آپ کے بچوں کو کفایت کر جائے، اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زنا نہ کرنا تو ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر کہا کہ کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟ اور آپ علیہ السلام نے فرمایا اپنی اولاد کو قتل مت کرنا پھر آپ نے کہا کہ کیا آپ نے ہماری اولاد چھوڑی ہے؟ آپ نے تو غزوہ بدر میں انہیں قتل کر دیا تھا، ہم نے بچپن میں ان کی پرورش کی اور آپ نے بڑے ہونے کے بعد انہیں قتل کر دیا۔ آپ کی موت حضرت عمر کی خلافت میں ہوئی، جس دن ابوبکر کے والد ابوقحافہ کی وفات ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایات لی ہیں۔

۲: ام هانئ:

آپ کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے، حضرت علی کی بہن ہیں، حضور ﷺ اور ہبیرۃ ابن ابی وہب نے زمانہ جاہلیت میں آپ کیلئے نکاح کا پیغام بھجوایا تھا تو ابوطالب نے آپ کا نکاح ہبیرۃ سے کر دیا اور آپ کے اسلام لانے کے بعد آپ علیہ السلام نے آپ اور ہبیرۃ میں جدائی کرادی، پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا تو فرمایا "کہ میں زمانہ جاہلیت میں آپ کی بہن رہی ہوں اب اسلام کی حالت میں یہ کیسے ممکن ہے؟ لیکن میں بچوں والی عورت ہوں، اس پر حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، ام ھانی سے بہت مخلوق نے روایات لی ہے۔

۳: ام هشام:

آپ حارثہ ابن نعمان کی بیٹی ہیں، ایک جماعت نے آپ سے روایات لی ہے۔

ی
صحابہ کرام

۱: یزید ابن اسود:

آپ سُوائی ہیں، آپ کے بیٹے جابر نے آپ سے روایات لیں، آپ کا شمار اہل طائف میں سے ہے، اہل کوفہ میں آپ کی حدیثیں مشہور ہیں۔

۲: یزید ابن عامر:

آپ سُوائی حجازی ہیں، غزوہ حنین میں مشرکین کے ساتھ شرکت کی پھر اس کے بعد مسلمان ہوئے، آپ سے سائب ابن یزید وغیرہ نے روایات لیں۔

۳: یزید ابن شیبان:

آپ ازدی صحابی ہیں، تنہا پسند لوگوں میں آپ کا شمار ہے۔

۴: یزید ابن نعامة:

آپ ضبی ہیں، سعید ابن سلیمان نے آپ سے روایات لی ہیں، آپ غزوہ حنین میں حالت شرک میں شریک ہوئے تھے، پھر اس کے بعد اسلام لائے، بقول امام ترمذی آپ کا سماع حضور ﷺ سے معروف نہیں۔

۵: یحیی ابن اُسید ابن حضیر:

آپ انصاری ہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں ولادت ہوئی، انہی کے نام سے آپ کے والد کی کنیت ہے، باب فضل القراءۃ والقاری میں آپ کا ذکر ہے، بقول ابن عبدالبر آپ حدیث حفظ کرنے کی عمر میں تھے مگر میرے علم میں آپ سے کوئی روایت نہیں۔

۶: یوسف ابن عبد اللّٰہ ابن سلام:

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے، آپ کا تعلق بنو اسرائیل میں یوسف ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد سے ہے، حضور ﷺ کی حیات میں آپ پیدا ہوئے، آپ علیہ السلام کے پاس آپ کو لایا گیا تو حضور ﷺ نے اپنی گود میں آپ کو بٹھایا اور یوسف نام رکھا، اور آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا، آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہے، ان سے روایات کے بارے میں دو قول ہیں۔

۷: یعلی ابن امیة:

آپ تمیمی حنظلی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، اور غزوہ حنین وطائف میں شریک ہوئے، آپ کا شمار اہل حجاز میں سے ہے،

حضرت صفوان، عطاء، مجاہد وغیرہ نے آپ سے روایات لیں، جنگ صفین وتبوک میں حضرت علی کی جماعت میں قتل ہوئے۔

۸: یعلی ابن مرة:

آپ ثقفی ہیں، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین وطائف اور تبوک کے غزوات میں شرکت کی، ایک جماعت نے آپ سے روایات لی ہے، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

۹: ابویسر:

آپ کا نام کعب ابن عمر ہے، آپ کا ذکر حرف 'کاف' میں آچکا ہے۔

صحابیات

۱: یسیرة:

آپ کی کنیت ام یاسر ہے، انصاری صحابیہ ہیں، آپ مہاجرات میں سے ہیں، آپ کی پوتی حمیصہ بنت یاسر نے آپ سے روایات لیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم

وصلى الله على نبيه الكريم وعلى اله واصحابه اجمعين

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذ: جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۵

ختم شد

تمت